U27993 P Date 10-K07

Title - MUNTAKHIB DAAGH (Part-1).

Creator - Daagh Dehelvi; Murattiba Ahsan Marehravi

Publisher - Matba ~~Ahmadi~~ Anwaar Ahmadi (Allahabad).

Date - N.A.

Pages - 477.

Subjects - Urdu Shayari - Intikhab.

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

منتخب داغ

حصۂ اوّل

جس میں

فصیح الملک مرزا داغ کی غزلوں کے بکثرت ایسے اشعار منتخب کئے گئے ہیں

جو

فارسی عطف اور اضافت سے خالی ہیں

منتخبہ

احسن مارہروی مرحوم

اور جس کو

مطبع انوار احمدی الہ آباد نے شائع کیا

قیمت فی جلد حصۂ اوّل و دوم غیر مجلد ۱۲ مجلد ۱۲

فہرست اشعار منتخب داغ حصہ اوّل

فہرست اشعار منتخب داغ حصّہ دوم

حالات احسن مارہروی

جہاں استاد بلبل ہند فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم ومغفور کے کلام کا انتخاب اُن کے شاگرد خصوصی حضرت احسن مارہروی مرحوم ومغفور نے اپنی اُس عقیدت کی بنا پر کیا تھا جس کا اظہار شفیق استاد نے اس طرح فرمایا تھا کہ

سید احسن جو مرے دوست بھی شاگرد بھی ہیں　　جن کو اللہ نے دی فکر رسا طبع رسا

اُستاد اور شاگرد کی اس باہمی یگانگت وخلوص کا مقتضا تو یہی تھا کہ شاگرد اپنی اس عقیدت کا اظہار خود استاد کی خدمت میں پیش کرتا، لیکن فلکِ کج رفتار کی شہرہ آفاق ستم آفرینیوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس عالم آب وگل میں اگر استاد موجود نہ تھے تو شاگرد اپنے استاد بھائیوں اور ارباب ادب ہی کی خدمت میں اس گلدستۂ سخن کو پیش کرتا زمانہ نے کروٹ بدلی، اور وہ آفتابِ علم ہماری نظروں سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، اور اب یہ بارِ گراں ہمارے ناتواں کاندھوں پر پڑ گیا کہ حضرت والد ماجد برد اللہ مضجعہٗ کے اس ادبی کارنامے کو انجمن ادب میں پیش کریں۔

دنیائے علم وادب میں والد ماجد مرحوم ومغفور حضرت احسن مارہروی کا تعارف میرے قلم سے چھوٹا منہ بڑی بات ہو گی، بلکہ ان کی عطا کردہ تعلیم وتربیت کی بنا پر میں یہ جرات بھی نہیں کر سکتا کہ ان کی زندگی کے اس پہلو کے متعلق کچھ عرض کروں جس کا حق میرے سوا دوسرے محبان ادب کو بھی پہنچتا ہے لیکن ناشر انتخاب محترمی مولوی حافظ جلال الدین احمد صاحب جعفری کا اصرار ہے کہ ان کے سوانح حیات اور ادوار شاعری کے متعلق ضروری واقعات کا اظہار کروں، اس لئے ان کے حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور پیش ہیں، فطری جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس فرض سے اس طرح سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ والد مرحوم کی وفات حسرت آیات پر جن بزرگان علم وادب نے ہمارے اس غم میں شرکت فرمائی ہے اُن کے خیالات کا اقتباس یہاں دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ مقصود ہے کہ اُن بزرگوں اور دوستوں کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کیا جائے۔

معظمی ومحترمی مولوی عبد الحق صاحب مدظلہ سکریٹری انجمن ترقی اُردو دہلی نے

اخبار "ہماری زبان" میں اپنے ہم جلیس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔

"جو صدمہ ملک کے ادب اور شاعری کو حضرت احسن کی بے وقت اور حسرت ناک وفات سے پہنچا ہے اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ آپ اُن بزرگان ادب میں سے تھے جن کی تمام عمر ادب کی خدمت میں صرف ہوئی۔ آپ کا نام سید علی احسن تھا اور احسن تخلص، مارہرہ ضلع ایٹہ کے پیرزادوں کے معزز خاندان سے تھے، آپ کی پیدائش شوال سنہ ۱۲۹۲ ہجری میں ہوئی صغر سنی سے شعر گوئی کا شوق تھا، سنہ ۱۸۹۶ء میں ایک گلدستہ ریاض سخن جاری کیا، جو نواب ابراہیم علی خاں صاحب والی ٹونک کو بہت پسند ہوا جس پر انھوں نے ایک ہزار روپیہ عطا فرمایا، چنانچہ ریاض سخن کا نام بدل کر "ریاض خلیل" رکھا گیا، یہ زمانہ تھا جب جناب احسن حضرت داغ کے شاگرد ہو گئے، آپ فصیح الملک کے خاص تلامذہ میں تھے اور خاندانی وجاہت یا ذاتی قابلیت کی وجہ ہوگی کہ استاد شاگرد پر خاص شفقت کی نظر رکھتے تھے، آپ نے حیدرآباد میں رہکر استاد کے زیر سایہ ان کی سوانح عمری موسوم بہ جلوۂ داغ شائع کی، پھر محاورات اور مستعملات استاد مرتب کر کے ایک کتاب فصیح اللغات لکھی .... انجمن ترقی اردو کی فرمائش پر دیوان دلی مرتب کیا، آپ کی معرکۃ الآرا تالیف تاریخ نثر اردو (تاریخی نام نمونۂ منثورات) حصہ اول ہے .... شعر میں آپ کا رنگ کلاسیکل لطافت اور مضمون آفرینی کی نفاست کا اعلیٰ نمونہ تھا، آپ منکسر المزاج اور شریف النفس واقع ہوئے تھے"۔

والد مرحوم و مغفور کی تعلیم و تربیت کے متعلق خود مولوی جلال الدین احمد صاحب جعفری کی تحقیق ہے کہ "انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنی خاندانی خانقاہ کے مدرسے میں پائی، تصوف اور روحانیت کے علاوہ شعر و شاعری کا مذاق بھی ان کے خاندان میں ابا عن جد موجود ہے مرزا غالب کے ہمعصر حضرت سید شاہ صاحب عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جن کے نام عود ہندی میں خطوط ہیں) بھی اسی خاندان کے مستند اور ممتاز فاضل بزرگ اور شاعر تھے، وہ حضرت احسن مرحوم و مغفور کے جد امجد کے بھائی تھے"۔

اس ابتدائی تعلیم کی تکمیل خود ان کے ذوق ادب اور کثرت مطالعہ سے ہوئی جس کا ثبوت انکی تحقیقی، علمی اور ادبی زندگی تھی اور اسی باعث سنہ ۱۹۲۲ء سے سنہ ۱۹۳۶ء تک آپ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اردو میں اپنے فیض گراں بہا سے ہندوستان کے مختلف حصوں سے آنے والے شاگردوں کو مستفیض فرماتے رہے۔

ان کے معزز ہمعصر اور ہمارے محترم بزرگ حضرت سیماب اکبرآبادی نے اپنے استاد بھائی کی دائمی جدائی پر "رحلت احسن الشعرا" کے تاریخی عنوان سے موقر جریدہ شاعر آگرہ بابت ماہ نومبر ۱۹۵۹ء میں ایک مختصر اور جامع مقالہ شایع فرمایا ہے، موصوف تحریر فرماتے ہیں:-

"........... ہندوستان میں اُن کی شخصیت بہت مشہور و مقبول تھی۔ دنیائے ادب کا ہر مبتدی و منتہی اُن کو جانتا تھا........ مرحوم کا نام علی احسن اور شاہ میاں خاندانی عرف تھا؛ احسن تخلص فرماتے تھے، آپ کی ولادت ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں ہوئی، آپ کے مورثِ اعلیٰ سید شاہ برکت اللہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں وارد مارہرہ ہوئے۔ اور انھیں سے اس خاندان کی وہاں بنیاد پڑی جس کے ایک قابل فرد حضرت احسن مارہروی بھی تھے۔ آپ کے زمانۂ تعلیم کا حال مجھے کسی تاریخ میں نہیں ملا[1]۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ مرحوم کو فارسی اور عربی زبانوں میں کافی دستگاہ حاصل تھی اور مارہرہ چونکہ اس وقت حکما، علما، فضلا اور شعرا کا مرکز تھا اس لئے ظنِ غالب یہ ہے کہ آپ نے اکتساب علوم مارہرہ ہی میں کیا ہوگا...... اُردو زبان کے تو وہ محقق و مصلح تھے۔ مرحوم نے ۱۸۹۴ء میں (امیر زمانۂ تلمذ سے ۴ برس پہلے) فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم سے ذریعہ خط و کتابت شرف تلمذ حاصل کیا، پھر دو چار برس کے بعد اپنے ذوق و شوق کی تحریک سے حیدرآباد دکن پہنچے، اور مرزا داغ کے انتقال سے ۲-۳ برس پہلے تک اُن کی خدمت میں شبانہ روز حاضر رہے؛ وہیں رہ کر آپ نے استاد کی سوانح عمری "جلوۂ داغ" کے نام سے لکھی، اس کتاب پر خود جہاں استاد نے ایک قطعہ تاریخ لکھا تھا جو آخر کتاب میں ثبت ہے وہ قطعہ یہ ہے:"

زندگی کے مرے احسن نے سوانح لکھے — زیست کے باغ کا یہ آنکھ سے جلوہ دیکھا
داغ نے مصرع تاریخ کہا برجستہ — "جلوۂ داغ" کا یہ آنکھ سے جلوہ دیکھا

آخری مصرع کے اعداد سے ۱۳۱۵ھ حاصل ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احسن مرحوم نے ۲۲ برس کی عمر میں یہ کتاب لکھی تھی

فصیح الملک کے بعد ۱۹۰۵ء میں مرحوم لاہور چلے گئے۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک تذکرہ "خمخانۂ جاوید" کے اوا[1]رے میں لالہ سری رام ایم۔ اے کے ساتھ کام کیا، پھر ایک ماہانہ

---

[1] والد مرحوم و مغفور کی تعلیم کے متعلق سطور ماقبل میں تشریح کی گئی ہے۔ خمخانۂ جاوید مولفہ سری رام اور قاموس المشاہیر مولفہ نظامی بدایونی میں اس کا ذکر موجود ہے۔ سعید

رسالہ نکالا جس کا نام "فصیح الملک" تھا۔ یہ رسالہ اُس وقت کے ادبی رسالوں میں بہت ممتاز تھا۔ اس میں فنّی اور علمی بحثیں خوب ہوتی تھیں اور "فصیح اللغات" مرتبہ فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم بھی بطور ضمیمہ اس میں شایع ہوتی تھی جس میں محاورات اور روزمرہ کو مع اسناد جمع کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء تک یہ رسالہ جاری رہا۔ اس کے بعد فصیح الملک کا آخری دیوان "یادگار داغ" مرحوم نے مرتب کیا"۔

"رسالہ "فصیح الملک" سے پہلے "ریاض سخن" بھی مارہرے سے آپ نے نکالا تھا جس کا نام بعد میں "ریاض خلیل" ہوگیا تھا۔ یہ صرف غزلوں کا گلدستہ تھا جس میں نواب محبوب علی خاں۔ آصف جاہ سادس سلطان دکن، اور نواب ابراہیم علی خاں والیٔ ٹونک کا کلام خصوصیت کے ساتھ شائع ہوتا تھا"۔

"سنہ ۱۹۲۲ء میں علی گڑھ آئے اور مسلم یونیورسٹی کے مشاعروں میں آپ کی دعوت پر مشاہیر شعرا شریک مشاعرہ ہوتے رہے، آپ کی تصانیف میں کلیات ولی دکنی اور تاریخ نثر اُردو خاص کتابیں ہیں۔ اب آپ ایک عرصے سے فصیح الملک مرحوم کے خطوط کا مجموعہ "مکاتیب داغ" کے نام سے مرتب فرما رہے تھے[1] جس کی تکمیل سے پہلے ہی آپ کی زندگی کی تکمیل ہوگئی۔ افسوس!"

"آپ کا سرمایۂ کلام کافی ہے۔ شاگرد بھی بہت ہیں۔ مگر اس کا افسوس ہے کہ آپ کا کوئی دیوان آپ کی زندگی میں شایع نہ ہوسکا........ البتہ آپ کا کلام اکثر رسائل میں "احسن الکلام" کے عنوان سے چھپتا رہا ہے"۔

"مرحوم نہایت خلیق، متواضع، ہنس مکھ اور صحیح القویٰ بزرگ تھے، اپنے برادر خواجہ تاش سے بہت محبت کرتے تھے۔ غزل تحت اللفظ پڑھتے تھے۔ زبان میں لکنت بھی ہوجاتی تھی"

"مرحوم ایک کہنہ مشق شاعر اور دیدہ ور ادیب تھے، اُن کے کلام میں جہاں فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کی سادگی و پرکاری تھی وہاں تخیل میں بلندی اور فکر میں ہمہ گیری بھی تھی اس میں شک نہیں کہ وہ تغزل قدیم کی حدود سے دانستہ کبھی باہر نہ نکلے مگر اُن کے کلام میں دورِ جدید کے تمام جدید ذہنی انقلابات کبھی موجود تھے۔ علم و فن کے اعتبار سے اُن کے کلام پر حرف گیری کا موقعہ آج تک کسی کو نہ مل سکا۔ اس لئے کہ وہ

---

[1] "انشاء داغ" کے نام سے یہ مجموعہ انشاء اللہ جلد پیش کیا جائے گا۔ سعید

عروض و قافیہ اور علم کلام سے کما حقہ واقف تھے، اُن کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور بساط علم وسیع تر۔"

میرے دوست محمد طاہر فاروقی ایم۔ اے نے مجھ سے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے ایک خط کا ذکر کیا جو انھوں نے خود دیکھا ہے۔ اِس خط کی شانِ نزول یہ ہے کہ مولانا سالک بٹالوی مدیر "انقلاب" نے ڈاکٹر سر اقبال مرحوم سے حصول تلمذ کی درخواست کی تھی۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنی مصروفیت کے سبب معذرت چاہتے ہوئے مولانا سالک کو اس خط میں لکھا تھا کہ اگر آپ ذوقِ شاعری کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں تو منشی حیات بخش رسا یا مولانا احسن مارہروی سے رجوع کیجئے۔ اس خط سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کی نظر میں بھی مولانا احسن مارہروی مرحوم کا درجۂ شاعری بہت بلند تھا اور سر اقبال اپنے برادرانِ خواجہ تاش میں اس وقت رسا اور احسن کو جواب مرحوم ہیں بہت ممتاز سمجھتے تھے۔"

"میں یہاں بعض منتخب اشعار اُن کے قدیم و جدید کلام سے نقل کرتا ہوں جس سے اُن کی تدریجی رفتارِ ترقی واضح ہو جاتی ہے۔"

جس جگہ آپ نے قیام کیا — اُس زمیں کو فلک مقام کیا
ایسے دیدار میں مزا کیا تھا — نہ سُنا کچھ نہ کچھ کلام کیا
اُس طرف آنکھ نے اُسے دیکھا — اس طرف دل نے اپنا کام کیا

وصل کی شب کا انتظار نہ پوچھ
ہم نے مر مر کے دن تمام کیا

"۹۵ء سے ۱۹۰۵ء تک مرحوم کا رنگِ سخن یہی تھا اس کے بعد:"

خوشی اس کی، اگر دل میں نہ اک دم بھی خوشی ٹھہری — کروں کیا میرے غم خانے کی قسمت ہی یہی ٹھہری
نہ ذکر جور ہم چھیڑیں، نہ لیں نام آپ غیروں کا — یہی شرطِ محبت بس ہماری آپ کی ٹھہری
نہ دفتر کھول تو اے نامہ بر اتنا بتا مجھ کو — گیا تھا جس غرض سے تو وہاں وہ بات بھی ٹھہری
قیامت بھی اُسی دن احسن اپنا سر اُٹھائے گی — ہماری سانس جس دن چلتے چلتے اک گھڑی ٹھہری

دل گیا ہے ضرور اُن کے ساتھ — پھوں گیا یہ خبر نہیں مجھ کو
قبر میں بھی تو مر کے پہنچا ہوں — راس کوئی سفر نہیں مجھ کو

سر کو شوق جبہ سائی پاؤں سر گرم طلب — خواہشوں کے ہاتھ سے گویا سراپا دل ہوں میں
خاص ترکیبیں ہیں یہ مطلب براری کے لئے — وہ بڑا ہی ہوش ہے جو خود کو کہے غافل ہوں میں

شبِ غم کچھ اندھیرے کے سوا دیکھا ہو تو جانیں
عجب کیا داغِ دل کو ہم نے گر نورِ سحر جانا

مبارک سیرِ عالم لیکن اتنی میری بھی سُن لے
جدھر جانا اُسی کی تاک میں ہیک نظر جانا

بہت بڑھ چڑھ گئے دعوی چودہویں کا چاند کرتا ہے
تمھیں میری قسم اٹھنا ذرا تم بھی سنور جانا

کلائی جن کی شاخِ گل ہے وہ کیا تیغ اٹھائیں گے
اُٹھائیں بھی تو کیا ان پھول کی چھڑیوں سے ڈر جانا

خود فراموش سے کرتا کوئی شکوا کس کا
جب ہمیں یاد نہیں اُس کو تو وعدا کس کا

لے گئے بزمِ عدو تک ہمیں ہاتھوں ہاتھوں
بن گیا نقشِ وفا نقشِ کفِ پا کس کا

کیا کرے عمرؔ در روزہ پہ کوئی سیرِ جہاں
کھیل ہے ختم خود اپنا ہی تماشا کس کا

بٹھا کر بزم میں احسان کوئی کیا جتاتا ہے
جو ہم سو بار اُٹھتے ہیں تو آج اک بار بیٹھے ہیں

بتائیں کیا ترے در سے پھرے سرِ بار کر کتنے
ہمیں اک ہیں جو تھامے سر پسِ دیوار بیٹھے ہیں

ہمارے آگے کیوں میدانِ محشر میں نہیں آتے
کدھر کو منھ چھپائے تیرے جانب دار بیٹھے ہیں

آئے تو تیرا ذکر کسی کی زبان پر
ہو غیر بھی تو چوم لوں منھ اس بیان پر

کیا لاؤں ایک شکوۂ فرقت زبان پر
ایسے تو سینکڑوں ہیں ستم میری جان پر

محدود دل ہی میں نہیں آہِ شرر فشاں
پہنچی ہے اس چراغ کی لَو آسمان پر

تھا اُن کا ہم خرام ضرور اک نیاز مند
آنکھوں کے بھی نشاں ہے قدم کے نشان پر

"یہ سنہ ۱۹۰۹ء اور سنہ ۱۹۱۰ء کا کلام ہے، اس وقت رسالہ "فصیح الملک" جاری تھا اس کے بعد کا کلام ملاحظہ فرمائیے:۔

یوں محوِ جمال اے رُخِ جانانہ بنا دے
یعنی مجھے اپنے سے بھی بیگانہ بنا دے

کچھ بات نہ تھی نعرۂ منصور میں لیکن
دنیا جسے چاہے اُسے افسانہ بنا دے

رہتا نہیں نادار وہ غربت میں بھی احسنؔ
خود دار جسے ہمتِ مردانہ بنا دے

خودکشی کا شبِ غم تجربہ کرنے نہ دیا
موت نے وقت سے پہلے مجھے مرنے نہ دیا

آبرو ضبط نے رکھ لی دمِ گریہ میری
دامنِ خاک پہ اشکوں کو بکھرنے نہ دیا

میری غفلت نے بنایا ہادیٔ منزل مجھے
آنکھ والے چونک اُٹھے دیکھ کر غافل مجھے

شورشِ بحرِ فنا میں پائی تسکین بقا!
موجِ طوفاں میں ملا ہے دامنِ ساحل مجھے

یہ تصرف ہے تصور کا ہے محمل نشیں
کوئی پردہ اب نظر آتا نہیں حائل مجھے

راہِ مقصد تک پہنچ کر پا شکستہ ہو گیا
اب تو بیٹھی رہے آرام سے منزل مجھے

عشق کی دنیا کا ہے احسنؔ یہ حسن خاتمہ
لے چلی ہے حشر میں اُمید مستقبل مجھے

ہوا ہے ضبط سے یہ رنگ آہ آتش فشاں کا
کہ سینے میں نظر آتا ہے اک عالم چراغاں کا

ہلال و آسماں ہیں جامۂ وحشت کے دو ٹکڑے
کوئی خاکہ ہے داماں کا کوئی نقشہ گریباں کا

کسی مجروحِ دل سے پوچھئے اب اس کی کیفیت
خلش ہے لاکھ تیروں کی کھٹکنا ایک ارماں کا

خیالِ مرگ احسنؔ چین سے رہنے نہیں دیتا
لگا رہتا ہے کھٹکا رات دن اس آفتِ جاں کا

ڈھونڈتا پھرتا ہے مسکن بلبلِ ناشاد کا
آج کل دل اپنے گھر لگتا نہیں صیاد کا

دل سمجھتا ہے کہ میں جاتا ہوں بزمِ یار میں
میں سمجھتا ہوں مسافر ہے عدم آباد کا

ایک میری سخت جانی کب تک آڑے آئے گی
دل ترا پتھر کا ہے خنجر ترا فولاد کا

داغؔ کے بعد اور کس سے لیتے احسنؔ مشورہ
دے دیا اپنی طبیعت کو لقب استاد کا

"سنہ ۱۹۲۳ء کا کچھ کلام سنئے"

سنگِ در بن کر بھی کیا حسرت مرے دل میں نہیں
تیرے قدموں میں ہوں لیکن تیری محفل میں نہیں

اُن کی بزمِ ناز کیا ہے، عالمِ تصویر ہے
ہے یہ خاموشی کہ گویا کوئی محفل میں نہیں

پائمالِ صد جفا ہے اک دلِ ناکردہ کار
تختۂ مشق اور کوئی اُس کی محفل میں نہیں

رہ کے زنداں میں کریں گے ہم کھلے بندوں فغاں
پاؤں میں زنجیر ہے لب تو سلاسل میں نہیں

روک لے اے ضبط جو آنسو کہ چشمِ تر میں ہے
کچھ نہیں بگڑا ابھی تک گھر کی دولت گھر میں ہے

احسنؔ آوارہ قسمت کی نہ پوچھو گردشیں
اپنے گھر بیٹھا ہوا تقدیر کے چکر میں ہے

لوگ محفل میں تجھے اے عشوہ گر دیکھا کیے
ہم الگ بیٹھے ہوئے سب کی نظر دیکھا کیے

ہم نے دیکھا ایک ہی شب خواب اُنکے وصل کا
اور تعبیر اُس کی دشمن عمر بھر دیکھا کیے

دیکھنا تدبیرِ منزل وحشیانِ عشق کی
کر کے ویران اپنے گھر کو اُن کا در دیکھا کیے

ذوقِ ایذا طلبی درد کا درماں نکلا
تیر بیٹھا مرے پہلو میں تو ارماں نکلا

آ گئی کام نقاہت میں وسیع النظری
ذرّہ ذرّہ رہِ وحشت کا بیاباں نکلا

نہ سہی قبر میں آ کر مجھے راحت نہ سہی
تیرے چکّر سے تو اے گردشِ دوراں نکلا

"سنہ ۱۹۴۲ء میں اُن کا اسلوبِ تغزل زیادہ متین، زیادہ اثر آفریں اور زیادہ عبرت انگیز تھا۔ ملاحظہ فرمائیے"

اور کیا محبت میں حالِ زارِ ہستی ہے
سر وبالِ گردن ہے، جان بارِ ہستی ہے

دل اِدھر ہے پژمردہ، جاں اُدھر ہے افسردہ
کس کو ان حوادث پر اعتبارِ ہستی ہے

آسماں لیے پیسے، آپ اس کو ٹھکرائیں
پائمالِ صد آفت، خاکسارِ ہستی ہے

سینکڑوں تمنائیں دم بدم کھٹکتی ہیں!
دل نہیں ہے پہلو میں خارزارِ ہستی ہے

غنچہ مسکراتے ہی پھول بن کے مرجھایا!
یہ فضائے عالم ہے، یہ بہارِ ہستی ہے

کچھ سکون حاصل ہو، زندگی میں ناممکن
ہر نفس سے وابستہ انتشارِ ہستی ہے

سب نمائشِ وقتی، سب حقیقتِ فرضی
جس قدر زمانے میں کاروبارِ ہستی ہے

کوئی کیا ہنسے احسنؔ جبکہ دہر فانی ہے
سرخوشِ مسرت بھی سوگوارِ ہستی ہے

درخورِ محفلِ جاناں ہوں یہ تقدیر کہاں
کبھی اُس راہ سے گزرا تو اُدھر دیکھ لیا

دیکھئے اور وہ کیا حالِ مریضِ وحشت
جاں بلب دیکھ لیا، خاک بسر دیکھ لیا

عشق کم ہمت و پسپا نظر آیا نہ کہیں
عجز تیرا مگر اے عقلِ بشر دیکھ لیا

اب تک افسانۂ نیرنگِ جہاں سنتے تھے
آکے باتوں میں تری شعبدہ گر دیکھ لیا

نہ ملی سیلِ حوادث سے کہیں مجھکو پناہ
میں نے ساحل کو بھی با دیدۂ تر دیکھ لیا

کوئی دیکھے یہ تماشائے تکلف کب تک
ہو چکا پردہ بس اب آؤ اِدھر دیکھ لیا

مل گئی دادِ غمِ عشق کہ احسنؔ اس نے
سُن لیا قصۂ غم، زخمِ جگر دیکھ لیا

قفس میں ہے بلبل، قفس ہی چمن میں
دکھائی مقدر نے غربت وطن میں

نہ ہو ذکرِ الفت کسی انجمن میں!
یہ کیا عقل بکتی ہے دیوانہ پن میں

زمانہ بدلتا رہا لاکھ چالیں!
مگر فرق آیا نہ اُن کے چلن میں

یہ ہے مر کے بھی شرمِ عصیاں کا عالم
کہ ہم منہ لپیٹے پڑے ہیں کفن میں

ہوا چاک جس وقت دامانِ ہستی!
لگا پھر نہ پیوند اس پیرہن میں

بڑھا جائے گی تفرقے ہو کے شامل
تری بدگمانی مرے حسنِ ظن میں

نشانِ جنوں حشر میں کیا دکھاؤں
نہیں تار بھی کوئی باقی کفن میں

جو بات تیری چشم مستانہ کہہ رہی ہے — گویا بقدرِ ظرفِ پیمانہ کہہ رہی ہے
میرا تمہارا دنیا افسانہ کہہ رہی ہے — کیا کیا نہ کہہ چکی ہے کیا کیا نہ کہہ رہی ہے
ہوں جنت نظر بھی، فردوس زندگی بھی — دنیا سے تیری شان کا شانہ کہہ رہی ہے
آغاز سوزِ الفت تھا شمع کی زباں پر — انجامِ عشق، خاکِ پروانہ کہہ رہی ہے
ہو ذکرِ غم کسی کا، میں یہ سمجھ رہا ہوں — دنیا مجھی سے میرا افسانہ کہہ رہی ہے
دنیا کی لغو گوئی اے عشق تو نے دیکھی — آبادیوں کو تیری ویرانہ کہہ رہی ہے
دل دے کے جانے والو، جانے کہاں ہو ٹھہرو — کچھ اور بھی نگاہِ جانانہ کہہ رہی ہے

کدورت دل کی ہمدوشِ فغاں معلوم ہوتی ہے — یہی ہے وہ زمیں جو آسماں معلوم ہوتی ہے
اشاروں میں جو اک طرزِ بیاں معلوم ہوتی ہے — تری چشمِ سخن گو کی زباں معلوم ہوتی ہے
پیام آیا، نہ خط آیا، نہ وہ آئے نہ موت آئی — مری سعیِ طلب سب رائگاں معلوم ہوتی ہے
چمکتی ہے بہت دودِ آشیاں سے برقِ سوزندہ — مگر مجھکو قریبِ آشیاں معلوم ہوتی ہے
مرے پہلے کے ذکرِ حور و غلماں شیخ کرتے ہیں — طبیعت پیرِ مرشد کی جواں معلوم ہوتی ہے
کئے ہیں خاکسارانِ محبت نے جہاں سجدے — زمیں اُس رہ گزر کی آسماں معلوم ہوتی ہے
یکایک رک گئے جب ملتے ملتے وہ تو میں سمجھا — کہ یہ تمہیدِ مرگِ ناگہاں معلوم ہوتی ہے
کبھی صیاد ہنس ہنس کر جو کرتا ہے گل افشانی — قفس میں بھی بہارِ آشیاں معلوم ہوتی ہے
بساتی ہے یہی دنیا، مٹاتی ہے یہی عقبیٰ — محبت کارسازِ دو جہاں معلوم ہوتی ہے
جہانِ بے ثبات اک مستقل غم خانہ ہے محسنؔ — یہاں آوازِ نغمہ بھی فغاں معلوم ہوتی ہے

کس طرح کہے کوئی کہ دل غم سے جدا ہے — کیا غم کا ٹھکانا بھی کہیں دل کے سوا ہے
اصنام کو بے فائدہ بدنام کیا ہے! — اس عہد میں ہر بندۂ خود رائے خدا ہے
دل فطرت و قسمت کی دوعملی میں گھرا ہے — آزادِ طبیعت ہے، گرفتارِ بلا ہے
جو تم سے ملے وہ کسی سے نہ ملے گا؟ — یہ ضابطۂ عشق یہ آئینِ وفا ہے
ہے عالمِ اسباب میں ہر غم کا مداوا — ناپید مگر دردِ محبت کی دوا ہے
کچھ تجھکو خبر بھی ہے وہ دیوانہ ہے تیرا — تو جس کو تماشے کی طرح دیکھ رہا ہے
آنکھ اُن کی ملی، ہاتھ ملا، دل نہیں ملتا — مل جائے اگر دل بھی تو ملنے کا مزا ہے
نازِ قاتل پر فدا ہوگا نیازِ زندگی — جب قضا ہوگی ادا ہوگی نمازِ زندگی

کھل گیا خالی ہوا بندی ہے رازِ زندگی — یعنی اک تارِ نفس ہے نغمہ سازِ زندگی
شمع گھل گھل کر دیا کرتی ہے شعلے کو فروغ — سوز ہے مظلوم کا ظالم کا سازِ زندگی
نزع کی غفلت سہی چونکا بھی تو کیا چونکا کوئی — خاک اب دیکھے گی چشمِ نیم بازِ زندگی
دل شکستہ ہوں، مگر امید سے وابستہ ہوں — بس یہی وابستگی ہے دل نوازِ زندگی

سنہ ۱۹۲۲ء میں اُن کا رنگ سخن یہ تھا:۔

نہ صنم کدے میں یہ شاد ہے نہ حرم کی آب و ہوا سے خوش — وہ ہے خود پسند اک آدمی نہ بتوں سے خوش نہ خدا سے خوش
کبھی صلح ہو کبھی جنگ ہو، کبھی سنگ ہو کبھی موم ہو — جو یہ ہر گھڑی ترا ڈھنگ ہو تو ہو کون ایسی ادا سے خوش
نہ کرم کرے نہ وفا کرے، مری یاد اس کو رہا کرے — جو کبھی کبھی یہ ہوا کرے تو ہو حسن ایسی جفا سے خوش

سنہ ۱۹۳۶ء میں اُن کی تخئیل کی بلندی دیکھئے:۔

بڑے نافہم ہیں وہ جو انھیں قاتل سمجھتے ہیں — ہم اُن کی دل ستانی کو حیاتِ دل سمجھتے ہیں
ابھی تک اپنے قلب مطمئن کو دل سمجھتے ہیں — جو تم بسمل بناتے ہو تو ہم بسمل سمجھتے ہیں
مظالم ہی سہی، وابستگی تو اُن سے قائم ہے — غنیمت ہے کہ وہ ہم کو کسی قابل سمجھتے ہیں
جو رمز آگاہِ الفت ہیں، خموشی ہی خموشی ہیں — بیانِ شوق سنتے ہیں، زبانِ دل سمجھتے ہیں
خداوندانِ الفت کا بھی الٹا کارخانہ ہے — کہ خود دل مانگتے ہیں اور ہمیں سائل سمجھتے ہیں
یہ مجبورِ محبت کے لئے بے اختیاری ہے — کہ اپنا دل بھی ہم اے حسن پرایا دل سمجھتے ہیں

”مرحوم کے چند متفرق اشعار اور سن لیجئے جو خود انھیں کے منتخبہ اور پسندیدہ ہیں“:۔

خودکشی کا شب غم تجربہ کرنے نہ دیا — موت نے وقت سے پہلے مجھے مرنے نہ دیا

فنا بغیر بقا کا مزا نہیں ملتا — خودی مٹاؤ نہ جب تک خدا نہیں ملتا

کسی کو بھیجکر خط ہائے کیسا یہ عتاب آیا — کہ ہر اک پوچھتا ہے نامہ بر آیا جواب آیا

جتا کر حسن بے پروا نے سکہ بے نیازی کا — چلن اٹھوا دیا کم ہمتوں سے عشق بازی کا

یکساں نہیں ہے رنگ جہانِ خراب کا — ہر سانس تار ہے خبرِ انقلاب کا
توبہ سے لب بہ لب ہے پیالہ شراب کا — گویا گناہ راہ نما ہے ثواب کا

دستِ وحشت جو حریف سر و ساماں ہوگا — ایک جھٹکے میں نہ دامن نہ گریباں ہوگا

ہمارا حال بعد زندگانی دیکھتے جاؤ — زبانی سن چکے اب بے زبانی دیکھتے جاؤ

کشش حسن کی یہ انجمن آرائی ہے — ساری دنیا ترے کوچے میں سمٹ آئی ہے

جبیں کعبے میں رکھدی، یا سر کوئے بتاں رکھدی | غرض اب اُٹھ نہیں سکتی جہاں رکھدی ہاں رکھدی
بیٹھ نہ سکنت پسند چھپ کے حریم ناز میں | دل کی دوا دوش کو دیکھ رہ گزرِ نیاز میں
جب سے کیا قفس نے اسیرِ محن مجھے | یادش بخیر بھول گیا ہے چمن مجھے

"میں اُن کے کلام کا انتخاب انھیں کے ایک شعر پر ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں:-

ہو مبارک احسنؔ اب نو واردوں کو بزمِ یار | دوستدار اگلے کہیں اُٹھتے ہیں جانے کے لئے

"ابھی ۱۴ ر جولائی کو مرحوم آل انڈیا اُردو کانفرنس بریلی میں شریک ہوئے تھے کیا خبر تھی کہ ادبی مجالس میں ان کی شرکت آخری شرکت ہوگی، بریلی جانے سے پہلے ان کا خط میرے نام آیا وہ ۱۷ ر جون ۱۹۴۰ء کا تھا اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی صاحبزادی کی علالت سے فکر مند ضرور تھے مگر خود اُن کی طبیعت پر بیماری کا کوئی اثر نہ تھا..........."

"دوسرا خط ۲۱ ر جولائی کا لکھا ہوا ہے، جو مرحوم نے اعجاز صدیقی سلمہ مدیر "شاعر" کے نام لکھا ہے..........."

"یہ دونوں خط مرحوم نے خود اپنے قلم سے لکھے ہیں، دوسرا خط بریلی کے مشاعرہ سے دلچسپی پر لکھا ہے، مگر اس میں بھی کہیں اُن کی علالت کا ذکر نہیں"

"تیسرا کارڈ ۱۱ ر اگست ۱۹۴۰ء کا علی گڑھ سے لکھا ہوا ہے، یہ کارڈ بھی اعجاز صدیقی سلمہ مدیر "شاعر" کے نام ہے۔ اِس کی عبارت یہ ہے:"

عزیزی اعجاز صاحب، السّلام علیکم

"آج اگست کا "شاعر" دیکھا۔ میں ۱۰-۸ روز سے کاربنکل پھوڑے کی تکلیف میں مبتلا ہوں، اور اسی تکلیف میں یہاں آیا ہوں، جب اس سے نجات ہوگی، تب کوئی بات ہوگی"

والسلام فقط

"سید علی احسن"

"اس خط کے آخر میں "بقلم دیگر" لکھا ہوا ہے۔ اس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یکم اگست کو یا اس سے لگ بھگ مرحوم بیمار ہوئے، لیکن اُن کے صاحبزادے سید سعید احسن اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ مرحوم ۶ اگست سے کاربنکل میں مبتلا تھے، بہر حال ایک ہفتہ علی گڑھ میں اُن کا علاج ہوا اس کے بعد ۱۴ اگست کو انھیں پٹنہ میڈیکل کالج میں پہنچا دیا گیا، جہاں اُن کے خلف اصغر اسسٹنٹ سرجن ہیں مگر باوجود بہترین تدابیر اور ریڈیم کے علاج کے "کاربنکل" مرضِ موت ثابت ہوا"

آخر وہیں ۳۰ اگست (مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ ہجری) جمعہ کے دن ۵ بجے شام کے وقت ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی لاش برف اور مسالوں میں لگا کر ٹرین کے ذریعہ ہاتھرس جنکشن تک لائی گئی، علی گڑھ، مارہرہ اور ٹینڈو میں اس کی اطلاع پہلے سے ہو چکی تھی، چنانچہ مسلم یونیورسٹی کے بکثرت طلبا اور کچھ پروفیسر اور ٹینڈو اور مارہرے کے عقیدت مند ہاتھرس پہنچ چکے تھے۔ وہاں سے جنازہ کا بکس لاری کے ذریعے مارہرہ پہنچا۔ بہت سے لوگ جنازے کے ساتھ، مارہرہ میں تجہیز و تکفین کے بعد رات کو بارہ بجے کے قریب قدیم قبرستان برکاتیہ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

"مرحوم کی آخری غزل جو انھوں نے جولائی سنہ ۱۹۴۰ء میں لکھی ہے ....
اگست کے شاعر میں شائع ہو چکی ہے۔ اُن کا آخری کلام آپ بھی سن لیجئے فرماتے ہیں:"

دامنوں کو باندھ لیتے کیوں گریبانوں کے پاس
عقل اگر ہوتی گرہ کی تیرے دیوانوں کے پاس

بے تکلف برہمن آئیں مسلمانوں کے پاس
مسجدیں تعمیر ہوتی ہیں صنم خانوں کے پاس

وصل میں بھی سوزِ فرقت کا اثر جاتا نہیں
شمع رو رو کر جلا کرتی ہے پروانوں کے پاس

دب سکی پستی بلندی کی زبردستی سے کب
جھونپڑے اکثر نظر آتے ہیں ایوانوں کے پاس

خاکِ مرقد نے شہیدوں کی بکھیرا ہے جنھیں
ہیں وہیں درے دُرِ غلطاں بیابانوں کے پاس

اُٹھ گئے دنیا سے بیچارے یہی حسرت لئے
تم کبھی آ کر نہ بیٹھے اپنے مہمانوں کے پاس

تیرے دیوانوں کا آبادی میں جی لگتا نہیں
بستیاں اُن کی بسا کرتی ہیں ویرانوں کے پاس

محفلِ پیرِ مغاں جمتے ہی دیکھا یہ سماں!
خم کے پہلو میں سبو ہیں شیشے پیمانوں کے پاس

آج کل احسنؔ دروغ و رشک و غیبت کے سوا
رہ گئی ہیں اور کیا باتیں سخندانوں کے پاس

یہ مختصر واقعات محترمی مولوی جلال الدین احمد صاحب جعفری کی فرمائش پر لکھے گئے ہیں، مفصل سوانح عمری "حیات احسن" کے نام سے زیر ترتیب ہے جو جلد ہدیہ ناظرین ہوگی۔ انشاء اللہ المستعان۔

"سعید" ابن احسن مارہروی مرحوم و مغفور
۲۶ فروری سنہ ۱۹۴۱ء

مقدّمہ

داغ نہ صوفی تھے نہ مفتی۔ صرف ایک شاعر تھے، اور شاعر بھی غزل کے، اور غزل بھی ایسی جس میں شوخی۔ شرارت۔ جلی کٹی۔ طعن تشنیع۔ رشک۔ بدگمانی۔ چھیڑ چھاڑ۔ لاگ ڈانٹ۔ چھین جھپٹ اور عریانی کے سوا کچھ نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اُن کی شاعری عیّاشانہ شاعری ہے۔ اُن کی زبان بازاری زبان ہے۔ اُن کا بیان عامیانہ بیان ہے۔ اور اُن کے اشعار سے وہ بلند جذبات جوش میں نہیں آتے جن کا تعلق حسن اور عشق کے اعلیٰ مفہوم سے ہے۔ بلکہ اُن کا کلام اُن نفسانی خواہشات کو برانگیختہ کرتا ہے جو محض حیوانی جذبات سے وابستہ ہیں۔ داغ کا معشوق بازاری معشوق ہے اور داغ کے نزدیک عشق، نفس پرستی کا دوسرا نام ہے۔"

یہی وہ خیالات ہیں جو داغ کے متعلق بیسویں صدی عیسوی کے بعض ناقدین ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ میں اس مقدّمے کو بحث مباحثے کا میدان بنانا نہیں چاہتا۔ بلکہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ان مفروضہ الزاموں اور اعتراضوں کے ساتھ ساتھ مستند اور مشہور پرانے مصنفین کی اور موجودہ زمانے کے ناقدین کی ایسی رائیں ایک جگہ جمع کر دی جائیں، جن میں داغ کے متعلق سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ناظرین کو اختیار ہے کہ وہ ان خیالات کے ہم نوا ہوں یا نہ ہوں۔ مگر راقم اتنا ضرور کہے گا کہ داغ نے انھیں سیدھی سادی باتوں میں ایسے ایسے داؤ پیچ کھیلے ہیں کہ بڑے بڑے کھلاڑیوں کو نیچا دیکھنا پڑا ہے۔

لاکھ مضمون اور اُس کا ایک ٹھٹھول
سو تکلّف اور اُس کی سیدھی بات

داغ کی شاعری کے متعلق تبصرہ

۱۔مفتی صدرالدین خاں، آزردہ دہلوی کی رائے:۔ مولوی احسن اللہ خاں ثاقب۔ منشی امیر احمد صاحب مینائی کے مکتوبات (صفحہ ۵۶) میں لکھتے ہیں:۔

"مولانا حالی فرماتے تھے کہ جناب مفتی صدرالدین خاں صاحب آزردہ دہلوی صاف شعر پسند کرتے تھے اور اس لئے اشعارِ داغ کے مداح تھے۔"

۲۔ مرزا غالب کی رائے:۔ مولوی حامد حسن صاحب قادری پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ اپنی تصنیف (کمال داغ) کے صفحہ (۱۰۸) میں لکھتے ہیں:۔

"غزل میں داغ کی یہ شان ہے کہ مولانا حالی مرزا غالب کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ایک صحبت میں نواب مرزا خاں داغ کے اس شعر کو بار بار پڑھتے تھے۔

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ‌ ‌ ‌ اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

۳۔سید نور الحسن خاں اپنے تذکرے (طور کلیم) میں لکھتے ہیں:۔

"شوخی کہ در کلام اوست بندہ ندانم کہ امروز دیگرے را دادہ باشند و زبانے کہ اورا بخشیدند فی زماننا ہیچ کس را میسر نیست۔"

۴۔ سید علی حسن خاں اپنے تذکرے (بزم سخن) میں لکھتے ہیں:۔

"از گفتارِ دل چسپ او اگر ہمہ دیوان بریں جریدہ ثبت افتد پیشِ شائقانِ سخن کم از کم شمردہ خواہد شد۔"

۵۔مرزا داغ کے چچا نواب ضیاء الدین خاں، نیر گلزار داغ کی تاریخ میں فرماتے ہیں۔

نازم آں نخلبندِ معنی را ‌ ‌ ‌ کہ بیار است از سخن صد باغ
اوجِ نازک خیالی او را ‌ ‌ ‌ باید آں سوے عرش جُست سراغ
معنی نغز از دلش ریزاں ‌ ‌ ‌ چوں مئے ناب از کنارِ ایاغ
گلِ رنگینِ باغِ دل افروز ‌ ‌ ‌ در خوشبوے عطر بیز دماغ

۶۔مولینا شبلی کی رائے:۔ مولوی احسن اللہ خاں، ثاقب کے مکاتیب (امیر مینائی)

کی تنقید میں لکھتے ہیں :-

" مولوی صاحب موصوف (احسن اللہ خاں ثاقب) نے ان خطوط کے دیباچہ میں مختصر حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے، اور اس فرض کو ایسے بے لاگ طریقے سے ادا کیا ہے کہ اُستاد کے حقوق بھی نظر انداز کر دیے ہیں۔ میری راے جناب منشی صاحب (امیر مینائی) کے کلام کے متعلق ممکن ہے کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو، لیکن میں اگر اُن کا شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ، بے دردانہ تنقید نہ کر سکتا۔ منشی صاحب کی لپیٹ میں مرزا داغ بھی آ گئے ہیں اور جب ہمارے دوست کو اُستاد کا حق۔ اظہار حق سے مانع نہ ہوا تو داغ کا کیوں پاس کرتے۔ اس بنا پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں دکھلائی ہیں اور اُس میں اس بات سے مدد لی ہے کہ داغ کا علمی سرمایہ کچھ نہ تھا۔ لیکن اہل عرب کا یہ خیال ہے کہ شاعر جس قدر رسمی علوم سے بے بہرہ ہوگا اُسی قدر بڑا شاعر ہوگا۔ یہی بات ہے کہ جاہلیت کے شعرا کی برابری شعراے اسلام نہیں کر سکتے۔ شاعری کا تعلق جذبات سے ہے معلومات سے نہیں "

۷۔ مولانا حالی کا ارشاد ہے :-

داغ و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں نہ سنے گا کوئی بلبل کا ترانہ ہرگز

۸۔ مولوی حکیم سید عبد الحی مرحوم، سابق ناظم ندوۃ العلما اپنے تذکرے (گل رعنا) میں لکھتے ہیں :-

نواب مرزا خاں داغ، حریف، ظریف، خوش طبع، رنگین مزاج، زبان میں فصاحت و سادگی۔ بیان میں شوخی اور بانکپن، کلام کو دیکھو فصاحت اور محاورے کا دریا بہ رہا ہے۔ حسن و عشق کے معاملات اور عاشق و معشوق کے خیالات گویا اس میں شراب ناب کا سرور پیدا کرتے ہیں جس کو سُن کر عوام سر دُھنتے ہیں اور خواص مزے لیتے ہیں "

۹۔ جلیل القدر۔ نواب فصاحت جنگ جلیل مانکپوری۔ جن کو حیدر آباد کے دربار میں مرزا داغ کے بعد اُستادی کا مرتبہ حاصل ہوا، اپریل ۱۹۰۵ء کے رسالے (اردوے معلےٰ) میں اپنی راے لکھتے ہیں :-

سلجھی ہوئی بندش۔ فصاحت الفاظ۔ روزمرہ اور بے ساختہ پن۔ ذوق۔ مومن اور غالب میں خال خال نظر آتا ہے اور داغ کا کلام تمام تران محاسن سے بھرا ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن شعرا کے دس دس بیس بیس شعر زبانوں پر ہیں تو مرزا داغ کے صدہا اشعار لوگوں کو یاد ہیں۔ مرحوم نے طبیعت نہایت شوخ اور گرما گرم پائی تھی اصناف سخن میں تغزّل کو اپنی گویائی کے لئے انتخاب کیا اور تغزل میں ایک رنگ کو اختیار کیا جس میں اُن کی رنگین طبیعت نے خوب گل فشانی کی۔ خیالی مضامین کی طرف اُن کو توجہ بہت کم تھی۔ معاملات کے شعر کثرت سے کہے اور نہایت حُسن سے کہے، جن کی تعریف جس قدر کی جائے زیبا ہے۔ ثقیل الفاظ۔ فارسی تراکیب۔ اغلاق اور تصنع سے حتیٰ الامکان اُنھوں نے اپنے کو بہت بچایا ہے اور اکثر محاورے اس برجستگی سے موزوں ہوئے جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔"

۱۰۔ سیّد فضل الحسن، حسرت موہانی، ثاقب کے مکاتیب پر ریویو لکھتے ہوئے داغ کی خامیاں اور نقائص بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ان (داغ) کے اچھے اشعار کی اگر ایک مکمّل بیاض مرتب ہو تو صاف ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدۂ عوام وخواص ہونے کا دارو مدار ہمیشہ مندرجہ ذیل چار خصوصیات میں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہے۔ (۱) زبان کی صفائی۔ (۲) محاورۂ اُردو کی بے تکلفی۔ (۳) بیان کی شوخی۔ (۴) الفاظ کی تکرار اور اُلٹ پلٹ۔"

۱۱۔ مولوی احسن اللہ خاں، ثاقب، اپنے تمام اختلافات اور اعتراضات کے باوجود مکاتیب (امیر مینائی) میں لکھتے ہیں :۔

"مرزا داغ مرحوم کی شوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو غزل کی جان اور اُردو شاعری کی روح رواں کہنا سراسر انصاف ہے۔ مذاق عام نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب رنگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین وآفرین کے پھول برسائے گئے۔"

۱۲۔ مولوی عبدالسلام ندوی اپنے تذکرے (شعر الہند) میں لکھتے ہیں :۔

"متوسطین کے دوسرے دور میں، شیفتہ۔ مجروح اور انور وغیرہ نے اپنے کلام

میں جو صفائی، روانی، شوخی، تیکھا پن، اور لطفِ زبان پیدا کیا تھا اُس میں نواب مرزا داغ نے اس قدر ناموری حاصل کی کہ متاخرین کے دور میں یہ اُن کا مخصوص رنگ قرار پا گیا، اور صرف اُن کے مقبولِ عام کلام پر دلّی کی شاعری کا دارومدار رہ گیا۔ غدر کے بعد داغ کی روش اس قدر مقبول ہوئی تھی کہ خود اساتذہ لکھنؤ کو اس کے مقابل میں اپنا کلام پھیکا نظر آتا تھا۔ داغ کا کلام بظاہر دلّی کے رنگ سے بالکل الگ نظر آتا ہے اس لئے بعض لوگ ان کی شاعری کا سلسلہ جرأت سے ملاتے ہیں اور اُن کی شاعری کی تاریخ جرأت کے زمانے سے شروع کرتے ہیں لیکن اُن کے نزدیک بھی باوجود اس اشتراک کے داغ اور جرأت کے رنگ میں بھی نمایاں فرق اور امتیاز موجود ہے۔ یہ سچ ہے کہ جرأت کے یہاں بھی بعض کھلے ڈلے شعر پائے جاتے ہیں لیکن اس قسم کے اشعار بھی داغ کے رنگ سے الگ ہیں۔

داغ تو صرف جلی کٹی۔ طعن و تشنیع۔ رشک و بدگمانی۔ چھیڑ چھاڑ۔ لاگ ڈانٹ، چھین جھپٹ وغیرہ کے مضامین سے سروکار رکھتے ہیں اور ہر موقع پر معشوق کو کھری کھری سنانے کے عادی ہیں۔ اس بنا پر داغ کا سلسلہ جرأت اور انشا سے بالکل الگ ہے اور وہ بظاہر آتش کے تلامذہ سے جا کر ملتا ہے کیونکہ انھیں لوگوں نے عشق و محبت کے آداب کو بالائے طاق رکھکر معشوق سے بے محابا گفتگو شروع کی ہے۔

داغ کی نمایاں خصوصیات سے جو سلاست، روانی، برجستگی اور بے ساختگی پیدا ہوتی ہے یہ ہیں:-

(۱) فقروں کا موسیقیت آمیز توازن۔ (۲) تیور اور تیکھا پن۔ (۳) روزمرّہ اور محاورہ۔ (۴) صرف لطفِ زبان سے معمولی بات کو ایک بات بنا دینا۔ (۵) حُسنِ بندش۔ تلامذۂ آتش کے یہاں بھی یہ تمام باتیں موجود ہیں لیکن اُن کا رنگ اس قدر شوخ اور ہموار نہیں ہے۔ اور رعایت لفظی اور کنگھی چوٹی کے اُلجھاؤ سے بھی اُن کا کلام خالی نہیں۔ مبتذل اور سخیف اشعار بھی اُن کے یہاں بکثرت موجود ہیں لیکن داغ نے اس دریا کو اس قسم کے خس و خاشاک سے اس قدر پاک کر دیا ہے کہ اُن کی کشتی

کی روانی میں یہ تنکے بالکل رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتے۔ اس رنگ کے علاوہ داغ کے کلام میں متغزلانہ اور صوفیانہ رنگ کے اشعار بھی بکثرت موجود ہیں۔"

۱۳- بابو رام سکسینہ ایم اے۔ ہسٹری آف اُردو لٹریچر کے مصنف کی رائے:-

"داغ اپنے زمانے کے بہت مشہور شاعر تھے۔ اُن کی زبان میں فصاحت۔ سادگی اور بیان میں ایک خاص قسم کی شوخی اور بانکپن ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے معاصرین امیر۔ جلال۔ تسلیم وغیرہ سے زیادہ مشہور ہوئے۔ ان کا طرز عام پسند اور بہت دلچسپ ہے۔ داغ کی عظمت ان تین چیزوں پر موقوف ہے یعنی (۱) اُن کی عام شہرت۔ (۲) اُن کا خاص طرز۔ (۳) وہ خدمات جو اُنھوں نے زبان کے ساتھ انجام دیں۔ داغ میٹھی۔ سُریلی اور عاشقانہ شاعری کے مسلّم الثبوت اُستاد ہیں اُن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ پیچیدہ اور گنجلک ترکیبوں اور موٹے موٹے غیر مانوس فارسی اور عربی الفاظ کو اُنھوں نے اپنے کلام میں جگہ نہیں دی۔ اس سے اُن کا کلام تصنع اور تکلف سے خالی ہے۔ الفاظ نہایت سادہ اور معمولی۔ ترکیبیں سیدھی سادی اور درست۔ بندش نہایت چست۔ شعر کی ظاہری زیب و زینت یعنی صنائع بدائع کی کثرت اور دور از کار تشبیہوں اور مبالغہ اور حشو و زوائد سے بھی اُن کا کلام پاک ہے۔ اشعار بالکل تلے نپے۔ زوردار اور موثر ہیں۔ کلام میں زندگی اور چونچالی پائی جاتی ہے۔ اُنکا کلام مختلف مضامین سے مملو اور غزل کے جس قدر موضوع ہیں اُن سب پر حاوی ہوتا ہے۔ اُن کے اشعار کسی نہ کسی جذبۂ انسان کے سچّے فوٹو ہیں اور چونکہ اُن جذبات کا اظہار نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں ہوتا ہے اس لئے وہ دلوں پر ہمیشہ تیر و نشتر کا کام دیتے ہیں۔ اُنکے اکثر اشعار میں جرأت کی معاملہ بندی اور زندگی کی صفائی ملی جلی معلوم ہوتی ہے اور خوبی محاورہ اور لطف زبان اس پر طرّہ۔ اُن کا رنگ اُن کے زمانے میں اس قدر مقبول ہوا کہ سیکڑوں پیرو اور ناقل اُن کے پیدا ہو گئے یہاں تک کہ اُن کے بڑے حریف مقابل منشی امیر احمد مینائی نے بھی اپنے دوسرے دیوان میں زیادہ اُنھیں کا رنگ اختیار کیا۔ اُن کا مرتبہ شعرائے متاخرین میں بہت بلند ہے۔ تغزّل میں داغ کی شاعری کا اعتراف

سب نے کیا ہے"۔

۱۴ جولائی ۱۹۰۵ء کے زمانے (کانپور) میں پنڈت برج نرائن چکبست کا ایک مضمون مرزا داغ کی وفات کے بعد شایع ہوا ہے، جس میں انھوں نے بہت وضاحت کے ساتھ اُن کی شاعری پر بحث کی ہے اور اپنے خیال کے مطابق اُن کی بُرائیوں کے ہر پہلو کو دکھایا ہے۔ داغ کی شاعری کو، عیاشی۔ عریانی۔ پست خیالی اور بازاری وغیرہ کے خطابات انھیں کے عطا کئے ہوئے ہیں۔ مگر اسکے بعد موافقت میں جو کچھ لکھا ہے اُس کا اقتباس یہ ہے:۔

"داغ کے کلام کی تاثیر اس امر کی شاہد ہے کہ اُس کے قدرتی طور پر شاعر ہونے میں کلام نہیں۔ اُس کے کلام کا اثر حرارتِ برقی کی طرح سننے والے کے دل میں دوڑ جاتا ہے اور ایک کیفیت پیدا کر دیتا ہے جس کا نام تاثیرِ سخن ہے۔ اس وقت تیرہ خاکدانِ ہند میں داغ کے دم کی روشنی غنیمت تھی، اُردو شاعری کا نام اُسی کی ذات سے زندہ تھا۔ گو وہ آتش، ذوق و غالب وغیرہ کا ہم پایہ نہ ہو لیکن اُس کے قدرتی طور پر شاعر ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس نعمت خداداد کا حاصل ہونا بھی کچھ کم فخر کی بات نہیں کہ اُس کے کلام کی شوخی مصنوعی شوخی نہیں۔ جو شعر اُس کی زبان سے نکلتا ہے تاثیر میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے، اور اصل یہ ہے کہ اپنے رنگ میں وہ معجزہ دکھا گیا ہے۔ داغ کا کلام شروع سے آخر تک اُس کی طبیعت کے قدرتی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے اُس کا شعر زبانِ حال سے پکار کر کہتا ہے کہ میں داغ کا شعر ہوں اُس کا مرتبہ اعلیٰ درجے کے شعرا سے مقابل میں پست ہو، مگر وہ کسی کا مقلد نہیں وہ ایک خاص طرز کا مالک ہے جس کو ایک حد تک اُس کا ایجاد سمجھنا چاہیئے"۔

پنڈت برج نرائن چکبست کے ان متضاد خیالات کو پڑھ کر، ہم مرزا داغ کا یہ شعر سنا سکتے ہیں؟

رقیب بھی تو اُسے کان رکھ کے سنتے ہیں
عجب طرح کا مزا ہے مرے فسانے میں

۱۵۔ مولوی حامد حسن قادری، پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ نے اپنی تصنیف (کمالِ داغ) میں بہت کاوش اور تلاش کے ساتھ مرزا داغ کے متعلق اپنی ہر قسم کی رائیں لکھی ہیں، اور اُن کا کلام بھی انتخاب کیا ہے، اور اُن پر جتنے اور جیسے الزامات لگائے جاتے ہیں، جا بجا اُس سے بحث بھی کی ہے۔ پہلے اُن کی عام رائے کا اقتباس لکھا جاتا ہے پھر اُن اعتراضوں کے جوابات لکھے جائیں گے جو بعض حضرات کیطرف سے عائد کئے جاتے ہیں۔ قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

داغ کو اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں یہ فضیلت حاصل ہے کہ اُنھوں نے دلّی کے لال قلعے میں ہوش سنبھالا۔ شاہی بیگمات سے زبان سیکھی۔ شاہزادوں کے ساتھ علم و ادب حاصل کیا۔ انھیں کے ساتھ مشق سخن کی۔ اُستاد ذوق سے فن شعر میں فیض پایا۔ قلعۂ شاہی کے مشاعروں میں شریک ہوے۔ خود بادشاہ سے دادِ سخن لی اور ۲۵ سال کی عمر تک قلعے میں رہے۔ ۲۵ برس میں سیکھنے والا کیا بات سیکھنے سے چھوڑ دیگا۔ پھر داغ جیسا ذکی۔ ذہین۔ طبّاع۔ سلیم مذاق و موزوں دماغ، خاص کر جب کہ قلعے جیسے شعرستان اور ادب زار میں موجود ہو کہ وہاں رات دن شعر و شاعری کا ذکر و فکر تھا۔ ان کے دیوانوں (گلزار و آفتاب) میں داغ کے کلام کی تمام خصوصیتیں بہترین رنگ میں جمع ہیں۔ شیرینیٔ بیان اور لطفِ زبان ایسا ہے کہ ابتدا سے اب تک کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔ جدّتِ ادا اس قدر ہے کہ بجز مومن و غالب کے کوئی اُن کا ہم پلّہ نہیں۔ شوخیٔ مضمون اتنی کہ ان سے بڑھکر کہیں نظر نہیں آتی۔ شعرا بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور ناصح و زاہد کے لبوں پر بھی تبسّم آ ہی جاتا ہے۔ غزل کی خوبی کے لئے ضروری ہے کہ الفاظ فصیح ہوں۔ بندش چُست و صحیح ہو۔ محاورات کا استعمال موزوں و برمحل ہو، طرزِ ادا میں جدّت ہو۔ داغ کے یہاں یہ سب چیزیں بہتر سے بہتر ہیں۔ اور اُن پر شوخ بیانی اور ظرافت طرازی کا اضافہ ہے۔ یہی داغ کا طرزِ خاص ہے۔ داغ کا سب سے چمکتا ہوا رنگ شوخ بیانی ہے۔ داغ رند شاہد باز تھے اور اس ذکر و فکر میں ہر وقت انہماک تھا اس لئے اکثر وہی باتیں لکھی ہیں جو دیکھتے سنتے اور تجربہ کرتے تھے۔ تاہم ان کے کلام سے معلوم

ہوتا ہے کہ اُن کے اندر خوفِ الٰہی، احساسِ گناہ، اور طلبِ عفو بہت تھا، اس کے اثر سے بعض اشعار ایسے پُراثر اُن کے دل سے نکل گئے ہیں کہ اُس بے نیاز ذرہ نواز کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ایک شعر داغ کی مغفرت کا سبب بنجائے مثلاً:

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا   تو جہنم کو کیا دیا تو نے

داغ کا رنگ، جدتِ ادا۔ شوخیِ بیان۔ اور معاملہ بندی سے مرکب ہے لفظوں کا طلسم نہیں ہے معنی کا جادو ہے۔ ساختت نہیں بے ساختگی ہے۔ اور یہ سعادت بزورِ بازو نہیں ملتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ناسخ دو زبیر کے طرز میں ایک امیر نہیں سیکڑوں باکمال نظر آتے ہیں۔ اور داغ اپنے رنگ میں منفرد اور یگانہ ہے۔ نہ داغ سے پہلے کوئی اس انداز میں کامل نظر آتا ہے نہ داغ کے بعد کوئی پوری تقلید کر سکا۔"

داغ پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں اُن کی فہرست طویل ہے مگر سب سے بڑا الزام اور عیب اُن کے ابتذال اور سوقیت کو کہا جاتا ہے۔ اِس خصوص میں مجھے اپنے الفاظ میں کچھ لکھنے سے زیادہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی حامد حسن صاحب کی کتاب (کمالِ داغ) سے تھوڑا سا اقتباس پیش کروں۔ اور ایسا اس لئے مناسب ہے کہ میری بدنامی مرزا داغ کی شہرت سے وابستہ ہے۔ ایک شاگرد کا اپنے استاد کے متعلق جو بیان ہوگا وہ اگرچہ کتنا ہی بے لاگ ہو پھر بھی اُس سے استادی اور شاگردی کا لگاؤ نہیں چھوٹ سکتا۔ ذیل کے اقتباسات میں تقریباً وہ سب بیانات آجائیں گے جو تحقیقی یا الزامی جوابات کے آئینہ دار ہوں گے۔

"مغربی تعلیم، اور تقلیدِ غالب، دونوں نے غزل کا انداز بدل دیا۔ لیکن اس تغیر کے یہی دو سبب نہیں ہیں بلکہ ہندوستانی معاشرت و تہذیب کا انقلاب بھی مؤثر ہوئی ہے۔ معاشرتِ ریائی اور تہذیب فریبی غزل پر اثر انداز ہوئی۔ اگلے وقتوں میں طبیعتیں بھی رنگیلی تھیں اور فضا و ماحول بھی رنگین۔ اسی رنگ کے چھینٹے اُن کی غزلوں پر بھی پڑتے تھے جو کرتے تھے، جو دیکھتے تھے بیان کرتے تھے۔ شاعروں میں عاشق بھی ہوتے تھے اور بوالہوس بھی۔ پاکباز بھی تھے، رند بھی۔ لیکن غزل میں

یہ رنگ اتنا گہرا پختہ ۔ مانوس و مقبول ہو چکا تھا کہ پاک بازو پرہیزگار شاعروں کو اسکے
لکھنے میں یہ اندیشہ نہ تھا کہ ان کے کیرکٹر پہ داغ لگ جائے گا، رندو آزاد مزاج شعرا
کو کھٹکا نہ تھا کہ ان کو نکو بنایا جائے گا، چنانچہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ
اور حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور و مسلّم پاک نفس اور اہلِ دل بزرگ گزرے
ہیں بے تکلّف فرماتے ہیں:۔

مظہر:۔ خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو — یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
اگر ملیے تو خفّت ہے اگر دوری قیامت ہے — غرض نازک مزاجوں کی محبت سخت آفت ہے

درد:۔ پھرتے ہو سج بنا کے تو اپنی اِدھر اُدھر — لگ جاوے دیکھیو نہ کسی کی نظر کہیں
گر ہیں یہی ڈھنگ تیرے ظالم — دیکھیں گے کوئی وفا کرے گا

ان مضامین کے ادا کرنے سے نہ ان بزرگوں کے ذاتی معمولات، عبادات اور اشغال
زہد و اتقا پر کوئی مخالف اثر پڑا نہ دنیا کی نظر میں رند یا بیباک ٹھہرے۔ اسی طرح جو شاعر
کھلے ڈلے رند مزاج اور شوخ طبع تھے، اُنھوں نے بھی نہایت شوخی اور بیباکی کے
ساتھ اسی رنگِ تغزّل کو چمکایا اور کسی نے اُن کو مطعون نہیں کیا۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا خواص و عوام کے دلوں میں یہ جذبات پیدا نہیں
ہوتے؟ کیا اُن کو یہ معاملات پیش نہیں آتے؟ ضرور پیدا ہوتے اور پیش آتے ہیں لیکن
تہذیبِ جدید کا قانون یہ ہے کہ "دل میں سب کچھ ہو زبان پر کچھ نہ آئے"۔ خلوت میں
تمام رات حُسن و عشق کے ناز و نیاز میں گزر جائے لیکن صبح کو اہلِ محفل یہی سمجھیں کہ شب
بیداری اور تہجد گزاری میں بسر ہوئی ہے۔ دل میں چور ہے اس لئے زبان سے کہنے پر
پکڑے جانے کا اندیشہ ہے "پاک باش" پر عمل نہیں تو "مدار از کس باک" پر کیونکر
ہو۔ یہ زمانے کی رفتار ہے۔ سیلاب کی رَو ہے۔ ہوا کا رخ ہے۔ اس کے ساتھ چلنا،
اس کے ساتھ بہنا، اس کی طرف پھر جانا ناگزیر ہے۔

آزادیِ خیال، آزادیِ رائے، آزادیِ عمل۔ بہت سی آزادیاں ہیں جو مغربی علوم
مغربی معاشرت، مغربی تہذیب کی برکت سے ہندوستان کو حاصل ہوئی ہیں جن نے

منجملہ مختلف ذاتی و نوعی، ملکی و مالی اثرات کے، شعر و ادب اور اردو غزل پر بھی اثر کیا ہے۔ پرانے زمانے میں "بازارِ حسن" شہر کے کسی خاص حصے میں سامانِ نظارہ افروزی مہیا کیا کرتا تھا۔ اب ہر راہ۔ ہر بازار۔ ہر اسٹیشن، ہر محفل۔ ہر ساحل حسن کی نمائش گاہ ہے کسی شاعر نے کسی ایک موقع کا ذکر کر کے پوچھا تھا: "زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے"؟ آج کل واقعی زاہدوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ اِن مناظرِ حسن کی کثرت و عمومیت اخلاق و اعمال پر جو اثر کر سکتی ہے ظاہر ہے۔ اِن مناظر سے ہر شخص کو چار و ناچار گزرنا پڑتا ہے اس موقع پر داغ کو کوئی ٹوکتا تو بے دھڑک کہہ دیتے۔

کیوں کفر ہے دیدارِ صنم حضرتِ واعظ   اللہ دکھاتا ہے بشر دیکھ رہے ہیں

داغ کا ہم آواز ہونے کے لیے جرأتِ رندانہ چاہیئے، اور وہ تہذیب کے منافی ہے۔ اس لیے دیکھتے تو جاتے ہیں لیکن۔ ع۔ پھر پھر کے دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو۔ دیکھنے کا اقرار کرنے کی ہمت نہیں۔ یہ اندیشہ دامن گیر ہے کہ ہم داغ سا شعر لکھ دیں تو یہ ہمارا حال سمجھا جائے گا، قال نہیں، اس لیے حال تو ضرور رہتا ہے لیکن قال میں نہیں آتا۔

داغ پر اعتراض ہے کہ:۔

مبتذل ہے اگرچہ شیریں ہے   پھیکا ہے کلامِ داغ بیداغ

چکبست لکھنوی داغ کی شاعری کو "عامیانہ شاعری" کہتے ہیں، اور نہایت طویل مضمون میں بہت سے شاعروں سے مقابلہ کر کے داغ کے کلام کو مبتذل، سوقیانہ، خلافِ تہذیب، فحش اور عریاں ثابت کرتے ہیں۔

اِن اعتراضات کو تسلیم کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس عریانی و فحش نگاری میں داغ سب سے پہلے گنہگار ہیں یا اور بھی اس حمام میں ننگے نظر آتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس فحش و لغو کے علاوہ، داغ نے کیا۔ کتنا۔ اور کیسا کہا ہے، اور اس میں کوئی بات ایسی ملتی ہے جو داغ کو ممتاز اور قابلِ قدر بنا سکے۔

میر و غالب کے اندازِ غزل کو سامنے رکھ کر داغ کے اشعار کو دیکھئے کہ داغ نے

مے و معشوق کے متعلق جو کچھ کہا ہے، میر و غالب بھی اُس کو جائز رکھتے ہیں اور میر و غالب کے بعض مضامین پر کاملانِ فن آج سر دُھنتے ہیں۔ اور داغ کی شوخ بیانی نے جو لطف پیدا کر دیا ہے اُس میں کوئی ایک شاعر بھی اس کا مقابل و ہمسر ہے؟

میر صاحب (میر تقی میر) کی فحش گوئی و لغو نویسی دیکھئے:-

میں ڈاڑھی تری واعظ مسجد ہی میں مُنڈواتا — پر کیا کروں ساتھ اپنے حجام نہیں رکھتا

کوربختی پہ شیخ کی مت جاؤ — اس پہ بھی احتمال ہے کچھ اور

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب — اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

ہم تو مطرب پسر کے جاتے ہیں — گو رقیباں کچھ اور گاتے ہیں

میر صاحب کے ۶ دیوان اسی طرح کے بے شمار خزانے مخفی رکھتے ہیں، اس سے زیادہ تہذیب کے خلاف اور پاکیزگی کے منافی مضامین لکھے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میر شاعروں کی بازی کے میر ہیں، اور بے میر بازی ابتر۔ سودا کی ہزلیات چھوڑ دیجئے کہ وہ کھلے ہوئے ہجو گو تھے۔ جرات کی بے باکی ظاہر ہے۔ انشاء علانیہ پھکڑ اور مسخرے تھے۔ غالب کا نمونہ البتہ دیکھ لیجئے۔ بڑے عالی دماغ، نازک خیال فلسفی۔ مہذب متین شاعر ہیں۔ دیکھئے داغ والے حمام میں کیسے نظر آتے ہیں:-

ہم سے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن — ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو — دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کئے

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا — بس چُپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پانو پھول گئے — کہا جو اُس نے مرے ہاتھ پانوں داب دے

اسی قسم کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن نمونے کے لئے یہ بھی کافی ہے۔ لکھنؤ کے شعراء اس معاملے میں بالکل کھل کھیلے ہیں اُس کے نظارے سے تہذیب آنکھیں بند کر لیتی ہے اور ان کے بیہودہ پن سے شرافت کانوں پر ہاتھ رکھتی ہے، پھر بھی کم سے کم داغ کے ہم عصر اور مدِّ مقابل حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر سن لیجئے:

رقیبوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

آدمی، غیروں کے اغوا نے نہ رکھا اُن کو کھیل سارا ہے بگاڑا انھیں شیطانوں کا

داغ بھی اپنے رقیب کو شیطان کہتے ہیں لیکن اندازِ بیان کی شوخی قابلِ دید ہے:۔

کیا فرض ہے کہ ہو بنی آدم ہی میں رقیب شیطان رُو سیاہ بھی تو لاولد نہیں

بہر حال جب میر۔ غالب۔ امیر۔ بلکہ بلا استثنا تمام شاعروں نے عیاشیانہ مضامین اور بوالہوسانہ خیالات لکھے ہیں تو داغ ہی کو مطعون کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ عیب تنہا داغ میں نہیں، شعرائے لکھنؤ (وزیر۔ صبا۔ رند و رشک وغیرہ) داغ سے کم نہیں۔ اور امیر کے کلام میں (یہ عیب) داغ سے بہت زیادہ ہے۔ یہ داغ کی بدقسمتی ہے کہ ساری بدنامی داغ ہی کے حصے میں آئی ہے۔ اس کا سبب داغ کا خداداد قبولِ خاطر و لطفِ سخن ہے۔ داغ موجودہ زمانۂ تنقید سے سب سے قریب ملنے کے شاعر ہیں۔ سب سے زیادہ شیریں بیان و مقبولِ عالم ہیں۔ ان کا کلام سب سے زیادہ پڑھا گیا۔ اور مشہور ہوا اس لئے ان کے کلام کے عیوب بھی سامنے آئے نظر میں کھٹکے اور ان کی بدنامی کا باعث ہوئے۔ امیر مینائی کا کلام اتنا مقبول و مشہور نہیں ہوا۔ رند و صبا وغیرہ کو تو نہ داغ کے زمانے میں کوئی پوچھتا تھا نہ اب پوچھتا ہے داغ پر انھیں کا یہ شعر صادق آگیا:۔

خوش نوائی نے کیا ہم کو اسیرِ صیاد
ہم سے اچھے رہے صدقے میں اتر نیوالے

مرزا داغ کے کلام کا تبصرہ جس حد تک یہاں موزوں سمجھا گیا، کیا گیا۔ اب اِس انتخاب کی نوعیت اور خصوصیت کے متعلق یہ کہنا ہے کہ داغ کا کلام اپنی شہرت اور مقبولیت کے لحاظ سے جس حد تک پہنچا ہوا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اُن کے دیوان بلا مبالغہ بیسیوں مرتبہ مختلف مطابع سے شایع ہو چکے ہیں اور اب تک بہتر سے بہتر ایڈیشن کی مانگ رہتی ہے۔ عام کلام کے علاوہ چند انتخابات بھی بخصوصیت چھپ چکے ہیں، چھپتے رہتے ہیں۔ اور جب تک اُردو زبان جاری ہے چھپتے رہیں گے۔

آج کل سارے ہندوستان میں، اُردو ہندی کا جھگڑا وبا اور بلا کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُردو کو فارسی الفاظ اور فارسی ترکیبوں سے بچانا چاہئے، اِس خیال کی تائید میں "بنگال میں اُردو" کے نام سے ۲۵-۲۶ جنوری ۱۹۳۹ء کو کلکتے میں ایک کانفرنس ہوئی تھی سید واجد علی صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا نے اپنے استقبالیہ خطبے میں بالکل سچ کہا ہے:۔

ہمیں وہ زبان لکھنی اور بولنی چاہئے جسے لوگ آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ لغات کی تلاش کیلئے ہمیں بازاروں۔ سڑکوں اور منڈیوں کا چکّر لگانا چاہئے نہ کہ پُرانی لغتوں اور فرہنگوں کا مطالعہ کرکے زبان کو چیستان بنا دینا چاہئے۔ اگر ہندی اور اُردو دونوں زبانوں کے لکھنے والے اس بات کا خیال رکھیں تو ہندی اُردو کا جھگڑا بہت جلد مٹ سکتا ہے۔"

راقم الحروف ۳۰-۴۰ برس سے اس کا مؤید ہے، اور اگرچہ ادبی اور علمی تصانیف کے لئے عموماً دوسری زبانوں اور خصوصاً عربی، فارسی کے بغیر اُردو کلاسیکل زبان نہیں بن سکتی پھر بھی عام بول چال کے لئے عام ملکی خیرخواہوں کی طرح خصوصیت سے ہر شاعر کا فرض ہونا چاہیئے کہ جہاں تک اُس کے امکان میں ہو اپنی زبان کو سہل سے سہل اور آسان سے آسان ترکیبوں کے ساتھ استعمال کرے۔ یہ حقیقت ہے کہ اُردو فارسی کے سائے میں بڑھی اور پلی ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ فارسی کی اضافتوں اور ترکیبوں سے اُردو کی بندشوں میں چستی اور بیان میں لطف و اختصار پیدا ہو جاتا ہے جس کی بدولت زبان کی دل کشی اور دلاویزی بڑھ جاتی ہے لیکن موجودہ خیالوں کی تائید کے لئے یہ دکھانا مقصود ہے کہ اُردو کو فارسی ترکیبوں سے بچانے کی کوشش کی جائے اور عادت ڈالی جائے تو اس صورت میں بھی اُردو اتنی کامیاب ہو سکتی ہے کہ فارسی کی ترکیبوں کا سہارا لئے بغیر اپنا مطلب پوری طرح اور اُسی انداز کے ساتھ ادا کر سکتی ہے جس طرح کہ ایک ترقی یافتہ زبان سے امید کی جا سکتی ہے۔ اگر زبان کے ذریعے سے الفاظ کا اور الفاظ کی وساطت سے معانی کا اظہار ضروری اور لازمی ہے

تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ بیان کی مقبولیت اور زبان کی عمومیت حاصل کرنے کے لئے سہل اور آسان بول چال سے اختلاف کیا جائے۔ اور خواہ مخواہ زبان کو اتنا ادق اور بیان کو اتنا بوجھل بنا دیا جائے کہ سماعت کے لئے بار اور مذاق کے لئے ناگوار ہو جائے انھیں خیالات کی تائید میں داغ کے کلام کا یہ انتخاب ایسا کیا گیا ہے جس میں فارسی اضافت اور عطف کا پتا نہیں۔ نظم کی وہ قسمیں جن میں ہر شاعر تھوڑا بہت اپنی طبیعت کا زور دکھاتا ہے بہت ہیں مگر اُن میں ۳ قسمیں یعنی مثنوی، قصیدہ اور غزل زیادہ مشہور ہیں۔ ان تینوں اقسام کی زبان ایک دوسرے سے نمایاں حد تک جدا جدا نظر آتی ہے۔ غزل جس کو عاشقانہ جذبات اور حسیات کا ترجمان کہا جاتا ہے، اُس کی زبان مثنوی اور قصیدے کے مقابل میں بہت آسان اور روزمرّہ کی بول چال کے مطابق ہونی چاہئے اور وہ اس لئے کہ غزل میں جن جذبات اور واردات کا اظہار ہوتا ہے وہ تمام انسانوں میں قدرتی طور پر مشترک ہوتے ہیں، ایسے اشتراکی مضامین کو اگر کسی خاص زبان میں کہا جائے گا تو وہ ہرگز ہرگز عام مقبولیت نہیں پا سکتے۔ اس مجموعے میں صرف غزلوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ داغ کی زبان اپنی صفائی اور آسانی کے لحاظ سے اُن کے ہر مخالف کے نزدیک بھی پسندیدہ اور مقبول ہے اس لئے اُنھیں کے کلام کا نمونہ بنایا گیا ہے۔ ان سے زیادہ کسی اور اُردو شاعر نے آسان، سہل اور دلچسپ زبان میں غزل نہیں کہی اور اس وقت جو اُردو رائج ہے اُسکی امکانی ترقی اگر ہو سکتی ہے تو اُتنی ہی ہو سکتی ہے جتنی ۳۲ برس پہلے فصیح الملک داغ کی بدولت ہو چکی۔

مرزا داغ کے چار دیوان ہیں، ان چاروں دیوانوں میں صرف غزلوں کے اشعار کی تعداد سولہ ہزار ایک سو باسٹھ (۱۶۱۶۲) ہے۔ اور ایسے اشعار جن میں فارسی اضافت اور عطف نہیں چھ ہزار دو سو چوالیس (۶۲۴۴) ہیں۔ اس انتخاب میں یہ پوری تعداد نہیں رکھی گئی ہے۔ ایسے اشعار جو معمولی اور ہلکے ہیں۔ یا جن میں عریانی یا ناگوار شوخی ہے نکال دئے گئے ہیں۔ اسی طرح مثنوی، قطعے اور قصیدوں کے اشعار اور اکثر مفردات جن میں فارسی اضافت اور عطف نہیں، چھوڑ دئے گئے ہیں۔ اگر ان کا شمار بھی کیا جائے تو بے اضافت

اور بے عطف کے اشعار اور بڑھ جائیں گے۔ چونکہ یہ انتخاب، عطف اور اضافت کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص نوعیت کا انتخاب ہے۔ اور عام مذاق مرزا داغ کے بہتر سے بہتر اشعار چاہتا ہے اس لئے دوسرے حصے میں ایسا مخلوط انتخاب بھی پیش کیا جائے گا۔ جو فارسی عطف اور اضافت سے خالی نہیں۔

مرزا داغ کی شاعرانہ شہرت کے سامنے اس انتخاب میں اُن کے سوانح کا لکھنا ضروری نہ تھا مگر اس خیال سے کہ بعض ناظرین اُن کے تفصیلی حالات سے پوری طرح واقف نہ ہوں گے چند سطروں میں اُن کی مختصر لائف لکھی جاتی ہے۔

نواب مرزا خاں نام۔ داغ تخلص۔ نواب شمس الدین خاں۔ رئیس لوہارو کے فرزند تھے جو نواب ضیاء الدین خاں نیر کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء روز چہارشنبہ چاندنی چوک دہلی میں پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر تھی کہ ۱۸۳۶ء میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اُن کی والدہ نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹے فتح الملک عرف مرزا فخرو ولی عہد سے عقد کر لیا۔ داغ کی تعلیم اور تربیت دہلی کے قلعے میں شاہزادوں کے ساتھ ہوئی اور وہیں زمانے کے دستور اور رواج کے مطابق سپہ گری اور شہسواری وغیرہ کے فنون شاہی استادوں سے سیکھے۔ بہادر شاہ ظفر ان کی طباعی کے بہت مداح تھے اور ہونہار سمجھتے تھے۔ چنانچہ اُن کو استاد ذوق کے سپرد کیا تاکہ وہ اور فنون کی طرح شاعری میں بھی کمال حاصل کریں۔ داغ کی عمر اس وقت دس۔ گیارہ سال کی تھی۔ شاعری کی ابتدائی مشق ہی میں اُن پر لوگوں کی نگاہیں پڑنے لگیں اور مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔

داغ کا بچپن اور جوانی کا ابتدائی زمانہ لال قلعے ہی میں بسر ہوا ۱۲۷۲ھ میں مرزا فخرو ولی عہد نے ہیضے سے انتقال کیا اور اُس سے ۱۰-۱۱ ماہ بعد غدر ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ برپا ہوا۔ اس وقت داغ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ کچھ دنوں تک پریشانی اٹھانے کے بعد رام پور پہنچے اور نواب یوسف علی خاں، ناظم۔ (والی رام پور) کی شفقت اور سرپرستی کے سہارے دن گزارنے لگے۔ اور ولی عہد کے مصاحبوں میں شامل ہو گئے یہاں تک

کہ اپنی مسند نشینی کے بعد نواب کلب علی خاں نے داغ کو اپنا خاص معتمد بنایا اور اصطبل اور فراش خانے کا محکمہ اُن کے سپرد کر دیا۔ نواب خلد آشیاں کی قدردانیوں اور مہربانیوں کا اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے اور اپنے کلام میں بھی اس کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں :-

رئیسِ مصطفےٰ آباد کے نوکر ہوئے جب سے — بتائیں داغ کیا، آرام ہم نے کس قدر پایا

داغ نے ۱۲۸۹ھ میں نواب خلد آشیاں کی ہمرکابی میں حج کا شرف بھی حاصل کیا جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

ساتھ نواب کے حج کر کے پھرے ہم اے داغ — ہند میں دھوم ہے مہمانِ حجاز آتے ہیں

۱۸۸۷ء میں خلد آشیاں کی وفات کے بعد رام پور سے دلی آ گئے۔ اور اپنے وطن میں چند روز بسر کرنے کے بعد لاہور۔ امرت سر۔ ریاست کشن کوٹ۔ اجمیر۔ آگرہ۔ علی گڑھ اور سعد آباد (متھرا) وغیرہ کی سیاحت کی۔ یہ زمانہ اُن کی پریشانیوں میں اضافہ کرتا رہتا تھا اور کہیں چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۸۸۸ء مطابق ۱۳۰۵ھ میں وہ پہلی مرتبہ حیدرآباد پہنچے اور چند ماہ رہکر اور وہاں کے اخراجات سے گھبرا کر وطن واپس ہوئے، پھر اپریل ۱۸۹۱ء کو دوبارہ شاہی فرمان پا کر حیدرآباد گئے۔ اور اس مرتبہ ساڑھے تین برس امیدوارانہ قیام کرنے کے بعد حضرت غفران مآب آصفجاہ سادس سوم کی اُستادی سے مشرف ہوئے رات کے ۹ بجے ایک شاہی چوبدار ایک سر بمہر لفافے میں غزل لایا اور صبح کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم بھی سنایا۔ مرزا داغ فرمایا کرتے تھے کہ اس تقرب کے زمانے سے کچھ پہلے ہم نے ایک غزل کہی تھی جس کا مطلع ہے۔

داغ ہر اک کی زباں پر ہو فسانہ تیرا — وہ دن آتا ہے وہ آتا ہے زمانہ تیرا

جب دربار کی پہلی حاضری کے موقع پر یہ مطلع حضور کو سنایا تو دو بار فرمایا کہ بیشک! بیشک!!

ابتداءً اُن کی تنخواہ ساڑھے چار سو ماہوار مقرر ہوئی۔ اور تین برس تک یہی ماہوار ملتی رہی جس میں امیدواری کا زمانہ بھی شامل تھا۔ ۱۳۱۲ھ میں ساڑھے پانچ سو اضافہ

ہوا اور اس طرح ایک ہزار ماہوار مشاہرہ مقرر ہوا جو آخر تک قائم اور برقرار رہا۔ اور اس ایک ہزار کا حساب بھی امیدواری کے زمانے سے کیا گیا جس کی تعداد چالیس ۔ اکتالیس ہزار ہوئی جس کو مرزا داغ نے یہ عذر کرکے کہ میرے پاس اتنی رقم کے رکھنے کی جگہ کہاں شاہی خزانے میں رکھوا دیا۔ اس اضافے کی یہ تاریخ کہی گئی :-

یہ کرم اللہ کا ہے یہ عنایت شاہ کی ہو گیا میرا اضافہ آج دونے سے سوا
ابتدا سے اپنی ساڑھے پانسو نقدی بڑھی اس اضافے کی کہو لے داغ یہ تاریخ تم

اُستادی کا شرف ملنے کے بعد شاہی دربار سے یہ خطابات عطا کئے گئے :-

جہاں اُستاد، نواب فصیح الملک، ناظم یار جنگ دبیر الدولہ۔ مرزا داغ ان خطابوں میں سے صرف فصیح الملک اپنے دستخطوں میں لکھا کرتے تھے۔

تنخواہ کے علاوہ ایک گانوں جس کو حیدر آبادی اصطلاح میں مقطع کہتے ہیں عطا ہوا اور انعامات بھی گھڑی۔ تلوار وغیرہ کی صورت میں اکثر ملتے رہتے تھے۔ شاہی دربار میں اُن کو خاص عزت حاصل تھی۔ بڑھاپے کی وجہ سے مرزا داغ نے اپنے آخری زمانے میں دربار کی حاضری سے معافی چاہ لی تھی اور خاص خاص درباروں کے سوا عام موقعوں پر بہت کم شریک ہوتے تھے۔ نقرس کا درد ستاتا تھا جس کی وجہ سے چلنا پھرنا اور کہیں جانا آنا دشوار ہو جاتا تھا۔ مگر جب اعلیٰ حضرت شہر سے باہر کسی سفر یا شکار میں جاتے تو اُن کے اسٹاف میں ان کا ہونا بھی ضروری ہوتا۔ غرضکہ ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۲۲ھ تک مرزا داغ نے نہایت فارغ البالی سے اپنا زمانہ گزارا۔

حیدر آباد کے ۱۵-۱۶ برس کے قیام میں اپنا ذاتی مکان کوئی نہیں بنایا۔ پہلی آمد میں افضل گنج کے ایک بنگلے میں ٹھہرے، دوسری مرتبہ جب مستقل قیام ہوا تو محبوب گنج میں ایک مکان کرائے پر لے کر رہنے لگے جس میں ۱۰-۱۲ برس گزارے۔ آخر میں ترپ بازار کی کوٹھی میں مقیم ہوئے اور یہیں انتقال کیا۔ احباب اور شاگرد اکثر مکان بنوانے یا مول لے لینے کی فرمائشیں کرتے مگر وہ اکثر اس ذکر کو ٹال دیتے، اُن کا خیال تھا کہ اعلیٰ حضرت کبھی مکان عطا فرمائیں گے چنانچہ اس خیال کو ایک غزل کے مقطع میں

ظاہر کیا ہے :-

حضور دیں گے تمھیں چند روز ہیں اے داغ　　اُٹھاؤ اور کوئی دن مکان کی تکلیف

مرزا داغ، خوش پوشاک، اور خوش خوراک اور خوش مزاج آدمی تھے، نفاست اور صفائی کو بہت پسند کرتے تھے، اگرچہ وہ روزانہ کہیں آنے جانے یا پیدل چلنے پھرنے کے عادی نہ تھے، مگر ہمیشہ سہ پہر کو نیا جوڑا بدلتے تنگ مہری کا پاجامہ اور سفید کرتہ معمولی لباس تھا۔ جب کبھی باہر جاتے تو جامہ وار کی شیروانی اور حیدر آبادی دستار یا بے پھندنے کی ٹرکی ٹوپی پہنتے۔ ان کے مطبخ میں مختلف قسم کے کھانے تیار ہوتے تھے۔ انھیں غذا میں پلاؤ۔ مرغ کباب اور چٹپٹی چیزیں بہت مرغوب تھیں۔ انکا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ چند شاگرد اور حاشیہ نشین احباب ضرور شریک ہوتے۔ وہ بھوک کے بہت کچّے تھے۔ جب کھانے میں دیر ہو جاتی تو اُن کے مزاج میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی تھی۔ خوش مزاجی کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت کسی سے مذاق کرنے میں نہ رکتے تھے، بوڑھا، جوان۔ بچہ۔ عورت۔ مرد۔ سب اُن کی ظرافت اور خوش مزاجی سے لطف اندوز ہوتے۔ وہ اپنے اشعار میں اکثر ایسے مضامین لکھتے مثلاً

اب داغ سا ہمرنگ زمانے میں کہاں ہے　　بوڑھوں میں وہ بوڑھا ہے جوانوں میں جوان ہے

یا

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے　　جان بھی نکلے تو میری جان ہنستے بولتے

ان کے انداز کلام اور شراب کے مضامین کو پڑھ کر اکثر اشخاص اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ شرابی تھے، لیکن راقم اپنی چند سالہ حاضر باشی اور رات دن کے مشاہدوں کی بنا پر شاہد ہے کہ اُنھوں نے کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں مولوی عبدالحق (منطقی خیر آبادی) اور منشی امیر احمد امیر مینائی کا ممنون ہوں کہ ان دوستوں کی بدولت اس بلا میں مبتلا نہیں ہونے پایا۔ وہ عاشق مزاج تھے اور عیاش بھی مگر شراب خوار ہرگز نہ تھے۔ چنانچہ خود کہتے ہیں اور بالکل سچ کہتے ہیں :-

گو ہے عاشق مزاج و شاہد باز　　داغ لیکن شراب خوار نہیں

اُن کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی۔ جن میں اکثر اور بیشتر ایسے تھے کہ خطوں کے ذریعے شاگرد ہوئے تھے۔ جس زمانے میں راقم حیدرآباد گیا اور چند سال مسلسل خدمت میں حاضر رہا اُس زمانے میں روزانہ ۱۵-۱۵-۲۰-۲۰-غزلیں اصلاح ہوکر ڈاک میں بھیجی جاتی تھیں۔ اُن کے علاوہ مقامی شاگرد اور باہر سے آئے ہوئے تلامذہ روزانہ صبح و شام حاضر رہتے اور کوئی شاگرد غزل سناتا۔ آپ اصلاحی الفاظ فرماتے اور وہ اصلاح کو لکھتا جاتا۔ کبھی کبھی دو چار حرف خود بھی لکھ دیتے۔ اصلاح کے سوا۔ خط کی عبارت اکثر خود لکھتے اور اپنے دستخط فرما دیتے۔ اعلیٰ حضرت (حضور نظام) کی غزل عموماً کوئی شاہی چوب دار لاتا جس کو وہ دیکھتے اور اکثر خلوت میں دیکھتے اور جلد سے جلد اصلاح کے بعد واپس کردی جاتی۔ حیدرآباد میں اکثر مشاعرے ہوا کرتے تھے مگر مرزا داغ خاص خاص مشاعروں کے سوا عام مشاعروں میں قطعاً نہیں جاتے تھے۔ محمد ابراہیم ایک پُرانے شاہی خانساماں تھے اُن کے مشاعروں میں ضرور شریک ہوتے اور اعلیٰ حضرت کی بھیجی ہوئی غزل پڑھکر سُناتے۔

مرزا داغ کی کوئی صلبی اولاد باقی نہیں۔ احمد مرزا ایک فرزند تھے جن کا انتقال رام پور میں ہوگیا۔ اُسی زمانے کی ایک غزل میں کہتے ہیں۔

احمد کے غم میں دیدہ و دل کیوں نہ ہوں تباہ — دل کا سرور تھا مری آنکھوں کا نور تھا

[illegible] اکثر شکایت رہتی تھی اور یہ تکلیف اتنی بڑھ جاتی تھی کہ ہفتوں حرکت کرنے سے مجبور رہتے [illegible] اس کے علاوہ پیری و صد عیب کی مصیبتیں رات دن [illegible] کوئی تکلیف [illegible] حالت چند سال سے [illegible] بالآخر وہ وقت آگیا جس کا آنا [illegible]

[illegible] نے پانی کی ممانعت کردی تھی اور [illegible] نے اُن کی بے قراری دیکھکر

پانی پلا دیا، موت کو بہانہ مل گیا۔ اور اپنے ساتھ اُن کا کام بھی تمام کر گئی۔ یہ سانحہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کو بعد مغرب واقع ہوا۔ انتقال کے وقت پورے ۷۴ برس کی عمر تھی۔ وہ جس مہینے اور جس ہفتے میں پیدا ہوے اُسی مہینے اور ہفتے میں ناپید ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے دن بقرعید کی نماز کے بعد مکہ مسجد (حیدرآباد دکن) میں نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ اور جنازہ حضرت یوسف صاحب شریف صاحب کی درگاہ میں لایا گیا اور اُن کی اہلیہ کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اُن کے پرانے یار اور غمگسار منشی امیر احمد امیر مینائی بھی اُسی درگاہ اور اُسی احاطے میں اُن سے ۴ برس پہلے مدفون ہو چکے ہیں مرزا داغ کے انتقال کی تاریخیں بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں میرے پاس محفوظ ہیں۔ جن کی اشاعت کے لیے کسی موقع کا انتظار ہے۔ سب تاریخوں میں یہ تاریخ عجیب ہے جو اُن کے نام اور تخلص سے برآمد ہوتی ہے یعنی "نواب مرزا داغ" اگرچہ داغ اب دنیا میں نہیں، مگر جبتک اُردو زبان باقی ہے اُن کا نام مٹنے والا نہیں۔

نشانِ داغِ سخن گو کی قبر کا ہے یہی ‌ ‌ ‌ ‌ بجائے سبزہ زمیں سے زبان نکلتی ہے

راقم

احسن مارہروی

۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء م ۴ صفر ۱۳۵۸ھ

ردیف (ا)

(گلزارِ داغ)

یہاں بھی تو، وہاں بھی تو، زمیں تیری، فلک تیرا
کہیں ہم نے پتا پایا نہ ہرگز آج تک تیرا

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہاں میرا، عرب میرا، عجم میرا

ہماری آنکھوں نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا
برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

نہ دل ہی ٹھہرا نہ آنکھ جھپکی نہ چین پایا نہ خواب آیا
خدا دکھائے نہ دشمنوں کو جو دوستی میں عذاب دیکھا

نظر میں ہے تیری کبریائی سما گئی تیری خود نمائی
اگرچہ دیکھی بہت خدائی مگر نہ تیرا جواب دیکھا

پڑے ہوئے تھے ہزاروں پردے کلیم دیکھوں تو جب بھی غش تھے
ہم اسکی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ بے حجاب دیکھا

یہ دل تو اے عشق گھر ہے تیرا کہ جس کو تو نے بگاڑ ڈالا
مکاں سے تا لامکاں جو دیکھا تجھی کو خانہ خراب دیکھا

جو تجھ کو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاکداں ہم نے خاک پایا
جو تجھ کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تمام عالم خراب دیکھا

آخر کو عشق کفر سے ایمان ہو گیا
میں بت پرستیوں سے مسلمان ہو گیا

کیا جانے چپ ہوں کیوں تری صورت کو دیکھ کر
آئینہ میں نہیں ہوں کہ حیران ہو گیا

قاتل نہ روک ہاتھ کہ رکتی ہے میری جان
خنجر تو اور دم کا نگہبان ہو گیا

حسرت کسی طرف ہے تمنا کسی طرف
مجموعہ اپنے دل کا پریشان ہو گیا

حاصل ہوئے مزے ترے خنجر کے غیر کو
سر پر ہمارے مفت کا احسان ہو گیا

کرے انصاف دنیا میں اگر آفت کے ماروں کو
نہ بنے خود آسماں پھاہا تمہارے دل فگاروں کا

نگہ ٹپکے ہی دیتی ہے تو دل پھینکے ہی دیتا ہے
تمہارے گھر ٹھکانا کون سا ہم بے سہاروں کا

کبھی بیٹھے کبھی اُٹھے کبھی لوٹے کبھی تڑپے
تماشا دید کے قابل ہے تیرے بے قراروں کا

نہ فرصت ہے نہ راحت ہے غزل اے داغ کیونکر ہو
مگر کیا کیجئے مجبور جو ارشاد یاروں کا

اُس بزم میں شریک تو جایا نہ جائے گا
میں جاؤں گا اگر مرا سایا نہ جائے گا

دل لے کے اُس کی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں چھپایا نہ جائے گا

دل کیا ملاؤ گے کہ ہمیں ہو گیا یقین
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائے گا

دل جو دکھا رہا ہے مزے ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نہ جائے گا

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسماں زمیں سے ملایا نہ جائے گا

فتنہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوے کو اٹھایا نہ جائے گا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائے گا

اے داغ تجھ کو رزق کی خواہش ہی چرخ سے
اتنا یہ غم کھلائے گا کھایا نہ جائے گا

جو سر میں زلف کا سودا تھا سب نکال دیا
بلا ہوں میں بھی کہ آئی بلا کو ٹال دیا

یقیں ہے ٹھوکریں کھا کھا کے کچھ سنبھل جائے
کہ اُس کی راہ میں ہم نے تو دل کو ڈال دیا

خدا کریم ہے یوں تو مگر ہے اتنا رشک
کہ میرے عشق سے پہلے تجھے جمال دیا

تمھیں کہو کہ کہاں تھی یہ وضع یہ ترکیب
ہمارے عشق نے سانچے میں تم کو ڈھال دیا

سو حسرتیں تو آئیں گیا ایک دل گیا
ملنا تھا جو مجھے مری قسمت سے مل گیا

اللہ رے جامہ زیب تری جامہ زیبیاں
پہنا جو تو نے رنگ وہی رنگ کھل گیا

جنت اسی کا نام اگر ہے تو بس سلام
محفل میں تیری جو کوئی آیا خجل گیا

عالم میں ایک تو نظر آیا نظر فریب
عالم تمام اپنی نظر سے نکل گیا

کاہیدگی نے پھینک دیا دور اس قدر
کوسوں میں آپ اپنی نظر سے نکل گیا

نکلا جدھر وہ شوخ ہوا شور دیکھنا
دل کو جھپٹ کے کوئی ادھر سے نکل گیا

کریں کیا بات تجھ سے فتنہ گر اک کھیل ہے تجھ کو
الجھ پڑنا بگڑنا رنج کرنا غصہ ہو جانا

رہے جو جس طرح دل میں ہو نظروں میں بھی یوں ہی
کہاں کی ایسی گھبراہٹ ہے ٹھہرو دم تو لو جانا

بظاہر ہے دوئی پر اصل میں وحدت ہی وحدت ہے
نہ جانا ایک تو نے ہائے غافل دو کو دو جانا

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا
مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا

محبت میں کرے کیا کچھ کسی سے ہو نہیں سکتا
مرا مرنا بھی تو میری خوشی سے ہو نہیں سکتا

الگ کرنا رقیبوں کا الٰہی تجھ کو آساں ہے
مجھے مشکل کہ میری بے کسی سے ہو نہیں سکتا

لگا کر تیغ قصہ پاک کیجے دادخواہوں کا
کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہیں سکتا

مرا دشمن بظاہر چار دن کو دوست ہے تیرا
کسی کا ہو رہے یہ ہر کسی سے ہو نہیں سکتا

نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا
پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا

خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

ہے مجھ کو خبر رات کو جو تیرے قریں تھا
میں گرچہ نہ تھا پاس مگر دل تو وہیں تھا

سب خاک ہوئیں آج مرے دل کی امیدیں
کل تک تو تری ذات سے کیا کیا نہ یقیں تھا

اب دل میں ہوا تیری جگہ درد کا مسکن
یہ وہ ہی مکان ہے کبھی تو جس میں مکیں تھا

روپوش ہوا سنتے ہی پیغام ہمارا
ڈھونڈھے کوئی قاصد کو ابھی تک تو یہیں تھا

دل میں نہ رکھے آدمی اتنی بھی کدورت
انسان ہی تھا داغ بھی گو خاک نشیں تھا

وہ زمانہ نظر نہیں آتا
کچھ ٹھکانا نظر نہیں آتا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے
ان کا آنا نظر نہیں آتا

عشق در پردہ پھونکتا ہے آگ
یہ جلانا نظر نہیں آتا

اک زمانہ مری نظر میں رہا
اک زمانہ نظر نہیں آتا

دل نے اس بزم میں بٹھا تو دیا
اٹھ کے جانا نظر نہیں آتا

تم ملاؤ گے خاک میں ہم کو
دل ملانا نظر نہیں آتا

آپ ہی دیکھتے ہیں ہم کو تو
دل کا آنا نظر نہیں آتا

جو آفت کی دل جلو نے تیرے تو یہ خاکداں پھونکا — زمیں کیا آسماں پھونکا مکاں کیا لامکاں پھونکا
تری الفت کی چنگاری نے ظالم اک جہاں پھونکا — ادھر چمکی ادھر سلگی یہاں پھونکا وہاں پھونکا
رہا تھا کون سا ارمان جیتے جی جلانے کو — جو تو نے لاش کو بھی میری اب اے بدگماں پھونکا

جلوہ اُس کا نظر نہیں آتا — نہیں آتا نظر نہیں آتا
غیر کے ساتھ دل میں کبھی دیکھا — کبھی تنہا نظر نہیں آتا
ڈھونڈھتی ہیں جسے مری آنکھیں — وہ تماشا نظر نہیں آتا
تو نے جس دن سے کی مسیحائی — کوئی اچھا نظر نہیں آتا
کوئی دل تیرے عہد میں ظالم — بے تمنا نظر نہیں آتا
دل کا آئینہ دیکھنے کو بنا — پر جو چاہا نظر نہیں آتا
کس کو رکھوں نظر میں میں اپنی — کوئی اتنا نظر نہیں آتا

وہ کچھ سنائیں کہ صیاد دردمند ہوا — قفس میں بند ہوئے پر کبھی میں نہ بند ہوا
یہ دل تو وہ ہے کہ میں اس سے دردمند ہوا — یہ کیا پسند کیا ہم کو کیا پسند ہوا
چمن چمن کو تو کانٹا سا ناپسند ہوا — نفس نفس بھی تو گھٹ گھٹ کے مجھ سے بند ہوا
فلک نے کینہ لیا تو نے ظلم میں نے وفا — وہی ازل میں ملا جس کو جو پسند ہوا
کھلا یہ عقدہ تجھے دیکھ کر عدو یہ خدا — کہ جس نے ناز کیا وہ نیاز مند ہوا
ہوا جو درد کو آرام میں ہوا بے تاب — ملی جو عشق میں راحت مجھے گزند ہوا
مری زباں نہ تھکی رات کٹ گئی ساری — کھلا جو شکووں کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

مجھ سے بہتر مرا ملال رہا — کہ ترے دل میں مہ جمال رہا
لاگ نے دل کی کھو دیا سب سے — اسی کم بخت کا خیال رہا
مل چکے بس ملیں گے خاک میں ہم — ہو چکا وصل تو وصال رہا
عشق کے زور شور تو دیکھو — جس کو بھلایا وہی خیال رہا
تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ — زندگی کیا رہی وبال رہا

بشر نے خاک پایا لعل پایا یا گہر پایا
مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اُس نے بھر پایا

ملا تو کیا ملا پایا تو کیا جب ڈھونڈھ کر پایا
مزا ہے دل کے کھونے کا ادھر کھویا اُدھر پایا

کیا تھا دفن کشتے کو تمھارے قبلہ رو لیکن
خدا جانے کہ منہ اُس کا فرشتوں نے کدھر پایا

ہمارا میکدہ بھی ایک دن بن جائے گا کعبہ
دکھا دیں گے تجھے اے شیخ وہ جنت میں گھر پایا

تمھاری رہگذر میں لوگ دیوانہ بناتے ہیں
کہا مجھ سے ترا دل ہے کسی نے کچھ اگر پایا

صبا آتی ہے اُس گم گشتہ کی بو آج کچھ تجھ میں
ہمارا نامہ بر پایا کہاں پایا کدھر پایا

رہی ہے رات بھر تھم تھم کے رہ رہ کر چمک دل میں
جگایا لے کے چٹکی درد نے جب بے خبر پایا

جہاں میں کیا نہ ڈھونڈھا کیا نہ پایا
مزاج اُن کا دماغ اُن کا نہ پایا

مزا کچھ تم نے اے موسیٰ نہ پایا
وہ پایا اس طرح گویا نہ پایا

تری جانب ہی پھر جاتی خدائی
مگر کافر تجھے اتنا نہ پایا

چھپایا تھا تمھاری زلف نے دل
کہو ایمان سے پایا نہ پایا

خوشی ملتی تو کیا ملتی ازل میں
غنیمت ہے کہ غم تھوڑا نہ پایا

گہر کی آبرو ہے جوہری سے
پڑا پایا تو مول اچھا نہ پایا

قیامت کا کیا ہے اُس نے وعدہ
قیامت ہے اگر تنہا نہ پایا

سفارش ہم تری کرتے پر اے داغ
کچھ اُن کا تجھ سے رخ اچھا نہ پایا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

دل لے کے مفت کہتے ہیں کچھ کام کا نہیں
اُلٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

دیکھا ہے میکدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
مجھکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

خواب میں بھی نہ کسی شب وہ ستمگر آیا
وعدہ ایسا کوئی جانے کہ مقرر آیا

مجھ سے میکش کو کہاں صبر کہاں کی توبہ
لے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

غیر کے روپ میں بھیجا ہے جلانے کو مرے
نامہ بر اُن کا نیا بھیس بدل کر آیا

سخت جانی سے مری جان بچے گی کب تک
ایک جب کند ہوا دوسرا خنجر آیا

داغ تھا درد تھا غم تھا کہ الم تھا کچھ تھا
لے لیا عشق میں جو ہم کو میسر آیا

عشق تاثیر ہی کرتا ہے کہ اُس کافر نے
جب مرا حال سنا سنتے ہی جی بھر آیا

اس قدر شاد ہوں گویا کہ ملی ہفت اقلیم
آئینہ ہاتھ میں آیا کہ سکندر آیا

وصل میں ہائے وہ اترا کے مرا بول اٹھنا
اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا

راہ میں وعدہ کریں جاؤں میں گھر پر تو کہیں
کون ہے کس نے بلایا اسے کیوں کر آیا

داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جل جاتے ہیں
ذکر کم بخت کا آنے کو تو اکثر آیا

ذرا وصل پر ہو اشارا تمہارا
ابھی فیصلہ ہے ہمارا تمہارا

اُن آنکھوں کی آنکھوں سے لوں میں بلائیں
میسر ہو جن کو نظارا تمہارا

محبت کے وعدے ملے خاک میں سب
وہ کہتے ہیں کیا ہے اجارا تمہارا

رکاوٹ نہ ہوتی تو دل ایک ہوتا
تمہارا ہمارا ہمارا تمہارا

بُرائی جو کی تم نے غیروں کی ہم سے
ہوا حال سب آشکارا تمہارا

سنا ہے کسی اور کو چاہتا ہے
وہ دشمن ہمارا وہ پیارا تمہارا

کریں گے سفارش ہم اے داغ اُن سے
اگر ذکر آیا دوبارا تمہارا

کیا کہوں تیرے تغافل نے حیا نے کیا کیا
اس ادا نے کیا کیا اور اس ادا نے کیا کیا

رائگاں جاتی نہیں محنت کسی کی ہمنشیں
ہم دکھا دیں گے ہماری التجا نے کیا کیا

سنتے ہیں اے داغ ہم اُس بت سے بگڑا ہے رقیب
غیب سے سامان دیکھو تو خدا نے کیا کیا

چاہتا ہے کب سے مر جائے کوئی سخت جاں اپنا
تجھ کو چاہیے قاتل آ کے لے امتحاں اپنا

لاکھ آفتیں آئیں لاکھ تہمتیں چھائیں
اک ترے نہ ہونے سے گھر گیا مکاں اپنا

جو ہم کو کیا ہوا ہم کو ہو گئی خطا ہم سے
بس نہ کچھ چلا تیرا تھا غلط گماں اپنا

دوستی کے پردے میں کون دشمنی کرتا   اُس کی مہربانی ہے جو ہے مہرباں اپنا

لطف آرام کا نہیں ملتا   آدمی کام کا نہیں ملتا
کیسے حاضر جواب ہو کہ جواب   میرے پیغام کا نہیں ملتا
اُس نے جب شام کا کیا وعدہ   پھر پتا شام کا نہیں ملتا
جستجو میں بہت ہے وہ کافر   بھید اسلام کا نہیں ملتا
مل گیا میں تمھیں وگرنہ غلام   کوئی بے دام کا نہیں ملتا
داغؔ کی ضد سے ہے تلاش انھیں
کوئی اِس نام کا نہیں ملتا

کوئی کلمہ بھی مرے مُنہ سے نکلنے نہ دیا   وہ لٹایا مجھے قاتل نے سنبھلنے نہ دیا
اس جفا پر یہ وفا ہے کہ تمھارا شکوہ   دل میں رہنے نہ دیا منھ سے نکلنے نہ دیا
بدگمانی نے نہ چھوڑا اُسے تنہا چھوڑوں   میں نے قاصد کو الگ راہ میں چلنے نہ دیا
کسی صورت نہ بچا عشق کی رسوائی سے   کہ مجھے نام بھی غیرت نے بدلنے نہ دیا

وہ رسوائی سے ڈر جائے تو اچھا   بُرائی کام کر جائے تو اچھا
کہا ظالم نے میرا حال سُن کر   وہ اس جینے سے مر جائے تو اچھا
خدا جانے کہے کیا جا کے قاصد   دل اُس سے پیشتر جائے تو اچھا
مسیحائی ہوا قاتل کا شیوہ   عدم تک یہ خبر جائے تو اچھا
کہا قاصد کو اُس نے دے کے دشنام   سبک ہو کر اگر جائے تو اچھا
رقیبوں کا تری محفل میں کیا کام   جہنم ان سے بھر جائے تو اچھا

کعبے کی سمت جا کے مرا دھیان پھر گیا   اُس بت کو دیکھتے ہی بس ایمان پھر گیا
محشر میں دادخواہ جو اے دل نہ تو ہوا   تو جان لے یہ ہاتھ سے میدان پھر گیا
چھپ کر کہاں گئے تھے وہ شب کو پھر کے گھر   سو بار آ کے اُن کا نگہبان پھر گیا
رونق کچھ آ گئی جو پسینے سے موت کے   پانی ترے مریض پر اک آن پھر گیا

گریہ نے ایک دم میں بنا دی وہ گھر کی شکل — میری نظر میں صاف بیابان پھر گیا
لائے تھے کوئے یار سے ہم داغ کو ابھی
لو اُس کی موت آئی وہ نادان پھر گیا

ستم کیا تو مرے دل کی آرزو نے کیا — مجال ہے جو کہوں تجھ سے یہ کہ تو نے کیا
رقیب اس کے بھی قائل نہیں خدا کی قسم — اگر ستم بھی کیا تو بھی لطف تو نے کیا
جگر کے ٹکڑے ملا دے تو بخیہ گر جانوں — اگرچہ جیب کو ثابت ترے رفو نے کیا
جفاکشی کا مزہ مجھ کو ہاں اب آئے گا — کہ آسمان کو اپنا شریک تو نے کیا

کوئی آگے نکل نہیں سکتا — تجھ سے فتنہ بھی چل نہیں سکتا
زور قسمت سے چل نہیں سکتا — دل سنبھالے سنبھل نہیں سکتا
آسماں دوست ہو گیا تیرا — اب زمانہ بدل نہیں سکتا
تم تو سو بار مان جاؤ گے — دل ہمارا بہل نہیں سکتا
ہم تو اُس مدعا کے قائل ہیں — جو زباں سے نکل نہیں سکتا
غم جو کھایا ہے کیا کہوں تجھ سے — میں یہ کھایا اُگل نہیں سکتا
نام کو داغ ہوں مگر ظالم
تو جلائے تو جل نہیں سکتا

یہ قول کسی کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا — وہ کچھ نہیں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
سُن سُن کے ترے عشق میں اغیار کے طعنے — میرا ہی کلیجا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
اُن کا یہی سننا ہے کہ وہ کچھ نہیں سنتے — میرا یہی کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
خط میں مجھے اوّل تو سنائی ہیں ہزاروں — آخر میں یہ لکھا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
پھٹتا ہے جگر دیکھ کے قاصد کی مصیبت — پوچھو تو یہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
یہ خوب سمجھ لیجئے غماز وہی ہے — جو آپ سے کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
تم کو یہی شایاں ہے کہ تم دیتے ہو دشنام — مجھ کو بھی زیبا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
مشتاق بہت ہیں مری کہنے کی پر اے داغ — یہ وقت ہی ایسا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

عیش بھی اندوہ فزا ہو گیا — ہائے طبیعت تجھے کیا ہو گیا
یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا — ہوش میں آؤ تمہیں کیا ہو گیا
داغ وہ بہتر ہے جو مرہم بنا — درد وہ اچھا جو دوا ہو گیا
آپ سے اقرار کے سچے کہاں — وعدہ کیا اور وفا ہو گیا
سامنے میرے جو چراتے ہو آنکھ — آئینہ کیا آج نیا ہو گیا
دم مرے سینے میں جو رکتا ہے آج — کون خدا جانے خفا ہو گیا
حال مرا دیکھ کے کہتے ہیں وہ — کوئی حسیں اس سے جدا ہو گیا

داغ قیامت میں یہ مژدہ سنے
جا تجھے فردوس عطا ہو گیا

کچھ سعی سے اقبال میسر نہیں ہوتا — ہر آئینہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا
دنیا میں مزا عشق سے بہتر نہیں ہوتا — یہ ذائقہ وہ ہے کہ میسر نہیں ہوتا
کیا کوئی زمانے میں ستمگر نہیں ہوتا — ہوتا ہے مگر تیرے برابر نہیں ہوتا
بیداد تری دیکھ کے یہ حال ہوا ہے — عاشق کوئی دنیا میں کسی پر نہیں ہوتا
ہم چھیڑ سے کہہ دیتے ہیں کٹتی ہوئی ان کو — ملتے ہیں بہت ہاتھ جو خنجر نہیں ہوتا
تم کہتے ہو معشوق اطاعت نہیں کرتے — عاشق بھی تو معشوق کا نوکر نہیں ہوتا
عادت ہے عجب چیز بری ہو کہ بھلی ہو — مرتا ہوں جو بے چین گھڑی بھر نہیں ہوتا

اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ ناداں
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

دوست دشمن کو ترے ناز نے اکثر مارا — ایک ہی وار میں دونوں کو برابر مارا
یہ ستم طرفہ ستم ہے کہ تڑپتا ہی رکھا — جان سے تو نے کسی کو نہ ستمگر مارا
سخت جانی سے یقیں تھا نہ مرے مرنے کا — موت سے پوچھتے ہیں وہ اسے کیونکر مارا

جلوہ دیکھا تری رعنائی کا — کیا کلیجہ ہے تماشائی کا

رہ گیا عرش سے آگے جا کر — ہائے عالم مری تنہائی کا
یاد آتا ہے وہ رسوا کر کے — رنج کرنا مری رسوائی کا
آئی شوخی میں کہاں سے تمکیں — پڑ گیا صبر تمنائی کا
اب تصور سے بھی گھبراتا ہوں — کیا مزا ہے مجھے تنہائی کا
منہ سے بولے تو کہا آئینہ — کھیل کھیلے تو خود آرائی کا
ضعف نے دل کو تڑپنے نہ دیا — ہو گیا نام شکیبائی کا
اُن کی شہرت بھی مٹی جاتی ہے — کچھ ٹھکانا مری رسوائی کا

داغ کی قبر مٹا کر بولے
یہ نشاں تھا اُسی سودائی کا

نہ آیا نامہ بر اب تک گیا تھا کہہ کے اب آیا — الٰہی کیا ستم ٹوٹا خدایا کیا غضب آیا
غضب ہے جن پہ دل آئے کہیں انکا نہ بگڑے — کہاں آیا کدھر آیا یہ کیوں آیا یہ کب آیا
وہ ارماں حسرتیں جسکی اگر نکلا تو کب نکلا — وہ جلوہ خواہشیں جس کی نظر آیا یہ کب آیا

گیا جب داغ مقتل میں کہا خوش ہو کے قاتل نے
مرا آفت نصیب آیا مرا ایذا طلب آیا

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا — اس طرف بھی خرام کرنا تھا
نہ میسر ہوئی کہیں خلوت — کچھ ہمیں بھی کلام کرنا تھا
کیوں کسی کی نگاہ نے تیری — کام میرا تمام کرنا تھا
کیوں کیا غیر پر ستم تو نے — یہ ہمیں پر تمام کرنا تھا

جو عاشقی میں خاک ہوا کیمیا ہوا — کہتا تھا آج خاک میں کوئی ملا ہوا
گر مے کدے میں عید منائی تو کیا ہوا — ایسا ہی شیخ تیرا دوگانہ قضا ہوا
کوچے میں اُس کے ہم تو قیامت اُٹھائیں گے — انصاف اپنا یا نہ ہوا آج یا ہوا

غضب کیا ترے وعدے کا اعتبار کیا — تمام رات قیامت کا انتظار کیا
کسی طرح جو نہ اُس بت نے اعتبار کیا — مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا

یہ دل کو تاب کہاں ہے کہ ہو مآل اندیش
انھوں نے وعدہ کیا اُس نے اعتبار کیا

نہ اُس کے دل سے مٹایا کہ صاف ہو جاتا
صبا نے خاک پریشاں مرا غبار کیا

تری نگہ کے تصور میں ہم نے اے قاتل
لگا لگا کے گلے سے چھری کو پیار کیا

ہوا ہے کوئی مگر اُس کا چاہنے والا
کہ آسماں نے ترا شیوہ اختیار کیا

نہ پوچھ دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں
وہ بے قرار رہے جس نے بیقرار کیا

وہ بات کر جو کبھی آسماں سے ہو نہ سکے
ستم کیا تو بڑا تو نے افتخار کیا

باقی جہاں میں قیس نہ فرہاد رہ گیا
افسانہ عاشقوں کا فقط یاد رہ گیا

یوں آنکھ اُن کی کر کے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہو کے کچھ ارشاد رہ گیا

ناصح کا جی چلا تھا ہماری طرح مگر
الفت کی دیکھ دیکھ کے افتاد رہ گیا

ہیں تیرے دل میں سب کے ٹھکانے بُرے بھلے
میں خانماں خراب ہی برباد رہ گیا

وہ دن گئے کہ تھی مرے سینے میں کچھ خراش
اب دل کہاں ہے دل کا نشاں یاد رہ گیا

دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤں گا
میں بھی کیا وعدہ تمھارا ہوں کہ ٹل جاؤنگا

آؤ مل جاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی
میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤنگا

اپنے سر کوئی کبھی لیتا ہے پرائی آفت
طور آگاہ نہ تھا اس سے کہ جل جاؤنگا

اس قدر ناز ہے کیوں آپ کو یکتائی کا
دوسرا نام ہے وہ بھی مری تنہائی کا

زندہ ہے نام شہادت کا اسی کے دم سے
تیرے کشتے نے کیا کام مسیحائی کا

فتنے بھی قاعدے سے اُٹھتے ہیں جب اٹھتے ہیں
کیا سلیقہ ہے تمھیں انجمن آرائی کا

وہ یہ کہتے ہیں مرا صبر پڑے گا تجھ پر
اب مجھے رنج نہیں اپنی شکیبائی کا

کیا غرض ہے مری تقدیر کو مجھ سے پوچھے
آبرو کا ہے طلب گار کہ رسوائی کا

سر مرا کاٹ کے دہلیز پہ اپنی رکھ دو
شوق باقی ہے انھیں ناصیہ فرسائی کا

پھر نہ مقبول ہوا ہوگا کسی کا سجدہ
بُت کو ارمان رہا میری جبیں سائی کا

مجھ سخت جاں کو ناز کہ یہ جور سہ گیا
قاتل کو یہ گلہ کہ مرا ہاتھ رہ گیا

غم نے ترے نچوڑ لیا قطرہ قطرہ خوں　　تھوڑا سا درد دل میں کھٹکنے کو رہ گیا
جی جائے موت آئے جو کمبخت داغ کو
سچ تو ہے یہ کہ تم سے کوئی جھوٹ کہہ گیا

کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا　　ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدہ کرتا　　تمھیں منصفی سے کہہ دو تمھیں اعتبار ہوتا
یہ مزا ہے دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی　　نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے　　اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا
تمھیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

آئینہ تصویر کا تیری نہ لے کر رکھ دیا　　بوسے لینے کے لئے کعبے میں پتھر رکھ دیا
ہم نے اُس کے سامنے اوّل تو خنجر رکھ دیا　　پھر کلیجا رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا
منصفی ہو تو غضب نا منصفی ہو تو ستم　　اُس نے میرا فیصلہ موقوف مجھ پر رکھ دیا
نامہ بر کہتا ہے مجھسے کیا کرامت ہے تمھیں　　جو وہ لکھتے وہ کبھی تم نے خط میں لکھ کر رکھ دیا
سن لیا ہے پاس حوروں کے پہنچتے ہیں شہید　　اس لئے لاشے پہ میرے اُس نے پتھر رکھ دیا
شوق بھی ہے وہم بھی ہے کیا کروں لے نامہ بر　　کل جو لکھا کاٹ کر وہ آج دفتر رکھ دیا
قتل کو میرے، مری حسرت ادا تیری نہ تھی؟　　نام اِک لوہے کے ٹکڑے کا جو خنجر رکھ دیا
ذبح کرتے ہی مجھے قاتل نے دھوئے اپنے ہاتھ　　اور خون آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھ دیا
زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا　　قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیوں کر رکھ دیا
شام ہی سے لوٹتا ہے مجکو انگاروں پر آج　　اس لئے میں نے الگ تہ کر کے بستر رکھ دیا
زلف خالی، ہاتھ خالی کس طرف ڈھونڈیں اسے　　تم نے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھ دیا

بے عشق کے جینا مجھے دم بھر بھی نہ ہوتا　　سودا جو نہ ہوتا تو مرا سر بھی نہ ہوتا
کیوں بیچ دیئے دل کو جو فریاد کا ڈر ہے　　تھی آپ کی مرضی کہ یہ مضطر بھی نہ ہوتا

عاشق نہ اگر اپنی جبیں رکھتے تو کافر | کعبہ تری دہلیز کا پتھر بھی نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر قتل کا عالم کے ارادہ | سفّاک ترے ہاتھ میں خنجر بھی نہ ہوتا
ہے واسطے ہر کام کے اک وزمقرّر | ہوتا جو نہ انصاف تو محشر بھی نہ ہوتا

وہ رات کون سی گزری جو اضطراب نہ تھا | جب آنکھ دی تھی خدا نے مجھے تو خواب نہ تھا
مرے سوال کے معنی وہ مجھسے کہہ دیتے | مگر سوال کا میرے کوئی جواب نہ تھا
وہ جب چلے تو قیامت بپا تھی چار طرف | ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا
ہمارے حال کو جس نے سنا کہا سب جھوٹ | کوئی زبان نہ تھی جس پہ یہ جواب نہ تھا
ہزاروں پردوں میں مشتاق دیکھ لیتے ہیں | اُسے حجاب تھا موسیٰ کو تو حجاب نہ تھا
بیا مبر تجھے لاکھوں سوال کرنے تھے | نہ تھا ہزار میں اک بات کا جواب نہ تھا
کل اُس نگاہ میں شوخی تھی کس قیامت کی | لڑا ہوا تو مرے دل کا اضطراب نہ تھا
اگرچہ بادہ کشی تھی گناہ اے زاہد | جو تجھ سے چھین کے پیتا تو کچھ عذاب نہ تھا
سنا کلام جو رندوں کا شیخ گھبرایا | وہاں تو بات کا چھینٹا بھی بے شراب نہ تھا

بغیر داغ کے جنّت تمھاری بزم رہی
ہزار شکر کہ وہ خانماں خراب نہ تھا

تیر اُس کا چلتے چلتے جب پریشاں ہوگیا | تھک کے بیٹھا میرے دل میں اور پنہاں ہوگیا
لے لیا ہاتھوں میں مجھ کو دیکھکر بے اختیار | آج اُن کا پاسباں میرا نگہباں ہوگیا
کس کا طرّہ کس کا گیسو کسکی کاکل کسکی زلف | سب بلائیں ہوگئیں جب دل پریشاں ہوگیا
اس سے بہتر کوئی صورت خود نمائی کی نہیں | جانتا ہوں جس لئے پردے میں پنہاں ہوگیا

منّتوں سے بھی نہ وہ حور شمائل آیا | کس جگہ آنکھ لڑی ہائے کہاں دل آیا
ہم نہ کہتے تھے نہ کر عشق پشیماں ہوگا | جو کیا تو نے وہ آگے ترے اے دل آیا
قتل کی سُن کے خبر عید منائی تو نے | آج جس سے تجھے ملنا تھا گلے مل آیا

سینے میں اب کہاں وہ جوش وہ تھی اک اُبال سا | بیٹھ گیا کچھ اُٹھتے ہی چھوڑ گیا خیال سا
تارے ہی گن کے کاٹتے رات فراق کی مگر | نکلا ستارہ بھی کہیں کوئی تو خال خال سا

باندھ دیا تھا ہم نے خود زلف میں اُن کی اپنا دل
رکھ نہ سکے وہ اُس کو بھی ٹال دیا و بال سا

پوچھتے کیا ہو کون تھا ہو نہ ہو وہ ہی داغ ہو
در پہ تمھارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا

دل سنبھالا پر نہ سنبھلا پاؤں اُٹھا سر گرا
اُن کے آگے آج میں اکثر اُٹھا اکثر گرا

شوخیاں اُس برق وش کی بزم میں دیکھے کوئی
صاعقے کا طور ہے اِس پر گرا اُس پر گرا

چوٹ کھائی دل نے گر کر اُس صنم کے عشق میں
یا الٰہی خیر ہو یہ شیشے پر پتھر گرا

پہلے کیوں اے داغ اتنی پی گئے فرمائیے
سر پکڑ کر اب جو ہے فریاد میرا سر گرا

واں غصہ ہے کہ ہم سے شکوہ کیا جفا کا
یاں دل کہاں ٹھکانے نام آگیا وفا کا

اب خاک میں ملا کر آتا ہی کون ہم تک
آئے نہ آئے کوئی جھونکا کبھی صبا کا

ہم پر ہے کیوں یہ غصہ مرتے ہیں اپنی اجل ہم
دشمن پہ ہو جو ہرگز قائل نہیں قضا کا

کم ہوگا داغ سا بھی مکار اب جہاں میں
اُس بت پہ شیفتہ ہوا اور نام لے خدا کا

اُن کی خاموشی میں تو عالم ہے اک تصویر کا
اور جب کی بات پوچھا بندھ گیا تقریر کا

تفرقہ پرواز بھی کیا آنکھ اُس صیاد کی
مجھ میں اور دل میں مرے پلّا ہے سو سو تیر کا

ہے تو یوں زنداں پہ جہاں کی تو اضع ختم ہو
حلقہ حلقہ پاؤں پڑتا ہے مری زنجیر کا

ہائے وہ دن ہو کہ تو دل تھام کر مجھ سے کہے
آہ ظالم تیرا نالہ بھی ہے کس تاثیر کا

یوں وہ پیغام سے تو آئے گا
غیر کے نام سے تو آئے گا

لے ہی تو آئیں گے اُسے ہمدم
میرے ہی نام سے تو آئے گا

ساقیا مجھ سے بادہ کش کو سرور
ایک ہی جام سے تو آئے گا

چُپ رہیں گے حیا سے وہ کب تک
غصہ الزام سے تو آئے گا

دل کا آنا ہے کام سے جانا
جائے گا کام سے تو آئے گا

دوش پر اپنے جو صیاد نے زلفیں چھوڑیں
نادر جی چھوٹ گیا آج گرفتاروں کا

لاے گا کعبے سے تو مفت ثواب اے زاہد — حصہ پہلے سے ٹھہر جاے یہیں یاروں کا
رہبر سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آے — کعبے میں کبھی قبلہ نما کو نہیں دیکھا

حُسن میں انداز کے آتے ہی نخوت ہو گئی — زلف میں پڑتے ہی بل ابرو بھی پُر خم ہو گیا
بن گئی فرقت میں جو کچھ اپنے جی پر بن گئی — ہو گیا جو کچھ ہمارے دل کا عالم ہو گیا
بجھ گیا گل رو کے آگے شمع اور گل کا چراغ — بلبلوں میں شور پروانوں میں ماتم ہو گیا

رات بھر کہتے رہے تم داغ اُن سے دل کا حال
ایک شب میں اس قدر اخلاص، باہم ہو گیا

ہو کے ظاہر تو کیا عشق نے اک حشر بپا — حسرت اُس دل پہ کہ جس دل میں یہ پنہاں ہو گا
منحصر دل ہی پہ رکھتا نہ محبت تیری — میں نہ سمجھا تھا یہ کمبخت پشیماں ہو گا
کوستا ہوں جو نصیبوں کو تو کہتا ہے وہ شوخ — پھر محبت نہ کرے گا اگر انساں ہو گا
دم مری آنکھوں میں اٹکا ہے کہ دیکھوں تو سہی — کیا مسیحا سے مرے درد کا درماں ہو گا
زندگی عشق میں مشکل ہے تو مر جائیں گے — اب سے وہ کام کریں گے کہ جو آساں ہو گا

آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں
آپ کے ملنے کا ہو گا جسے ارماں ہو گا

اُس کی طرف سے دل نہ پھرے گا کہ ناصحو — اب ہو گیا یہ جس کا طرفدار ہو گیا
کس کس کی چاہ کیجیے کس کس کی آرزو — اک دل ہزار غم میں گرفتار ہو گیا
محشر میں کون ہو گا کرم کا ترے گواہ — گر غیر بھی ہمارا طرفدار ہو گیا
وہ فتنہ جس کا حشر پہ اُٹھنا ہی منحصر — ہر بار تیری چال سے بیدار ہو گیا
جس کی بغل میں شب کو وہ ہو اُس کو دیکھیے — جس وقت آنکھ کھل گئی بیدار ہو گیا

اے داغ کیا بتائیں محبت میں کیا ہوا
بیٹھے بٹھائے جان کو آزار ہو گیا

کہاں کا آنا کہاں کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں — وہاں ہے وعدے کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا
نہیں ہے آسان قتل ان کا یہ سخت جان ہیں بُری بلا کے — قضا کو پہلے شریک کرنا یہ کام اپنی خوشی نہ کرنا

مری تو ہے بات زہر انکو وہ انکے مطلب ہی کی نہ کیوں ہو — کہ اُن سے جو التجا سے کہنا غضب ہے اُن کو وہی نہ کرنا
مدار ہے ناصحو تمھیں پر تمام اب اُس کی منصفی کا — ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نہ کرنا

خوشامد اس قدر کی ہو گیا بدنام عالم میں — زمانہ جانتا ہے مجکو یہ عاشق ہے درباں کا
تمھارا گھر تمھارا گھر نہیں مہمان ہو گویا — کہیں ہے دخل دشمن کا کہیں قبضہ ہے درباں کا
بنا کر اپنا دیوانہ الگ بچ کر چلے جانا — ترے دامن سے لینا ہے ہمیں بدلہ گریباں کا
کسی کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے — اسے دیکھا اُسے دیکھا اِدھر تاکا اُدھر جھاں کا
غش آجاتا ہے اُس کو آنکھ سے جب آنکھ ملتی ہے — نگہباں اور پیدا کیجئے اپنے نگہباں کا
عدم میں لے گیا مجکو فرشتہ میں یہ سمجھا تھا — بلانے کو مرے آیا ہے کوئی آدمی واں کا
گرہ کیسی لگی تھی کھل پڑے کس راہ میں فتنے — نظر آتا ہے خالی آج گوشہ تیرے داماں کا

کیا قتل حسرتیں ہوئیں دل میں کہ بے کسی — سے لے کے نام روتی ہے اک اک شہید کا
لایا ہے میرے قتل کا محضر پیام بر — یاں انتظار تھا مجھے خط کی رسید کا
قاصد مرے سوال کا کوئی نہیں جواب — کاغذ بدل گیا نہ ہو خط کی رسید کا

اے داغ کیوں نہ مجکو شفاعت کی ہو امید
میں ہوں محب حسینؑ کا دشمن یزید کا

کچھ تو ہے آرام اُس کوچے میں جو ہم جا رہے — ورنہ کیا رہنے کو اپنے اپنا کاشانہ نہ تھا
کیوں نہ کرتے ہجر میں ہم دل سے باتیں صبح تک — کان رکھکر کوئی سنتا یہ وہ افسانہ نہ تھا

نکل سکی نہ مرے منہ سے آہ بھی پوری — اثر کی کس کو توقع ہے یاں اثر کیسا
ہم اپنے دل کی حقیقت تمھیں سے پوچھتے ہیں — اب اس کا حال ہے کیا تھا یہ پیشتر کیسا

اٹھانا ظلم عادت ہے مری الفت نہیں تیری — کبھی تو اس بھلاوے میں نہ اے بیداد گر رہنا
برائی اور بھلائی جب کہ تیرے ہاتھ ہے اپنی — تو چھوڑا ہم نے راضی آج سے تقدیر پر رہنا
ہماری سخت جانی بس نہ ٹھہری کھیل ہی ٹھہرا — قسم ہے تم کو گردن پر چھری تم پھیر کر رہنا
سمجھے وہ جان کر بے خود کہیں گے غیر سے دل کی — خبردار اے دل اُسکی بزم میں تو بے خبر رہنا
ڈرو اللہ سے لے داغ دیکھو ہوش میں آؤ — بتوں کی یاد میں غافل خدا سے اس قدر رہنا

منع مجکو ہی کیا رات کو مجھسے ہی کہا — میں گدا بن کے گیا در پہ وہ درباں سمجھا
چاہتا ہوں کہ نکل جائے کہیں سینہ سے — دل کو میں ہجر میں تیری کوی ارماں سمجھا
سہل ہونا مری مشکل کا بہت مشکل ہے — کام دشوار وہ نکلا جسے آساں سمجھا
جان کر چاک کئے میں نے وہ دیوانہ ہوں — جیب کو جیب گریباں کو گریباں سمجھا
وصل کا وعدہ اشارے سے کہیں ممکن ہے — میں ترے سر کی قسم کچھ نہ مری جاں سمجھا

بسمل نہ رکھ ہلاک ہی کر ہم کو اے فلک — راحت اگر نہیں تو جراحت کو کیا ہوا
افسوس خاک میں نہ ملی کوئی آرزو — کیا جانے اب وہ دل کی کدورت کو کیا ہوا

خوش ہے کافر بھی اُس کی رحمت پر — ہائے اس اشتباہ نے مارا
مر گئے ہم تو وضع داری میں — دوستی کے نباہ نے مارا

دل کو سنبھالئے کہ میں ناوک فگن ہوا — نالہ مرا رقیب کے منہ کا سخن ہوا
اے عشق سن نہ لے کہیں فرہاد یہ صدا — تیشہ پکارتا ہے کہ میں کوہ کن ہوا
آئینہ دیکھ دیکھ کے دو مجکو گالیاں — تم کو بھی تو یقیں ہو کہ پیدا دہن ہوا
کوسوں تک اُلٹے پانوں چلا آہ میں غریب — جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا
اے عندلیب تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا — دل داغ کھا کے کچھ نہ ہوا تو چمن ہوا
جب وہ کلام کرتے ہیں مُنہ دیکھتی ہے خلق — اُٹھتی ہیں انگلیاں کہ وہ پیدا دہن ہوا
ہاتھوں سے جو بچے تری باتوں سے مر گئے — چٹکی میں تھا جو تیر وہ لب پر سخن ہوا
وہ اور ہیں جو پیتے ہیں موسم کو دیکھ کر — آتی رہے بہار میں توبہ شکن ہوا
ایمان کچھ وضو تو نہیں ہے جو ٹوٹ جائے — اے شیخ کیا ہوا جو میں توبہ شکن ہوا
چھیڑا جو اے جنوں اسے تو نے تو جان لے — تیرے گلے کا ہار مرا پیرہن ہوا

شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے — خیر ہوئی میں ترے در پر گرا
خوب اُٹھا جو تری رہ میں اُٹھا — خوب گرا جو ترے در پر گرا

دل ہوا خاک تو اکسیر کسی نے جانا — تھا یہ جب مال تو کوئی بھی خریدار نہ تھا
بات کیا چاہئے جب مفت کی حجت ٹھہری — اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

ایک ہونے سے رقیبوں کے ہوا کیا کیا کچھ — غم نہ تھا رشک نہ تھا داغ نہ تھا خار نہ تھا
ایک ہی جلوہ دکھا کے مجھے دھوکے میں نہ ڈال — دل کہے یار ہی تھا میں یہ کہوں یار نہ تھا

تیری مژگاں کی نہ تھی دست درازی مشہور — دل جھپٹ کر کسی رہ گیر کا چھینا ہوگا
حشر میں سر سے گزر جائے گا طوفاں جس کا — وہ ہماری ہی خجالت کا پسینا ہوگا
امتحاں کر کے ترا صاف پشیماں ہو کے — ہم نے جانا تھا رقیبوں سے بھی کینا ہوگا
تیرا دو روز کا وعدہ بھی نہیں حشر سے کم — ایک اک دن مجھے ایک ایک مہینا ہوگا

شامت مری جو میں نے مسیحا انھیں جانا — آئی تھی اجل درد کا درماں نہ ہوا تھا
فرہاد کے مرجانے کا مذکور نہ کیجے — کچھ آپ کی تلوار کا احساں نہ ہوا تھا
محشر میں بھی عشاق کا سر اُٹھنے نہ دیتا — دنیا میں بھلے کو ترا احساں نہ ہوا تھا
کیسا ہی زمانہ ہو مگر دوست دل اپنا — ہوگا نہ ہوا ہے کسی عنواں نہ ہوا تھا
بے خود جو ہوا میں تو غضب ٹوٹ پڑا ہے — آئینہ تمھیں دیکھ کے حیراں نہ ہوا تھا
اُس وعدہ فراموش کا اللہ رے تغافل — گویا نہ کیا تھا کبھی پیماں نہ ہوا تھا

دل داغ نے کیوں خاک کیا صبر ہی کرتا
اتنا نہ ہوا تھا کوئی خواہاں نہ ہوا تھا

لڑتی ہیں کچھ عجب انداز سے نیچی نظریں — کوئی آئینہ ہوا آپ کا زانو نہ ہوا
نام رکھتے ہیں مسیحا کو وہ یہ کہہ کہہ کر — لب پر اعجاز ہوا آنکھ میں جادو نہ ہوا
ایک دن غیر کے پہلو میں اُنھیں دیکھا تھا — جب سے وہ بات نہ کی جس میں کہ پہلو نہ ہوا
دل کا جویا ہے یہاں تک تو وہ دلبر میرا — مول تصویر نہ لی جس میں کہ پہلو نہ ہوا
بدگمانی نے ہمیں رات کو آوارہ کیا — کہ جہاں ہم گئے اے شوخ وہاں تو نہ ہوا

سچ تو یہ ہے کہ مزا شوق کا انکار سے ہے — شوق سا شوق رہا جب اُنھیں انکار رہا
لطف فرما جو وہ رہتا تو ٹھکانا ہی نہ تھا — عین حکمت تھی وہ کافر جو دل آزار رہا

داغ دل کا نہ چھپا داغ بہت ڈالی خاک
شمع بن کر مرے مرقد پہ نمودار رہا

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

نہ بنا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ
مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھ کے زانو اپنا

حق میں عاشق کے بھلا ہو کہ برا ہو کچھ ہو
فائدہ دیکھ لیا کرتے ہیں خوش رو اپنا

وہی ہم تھے کہ جو روتوں کو ہنسا دیتے تھے
اب یہ ہے حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

یہ وہ گھر ہے کہ خوشی کا تو یہاں کیا مذکور
غم بھی آیا تو مرے دل میں بہت شاد آیا

رات بھر شور رہا ہے ترے ہمسائے میں
کس کے ارمان بھرے دل کو خدا یاد آیا

عارض آئینہ جبیں آئینہ رخ آئینہ
اپنا منہ دیکھنے آگے ترے بہزاد آیا

میرے نالے نے سنائی ہے گھڑی کس کس کو
منہ فرشتوں پہ یہ گستاخ پہ آزاد آیا

داغ کو تم نے بھلایا ہے کچھ ایسا دل سے
وہ تو کیا شعر بھی اس کا کبھی یاد آیا

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

ہم تو برباد ہوئے عشق میں اپنے ہاتھوں
کوئی بدخواہ نہیں اپنے سے بڑھ کر اپنا

عشق کا لطف تو جب ہے کہ مجھے وہ ڈالیں
زندگی اپنی خضر بخت سکندر اپنا

وہ ہمیں تھے کہ ترے جور سے گھبراتے تھے
وہ ہمیں ہیں کہ تقاضا ہی برابر اپنا

روز جاتا ہوں نئے روپ سے اس کے در پر
روز رکھتا ہوں نیا نام بدل کر اپنا

ہم کسی کام میں تقدیر کے قائل ہی نہ تھے
کچھ نہ بن آئی تو کہتے ہیں مقدر اپنا

ہم فقیروں کو کہاں چین کہ وہ کہتے ہیں
میرے در پر سے اٹھا لیجئے بستر اپنا

سخت جانوں کا تو مشکل سے گلا کٹتا ہے
پہلے پتھر پہ لگا لیجئے خنجر اپنا

وہ زمانہ بھی تمھیں یاد ہے تم کہتے تھے
دوست دنیا میں نہیں داغ سے بہتر اپنا

خوشا وہ زمانہ کہ تھا دل کا ...
نہ مایوس رہنا نہ مانوس ہنسا

پوچھے کوئی مزاج تو اللہ رے غرور — کہتے نہیں وہ شکر ہے پروردگار کا
رہتی تھی اُس کی یاد وہ راتیں کدھر گئیں — اب مجکو انتظار ہے اُس انتظار کا
میں بدگمان اُس سے زیادہ خدا کی شان — ہے اعتبار اُس کو مرے اعتبار کا

غش کھا کے داغ یار کے قدموں پہ گر پڑا
بے ہوش نے بھی کام کیا ہوشیار کا

ہم بوسہ لے کے اُن سے عجب چال کر گئے — یوں بخشوا لیا کہ یہ پہلا قصور تھا
رکھا جو تشنہ لب مجھے ساقی تو نے سیر تھی — جس کو نظر لگی وہی پیمانہ چور تھا
دیکھا سلف سے آج تک انصاف عشق کا — تقصیر وار تھا وہی جو بے قصور تھا

نکلی پیام بر کی زباں سے نہ کوئی بات — کم بخت اُس کے سامنے گم ہو کے رہ گیا
جانا اُسی کو میں نے یہ پورا ہے آشنا — جو تیر میرے دل سے بہم ہو کے رہ گیا
پورا ہوا نہ ایک بھی دل کا مسوّدہ — فرسودہ لاکھ بار قلم ہو کے رہ گیا

نیند آتی نظر آتی تا حشر نہیں ہم کو — دیکھا ہے پریشان سا کچھ رات کو خواب ایسا
پوچھا تھا محبت میں ہوتا ہے قلق کیسا — قسمت نے کہا دکھلائے خانہ خراب ایسا
قسمت نے مری پایا جو رنج محبت میں — دوزخ کے بھی حصّے میں آیا نہ عذاب ایسا
میں شوق میں بے خود ہوں وہ غیر سے کہتے ہیں — کر دیتی ہے انسان کو بدمست شراب ایسا
جب خواب میں آتے ہو منہ مجھ سے چھپاتے ہو — مشتاق سے شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا

(آفتاب داغ)

دنیا بھی اک بہشت ہے اللہ رے کرم — کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا
مجکو نہ کیوں کہ اُسکی غلامی پہ فخر ہو — محمود ایک بردہ ہے جسکے ایاز کا

کونین جس کے ناز سے چکرا رہے ہیں داغ
میں ہوں نیاز مند اُسی بے نیاز کا

عیب نکلا جو ہنر پیدا کیا — ہم نے کھو یا جس قدر پیدا کیا
کھو سے دیتا ہے سبھی کچھ دنیا سے وہ — جس کو میں نے ڈھونڈھ کر پیدا کیا

آسماں تو آسماں ہی رہ گیا
نام تو نے فتنہ گر پیدا کیا

شرم ہے پیدا کئے کی اسکے ہاتھ
جس نے مجکو بے ہنر پیدا کیا

عشق نے کیا کیا دکھائے شعبدے
دل ادھر کھویا اُدھر پیدا کیا

چٹکیاں لینے لگا کچھ دل میں درد
عشق نے کم کم اثر پیدا کیا

ہائے رے میں واہ کیا کہنا مرا
رنج اُن کو چھیڑ کر پیدا کیا

ڈھونڈھتے پھرتے ہو بازار میں کیا ہم دینگے
مفت ہاتھ آئے تو فرماؤ وہ سودا کیسا

وہی جنّت ہے جو وحشت میں کہیں دل بہلے
لوگ صحرا کو لئے پھرتے ہیں صحرا کیسا

نامہ بر تو نے بھی دیکھا ہے اُسے سچ کہنا
گات کیسی ہے پھبن کیسی ہے نقشا کیسا

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو ظاہر نہ کریں
لوگ کرتے ہیں بڑی بات کا چرچا کیسا

تیرے قربان کوئی دم یہی تکرار رہے
دل ہمارا ہے ہمارا ہے تمھارا کیسا

ہم حقیقت میں سمجھتے ہیں اسے تکیہ کلام
آپ دل لے کے کہے جائیے کیسا کیسا

غیر کے غم میں وہ خاموش تھے میں نے پوچھا
جی ہے کیسا تو کہا تیرا کلیجا کیسا

تم سلامت ہو تو ہر روز قیامت ہوگی
ہم بھی دیکھیں گے تماشے پہ تماشا کیسا

جاں نثاروں کو نہ دیکھا یہ بہانا رکھکر
جان پر کھیلنے والوں کا تماشا کیسا

اے قیامت تجھے کیا آنکھ اُٹھا کر دیکھوں
بس رہا ہے مری آنکھوں میں تماشا کیسا

مجھسے بھی دل نہ لیا غیر کی بھی جان نہ لی
آگیا ہے یہ تمھیں اپنا پرایا کیسا

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

میں نے دیکھا اُن کی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہو گیا جاتا رہا

دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈھنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا

اچھّی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک جھانک
رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا

داغ کچھ درہم نہ تھا جس کا انھیں ہوتا ملال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا

بتوں نے ہوش سنبھالا جہاں شعور آیا / بڑے دماغ بڑے ناز سے غرور آیا
اُسے حیا ادھر آئی اُدھر غرور آیا / مرے جنازے کے ہمراہ دور دور آیا
تمھاری بزم تو ایسی ہی تھی نشاط افزا / رقیب نے بھی اگر پی مجھے سرور آیا
پیامبر تری باتوں میں ہم کب آتے ہیں / وہاں ضرور گیا اور تو ضرور آیا
کسی نے جرم کیا مل گئی سزا مجکو / کسی سے شکوہ ہوا مجھ پہ منہ ضرور آیا
جو خُم کو جوش تو ساغر کو آگیا چکر / مرے ہی دل کو نہ اُس بزم میں سرور آیا
کہیں تھی راہ نمائی کہیں تھی راہ زنی / کہیں ملا کہیں میں کارواں سے دور آیا
بنے ہو بزم میں ساقی تو یہ خیال رہے / کسے سرور نہ آیا کسے سرور آیا

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا / وہ کافر صنم کیا خدا ہے کسی کا
دعا مانگ لو تم بھی اپنی زباں سے / کہ پورا ہو جو مدعا ہے کسی کا
ادھر آ کلیجے سے تجکو لگالوں / تجھی پر تو دل آگیا ہے کسی کا
کسی کی تپش میں خوشی ہے کسی کی / کسی کی خلش میں مزا ہے کسی کا
ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ / مقدر بہت نارسا ہے کسی کا
تمھیں اس سے کیا بحث کیوں پوچھتے ہو / کوئی تذکرہ ہو رہا ہے کسی کا
مری بزم میں آکے وہ پوچھتے ہیں / بُرا حال ہم نے سنا ہے کسی کا
ستم ہی کئے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر / ہمیں حوصلہ دیکھنا ہے کسی کا
بچے جان کس طرح تیری ادا سے / قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا
مری التجا پر بگڑ کر وہ بولے / نہیں مانتے اس میں کیا ہے کسی کا
وہ کرنے لگے ہیں قیامت کی باتیں / یہ سچ ہے تو بس فیصلا ہے کسی کا
سنا کرتے ہیں چھیڑ کر گالیاں ہم / وگرنہ کوئی سر پھرا ہے کسی کا
بظاہر نہ جانے نہ جانے نہ جانے
سمجھے داغ دل جانتا ہے کسی کا
عدم میں بھی یاروں کو ہم نے تو ڈھونڈھا / نشاں ہے نہ کوسوں پتا ہے کسی کا

اُسی نے بنایا ہے اپنا کسی کو ۔۔۔ جو دل سے کوئی ہو رہا ہے کسی کا
تمھیں فکر کیوں رنج کیوں لاگ کیوں ہے ۔۔۔ کسی سے اگر واسطا ہے کسی کا
وہ کب تک رہے گا زمانے کا دشمن ۔۔۔ ہمیشہ زمانہ رہا ہے کسی کا؟
تجاہل تغافل سے دزدیدہ نظریں ۔۔۔ یہ کیا دیکھنا، دیکھنا ہے کسی کا

غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا ۔۔۔ جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا
اُن کے گھر داغ جا کے دیکھ لیا ۔۔۔ دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا
اِدھر آئینہ ہے اُدھر دل ہے ۔۔۔ جس کو چاہا اُٹھا کے دیکھ لیا
اُن کو خلوت سرا میں بے پردہ ۔۔۔ صاف میدان پا کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

وہ اثر جس کو دل ترستا تھا ۔۔۔ آگے آگے دعا کے دیکھ لیا
اب خریدار ہی نہیں کوئی ۔۔۔ مول اپنا بڑھا کے دیکھ لیا
نہ لیا اُس نے خط شرارت سے ۔۔۔ نامہ بر کو بلا کے دیکھ لیا
غیر کو ساتھ لے کے ہم ڈوبے ۔۔۔ آپ نے ضد دلا کے دیکھ لیا
کیجئے بزم سے ہمیں رخصت ۔۔۔ جو سنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
حُسن کمیاب نغمہ ہے نایاب ۔۔۔ شہر در شہر جا کے دیکھ لیا
رشک ہے نامہ بر نے اُس کا جمال ۔۔۔ میری آنکھوں سے جا کے دیکھ لیا

جس نے ہمارے دل کا نمونا دکھا دیا ۔۔۔ اُس آئنے کو خاک میں اُس نے ملا دیا
جو کچھ ہوا تو دل مجھے اے بے وفا دیا ۔۔۔ تقدیر نے بگاڑ دیا یا بنا دیا
ناوک ابھی ہے شست میں صیاد کی مگر ۔۔۔ اُٹھتی ہیں اُنگلیاں وہ نشانہ اڑا دیا
رکھتے ہیں ایسے چاند کو تو غیر بھی عزیز ۔۔۔ یوسف کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرا دیا
ملتے ہیں تیرے چاہنے والے ہیں میری ڈھنگ ۔۔۔ جو تجھ پہ مٹ گیا مجھے اُس نے مٹا دیا

اپنی تو زندگی ہے تغافل کیوجہ سے ۔۔۔ وہ جانتے ہیں خاک میں ہم نے ملا دیا
وہ ناز سے زمین پہ رکھتے نہیں قدم ۔۔۔ تعریف کرکے اور بھی ہم نے اڑا دیا
کام آگیا ہجوم رقیبوں کا بزم میں ۔۔۔ اُس فتنہ گر کی آنکھ سے مجکو چھپا دیا
یوں ہوگئی نجات یہ تدبیر بن پڑی ۔۔۔ ناصح کو ہم نے غیر کے پیچھے لگا دیا
انسان جانتے تو نہ لکھتے وہ یہ جواب ۔۔۔ کیا جانے نامہ بر نے تجھے کیا بتا دیا

کچھ تو قاتل کا تبسّم نمک افشاں ہوتا ۔۔۔ کیا ہی پھیکا مرے زخموں سے نمک داں ہوتا
گر مرے ہاتھ تری بزم کا ساماں ہوتا ۔۔۔ میزباں میں کبھی ہوتا کبھی مہماں ہوتا
عشق تاثیر جو کرتا تو نہ پنہاں ہوتا ۔۔۔ رنج میرا ترے چہرے سے نمایاں ہوتا
دل کو آسودہ جو دیکھا تو اُنھیں ضد آئی ۔۔۔ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ پریشاں ہوتا
خلد میں بند رہے عیش کے سامان بیکار ۔۔۔ لطف جب تھا کہ یہ مجموعہ پریشاں ہوتا
بے نیازی جو ہوئی میری تمنا سے ہوئی ۔۔۔ مجکو ارماں جو نہ ہوتا تجھے ارماں ہوتا
کیا غضب ہے نہیں انساں کو انسان کی قدر ۔۔۔ ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہوتا
کون مدّت سے ہی عادت تجھے تنہائی کی ۔۔۔ پاس فردوس کے سنسان بیاباں ہوتا

داغ کو ہم نے محبّت میں بہت سمجھایا
وہ کہا مان نہ لیتا اگر انساں ہوتا

تو ہے مشہور دل آزار یہ کیا ۔۔۔ تجھ پر آتا ہے مجھے پیار یہ کیا
جانتا ہوں کہ مری جاں ہے تو ۔۔۔ اور میں جان سے بیزار یہ کیا
پاؤں پر اُن کے گرا میں تو کہا ۔۔۔ دیکھ ہشیار خبردار یہ کیا
تیری آنکھیں تو بہت اچھّی ہیں ۔۔۔ سب انھیں کہتے ہیں بیمار یہ کیا
کیوں؟ مرے قتل سے انکار یہ کیوں ۔۔۔ اس قدر ہے تمھیں دشوار یہ کیا
سر اُڑاتے ہیں وہ تلواروں سے ۔۔۔ کوئی کہتا نہیں سرکار یہ کیا

باتیں سنئے تو پھڑک جائیے گا
گرم ہیں داغ کے اشعار یہ کیا

اسکی محفل سے کہوں کیا دلکو کیوں کر لے چلا / ہار کر اک بار چھوڑا پھر مکرّر لے چلا
نالہ چُن کر دل کی باتیں دل سی باہر لے چلا / یہ بشارت یہ خبر یہ مژدہ گھر گھر لے چلا
یہ چل دیا وہ شعبدہ گر میں یہی کہتا رہا / اس کو لینا وہ کوئی دل کو چرا کر لے چلا
دل کی باتیں دل ہی جانے بے خودی ہو شوق میں / کس طرح لایا خدا جانے یہ کیونکر لے چلا
پھر بُلایا پھر کہا کچھ پھر اُسے رُخصت کیا / نامہ بر جب حسرتوں کا میری دفتر لے چلا
کیا ہوا کس سخت جاں سے ہو گئی قاتل کو لاگ / چھانٹ کر دس بیس میں جو ایک خنجر لے چلا
آدمی کی کیا ہے طاقت جو ہوا کا ساتھ دے / ٹھوکریں کھا کر گرا جب مجکو رہبر لے چلا
آنسوؤں کا قافلہ چلنے لگا نالے کیساتھ / یہ جرس آواز پر اپنی لگا کر لے چلا
اُس کی چتوں پھرتے ہی محفل میں ہل چل پڑ گئی / مضطرب کو مضطرب مضطر کو مضطر لے چلا

یہ حسیں یہ مہ جبیں یہ شہر ایسی لہر بہر
داغ کلکتّے سے لاکھوں داغ دل پر لے چلا

دیکھ لے گا یہ مزا حشر میں جو جائے گا / آپ جو حکم کریں گے وہی ہو جائے گا
لے کے دل دو گے تو دو پھر مجھے ہو جائے گا / تم ذرا اُس سے بھی یہ پوچھ تو لو جائے گا
چین آئے اسے تکیہ ترے سر کا بن کر / کاٹ ڈالوں گا مرا ہاتھ جو سو جائے گا
غیر آیا ہے عیادت کو اگر آنے دو / وہ بھی کم بخت مری جان کو رو جائے گا
آسماں ہو کہ زمانہ ہو غرض کوئی ہو / تم جسے دوست بنا لو گے وہ ہو جائے گا
کیوں نگہبان بنے آپ پرائے دل کے / مفت کا مال ہے کھو جائے تو کھو جائے گا
حشر تک بات نہ جائے گی جو تم چاہو گے / گھر کا گھر ہی میں ابھی فیصلہ ہو جائے گا
یہ وہ حالت ہے کہ ہنستوں کو رُلا دیتی ہے / جو ہنسانے مجھے آئے گا وہ رو جائے گا
فیصلہ آج کئے لیتے ہیں جو کچھ ہو جائے / نہ سہی ہاں سے خوشی رنج تو ہو جائے گا
روز جمتی ہیں صفیں نامہ بروں کی بیکار / نہیں جمتا وہ مرے ذہن میں جو جائے گا
خط کی لوں نقل کہ قاصد کی اُتاروں تصویر / یہ بھی کم ہو گا مرا نامہ بھی کھو جائے گا
وصل کے باب میں کی عرض تو ہنس کر بولے / کیوں مرے جاتے ہو ہو جائے گا ہو جائے گا

رُکے جو کام تو بے داد رس نہیں چلتا — پرائے بس میں ہے کچھ اپنا بس نہیں چلتا
ہمارے سینے میں پہروں نفس نہیں چلتا — جب اُس نے روک دیا کہکے بس نہیں چلتا
بہت ہمارے پھڑکنے سے تنگ ہے صیاد — کہ چارون سے زیادہ قفس نہیں چلتا
گزر گئے ہیں جو دن پھر نہ آئیں گے ہرگز — کہ ایک چال فلک ہر برس نہیں چلتا
وہ شہسوار بہت اپنے دل میں حیراں ہے — کہ میری خاک سے آگے فرس نہیں چلتا
وہ بدگماں ہے وہ بے نازنیں مرا صیاد — کہ اپنے ہاتھ میں لے کر قفس نہیں چلتا
کبھی ادھر تو کبھی ہے اُدھر وہ شاہ سوار — یہ بانکپن ہے کہ سیدھا فرس نہیں چلتا

ملے جو داغ تو کیسا بنائیں ٹھیک اُسے
ہزار کوس سے کچھ اُن کا بس نہیں چلتا

کہو جب تم کہ ہے بیمار میرا — تو کیوں کر دور ہو آزار میرا
بُرائی میں بھی ہو گا کوئی مطلب — وہ کرتے ذکر کیوں بے کار میرا
مجھے کوسیں بلا سے گالیاں دیں — مگر وہ نام لیں ہر بار میرا
کہوں گا حشر میں یہ کون میں کون — مزا دے جائے گا انکار میرا
قیامت ہے سنے وہ سر جھکائے — خدا کے سامنے اظہار میرا

مجھے تم جانتے ہو داغ ہوں میں
کہیں جاتا ہے خالی وار میرا

ایک ہی شکوے میں ساماں وصل کا برہم ہوا — کیا ہنسی میں رنج پھیلا کس خوشی میں غم ہوا
ناامیدی تیرے صدقے تو نے دی راحت مجھے — کم ہوا جب ایک ارماں ایک دشمن کم ہوا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا — زندگانی کا مزا جاتا رہا
وہ قسم کھاتے ہیں اب ہر بات پر — بدگمانی کا مزا جاتا رہا
خواب میں تیری تجلّی دیکھ لی — لن ترانی کا مزا جاتا رہا
چھٹ سکے برسات میں کیونکر سبو — سرد پانی کا مزا جاتا رہا
درد نے اُٹھ کر اُٹھایا بزم سے — ناتوانی کا مزا جاتا رہا

کوئی تجھ پر بے غرض مرتا نہیں
جاں فشانی کا مزا جاتا رہا

آپ وہ اپنے نگہباں بن گئے
پاسبانی کا مزا جاتا رہا

دوسرا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ
سخت جانی کا مزا جاتا رہا

نامہ بر نے سے گئے سارے پیام
منہ زبانی کا مزا جاتا رہا

کوئی دن کی اب ہوا کھاتے ہیں ہم
دانے پانی کا مزا جاتا رہا

حشر میں بھی مبتلا اُس پر جہاں ہو جائے گا
جو یہاں ہوتا ہے وہ اکدن وہاں ہو جائیگا

دل سے بھی باتیں نہیں کرتا کبھی میں اسلئے
وہ ستمگر بدگماں یہ رازداں ہو جائے گا

آستیں سے پونچھ لے بہتے ہوئے آنسو مرے
ہاتھ تیرا مجھ پر اے قاتل رواں ہو جائے گا

اُن کے گھر سے جب بگڑ کر میں چلا تو یہ کہا
آپ کے جانے سے کیا سونا مکاں ہو جائیگا

داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ تیرے عشق میں
ہائے ایسا شخص یوں بے خانماں ہو جائیگا

کچھ تازہ مزا شوق کا حاصل نہیں ہوتا
ہر روز نئی آنکھ نیا دل نہیں ہوتا

انکار رہا خواب میں بھی وصل سے اُس کو
معشوق کسی حال میں غافل نہیں ہوتا

ایسا تو نہ ہو حشر میں تکرار کی ٹھہرے
تو اپنی خطا پر کبھی قائل نہیں ہوتا

جس آئنے کو دیکھ لیا قہر سے اُس نے
اُس آئنے سے کوئی مقابل نہیں ہوتا

کیا عشق سے نفرت ہے کہ وہ پوچھ رہے ہیں
کوئی بھی وہ بستی ہے جہاں دل نہیں ہوتا

غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خوں ریز
تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا

انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بے وجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا

میں دل سے بھی ہشیار جگر سے بھی خبردار
جب آنکھ لگاتا ہوں تو غافل نہیں ہوتا

رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا کبھی ہوتا ہے کبھی دل نہیں ہوتا

مرنے ہی پہ جب آئے تو کیوں ڈوب کے مرئیے
کیا خاک میں مل جانے کو ساحل نہیں ہوتا

اے داغ کس آ[illegible]ت میں ہوں کچھ بن نہیں آتی
وہ چھپتے نہیں [illegible] سے جدا دل نہیں ہوتا

تیرے کوچے میں بپا ہے حشر کیوں — ہو گیا خالی عدم آباد کیا
اُنکی صورت دیکھتے رہتے ہیں ہم — دیکھئے کس وقت ہو ارشاد کیا
دل میں طاقت ہو تو سب کچھ ہو سکے — عرش تک جاتی نہیں فریاد کیا

داغ شب کو زہر کھا کر مر گیا
لو اُٹھو بیٹھے ہوئے ہو شاد کیا

دیکھ لینا کہ حشر کا میدان — میرے حاضر جواب نے مارا
یاد کرتے ہو غیر کے اشعار — ہائے اس انتخاب نے مارا
دل لگاوٹ نے کر دیا بسمل — اور پھر اجتناب نے مارا
مجھ کو بے تاب دیکھکر بولے — آپکے اضطراب نے مارا

ہم جیسے ہیں ایسا کوئی دانا نہیں پایا — تم جیسے ہو ایسا کوئی ناداں نہیں دیکھا
راحت کے طلبگار ہزاروں نظر آئے — محشر میں کوئی جور کا خواہاں نہیں دیکھا
اُس بت کی محبت میں قیامت کا مزا ہے — کافر کو کبھی دوزخ میں پشیماں نہیں دیکھا
کہتے ہو کہ بس دیکھ لیا ہم نے ترا دل — دل دیکھ لیا اور پھر ارماں نہیں دیکھا
محشر میں وہ نادم ہو خدا یہ نہ دکھائے — آنکھوں نے کبھی اُس کو پشیماں نہیں دیکھا
جو دیکھتے ہیں دیکھنے والے ترے انداز — تو نے وہ تماشا ہی مری جاں نہیں دیکھا
ہر چند ترے ظلم کی کچھ حد نہیں ظالم — پر ہم نے کسی شخص کو نالاں نہیں دیکھا
تم کو مرے مرنے کی یہ حسرت یہ تمنا — اچھوں کو بری بات کا ارماں نہیں دیکھا
لو اور سنو کہتے ہیں وہ دیکھ کے مجھکو — جو حال سنا تھا وہ پریشاں نہیں دیکھا
تم منہ سے کہے جاؤ کہ دیکھا ہے زمانہ — آنکھیں تو یہ کہتی ہیں کہ ہاں ہاں نہیں دیکھا
کہتی ہے مری قبر پہ رو رو کے محبت — یوں خاک میں ملتے ہوئے ارماں نہیں دیکھا

کیوں پوچھتے ہو کون ہے یہ کس کی ہے شہرت
کیا تم نے کبھی داغ کا دیواں نہیں دیکھا

میرے ہی دم سے زندہ ہی آزار عشق کا — میں مر گیا اگر تو یہ آزار مر گیا
بد تر ہے موت سے بھی زیادہ یہ زندگی — وہ جی گیا جو عشق کا بیمار مر گیا
جس سے کیا ہے آپ نے اقرار جی گیا — جس نے سنا ہے آپ سے انکار مر گیا

کس بے کسی سے داغ نے افسوس جان دی
پڑھ کر ترے فراق کے اشعار مر گیا

ہمارے دل نے وہ تنہا اُٹھا لیا ظالم — ترا ستم جو نہ اک روزگار سے اُٹھا
ہوا نہ پھر کہیں روشن یہ رشک تو دیکھو — کوئی چراغ جو میرے مزار سے اُٹھا
ہوا ہے خون کے چھینٹوں سے پیرہن گلزار — ترے شہید کا لاشہ بہار سے اُٹھا
تمھارے جھوٹ نے بے اعتبار سب سے کیا — کہ جیسے ایک سے اُٹھا ہزار سے اُٹھا

عدو کی بزم میں دیکھو تو داغ کے تیور
ذلیل ہو کے بڑے افتخار سے اُٹھا

ہر دم یہ شوق ہے اسے قربان کیجئے — میں وصل میں بھی جان سے بیزار ہی رہا
زاہد کی توبہ تو بہ رہی گھونٹ گھونٹ پر — سنو تو تلیں اُڑا کے بھی ہشیار ہی رہا
صدقے میں تم نے چھوڑ دیے ہیں بہت اسیر — میں بھی رہا ہوا کہ گرفتار ہی رہا
لذّت وفا میں ہے نہ کسی کی جفا میں ہے — دلدار ہی رہا نہ دل آزار ہی رہا

کہتے ہیں جل کے غیر محبت سے داغ کی
معشوق اس کے پاس وفادار ہی رہا

معلوم ہے تھا یوں تری باتوں میں ہی لگاوٹ — آغاز میں کیا عشق کا انجام نکلتا
دشمن کی ندامت نے انھیں پیار دلایا — اے کاش مرے ذمّے بھی الزام نکلتا
پیغام بر اُس شوخ کو لا، یا مجھے لے چل — خالی تری باتوں سے نہیں کام نکلتا

حیرت سے ترے دیکھنے والوں کی یہ شکل — جس شخص نے دیوار کو دیکھا اُسے دیکھا
عاشق کو نہیں دیکھتے ہیں دیکھنے والے — ہر مرتبہ تلوار کو دیکھا اُسے دیکھا

وہ آنکھ دکھائیں یہ تمنا نہیں ہم کو — جیسے کسی بیمار کو دیکھا اُسے دیکھا

اے داغ اُسی شوخ کے مضمون بھرے ہیں
جس نے مرے اشعار کو دیکھا اُسے دیکھا

وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا — ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا
زمانے کے چلن سیکھے ہیں تو نے — کسی کا دوست ہے دشمن کسی کا
کہا غنچے سے مرجھا کر یہ گل نے — ہمیشہ کب رہا جوبن کسی کا
پڑا تھا ہائے کس کم بخت کا ہاتھ — کہ ہے نکلا ہوا دامن کسی کا
کلیجا تھام لوگے جب سنوگے — نہ سنوا اے خدا شیون کسی کا
مرے ماتم میں وہ آئیں تو کہنا — کریں غم آپ کے دشمن کسی کا
کسی کا دم نکلتا ہے کسی سے — کسی پر حال ہے روشن کسی کا

وہ پہروں دیکھتے ہیں داغ کے داغ
کسی کی سیر ہے گلشن کسی کا

مہتاب داغ

یارب ہے بخشش دینا بندے کو کام تیرا — محروم رہ نہ جاے کل یہ غلام تیرا
جب تک ہے دل بغل میں ہر دم ہو یاد تیری — جب تک زباں ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا — احمدؐ رسول تیرا مصحف کلام تیرا
ہے تو ہی دینے والا پستی سے دے بلندی — اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا
محروم کیوں رہوں میں جی بھر کے کیوں نہ لوں میں — دیتا ہے رزق سب کو ہے فیض عام تیرا

یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کا
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا — یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا
تم بھی منہ چوم لو بے ساختہ پیار آجائے — میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ — ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

میری آغوش سے کیا ہی وہ تڑپ کر نکلے — اُن کا جانا تھا الٰہی کہ یہ جانا دل کا
حور کی شکل ہو تم نور کے پتلے ہو تم — اور اس پر تمھیں آتا ہے جلانا دل کا
چھوڑ کر اس کو تری بزم سے کیونکر جاؤں — اک جنازے کا اٹھانا ہے اٹھانا دل کا
بے دلی کا جو کہا حال تو فرماتے ہیں — کر لیا تو نے کہیں اور ٹھکانا دل کا

بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ میں آیا
وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

سبب کھلا یہ ہمیں اُن کے منہ چھپانے کا — اڑا نہ لے کوئی انداز مسکرانے کا
طریق خوب ہے یہ عمر کے بڑھانے کا — کہ منتظر رہوں تا حشر اُن کے آنے کا
چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو — کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا
جفائیں کرتے ہیں تھم تھم کے اس خیال سے وہ — گیا تو پھر یہ نہیں میرے ہاتھ آنے کا
سمائیں اپنی نگاہوں میں ایسے ویسے کیا — رقیب ہی سہی ہو آدمی ٹھکانے کا
تمھیں رقیب نے بھیجا کھلا ہوا پرچہ — نہ تھا نصیب لفافہ بھی آدھ آنے کا

دل مجھ سے ترا اے ستم گر نہیں ملتا — مر جاؤں گلا کاٹ کے خنجر نہیں ملتا
دو دن بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا — یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں ملتا
اے کاش ہم اب ٹھوکریں کھا کر ہی سنبھلتے — سر ملتے ہیں اُس کوچے میں پتھر نہیں ملتا
انکار سے اُمید ہے اقرار سے ہے یاس — جب وعدہ کیا پھر وہ مقرر نہیں ملتا
تصویر تو پیدا ہے مصور نہیں پیدا — آئینہ تو ملتا ہے سکندر نہیں ملتا
کیا عید کے دن بھی رمضاں ہے کہ جو ساقی — مجکو نہیں ملتا کوئی ساغر نہیں ملتا
محفل میں تری عید کے دن میرے گلے سے — وہ کون سا فتنہ ہے جو اُٹھ کر نہیں ملتا
پروانے کا بھی وقت ہے بلبل کا بھی موسم — مرتا ہوں جو معشوق گھڑی بھر نہیں ملتا
یا رب مرے اشکوں سے نہ تا حشر جدا ہو — اس قافلے سے کوئی بچھڑ کر نہیں ملتا
اس سے ہی کوئی وصل کی صورت نکل آتی — عکس آپ کا آئینے سے باہر نہیں ملتا

ہر وقت پڑھے جاتے ہیں کیوں داغ کے اشعار
کیا تم کو کوئی اور سخنور نہیں ملتا

حسینوں کی وفا کیسی جفا کیا — جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا
برا کہنے سے کہئے مدعا کیا — یہ سن کر چپ رہے گا دوسرا کیا
وہ دل کو چیر کر سو بار دیکھیں — نکلتا ہے ہمارا مدعا کیا
مری صحبت سے کیوں بچتے ہیں احباب — الٰہی جیتے جی بس مر گیا کیا
عدو ہو وصل ہو میرے گلے ہوں — ترے دل میں بھی ہیں ارمان کیا کیا
کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا — کبھی کہنا اسے یہ ہو گیا کیا

کہا ظالم نے سن کر داغ کا حال
بہت اچھے ہیں اُن کا پوچھنا کیا

تعریف پر مری یہ الجھنا سخن میں کیا — پھرتا ہے نام غیر کا تیرے دہن میں کیا
فتنہ، فساد، رشک، تغافل، غرور، ناز — اس کے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا
ہیں خلد میں ہوں اور نکیرین قبر میں — خالی کفن پڑا ہے دھرا ہے کفن میں کیا
قاصد کے فیصلے سے مرے ہوش اڑ گئے — کیا جانے کہدیا اسے دیوانہ پن میں کیا
اُس بے وفا کے شکوے سے بے چین ہو گیا — پہنچا مبر کے آگ لگی تن بدن میں کیا
تجھکو بھی ہے خبر ترے ملنے کے ڈھنگ ہیں — خلوت میں کیا خیال ہیں کیا انجمن میں کیا

برا ہے شاد کو ناشاد کرنا — سمجھ کر سوچ کر بیداد کرنا
نہیں آتا ہمیں برباد کرنا — یہ پھر کہنا یہ پھر ارشاد کرنا
عدو کے غم میں یوں فریاد ہر وقت — بھلا دوں گا تجھے ہیں یاد کرنا
مرے صیاد کو اک کھیل ٹھہرا — پھنسا کر دام میں آزاد کرنا
جو آنکھوں میں ہے دل میں ہو وہی تو — الٰہی دونوں گھر آباد کرنا

ہیں کسی دن جو عنایت سے بلایا جاتا — پیشتر تجھ سے تجھے چھوڑ کے سایا جاتا
شوق ایسا کہ تری راہ میں مر کر بھی چلوں — ضعف ایسا کہ نہیں جان سے جایا جاتا

وہ خریدار ہی دل کے نہ ہوے کیا کیجے — ہم بھی کچھ دیتے کچھ اُن کو بھی دبایا جاتا
فتنہ سازی مرے دل کی بھی قیامت ہوتی — گر ترے کوچے کی مٹّی سے بنایا جاتا
اُن کی محفل میں رقیبوں نے کسے آوازے — بولتا میں تو گلا میرا دبایا جاتا

چھوڑتا مجکو نہ بسمل وہ مگر چھوڑ دیا — سر پر احسان رہے اس لئے سر چھوڑ دیا
یہ تلوّن مرے صیّاد کا دیکھے کوئی — کہ ادھر دل کو پھنسایا تو اُدھر چھوڑ دیا
لے گئی تھی ترے دیوانے کو گھر سے وحشت — نہیں معلوم کہ جنگل میں کدھر چھوڑ دیا
غیر کے حال سے مطلب جو ہمارا نکلا — اُس نے وہ ذکر جو تھا آدھا پھر چھوڑ دیا
نامہ بر غنڈہ نہ چھٹتا کبھی اُس سے لیکن — پڑھ کے خط سوچ کے کچھ سن کی خبر چھوڑ دیا
آپ پھنس جائیں گے ہم آپ نہ تکلیف کریں — یہ تو فرمایئے دو دن میں اگر چھوڑ دیا

غیر کا میں بھی اگر چاہنے والا ہوتا — ڈھنگ اس چاہ کا دنیا سے نرالا ہوتا
جان اے کاش محبت میں سنبھل کر جاتی — موت کی موت سنبھالے کا سنبھالا ہوتا
تیشہ فرہاد نے بے کار سنبھالا اے عشق — کام بنتا جو ذرا دل کو سنبھالا ہوتا
ساتھ عشاق کے یہ پھر بھی نہ کرتا نرمی — آسماں گر ہمہ تن روئی کا گالا ہوتا
ہم سے یوسف کا بیاں ہی نہ کیا واعظ نے — ورنہ ہر بات میں تیرا ہی حوالا ہوتا
کچھ قیامت تو نہ تھی ہجر کی شب اے تقدیر — اس بلا کو کسی تدبیر سے ٹالا ہوتا
سن کے اللہ کی تعریف کہا اُس بت نے — تو نے ہم میں تو کوئی عیب نکالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا — دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
نامہ بر دیکھکے تیور اُنھیں خط دینا تھا — باتوں باتوں میں فقط کام نکالا ہوتا

غرض کس کو کرے ماتم ہمارا — مبارک ہو ہمیں کو غم ہمارا
خدا ہی کچھ سنبھالے تو یہ سنبھلے — مزاج اب ہو گیا برہم ہمارا
لٹا رکھی ہے جاں ایسی جفا پر — کوئی دیکھے ذرا دم خم ہمارا
خوشی نے بزم میں کیا رنگ بدلا — کہ تم سے بڑھ کے ہے عالم ہمارا
دیئے جا اے فلک پورا ہی آزار — نہ قسمت سے ہے حصّہ کم ہمارا

کہیں اُلجھا ہوا ہے دل تمہارا — کہیں اٹکا ہوا ہے دم ہمارا
کسی کے آشنا ہوتے نہیں تم — ہوا کیوں کر تمہارا غم ہمارا
ترے عالم کو جب سے ہم نے دیکھا — تماشائی ہے اک عالم ہمارا

پھر اتنا بھی نہیں اے داغ کوئی
غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

لے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا — ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
اپنے دل کو بھی بتاؤں نہ ٹھکانا تیرا — سب نے جانا جو پتا ایک نے جانا تیرا
تو جو اے زلف پریشان رہا کرتی ہے — کس کے اُجڑے ہوئے دل میں ہے ٹھکانا تیرا
یہ سمجھ کر تجھے اے موت لگا رکھا ہے — کام آتا ہے بُرے وقت میں آنا تیرا
اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی — ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

داغ کو یوں وہ مٹاتے ہیں، یہ فرماتے ہیں
تو بدل ڈال ہوا نام پُرانا تیرا

دیکھے منصور اگر آج زمانہ تیرا — ہو انا الحق کی جگہ لب پہ ترانہ تیرا
داغ ہر ایک زبان پر ہو فسانہ تیرا — وہ دن آتے ہیں وہ آتا ہے زمانہ تیرا
تو نے مارا نہیں عاشق کو مگر یہ تو بتا — نام لیتا ہے مری جان زمانہ تیرا
اس سلیقے کی عداوت کہیں دیکھی نہ سنی — تو زمانے کا عدو دوست زمانہ تیرا

قسمت اُسکی ہے کہ جس نے اُسے پایا تنہا — خواب میں بھی تو مرے ڈر سے نہ آیا تنہا
میرے ہمراہ مرے دوست بھی غم کھاتے ہیں — خاک کھایا جو کسی شخص نے کھایا تنہا
کون بے کس کی زمانے میں خبر لیتا ہے — دل نے سینے میں بہت شور مچایا تنہا
ساتھ لا کر وہ رقیبوں کو یہ فرماتے ہیں — کیا سبب تھا جو تجھے تو نے بلایا تنہا

رازداروں کو رفیقوں کو خبر کرنی تھی
داغ تم نے تو وہاں رنگ جمایا تنہا

قبضہ کرتا ہے ہر اک حور شمائل اپنا　　آج ہم وقف کئے دیتے ہیں لو دل اپنا
یہ تڑپنے کا سبب اور بھی ہو جاتا ہے　　سوچتے ہی نہیں وہ موت کو بسمل اپنا
خاک میں اس کو ملائیں گے نہ دیں گے ہرگز　　آپ کا اس میں اجارہ تو نہیں دل اپنا

نہ کیا وعدہ رات کا پورا　　تو نہیں اپنی بات کا پورا
نیم جاں رہ نہ جاؤں لے قاتل　　وار کر اپنے ہات کا پورا
میں چلا کس خوشی سے مقتل کو　　کر کے ساماں برات کا پورا
ہے یہی دل دہی کی ساری بات　　وعدہ کر التفات کا پورا

بزم سے میں نہ سبک ہو کے کہیں اُٹھ جاؤں　　بوجھ احسان کا سر پر مرے بھاری رکھنا
زیب دیتی ہیں یہ مستانہ ادائیں کیا کیا　　بے پئے بھی تجھے آنکھوں کو خماری رکھنا
بو الہوس غیر ہیں یا ہم ہیں تمہیں منصف ہو　　کچھ لگی لپٹی نہ اُن کی نہ ہماری رکھنا

اس التفات پہ یہ تغافل ستم ہوا　　جتنا بڑھا تھا حوصلہ اتنا ہی کم ہوا
جاتا رہا ملاپ تو دونوں کو غم ہوا　　اتنا ہوا کہ مجکو سوا اُس کو کم ہوا
جب یہ سنا کہ داغ کا آزار کم ہوا　　زانو پہ ہاتھ مار کے بولے ستم ہوا
افسوس ہے رقیب نے کی آپ سے دغا　　مجکو بھی رنج آپ کے سر کی قسم ہوا

یہ میں ہزار جگہ حشر میں پکار آیا　　کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہگار آیا
وہ اس ادا سے وہاں جا کے شرمسار آیا　　رقیب پر مجھے بے اختیار پیار آیا
ترا ہی کوچہ ٹھکانا ہے خاکساروں کا　　جو زندہ آ نہ سکا میں مرا غبار آیا
مزے اُڑائے وہاں خوش رہا لیا انعام　　یہاں جو نامہ بر آیا تو اشکبار آیا
وہ بولے سچ تو نہ آیا کبھی یقیں مجکو　　دروغ وعدہ کیا اور اعتبار آیا
ہوا ملال جب اُن سے تو چھا گیا اندھیر　　کہ دل میں آتے ہی آنکھوں میں بھی غبار آیا
جو وجہ دیر کی پوچھی کہا یہ قاصد نے　　گزار نے تجھے مصیبت کے دن گزار آیا
اُڑاتے ہیں ملک الموت بھی تیر ڈھنگ　　ہزار بار بلایا تو ایک بار آیا

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھائیے قسمیں — مجھے یقین ہوا مجھکو اعتبار آیا
تمھاری شوخ مزاجی سے چھا گئی حیرت — تمھیں قرار نہ آیا مجھے قرار آیا
کہاں تھے شب کو تمھیں کچھ خبر بھی ہے کہ نہیں — کوئی پکارنے والا بہت پکار آیا
لگائیں لاش پہ تلواریں اُس نے مقتل میں — جو میرے بعد بھی آیا مرا ہی وار آیا

روئے انور نہیں دیکھا جاتا — دیکھیں کیوں کر نہیں دیکھا جاتا
کیا رہیں ہم کہ ترا چال چلن — پاس رہ کر نہیں دیکھا جاتا
لے پریشان نظری کیوں ہے تلاش — دل کے اندر نہیں دیکھا جاتا
کس کو یہ تاب کہ دیکھے غلطی — خط کو لکھکر نہیں دیکھا جاتا

توبہ کے بعد بھی خالی خالی — کوئی ساغر نہیں دیکھا جاتا
بارہا دیکھ لیا ہے اُس کو — اور اکثر نہیں دیکھا جاتا
ہم جہاں ہیں وہیں دیکھیں گے تجھے — ہم سے گھر گھر نہیں دیکھا جاتا
او مری نعش اٹھانے والے — آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا جاتا
اب یہ نوبت ہے کہ میرا صدمہ — اُن سے دم بھر نہیں دیکھا جاتا
خط مرا پھینک دیا یہ کہکر — ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا

مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال
بندہ پرور نہیں دیکھا جاتا

غم اُس پہ آشکار کیا ہم نے کیا کیا — غافل کو ہوشیار کیا ہم نے کیا کیا
وعدے پہ انتظار کیا ہم نے کیا کیا — جھوٹے کا اعتبار کیا ہم نے کیا کیا
ہاں ہاں تڑپ تڑپ کے گزاری تمھیں نے رات — تم نے ہی انتظار کیا ہم نے کیا کیا
کیا فرض تھا کہ صبر ہی کرتے فراق میں — کیوں جبر اختیار کیا ہم نے کیا کیا
ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا — کس کو صلاح کار کیا ہم نے کیا کیا
پہلے تو منفعل [illegible] — کیوں شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا

بہکا تمھارا ہاتھ ہمارا قصور کیا — خالی تمھیں نے وار کیا ہم نے کیا کیا
آئینہ کرکے صاف دل اپنا دکھا دیا — کیوں اُن کو شرمسار کیا ہم نے کیا کیا
فرقت میں ہم تو خونِ جگر بھی نہ کھا سکے — وہ دل نے زہر مار کیا ہم نے کیا کیا
رسوا کیا جو دل نے تو اب کہہ رہے ہیں داغ
دشمن کو راز دار کیا ہم نے کیا کیا

اس جفا کا جبھی مزا ملتا — کوئی تجھ کو اگر بُرا ملتا
زر ملا گھر ملا غلام ملا — میں نہ ملتا تو تم کو کیا ملتا
مدعی بن کے دل بغل میں رہا — کاش یہ دشمنوں میں جا ملتا
غیر سے مل کے کیا لیا تم نے — ہم سے ملتے تو کچھ مزا ملتا
تیرے کوچے میں چھوڑ آئے تھے — زندہ رہتا جو دل تو آ ملتا
عاشقی سے ملے گا اے زاہد — بندگی سے نہیں خدا ملتا
نامہ بر ڈر کے بھاگ آیا ہے — یا نہ ملتا جواب یا ملتا
اک نہ اک ہم لگائے رکھتے ہیں — تم نہ ملتے تو دوسرا ملتا
دوستوں سے تو کچھ نہ نکلا کام — کوئی دشمن ہی کام کا ملتا
روز اک دل لگی نئی ہوتی — روز اک دل مجھے نیا ملتا
تم کو یہ مل گیا ہے قسمت سے
داغ سا ورنہ دوسرا ملتا؟

بھولا مجھے تو بھول گیا اپنا گھر بھی کیا — جنگل میں جا کے کھیت رہا نامہ بر بھی کیا
ملتے نہیں وہاں تو یہاں ڈھونڈھ لیں گے ہم — وہ چھوڑ دیں گے گھر کی طرح رہگزر بھی کیا
مرقد سے تا بہ حشر نکلتا نہیں کوئی — انسان کو عزیز رہا اپنا گھر بھی کیا
سن کر فسانہ قیس کا ظالم نے یہ کہا — عاشق خراب خستہ رہے بیشتر بھی کیا
ملتے ہی اس سے آنکھ جو غش آ گیا مجھے — غل مچ گیا کہ سخت بلا ہے نظر بھی کیا

میری دعا کے ساتھ دعا کی رقیب نے　　کل شب کو ہاتھوں ہاتھ لٹا ہے اثر بھی کیا

کیوں داغ کے سوال سے چپ لگ گئی تمھیں
آتا نہیں جواب سمجھ سوچ کر بھی کیا

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہوگا　　دبے آپ سے وہ کوئی اور ہوگا
تغافل سے بڑھکر بھی کیا جور ہوگا　　ستم ہو چکا یا ابھی اور ہوگا
نہ عاشق کو شکوہ نہ معشوق سرکش　　الٰہی وہ کیا عہد کیا دور ہوگا
لئے جاؤں جنت میں دنیا کی چیزیں　　پرانا وہ سامان بے غور ہوگا
دعائیں قیامت کی ہم کیوں نہ مانگیں　　نہ یہ ظلم ہوگا نہ یہ جور ہوگا
جب آئی بلا ہجر میں دل یہ بولا　　ابھی حادثہ کچھ نہ کچھ اور ہوگا
کسی کا نہ ہوگا قیامت میں کوئی　　زمیں اور ہوگی فلک اور ہوگا

عیادت کو وہ داغ کی خوش خوش آئے
یہ جانا کہ اب طور بے طور ہوگا

تمھارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا　　نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں　　یہ کام کس نے کیا ہے یہ کام کس کا تھا
وفا کریں گے نباہیں گے بات مانیں گے　　تمھیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا
رہا نہ دل میں وہ بے درد اور درد رہا　　مقیم کون ہوا ہے مقام کس کا تھا
نہ پوچھ کچھ تھی کسی کی وہاں نہ آؤ بھگت　　تمھاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا
ہمارے خط کے تو پرزے کئے پڑھا بھی نہیں　　سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا
انھیں صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور　　جو لطف عام وہ کرتے تو نام کس کا تھا

ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا
یہ پوچھے اُن سے کوئی وہ غلام کس کا تھا

زمیں سے قدم عرش پر لے گیا　　فرشتوں سے بازی بشر لے گیا
کہوں کیا کدھر سے کدھر لے گیا　　جدھر لے گیا نامہ بر لے گیا

وہ پھر مجھ سے دل حیلہ گر لے گیا
ادھر دے گیا تھا اُدھر لے گیا

تصوّر میں بھی اب تو آتی نہیں
کوئی کیا تمھاری کمر لے گیا

چھپایا بہت ہم نے پہلو میں دل
کوئی لینے والا مگر لے گیا

رقیبوں کے ہاتوں سے محشر کے دن
تمھیں چھین کر میں اگر لے گیا

شکایت سنی آج کیا کیا تری
کہ دشمن مجھے اپنے گھر لے گیا

کلیجا جو اب مُنہ کو آتا نہیں
ترا تیر شاید جگر لے گیا

دھرا کیا ہے اب لینے آئے ہو کیا
کوئی تم سے دل پیشتر لے گیا

بُرے وقت کا کوئی ساتھی تو ہو
مجھے بھی مرا نامہ بر لے گیا

بچا لے گیا جان گر تجھ سے غیر
وہ کیا لے گیا اپنا سر لے گیا

ترے ہاتھ دل بیچتا کیوں رقیب
وہ ہشیار تھا پھیر کر لے گیا

یہ کیا ایسی وحشت اُٹھی داغ کو
اُٹھا کر کہاں گھر کا گھر لے گیا

تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا
انسان نہ ملک بنتا بندہ نہ خدا ہوتا

تم لطف اگر کرتے تو حال زمانے کا
ایسا ہی ہوا ہوتا ! ایسا نہ ہوا ہوتا

دل نے مجھے تڑپایا آنکھوں نے کیا رسوا
اپنوں سے ہوا یہ کچھ بیگانوں سے کیا ہوتا

غیروں کی شکایت پر فرقت کی حکایت پر
گر تم نہ خفا ہوتے تو کون خفا ہوتا

ہر درد کی اے قاتل لذّت مجھے جب ملتی
سر، شانہ، گلا، سینہ تھم تھم کے جدا ہوتا

ناصح بھی خوشامد سے میری ہی سی کہتا ہے
نادان نہ تھا کیوں وہ سمجھا کے بُرا ہوتا

تھا غیر بھی ساتھ اُن کے کترا کے گئے مجھ سے
یہ خیر ہوئی ورنہ جھگڑا ہی ہوا ہوتا

کیا مجھ سے ہی تنہا ہو تعریف تری قاتل
خنجر بھی زباں بنتا جب شکر ادا ہوتا

ہم کو تو عدم میں بھی نیند آئی نہ محشر تک
کچھ آنکھ بھی لگ جاتی گر دل نہ لگا ہوتا

اچھا ہے نہیں آئے وہ دھوپ کی گرمی میں
قیامت تو قیامت تھا سایہ بھی بلا ہوتا

عاشق کا ذرا سا دل تسکین ہی کیا اس کی
جھوٹا ہو کہ سچا ہو وعدہ تو کیا ہوتا

ظلم کس کس غریب پر نہ کیا — تم نے اس کام سے حذر نہ کیا
نشہ کیسا وہ سحر کہہ دیتے — اس لئے اُن کو بے خبر نہ کیا
مر چلے ہم تو رحم کرنے لگے — اب جو کرتے ہو پیشتر نہ کیا
دل کے ہاتھوں ہے سخت مجبوری — اب کیا جو وہ عمر بھر نہ کیا
عشق نے قید کر لیا مجھکو — قبضہ اُن کے مزاج پر نہ کیا

تم کو ہم باوفا تو کہدیں گے
داغ نے اعتبار اگر نہ کیا

سائے سے جس کے داغ پڑے ہیں زمین پر — یہ کون آج گھر سے ترے روسیہ گیا
اس واسطے وہ رکھتے ہیں ہر دے پر اتہام — عاشق کو یہ نہ جانے کوئی بے گنہ گیا
دشنام یا دعا تھی، شکایت کہ شکر تھا — وہ منہ ہی منہ میں چلتے ہوئے کچھ تو کہہ گیا
یہ تیرہ خاکداں بھی ہے کاجل کی کوٹھری — آیا جو روسپید یہاں روسیہ گیا
محفل میں غیر سے بھی تو کرنا تھا التفات — یہ ہم سے چوک ہو گئی یہ کام رہ گیا

جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا — پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا
جگر ساتھ اشکوں کے مجبور نکلا — یہ ہمسایہ دل کا بہت دور نکلا
تجلی کسی کی وہ جلوہ کسی کا — کہیں نار نکلی کہیں نور نکلا
یہ سمجھے تھے ہم ایک چرکا ہے دل پر — دبا کر جو دیکھا تو ناسور نکلا
نہ نکلا کوئی بات کا اپنی پورا — مگر ایک نکلا تو منصور نکلا
وہ مے کش ہوں رس چوس لیتا ہوں اُسکا — جہاں شاخ میں کوئی انگور نکلا
ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا؟ — یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا
بہت دم دیئے پاس پھٹکا نہ ہرگز — وہ عیار، پُرفن، بہت دور نکلا

سمجھتے تھے ہم داغ کم نام ہوگا
مگر وہ تو عالم میں مشہور نکلا

اِدھر کی سُدھ بھی ذرا اے پیام بر لینا
خدا کے واسطے جلدی مری خبر لینا
بگڑ کے جائیں تو ناداں بن کے آئیں ہم
کہ ہے روا اُنھیں دشمن کو دوست کر لینا
چُرا کے دل کوئی چلتا ہوا ہے اے ہمدم
سراغ چور کا ہر اک مقام پر لینا
عبث نباہ کے وعدے سے تم تو ڈرتے ہو
یہ کون بات ہے اک دن بگاڑ کر لینا
ہمارے سر ہی پڑا ابتو عشق کا سودا
بُرا ہو یہ کہ بھلا ہو ہمیں مگر لینا
قناعت آپ کو ہوتی نہیں کسی شے پر
یہ کیا کہ دل کبھی لینا کبھی جگر لینا
ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تم کو دیکھیں گے
تمھیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لینا
فریب دے کے لیا دل تو کیا لیا تم نے
بتائیں ہم تمھیں آتا نہ ہو اگر لینا
غرض تمھیں جو سنو اُن سے غیر کا شکوہ
یہ قصہ مول نہ اے داغ اپنے سر لینا

اب دل ہے مقام بیکسی کا
یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
کس کس کو مزا ہے عاشقی کا
تم نام تو لو بھلا کسی کا
پھر دیکھئے عیش آدمی کا
بنتا جو فلک مری خوشی کا
گلشن میں ترے لبوں نے گویا
رس چوس لیا کلی کلی کا
لیتے نہیں بزم میں مرا نام
کہتے ہیں خیال ہے کسی کا
جیتے ہیں کسی کی آس پر ہم
احسان ہے ایسی زندگی کا
بنتی ہے بُری کبھی جو دل پر
کہتا ہوں بُرا ہو عاشقی کا
ماتم سے مرے وہ دل میں خوش ہیں
منہ پر نہیں نام بھی ہنسی کا
اتنی ہی تو بس کسر ہے تم میں
کہنا نہیں مانتے کسی کا
ہم بزم میں اُن کی چپکے بیٹھے
منہ دیکھتے ہیں ہر آدمی کا
جو دم ہے وہ ہے بسا غنیمت
سارا سودا ہے جیتے جی کا

آغاز کو کون پوچھتا ہے — انجام اچھا ہو آدمی کا
روکیں وہ انھیں کیا کہ ہے غنیمت — آنا جانا کبھی کبھی کا

ایسے سے جو داغ نے نباہی
سچ ہے کہ یہ کام تھا اُسی کا

نہ بدلے آدمی جنت سے بھی بیت الحزن اپنا — کہ اپنا گھر ہے اپنا اور ہے اپنا وطن اپنا
نہ سیدھی چال چلتے ہیں نہ سیدھی بات کرتے ہیں — دکھاتے ہیں وہ کمزوروں کو تن کر بانکپن اپنا
بچا رکھتا جنوں کے ہاتھ سے لے بیکسی اسکو — جواب ہے پیرہن اپنا وہی ہوگا کفن اپنا
یہ موقع مل گیا اچھا اُسے تیشہ لگانے کا — محبت میں کہاں سر پھوڑتا پھر کوہکن اپنا
ہر اک سے ٹیڑھی چلتے ہیں بگڑتی ہے روش اپنی — تمھاری چال سے ملتا چلا ہے کچھ چلن اپنا
یہ سینہ یہ جگر یہ دل یہ سر یہ حلق حاضر ہے — نکالے حوصلہ ناوک فگن شمشیر زن اپنا
خبر کس کو وہ کس کا تھا وہ کس کا ہے وہ کس کا ہو — سمجھتا ہے اُسی کو شیخ اپنا برہمن اپنا

کچھ ہمیں بھی خیال ہو ہی گیا — آخر اُن سے ملال ہو ہی گیا
مشکل اُن سے وصال ہو ہی گیا — تھا جو ممکن محال ہو ہی گیا
دل میں جب تک رہا رہا شکوہ — لب پہ آ کر سوال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا کہ سچ نہ کہو او — آپ کو انفعال ہو ہی گیا
دل لگی کا بھی ہے بُرا انجام — کہ ہنسی میں ملال ہو ہی گیا
ایسے وعدے کئے کوئی جانے — آج پورا سوال ہو ہی گیا
شرط ہے جور میں بھی مشاقی — تم کو حاصل کمال ہو ہی گیا
رفتہ رفتہ تمھاری چالوں سے — دل ہمارا پامال ہو ہی گیا
لے کے دل یہ سمجھ لیا تم نے — اب ہمارا یہ مال ہو ہی گیا
گو بُرائی سے ہیں مگر آخر — اُن کو میرا خیال ہو ہی گیا
بچ گئی جان اُن اداؤں سے — داغ دل میں وصال ہو ہی گیا

اس دل لگی میں حال جو دل کا ہوا ہوا
کیا پوچھتے ہیں آپ تجاہل سے کیا ہوا

ماتم ہمارے مرنے کا اُن کی بلا کرے
اتنا ہی کہکے چھوٹ گئے وہ بُرا ہوا

وہ چھُٹتی دیکھتے ہیں ہوائی جو چرخ پر
کہتے ہیں مجھ سے آپ کا نالہ رسا ہوا

بیگانہ تھا تو کوئی شکایت نہ تھی ہمیں
آفت تو یہ ہوئی کہ وہ مل کر جدا ہوا

جس نے کیا تپاک اُسی نے کیا ہلاک
جو آشنا ہوا وہی ناآشنا ہوا

دشنام کی بھی آپ سے کس کو اُمید تھی
ہم نے تو اُس پہ صبر کیا جو عطا ہوا

بے خود رہے وصال میں بے ہوش ہجر میں
کیا جانیے ہم سے کب وہ ملا کب جدا ہوا

اے چرخ کل کی رات کا غم آج تو نہ دے
ہم صبح کو نہ کھائیں گے شب کا بچا ہوا

آباد کس قدر ہے الٰہی عدم کی راہ
ہر دم مسافروں کا ہے تانتا لگا ہوا

اے کاش میرے تیرے لئے کل یہ حکم ہو
لے جاؤ اُن کو خلد میں جو کچھ ہوا ہوا

پیغام بر ندیم بنے نامہ بر رقیب
میرا تو مدّعا نہ کسی سے ادا ہوا

کس کس طرح سے اُسکو جلاتے ہیں رات دن
وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پہ مٹا ہوا

ایسے نشانے کے کیوں نہ ہوں قربان
ہاتھ اُن کا مری کمر میں پڑا

عاشقی سخت تر مصیبت ہے
ہم کو یہ کام عمر بھر میں پڑا

جلوہ گر دل اِدھر اُدھر رخسار
فرق اُن کی مری نظر میں پڑا

نامہ بر کا تو کچھ پتا نہ ملا
نامہ پایا ہے رہگزر میں پڑا

زباں ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا
اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

خدا کے واسطے کر لو معاملہ دل کا
کہ گھر کے گھر ہی میں ہو جائے فیصلہ دل کا

تم اپنے ساتھ ہی تصویر اپنی لے جاؤ
نکال لیں گے کوئی اور مشغلہ دل کا

قصور تیری نگہ کا ہے کیا خطا اُسکی
لگاوٹوں نے بڑھایا ہے حوصلہ دل کا

شباب آتے ہی اے کاش موت بھی آتی
اُبھارتا ہے اِسی سن میں ولولہ دل کا

جو منصفی ہے جہاں میں تو منصفی تیری
اگر معاملہ ہے تو معاملہ دل کا

ملی بھی ہے کبھی عاشق کی داد دنیا میں
ہوا بھی ہے کبھی کم بخت فیصلہ دل کا

ہماری آنکھ میں بھی اشک گرم ایسے ہیں
کہ جن کے آگے بھرے پانی آبلہ دل کا

ہوا نہ اس سے کوئی اور کانوں کان خبر
الگ الگ ہی رہا سب معاملہ دل کا

اگرچہ جان پہ بن بن گئی محبت میں
کسی کے منہ پہ نہ رکھا کبھی گلہ دل کا

ازل سے تا بہ ابد عشق ہے اسی کے لئے
ترے مٹائے نہ مٹے گا نہ سلسلہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت وہی گلہ دل کا

ادھر دیکھ لینا اُدھر دیکھ لینا
کنکھیوں سے اُس کو مگر دیکھ لینا

فقط نبض سے حال ظاہر نہ ہوگا
مرا دل بھی اے چارہ گر دیکھ لینا

کہیں ایسے بگڑے سنورتے بھی دیکھے
نہ آئیں گے وہ راہ پر دیکھ لینا

تغافل میں شوخی نرالی ادا تھی
غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لینا

بلایا جو غیروں کو دعوت میں تم نے
مجھے پیشتر اپنے گھر دیکھ لینا

محبت کے بازار میں اور کیا ہے
کوئی دل دکھائے اگر دیکھ لینا

مرے سامنے غیر سے بھی اشارے
ادھر بھی اُدھر دیکھ کر دیکھ لینا

نہیں رکھنے دیتے جہاں پاؤں ہم کو
اُسی آستانے پہ سر دیکھ لینا

ہمیں جان دیں گے ہمیں مر مٹیں گے
ہمیں تم کسی وقت پر دیکھ لینا

جلایا تو ہے داغ کے دل کو تم نے
مگر اس کا ہوگا اثر دیکھ لینا

عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا
سچ ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا

اُس پہ مرتے ہیں جو بے درد ہو بے مہر بھی ہو
عشق ہے سارے زمانے سے نرالا اپنا

اپنی تصویر وہ کھنچوائے یہ ممکن ہی نہیں
جس نے آئینے میں بھی عکس نہ ڈالا اپنا

غیر کے ملنے سے دنیا میں ہوئی بدنامی
تم نے عالم میں بڑا نام اچھالا اپنا

خاک کس کس کی خدا جانے ہوئی دامن گیر
تم نے چلتے ہوئے دامن نہ سنبھالا اپنا

چرخ کا پانوں ہے مدت سے نہیں گردش میں
ہے بجا گر کہے خورشید کو چھالا اپنا

اُس کے دامن کی جنوں میں بھی رہی ہم کو تلاش
جیب پر اپنی کبھی ہاتھ نہ ڈالا اپنا

غیر سے ملنے کی لکھی ہے نہایت تاکید
اور لکھا ہے مجھے خط میں حوالا اپنا

ہیں بُرے حال کے سب دیکھنے والے لے داغ
کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا

دل مکدر مدام کا نکلا
کب یہ آئینہ کام کا نکلا

گھر سے تم کیوں نکالے دیتے ہو
کیا قصور اس غلام کا نکلا

بھر کے دے جام ورنہ اے ساقی
دم کسی تشنہ کام کا نکلا

وصل کی اُن سے ہوگئی امید
سلسلہ جب کلام کا نکلا

یہ سنا ہے کہ اب وہ ہرجائی
صبح آتا ہے شام کا نکلا

گالیاں سنتے ہیں دعا دے کر
خوب پہلو کلام کا نکلا

دل کے ملنے کی پھر اُمید نہیں
یہ اگر اُس کے کام کا نکلا

سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغ
ایک ہی اپنے نام کا نکلا

دیکھکر تیری ادا جی سے گزر جاے گا
مرنے والا تو قیامت میں بھی مر جاے گا

نامہ بر چرب زبانی تو بہت کرتا ہے
دل گواہی نہیں دیتا کہ اُدھر جاے گا

رخنہ گر وہ ہو تو محشر کا تماشا کیسا
آن کی آن میں سب کھیل بگڑ جاے گا

بے خودی میں ہے کسے ہوش کہاں ہے قاصد
کدھر آیا نہیں معلوم کدھر جاے گا

عاقبت پاک ہے مے خوار کی سن رکھ زاہد
یہ تو مے خانے سے اللہ کے گھر جاے گا

کسی بندے پہ بُرا وقت نہ ڈالے اللہ
کیا خبر تھی کوئی یوں ہجر میں مر جاے گا

کیوں نہ ہم روئیں مقدر کی پریشانی کو
کیا یہ گیسو ہے تمھارا جو سنور جاے گا

وصف حور دل سے کہو تو دن رات سنوں واعظ
خوف یہ ہے کہ وہاں پر یہ گزر جاے گا

کرکے برباد مجھے چرخ کہاں جاتا ہے
میں بھی ہمراہ اسی کے ہوں جدھر جاے گا

اب تو اے داغ مرے غم سے وہ خوش ہیں پھر کیا
آخر اک دن یہ زمانہ بھی گزر جائے گا

شوق ہے اُس کو خود نمائی کا — اب خدا حافظ اس خدائی کا
وصل پیغام ہے جدائی کا — موت انجام آشنائی کا
دے دیا رنج اک خدائی کا — ستیاناس ہو جدائی کا
پھنس گیا دل بُری جگہ افسوس — کوئی پہلو نہیں رہائی کا
صلح کے بعد وہ مزا نہ رہا — روز سامان تھا لڑائی کا
کہتے ہیں وہ قیامت آنے دو — ابھی موقع نہیں صفائی کا
اپنے ہوتے عدو پر آنے دے — کیوں وہ الزام بے وفائی کا
اشک آنکھوں میں داغ ہیں دل میں — یہ نتیجہ ہے آشنائی کا
ہنسی آتی ہے اپنے رونے پر — اور رونا ہے جگ ہنسائی کا
آج وہ امتحان کرتے ہیں — وقت ہے قسمت آزمائی کا
دل اڑاتا ہے دل لگی کے مزے — پوچھنا کیا لگی لگائی کا
فتنہ گر ایک تو ہے اک محشر — دل شریک اس میں ہو تنہائی کا
اُڑ گئے ہوش دام میں پھنس کر — قید کیا نام ہے رہائی کا
اک خدائی کی آفتیں دیکھیں — ہائے صدمہ تری جدائی کا
اور تو ہم کو کچھ نہیں آتا — کام کرتے ہیں آشنائی کا
دل ترا صاف ہو نہیں سکتا — ہیچ ہے محکمہ صفائی کا
بت کدے کی جو سیر کی ہم نے — کارخانہ ہے اک خدائی کا
گرچہ پہنچا ہوں میں کہیں سے کہیں — مرحلہ دور ہے رسائی کا

نہ رہا لطف اس زمانے میں
میرزا داغ میرزائی کا

تجھے نامہ بر قسم ہے یونہی دن سے رات کرنا — کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا

نہیں اور خوف قاصد مگر ایک بات کرنا
جو رقیب بھی وہاں ہو بہت التفات کرنا

مرے دل کی قیمت اتنی نہ بڑھاؤ کون لیگا
جو تمھیں نہ جانتا ہو یہ اُسی سے گھات کرنا

یہ زمانہ کہہ رہا ہے کہ وہ قول کے ہیں پورے
مگر اک ہمیں سے وعدہ اُنھیں بے ثبات کرنا

نکل آئیں گے وہ باہر وہیں شور سن کے اے دل
کبھی اُن کے در پہ جا کر کوئی واردات کرنا

آشنا تو ہے اپنے مطلب کا
فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا

لے کے دل تم نے جب ستم توڑے
پھر ہماری بغل میں آدب کا

کس کو جانوں رقیب محفل میں
ایک نام اُس نے رکھ دیا سب کا

چاہنے والے ہوں بُرے کہ بھلے
اُن کے دفتر میں نام ہے سب کا

تم نے بھی کچھ سنا کہ تا بفلک
شور پہنچا ہے میری یارب کا

شکر ہے داغ کامیاب ہوا
حق تعالی بھلا کرے سب کا

کیوں مفت میں دیوانہ بنوں چھوڑ کے تجھ کو
دامن میں جو ہے ہاتھ گریباں میں نہ ہو گا

کیوں جانے لگا دل ترے ناوک سے نکل کر
سوفار میں ہو گا جو وہ پیکاں میں نہ ہو گا

ہوتا ہے جدائی میں ضرر جان کا ناصح
ہے یہ تو یقین تو مرے نقصاں میں نہ ہو گا

اپنے بھی تو بیگانے نظر آئیں گے اے داغ
اپنا تو کوئی حشر کے میداں میں نہ ہو گا

تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا
دل ملا کر مجھی سے ملنا تھا

پوچھتے کیا ہو کیوں لگائی دیر
اک نئے آدمی سے ملنا تھا

مل کے غیروں سے بزم میں یہ کہا
مجکو آکر سبھی سے ملنا تھا

عید کو بھی خفا خفا ہی رہے
آج کے دن خوشی سے ملنا تھا

آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا
اس محبت پہ جی سے ملنا تھا

تم تو اُکھڑے رہے ہمیں اے داغ
ہر طرح مدعی سے ملنا تھا

سنتا ہوں کہ ناصح کی زباں بند ہوئی ہے　　ہر روز کی جھک جھک سے مرا ناک میں دم تھا
تھا وعدہ یہاں چار پہر رہنے کا اُن سے　　افسوس مگر وصل کا دن رات سے کم تھا
جل جل کے ہوئے خاک ہوئی خاک بھی برباد　　ہستی میں یہ ہستی تھی عدم میں یہ عدم تھا
مجنوں سے طرفدار بنے ہیں کئی دن سے　　فرماتے ہیں وہ آپ سے کس بات میں کم تھا

دل خون ہوا، خاک ہوا، خوب ہوا، داغ
ہر آن کی تکلیف تھی ہر وقت کا غم تھا

شب کو تیری جستجو میں کو بکو　　کون سا مجھ سے مکاں باقی رہا
مٹ گئے دنیا کے جلسے سیکڑوں　　ہے غنیمت جو سماں باقی رہا
مٹ چکا گو اک زمانے کا خیال　　پھر بھی دل میں اک جہاں باقی رہا

قاتل نے دیکھے اس میں ہزاروں پری جمال　　دل چاک کیا ہوا کہ پری خانہ کھل گیا

اس تشنگی کی آگ اسی آگ سے بجھی　　میں پانی پیتے پیتے سے آشام ہو گیا
بگڑے وہ مجھ کو دیکھ کے محفل میں اس طرح　　گویا قیامت آ گئی کہرام ہو گیا
باہر خودی سے ہو نہ سکا دل تمام عمر　　اس کی رگوں کا جال اسے دام ہو گیا
پھر آرزو مراد پر آ کر ہوئی ہے یاس　　پوچھتے ہو کے پھر یہ تُرش خام ہو گیا
قاصد کے ہاتھ چوم لئے میں نے کے خط　　یہ اک طرح کا بوسہ پیغام ہو گیا

دل سی شئے ہم نے تو بھیجی انھیں وہ کہتے ہیں　　بیش قیمت ہے یہ سوغات میں سوغات ہی کیا
حشر کے دن وہی کافر مجھے مل جائے گا　　میرے کردار کی ہے اور مکافات ہی کیا
جا کے پی آئے وہاں آتے ہی توبہ کر لی　　اس قدر دور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا
عاشقی اور پھر ایسی کہ چھپائے نہ چھپے　　مجھ سے مجرم کے لئے چاہئے اثبات ہی کیا
دل کو لے لیتے ہیں در پردہ وہ عیاری سے　　چار غیروں پہ جو کھل جائے تو پھر گھات ہی کیا
لہریں آتی ہیں طبیعت میں ہماری کیا کیا　　برق وش پاس نہ ہو جب تو وہ برسات ہی کیا
اس میں دھوکا تو نہیں ہم سے ذرا سمجھ کہئے　　کر دیا مانگ کے دل آپ نے خیرات ہی کیا

آگئے اُس شوخ کے چپ لگ گئی انکو اے داغ
میرے مطلب کو جو سمجھے کہتے تھے یہ ہے بات ہی کیا

دل میں رہنے دے کسک اے چارہ گر　　درد اپنا کم سے کم بس ہو چکا
گر یہی قسمیں ہیں تو مجھ کو یقیں　　آپ کے سر کی قسم بس ہو چکا
ہے ہمارے بعد بھی اُن کا عتاب　　مر گئے یہ سمجھے تھے ہم بس ہو چکا
کر چکے پامال اب گھر بیٹھئے　　فتنہ برپا ہر قدم بس ہو چکا

سخت ناکامی تھی اُسکو ورنہ یوں مرتا ہی کیوں　　کوہکن بنتا ہوا گر کام اپنا دیکھتا
دیکھتا ہے کچھ تو جلوہ ورنہ کیا کرتا نہ ترک　　نفع تو یہ ہیں جو ہے انجام اپنا دیکھتا
تیرے عاشق کو دکھاتے عشق کا دفتر اگر　　نام تیرا دیکھتا یا نام اپنا دیکھتا
آج کو جمشید ہوتا تو دکھاتے اُس کو سیر　　دل ہمارا دیکھکر کیا جام اپنا دیکھتا
داغ کو وہ آگ لگتی جس کا بجھنا تھا محال
گر تمھاری بزم میں ہمنام اپنا دیکھتا

ایک ستم اے ستم آرا کیا　　اور کہوں اور کہوں کیا کیا
سب نے تو دیدار خدا کا کیا　　مجھ کو بھی دیکھا تجھے دیکھا کیا
شکوے سے اُس کے ہوئے بدنام سب　　سنو میں اگر ایک نے ایسا کیا
داد طلب اُس سے ہیں سب دادخواہ　　جس نے تجھے اتنے سے اتنا کیا
چھوڑیئے ان باتوں میں رکھا ہی کیا　　آپ نے پھر ذکر عدو کا کیا
اور بھی اک رات سہی انتظار　　یا نہ کیا اس نے کرم یا کیا
غیر کے آتے ہی وہ تیور نہ تھے　　تم کو انھیں باتوں نے رسوا کیا
داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین
آپ نے کس شخص سے دعوا کیا

بے کار مفت خاک اُڑاتی پھری صبا　　گوشہ اُلٹ دیا نہ کبھی کی نقاب کا
ساقی تو مجکو چاٹ لگا کر الگ ہوا　　دھو دھو کے پی رہا ہوں پیالہ شراب کا

میں اک سوال کرکے پشیماں ہو گیا — پچھّا بندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا
روزہ رکھیں نماز پڑھیں حج ادا کریں — اللہ یہ ثواب بھی ہے کس عذاب کا
کیا لاگ عشق کی ہے کہ دیتا رہا جواب — یعقوب کا خیال زلیخا کے خواب کا
جب میں کروں سوال تو کہتے ہو چپ رہو — کیا بات ہے جواب نہیں اس جواب کا
خوشبو وہی، وہی ہے نزاکت وہی ہے رنگ — معشوق کیا ہے پھول ہے تو بھی گلاب کا
اس بے قرار دل کا الٰہی علاج کیا — جس کے شکیب پر ہو گماں اضطراب کا

اُس نے آوازہ کسا یہ بھی ہمارا ہے رقیب — گر ندیموں میں کسی کو مرے شامل دیکھا
کیا سمجھتے نہیں ظاہر کی ملاقات کو ہم — دل تمھارا نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا
کیا دلاور ہے کوئی اُس کا کلیجا دیکھے — جس نے بے تاب محبت میں مرا دل دیکھا
گالیاں دیتے ہو پھر کہتے ہو یہ بھی مجھ سے — ہم نے تجھ کو اسی لائق اسی قابل دیکھا

اُس نے جب حکم دیا تھا تجھے مرجانا تھا
داغ تو دے نہ سکا جان ترا دل دیکھا

اب ترے کوچے کی بستی کو نظر لگتی ہے — شہر اس طرح کا آباد نہ دیکھا نہ سُنا
آسماں دور سے کرتا ہے تجھے جھک کے سلام — کوئی تجھ سا ستم ایجاد نہ دیکھا نہ سُنا
پوچھتا ہے جو کوئی خط کا ہمارے مضمون — تو وہ کہتے ہیں کسے یاد نہ دیکھا نہ سُنا
در پہ خود بیٹھے ہیں وہ فتنے اٹھانے کے لئے — پاسبانی کا یہ ایجاد نہ دیکھا نہ سُنا

آپ اپنے کو جو شاگرد کا شاگرد گنے
داغ سا ہم نے تو اُستاد نہ دیکھا نہ سُنا

لگائیں ٹھوکریں اُس فتنہ گر نے اور جھنجھلا کر — اگر تھوڑا سا دم باقی کسی پامال میں دیکھا
ہماری پائمالی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی — بچا جو فتنۂ گردوں سے وہ تیری چال میں دیکھا
رہا کرتی ہے ہم کو فکر آیندہ زمانے کی — ہمیشہ زیچۂ اُس سال کا اِس سال میں دیکھا

وعدہ کرنے میں تو ہر بار گزارے برسوں — قتل کرنے میں کبھی تم کو تامل نہ ہوا
گُل سے گلزار ہو دریافت گھر سے معدن — کیا ہوا جزو سے معلوم اگر کل نہ ہوا

خاک کیا کیا نہ اڑائی ترے دیوانوں نے — دشت پر دشت بیاباں پہ بیاباں الٹا
ناز یہ ہے نہ کیا قطع، تعلق ہم سے — وہ جتاتے ہیں جفا کر کے بھی احساں الٹا

نور سے خالی نہیں یہ خاکداں — کوئی بے ذرہ ہے اپنی خاک کیا
موت سے غافل نہ رہنا چاہیئے — دیکھ اس صیاد کی ہے تاک کیا
نیک ہوں اعمال تو پھر دیکھئے — بندھ گئی اسلام کی بھی دھاک کیا

میرے ہی ہاتھ سے مشکل مری آسان ہو گئی — مجھکو دیجئے جو نہیں آپ سے خنجر پھرتا
بیڑیاں ڈال کے گردن نہ کرتے احباب — اے جنوں لاشہ مرا قبر کے اندر پھرتا
کچھ گرہ میں بھی ہے جو دل کے خریدار بنے — یہ سمجھ لو کہ یہ سودا نہیں لے کر پھرتا
میں نہ ہوتا تو مزہ بادہ کشی کا بھی نہ تھا — ڈھونڈھتا مجکو تری بزم میں ساغر پھرتا
رہ نما ان کے جو تقدیر مجھے لے جاتی — بیٹھتا رات بھر اس کوچے میں دن بھر پھرتا
تم نہ آتے تو یہ انداز کہاں سے ہوتے — بیٹھتا بزم میں بن کر کوئی تن کر پھرتا
کیا مرے ہاتھ میں گل تھی جو پھراتا اس کو — پند گو دل کسی محبوب سے کیوں کر پھرتا

مجھکو وعدے نے ترے جی سے گزرنے نہ دیا — میں نے چاہا تھا کہ مر جاؤں تو مرنے نہ دیا
وعدہ لیتے ہی وہ باتوں میں لگایا ہم نے — دیر تک اسکو کسی طرح مکرنے نہ دیا

یادگار داغ

ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا — حقیقت میں جو دیکھنا تھا نہ دیکھا
تجھے دیکھکر وہ دوئی اٹھ گئی ہے — کہ اپنا بھی ثانی نہ دیکھا نہ دیکھا
ان آنکھوں کے قربان جاؤں جنھوں نے — ہزاروں حجابوں میں پردا نہ دیکھا
نہ ہمت نہ قسمت نہ دل ہے نہ آنکھیں — نہ ڈھونڈھا نہ پایا نہ سمجھا نہ دیکھا
بہت درد مندوں کو دیکھا ہے تو نے — یہ سینہ یہ دل یہ کلیجا نہ دیکھا
وہ کب دیکھ سکتا ہے اس کی تجلی — جس انسان نے اپنا جلوا نہ دیکھا
بہت شور سنتے تھے اس انجمن کا — یہاں آ کے جو کچھ سنا تھا نہ دیکھا
اسے دیکھکر اور کو پھر جو دیکھے — کوئی دیکھنے والا ایسا نہ دیکھا

وہ تھا جلوہ آرا مگر تم نے موسیٰ　　نہ دیکھا نہ دیکھا نہ دیکھا نہ دیکھا
گیا کارواں چھوڑ کر مجھ کو تنہا　　ذرا میرے آنے کا رستہ نہ دیکھا

تری یاد ہے یا ہے تیرا تصور
کبھی داغ کو ہم نے تنہا نہ دیکھا

وہ جلوہ تو ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا　　آنکھوں کو مگر دید کا لپکا نہیں جاتا
کیا خاک کروں اُن سے تغافل کی شکایت　　یہ حال ہی ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
آغوش میں لوں پاؤں پڑوں کھینچ لوں دامن　　ہاتھ آئے جو تجھ سا اُسے چھوڑا نہیں جاتا
کیا جانے کوئی اور، وہ کیا ہے وہی جانے　　سمجھا نہیں جاتا اُسے جانا نہیں جاتا
یہ بھی ہے نئی اُن کو نزاکت کی شکایت　　کہتے ہیں ترے دل کو ستایا نہیں جاتا
کہتا ہوں تو رکتی ہے زباں سامنے اُس کے　　لکھتا ہوں اگر حال تو لکھا نہیں جاتا
ہیں وضع کا پابند ہوں گو جان بھی جائے　　جب کوئی بلانے نہیں آیا نہیں جاتا
عاشق سے کسی بات میں قائل نہیں ہوتے　　معشوقوں کا ہر حال میں دعوا نہیں جاتا
دل اک نہیں چھوڑا ہے دہائی ہے خدا کی　　پھر مانگنے والوں کا تقاضا نہیں جاتا
ہم جان سے جاتے ہیں محبت میں کسی کی　　اپنا ہے ضرر کچھ بھی کسی کا نہیں جاتا
اُس کے تو نگہبان مرے لوٹ رہے ہیں　　تنہا نہیں آتا کبھی تنہا نہیں جاتا

وہ کہتے ہیں کیا جور اُٹھاؤ گے تم اے داغ
تم سے تو مرا ناز اُٹھایا نہیں جاتا

آنکھیں ہوں تو وہ جلوہ نہاں ہو نہیں سکتا　　پھر عرش بھی پردے کا مکاں ہو نہیں سکتا
افسانہ مرا تم نے سنا میں نے سنایا　　اک حرف رہا ہے وہ بیاں ہو نہیں سکتا
کس وجہ سے گھبرانے لگا دل یہ نہ پوچھو　　کیا بیٹھے بٹھائے خفقاں ہو نہیں سکتا
وہ چاہتے ہیں غیر کو پھر یہ بھی یقیں ہے　　معشوق پہ عاشق کا گماں ہو نہیں سکتا
فتنے تری چتون سے کہاں اُٹھ نہیں سکتے　　جادو تری آنکھوں سے کہاں ہو نہیں سکتا
فرماتے ہیں وہ داغ کے مرقد کو مٹا کر　　اس نام کا پیدا ہی نشاں ہو نہیں سکتا

مشتاق کو دیدار کہاں ہو نہیں سکتا / کیا ہو نہیں سکتا ہے یہاں ہو نہیں سکتا
ہم کہتے ہیں وعدے سے ترا عشق ستم گر / ہاں کر نہیں سکتا کوئی ہاں ہو نہیں سکتا
دھوکا مجھے دیتی ہیں یہ بھولی تری باتیں / بیداد کا ایسے پہ گماں ہو نہیں سکتا
کہنے کے لئے آپ ہیں سننے کے لئے ہم / جو ہم نے سنا ہے وہ بیاں ہو نہیں سکتا
جب دل سے نکالوں تو یہی کہتی ہے حسرت / مہمان سے خالی یہ مکاں ہو نہیں سکتا
جو دل میں تمھارے ہے وہی ہے مرے دل میں / میں کہدوں اگر تم سے بیاں ہو نہیں سکتا
دل مانگ کے شرمندہ عبث کرتے ہو مجھ کو / کیا اس کے نہ ہونے کا گماں ہو نہیں سکتا
کیوں ہاتھ پہ تم ہاتھ دھرے بیٹھے ہو خاموش / کیا تھک گئے اب قتل جہاں ہو نہیں سکتا
جو تم پہ یقیں ہے وہ یقیں ہٹ نہیں سکتا / جو تم پہ گماں ہے وہ گماں ہو نہیں سکتا

اے داغ تمھیں وصل کی تدبیر بتادی
تقدیر کا ذمہ تو یہاں ہو نہیں سکتا

کیا دوں اسے کچھ پاس دکھائی نہیں دیتا / کیوں مجھ کو خدا ساری خدائی نہیں دیتا
فریاد مری سن کے یہ کہتا ہے وہ کافر / اللہ کے گھر جا کے دہائی نہیں دیتا
وہ غیر کے پھندے میں ہیں میں دام میں ان کے / ایک ایک کو دونوں میں رہائی نہیں دیتا
میں پانوں پر ان کے جو گرا ڈر کے وہ بولے / اندھا ہے ارے تجھ کو دکھائی نہیں دیتا
دل لے کے کسے دینے لگے مجھ سے تو پوچھو / خیرات کوئی چیز پرائی نہیں دیتا
کہتا ہے زمانے سے برا مجھ کو وہ ظالم / کس کس کو مری لکھ کے برائی نہیں دیتا
چبھتی ہوئی کہتا ہوں تو ہو جاتے ہو خاموش / معلوم ہوا تم کو سنائی نہیں دیتا

تم اس سے طلب کرتے ہو اے داغ دل اپنا
جو لے کے کبھی چیز پرائی نہیں دیتا

لے کے دل وہ چھیڑ سے کچھ کہہ گیا / دیکھنے کا دیکھتا میں رہ گیا
میں نہ کہتا تھا کہ دل لے لو مرا / عاقبت وہ خون ہو کر بہہ گیا
چاند سے چہرے پہ کیوں ڈالی نقاب / چاند یہ کیسا گہن میں گہہ گیا

اس قدر گردش میں تھا میرا غبار
ساتھ پھر کر آسماں رہ رہ گیا

گالیاں بھی جھڑکیاں بھی تم نے دیں
اور دینے کے لئے کیا رہ گیا

مجھ کو جو سننا تھا میں نے سن لیا
اُس کو جو کہنا تھا منھ پر کہہ گیا

اور ناصح کو کڑی میں نے کہی
ایک جب چبھتی ہوئی وہ سہہ گیا

عاشقوں سے عشق چھپتا ہے کہیں
پھوٹ کر جب روئے دریا بہہ گیا

محفل سے تیری خوش نہ گیا آکے جو گیا
ہر نامراد اپنے نصیبوں کو رو گیا

دل، نامرادیاں سے ویرانہ ہو گیا
اب ولولہ جو شوق کا تھا وہ بھی لو گیا

عاشق کا درد پوچھئے معشوق سے ذرا
جب مل گئے تو دونوں کا دل ایک ہو گیا

اس انجمن کی سیر سے بھرتا ہے دل کہیں
حسرت نصیب وہ ہے یہاں آکے جو گیا

مجھ سے ہوا تمام نہ افسانہ عشق کا
وہ جاگتے رہے مجھے نیند آئی سو گیا

کن حسرتوں کا کشتہ ہوں اللہ رے بیکسی
آکر مرے جنازے پہ دشمن بھی رو گیا

تدبیر اگر لاکھ کرے عقدہ کشائی
تقدیر کا عقدہ کبھی کھولا نہیں جاتا

پھولوں میں کبھی تلتے تھے وہ اُف رے نزاکت
اب اُن کو نگاہوں میں بھی تولا نہیں جاتا

یوسف کی بھی تصویر ہے اُس بت کی بھی تصویر
سچ یہ ہے کہ ایمان سے بولا نہیں جاتا

گھُل مل کے پلاتے ہو رقیبوں کو تو ساغر
کیا میرے لئے زہر بھی گھولا نہیں جاتا

سب نے دیکھا کچھ اثر اس آخری فریاد کا
وہ ذرا سا منھ نکل آیا مرے جلاد کا

سنتے ہیں گلچیں سے جھگڑا ہو گیا صیاد کا
ہم صفیرو آج موقع ہے مبارک باد کا

چرخ ہے یا وہ ستمگر اور کس کا نام لوں
اس ستم ایجاد کا یا اُس ستم ایجاد کا

رحم کے قابل ہوئی ایسی مری دیوانگی
موم کی زنجیر ہو کہتا ہے دل حداد کا

گر پڑا میں حشر میں اُس فتنہ گر کے پاؤں پر
یہ عجب افتاد ہے قائل ہوں اس افتاد کا

بھول کر پوچھا اگر مجھ کو تو وہ پھر بھول تھا
یاد سے پوچھو تو پھر کیا پوچھنا اس یاد کا

جو کہتا ہے دل کوئی جب سے فدائی ہو گیا
لاکھ ہیں منھ بند ہوتا ہے کہیں آزاد کا

عاشقوں کی خانہ ویرانی سے کیسی اسکو غرض
پہلے پتھر جس نے رکھا عشق کی بنیاد کا

اشک لے تحت الثریٰ کو نالہ پہنچے عرش تک
کیا زمیں تانبے کی ہے کیا آسماں فولاد کا

اُس کے قامت سے ہوا ہے سامنا شمشاد کا
یہ نیا ہے معرکہ آزاد سے آزاد کا

غیر کے مرنے سے بھی اندیشہ مجھ کو ہو گیا
فیصلہ کر دے نہ یہ فتنہ عدم آباد کا

تم کو میری جان کی ایمان کی اپنے قسم
حوصلہ باقی نہ رہ جائے کسی بیداد کا

مجھ کو دیوانہ سمجھ کر ڈالتا تھا بیڑیاں
ہاتھ میں میرے گریباں آ گیا حدّاد کا

بے بلائے جا کے اُس محفل میں پوچھیں گے ہم
وہ کہاں ہے بھولنے والا ہماری یاد کا

کیا تغافل کیا جفا یہ بھی سہی وہ بھی سہی
پڑ گیا دل کو مزا ظالم تری بیداد کا

پرورش اتنے اسیروں کی کوئی آسان ہے
ایک دن جی چھوٹ جائے گا مرے صیاد کا

خود مصوّر لوٹ جائے شوخ صورت ہو وہی
اُسکی شوخی کھینچ لے یہ مُنہ نہیں بہزاد کا

زہر کھا کر سو رہوں یا وصل کا طالب رہوں
حکم کیا ہوتا ہے میں ہوں منتظر ارشاد کا

نوحہ گر ہے آنکھ پر دل۔ آنکھ دل پر اشکبار
پڑ گیا ہے پیٹنا ناشاد کو ناشاد کا

جب گئی ناصح نے بات اگلے ہی وقتوں کی کہی
آدمی دیکھا نہیں اس عمر میں اس یاد کا

ایک شیریں اور دو عاشق پھر اتنا اُن میں فرق
جبر کیا خسرو کا تھا کیا صبر تھا فرہاد کا

ذکر میرا اس بہانے سے نہ ظالم نے سنا
بزم میں ہے بدشگونی تذکرہ ناشاد کا

بات پیدا کر نئی انداز پیدا کر نیا
اے ستم ایجاد اس میں لطف ہے ایجاد کا

اب اثر آئے دعا میں غیر کی ممکن نہیں
کچھ مرے نالے کا حصہ کچھ مری فریاد کا

دونوں لب، دو کام دیں جب عاشقی کا لطف ہے
ایک خاموشی کا حصہ ایک ہو فریاد کا

کہہ گئے وہ پھر ملیں گے کب ملیں گے کیا خبر
اس کی کیا میعاد ہے وعدہ ہے کس میعاد کا

دفن سے پہلے ہی سی دیں منہ مرا میرے عزیز
بے مروّت دل سے کل اندیشہ ہے فریاد کا

دونوں طرف لگی ہو مزا جب ہے آہ کا
دونوں طرف ہو لاگ مزا جب ہے چاہ کا

یہ طَور دل چرا کے ہوا اُس نگاہ کا
جیسے قسم کے وقت ہو جھوٹے گواہ کا

سرتاج بانکپن کی اداؤں کا ہو گیا
تھوڑی سی کج کے ساتھ وہ گوشہ کلاہ کا

دو دن ہی میں مزاج تمھارا بدل گیا
کیوں جی؟ یہی قرار ہوا تھا نباہ کا

وہ تم کہ بھاگتے تھے لڑائی کے نام سے
کس طرح آ گیا یہ کڑانا نگاہ کا

یہ چال بھی نئی ہے کہ خوبن کے باوفا
اقرار نامہ لیتے ہیں مجھ سے نباہ کا

آتا ہے اب تو ضعف میں آنسو بھی اس طرح
جیسے مسافر آئے تھکا ماندہ راہ کا

یہ بات تیر لگتی ہے اُن کو اگر کبھی
کرتا ہے کوئی ذکر مری آہ آہ کا

جو راہ اختیار کرو دل ہے راہبر
معلوم اس کو حال ہے سب راہ راہ کا

اتنا مزہ تو شعر میں ہو جس سے ہم سنیں
یا شور آہ آہ کا یا واہ واہ کا

ہمارا دل ہے جیسا ناصبور ایسا نہیں ہوتا
کوئی نزدیک ایسا ہو کے دور ایسا نہیں ہوتا

جھکی پڑتی ہیں آنکھیں رات بھر جاگے ہو تم بیشک
جوانی کے تو نشے کا سرور ایسا نہیں ہوتا

پری ہو حور ہو یوسف ہو آخر کیا کہیں تم کو
کسی کو حسن پر اپنے غرور ایسا نہیں ہوتا

حسینوں میں وہ اپنے حسن کے دعوے سے کہتے ہیں
نہیں ہوتا نہیں ہوتا ضرور ایسا نہیں ہوتا

کسی کو اپنا کر رکھے کسی کا ہو رہے کوئی
کہیں دنیا میں کیا اے رشکِ حور ایسا نہیں ہوتا

یہ کس نے کہہ دیا عاشق تمھیں بدنام کرتے ہیں
کبھی ایسے غلاموں سے قصور ایسا نہیں ہوتا

بشر وہ کام کرتا ہے فرشتے کر نہیں سکتے
کہ جو ہوتا ہے اس سے دور دور ایسا نہیں ہوتا

وہ دل میں داغ سے جلتے بھی ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں
کوئی انسان پیدا دور دور ایسا نہیں ہوتا

یوں تو دنیا نے زمانے کا تماشا دیکھا
منصفی شرط ہے ہم نے تمھیں کیسا دیکھا

غیر کی شکل دکھائی نہ خدا نے مجکو
شکر ہے آج اُسے خواب میں تنہا دیکھا

سیکڑوں لوٹ گئے ایک اشارے پہ ترے
آج ہم نے تری شوخی کا تماشا دیکھا

طور پر جاؤں جو میں آئیں صدائیں پیہم
ہم نے ایسا نہ کوئی دیکھنے والا دیکھا

دل جلانے مفت ہے یہ تمھارا خیال کیا
دل کو سمجھ لیا کسی مُردے کا مال کیا

سکتہ نہ جس کو دیکھ کے ہو وہ جمال کیا
آئینے کو تو دیکھیے ہے اُس کا حال کیا

یہ بھی ہے کوئی بات کہ محشر اُٹھائیے
آتا ہے تم کو بیٹھے بٹھائے خیال کیا

مدّت کے بعد آئے ہو دو چار دن رہو   جاتا رہے گا چار گھڑی میں ملال کیا

دو چار سوچ لیجئے پہلو جواب کے   کچھ آپ سہل سمجھے ہیں میرا سوال کیا

دل مانگتا نہیں مجھے محتاج جان کر   سچ ہے کرے فقیر سے کوئی سوال کیا

اک آن میں بدلتی ہے اس کا رہے خیال   کیا جانیں آپ ہے مری نیت کا حال کیا

انسان آرزو ترے ملنے کی کیا کرے   امکان میں نہ ہو تو نہیں ہے محال کیا

یہ کیا کہا کہ تجھ کو تو ناحق کا رشک ہے   میرے رقیب کر گئے سب انتقال کیا

مدّت کے بعد ہم سے ملے ہو کہو تو کچھ   پیدا کیا ہے اتنے دنوں میں کمال کیا

کہنے لگے وہ داغ کی وحشت کو دیکھ کر
دیکھے تو کوئی اس نے بنایا ہے حال کیا

عذر اُن کی زبان سے نکلا   تیر گویا کمان سے نکلا

وہ چھلاوا اس آن سے نکلا   الاماں ہر زبان سے نکلا

فتنہ گر کیا مکان سے نکلا   آسماں آسمان سے نکلا

آگیا غش نگاہ دیکھتے ہی   مدّعا کب زبان سے نکلا

کھا گئے تھے وفا کا دھوکا ہم   جھوٹ سچ امتحان سے نکلا

دل میں رہنے نہ دوں ترا شکوہ   دل میں آیا زبان سے نکلا

اِک جہاں ہم نے دیکھ ڈالا ہے   تو نرالا جہان سے نکلا

وہم آتے ہیں دیکھئے کیا ہو   وہ اکیلا مکان سے نکلا

سچ تو یہ ہے معاملہ دل کا   باہر اپنے گمان سے نکلا

اُس کو آیت حدیث کیا سمجھیں   جو تمھاری زبان سے نکلا

پڑ گیا جو زباں سے تیرے حرف   پھر نہ وہ اپنے کان سے نکلا

لو قیامت اب آئی وہ کافر   بن بنا کر مکان سے نکلا

مر گئے ہم مگر ترا ارمان   دل سے نکلا نہ جان سے نکلا

سمجھو پتھر کی تم لکیر اُسے   جو ہماری زبان سے نکلا

بزم سے تم کو لے کے جائیں گے
کام کب پھول پان سے نکلا

مڑ کے دیکھا تو میں نے کب دیکھا
دور جب پاسبان سے نکلا

وہ ہلے لب تمھارے وعدے پر
وہ تمھاری زبان سے نکلا

ہم کھڑے تم سے باتیں کرتے تھے
غیر کیوں درمیان سے نکلا

وہ دن یاد تھی کہ ہم کو دیکھ کر تم منھ چھپاتے تھے
یہ محشر ہے یہاں عاشق سے پردا ہو نہیں سکتا

عوض دل کے وہی دینا پڑے گا اُن کو جو مانگیں
وہ جھگڑا کر نہیں سکتے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری کر نہیں سکتے
کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا

الٰہی کیا قیامت میں بنے گی دادخواہوں پر
وہ فرماتے ہیں کیا دعوے پہ دعوا ہو نہیں سکتا

جدائی کے ہیں دن کر لو وفا لے لو دعا ہم سے
موافق ہر زمانے میں زمانا ہو نہیں سکتا

زہے قسمت کہ اُس نے وصل کی شب مہرباں ہو کر
کیا احسان ایسا جس کا بدلا ہو نہیں سکتا

پڑا تھا خنجر کی گردن میں کیا کچھ ہم سے تو کہئے
یہ کیسا درد ہے کیوں ہاتھ سیدھا ہو نہیں سکتا

بگڑ جاتی ہے عادت بے وفائی آہی جاتی ہے
تمھارا ہو کے پھر یہ دل ہمارا ہو نہیں سکتا

گئے وہ اُٹھ کے پہلو سے تو یہ کہتے گئے مجھ سے
ذرا سا صبر کر لو تم سے اتنا ہو نہیں سکتا

ہمیں بھی نامہ بر کے ساتھ جانا تھا بہت چوکے
نہ سمجھے ہم کہ ایسا کام تنہا ہو نہیں سکتا

محبت آدمی کو آدمی سے ہو ہی جاتی ہے
جو کر رکھے تو کیا کوئی کسی کا ہو نہیں سکتا

عجب حیرت میں ہوں کیوں کر بتاؤں میں زمانے میں
کہ ہو سکتا ہے مجھ سا اور تجھ سا ہو نہیں سکتا

لیا تھا دیکھنے کو دل اُنھوں نے اب نہیں دیتے
مرا یہ حال ہے مجھ سے تقاضا ہو نہیں سکتا

بگاڑے سے تو بن جاتے ہیں سب اپنے بھی بیگانے
بنا لینے سے کیا بیگانہ اپنا ہو نہیں سکتا

ہوئے نا آشنا ایسے کہ تم سے اب مرے حق میں
بُرا بھی ہو نہیں سکتا جو اچھا ہو نہیں سکتا

ادا تیری ادا کیا کر سکے گا خوب رو کوئی
ستم بھی تو زمانے سے نرالا ہو نہیں سکتا

محبت میں پڑے ہیں ایسے ایسے پیچ آ آ کر
کہ اپنی زندگی میں طے یہ جھگڑا ہو نہیں سکتا

قبر پر اُس نے جب خرام کیا
بے نشانی نے میرا نام کیا

ہو گئے مایوس شاد کام ہے دل
اس نگہ نے خوب کام کیا

حور کے نام سے ہے رشک تمھیں
ہم نے جنت ہی کو سلام کیا

دل پریشان ہو کے نکلا تھا
کیا خبر کس جگہ قیام کیا

میری شکووں میں گزری وصل کی شب
اُس نے باتوں میں دن تمام کیا

آتے آتے یہاں نزاکت سے
کہئے کس کس جگہ مقام کیا

کوئی عاشق نہ ہو کہ سنتے ہیں
اُس نے آزاد اک غلام کیا

رات دن تیری پردہ داری نے
تجھ کو رسوائے خاص و عام کیا

پینے والوں سے قرض کب اترا
کب ادا ہم نے وام دام کیا

رہنے بھی دے یقین ہے مجھ کو
تو نے قاصد ادا پیام کیا

ہم نہ کہتے تھے سب کہیں گے حال
یہ کیا ہم نے یا تمام کیا

مسکراہٹ لبوں کی کہتی ہے
غیر سے آپ نے کلام کیا

آنے پاتا نہیں کوئی عاشق
خوب محفل کا انتظام کیا

عشق بازی میں دل نے نام کیا
لاکھ کاموں کا ایک کام کیا

ابھی حجت تمام بھی نہ ہوئی
تو نے قصہ مرا تمام کیا

ہوش آتے ہی بن گیا سفاک
یہی اُس نے شروع کام کیا

بندہ پروری جب نہ تو ٹھہرا
بندگی کو تری سلام کیا

بخشئے بخشئے کہ میں نے قصور
جو نہ کرنا تھا لا کلام کیا

سب نے جانا کہ ہم سے کہتا ہے
اُس نے جب آپ سے کلام کیا

تیری تصویر تھی تصور میں
آج آنکھوں کا دل نے کام کیا

جور نے ظلم نے تغافل نے
تم کو کس کس نے نیک نام کیا

بات تجھ سے کرے تو ہم جانیں
جس نے اللہ سے کلام کیا

کسی بے درد کا مقام ہے یہ
درد نے دل میں کیوں مقام کیا

آ گئے اور بھی حسین دل میں
تم نے گھر کا نہ انتظام کیا

بھیج کر خط یہ مجھ کو آیا رشک
اس نے قاصد سے کیوں کلام کیا

داغ نے تم سے کی وفاداری
اور دشمن کا تم نے نام کیا

ہوئے ہیں عشق میں عشاق رسوا چار سو کیا کیا
مٹی ہے آبرو والوں کی اس میں آبرو کیا کیا

نہ کہتے ہی بن آتی ہے نہ رکھتے ہی بن آتی ہے
ہمارے دل ہی دل میں پھر رہی ہے آرزو کیا کیا

کوئی جلسہ نہیں چھٹتا کوئی محفل نہیں چھٹتی
کیا کرتے ہیں ہم پھر پھر کے اُس کی جستجو کیا کیا

جو تو ہو مہرباں سب مہرباں ہوں مثل سچ ہے
ہمارے دوست بنتے ہیں کئی دن سے عدو کیا کیا

وہ کہتے ہیں کہ اسمیں خون کی دو چار بوندیں ہیں
کھلائے گا ہمیں ارماں کہ کر دل میں تو کیا کیا

کبھی گر مل گئی مے تشنگی میں ایک چُلّو بھی
بڑھا ہے چُلّوؤں میرے بدن میں پھر لہو کیا کیا

تپش سے درد سے نالوں سے فرقت میں نہیں فرصت
مزے لیتا ہے دل کیا کیا جگر کیا کیا گلو کیا کیا

الٰہی عاشقی میں ہم بڑی تقدیر والے ہیں
سنے ہیں خوش گلو کیا کیا چُنے ہیں خوبرو کیا کیا

دراندازوں کے کہنے پر نہ جاؤ تم وہ کہتے ہیں
ہمارے روبرو کیا کیا تمھارے روبرو کیا کیا

کوئی جانے تو کیا جانے کہ یہ ہیں راز کی باتیں
رہی ہے دل ہی دل میں میری اُن کی گفتگو کیا کیا

وصل میں جھوٹی تسلّی کے سوا کیا ہوگا
بہت اچھّا بہت اچھّا بہت اچھّا ہوگا

تم کسی کے نہ ہوئے ہو نہ کسی کے ہو گے
دل کسی کا نہ ہوا ہے نہ کسی کا ہوگا

خوبیاں داغ کی جب اُس نے سنیں سن کے کہا
کیا غرض ہم کو وہ اپنے لئے اچھّا ہوگا

کسی کو چین کیا اے بندہ پرور ہو نہیں سکتا
جو تم چاہو تو ہو سکتا ہے کیونکر ہو نہیں سکتا

تمھارا دل مرے دل کے برابر ہو نہیں سکتا
وہ شیشہ ہو نہیں سکتا یہ پتھر ہو نہیں سکتا

جفائیں جھیل کر عاشق کریں معشوق کو ظالم
وگرنہ بے سبب کوئی ستمگر ہو نہیں سکتا

مرا قاتل نے سر کاٹا تو میں ممنون ہوں اُس کا
زمانے کا کوئی احسان سر پر ہو نہیں سکتا

کبھی ناصح کی سن لیتا ہوں پھر روتا ہوں بیٹھا ہوں
کبھی ہوتا ہے مجھ سے صبر اکثر ہو نہیں سکتا

نہ دے وہ داد اگر میری تو یہ ہے سخت مجبوری
کہ بندے کا تو کچھ دعوی خدا پر ہو نہیں سکتا

یہ ممکن ہے کہ تجھ پر ہو کبھی جائے اختیار اپنا
مگر قابو ہمارا اپنے دل پر ہو نہیں سکتا

وہ کیا کیا کوستے ہیں بیٹھکر اپنی نزاکت کو | بپا رفتار سے اُن کی جو محشر ہو نہیں سکتا
تلوّن ہے طبیعت کا کہ یہ شوخی ہے طینت کی | کوئی وعدے کا دن تجھ سے مقرر ہو نہیں سکتا
جفائیں داغ پر کرتے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں
کہ ایسا آدمی مجھ کو میسر ہو نہیں سکتا

دلبر سے جدا ہونا یا دل کو جدا کرنا | اس سوچ میں بیٹھا ہوں آخر مجھے کیا کرنا
مرقد پہ مرے آکر بخشش کی دعا کرنا | اتنا کہے جاتا ہوں اتنی تو وفا کرنا
روٹھے کو مناتے ہیں وہ پیار سے یہ کہکر | تیری تو یہ عادت ہے ناحق کا گلا کرنا
یہ کام تو آساں ہے گر اس پہ کمر باندھو | میرا بھی بھلا کرنا اپنا بھی بھلا کرنا
معشوق زمانے میں یہ کام نہیں کرتے | یہ کام تمھارا ہے اچھوں کو بُرا کرنا
یہ کام نہیں آساں انسان کو مشکل ہے | دنیا میں بھلا ہونا دنیا کا بھلا کرنا

حال دل کا آشکارا ہو گیا | یہ ہمارا تھا تمھارا ہو گیا
اشک پی کر رنج کھا کر ہجر میں | ہو گیا جوں توں گزارا ہو گیا
پہلے ناصح کا سخن تھا ناگوار | رفتہ رفتہ پھر گوارا ہو گیا
گرچہ وہ جھوٹی تسلّی دے گئے | مجکو جینے کا سہارا ہو گیا
آئے کیا دنیا میں ہم کیا سیر کی | چلتے پھرتے اک نظارا ہو گیا
داغ اترائے ہوئے پھرتے ہو تم
کیا ملاپ اُن کا تمھارا ہو گیا

ہم تو نالے بھی کیا کرتے ہیں آہوں کے سوا | آپ کے پاس ہیں کیا تیر نگاہوں کے سوا
اس دل کو کھا اس نے یہ خوش حال نہ نکلا | ہم جس کے خریدار تھے وہ مال نہ نکلا
آئے تھے عیادت کیلئے غیر کو لے کر | پچھتائے وہ میرا جو بُرا حال نہ نکلا
دل چوٹ جو کھاتا ہے تو رہتا نہیں ثابت | اس شیشے میں جس وقت پڑا بال نہ نکلا
وہ اس لئے آئے تھے کہ ہم داغ کو لوٹیں
ہر چند ٹٹولا گئے کچھ مال نہ نکلا

کون دنیا میں باوفا نکلا
یہ تمھاری زباں سے کیا نکلا

وہ ادھر بھول کر جو آ نکلا
میں نے جانا کہ مدعا نکلا

بت کدہ دیکھکر ہوئی غیرت
میرے منھ سے خدا خدا نکلا

غیر کے دل میں تھا وہ ہرجائی
بعد مدت کے یہ پتا نکلا

اب دماغ اُن کا آسمان پر ہے
کیوں مرے منہ سے مدعا نکلا

غیر سے، اُن سے عشق، باہم ہے
درمیاں سے قدم مرا نکلا

ستیاناس ہو ترا اے دل
تو ہمارے نہ کام کا نکلا

پھر بھی اچھا کہو گے غیر کو تم
امتحاں میں اگر بُرا نکلا

میں نے چھوڑا انھیں جب تو کہا
یہ تو ظالم بُری بلا نکلا

داغ کو لوگ رند کہتے ہیں
وہ حقیقت میں پارسا نکلا

یاروں نے پیشتر تو نہ کی میری روک تھام
اب پوچھتے ہیں تجھ کو مرے یار کیا ہوا

کس کی خبر گئی جو پریشان ہو گئے
گھرا کے پوچھتے ہیں وہ ہر بار کیا ہوا

لے جائیں گے مجھے جو فرشتے عذاب کے
رحمت کہے گی لاؤ گنہگار کیا ہوا

ہوا کے جھوکے سے کہتا ہوں میں جب آتا ہے
کسی کے دل سے اُڑا کر غبار لیتا جا

شمار میں نے کیا جب تری جفاؤں کا
عدد نہ ایک بھی میرے حساب سے چھوٹا

زہے نصیب وہ عاشق نصیب والا ہے
جو تیرے قہر سے تیرے عتاب سے چھوٹا

انھوں نے غور سے دیکھا جو میرے دیواں کو
نہ کوئی شعر مرا انتخاب سے چھوٹا

اگرچہ سیکڑوں بے ڈھب سوال میں نے کیے
نہ مدعا مرے حاضر جواب سے چھوٹا

قرار دل کو نہ آیا تو مجکو موت آئی
چھٹا وہ صبر سے میں اضطراب سے چھوٹا

دل میرا بنا جب تو محبت تری آئی
آنکھیں ہوئیں پیدا تو مجھے تو نظر آیا

یہ حسن پرستی بھی عجب شے ہے الٰہی
دل لوٹ گیا جب کوئی خوش رو نظر آیا

جس بات میں پہلو ہو وہی بات کریں ہم
پہلو میں وہ بیٹھے تو یہ پہلو نظر آیا

اس شست کے قربان ہوں میں اے قدر انداز ۔ جب تیر چھپا دل میں تو راز و نظر آیا

بت خانہ ہو یا کعبہ ہو چھٹتا نہیں کوئی
دیکھا تجھے اے داغ جہاں تو نظر آیا

یہ جلسے جیتے جی کے ہیں اگر دم ہے تو غنیمت سمجھو ۔ کہ بہتر زندگی سے کوئی میلا ہو نہیں سکتا

سعی ہے شرط مگر سعی سے ہوتا کیا ہے ۔ جب مقدر میں نہ ہو نفع تو پیسا کیسا

خیر بہتر ہے رہے حشر پہ جھگڑا موقوف ۔ ہاتھ میرا تو گریبان تمھارا ہوگا

ردیف (ب)

آفتاب

کیا مر گیا ہوں دیکھ تو اے چارہ گر سب مجھے ۔ اُن کی زبان سے میری وفا کا بیان ہے اب
اس حال کو پہنچ گئیں دل کی خرابیاں ۔ تیرا مکاں ہے اب نہ خدا کا مکان ہے اب
دیکھو ذرا سی شرم نے سب کچھ مٹا دیا ۔ وہ آنکھ وہ نگاہ وہ چتون کہاں ہے اب
میں کیا کہ اُس نے غیر کو روکا ہے بارہا ۔ چلتا ہوا رقیب سے بھی پاسبان ہے اب
یہ کیا کہا کہ حشر کے دن آزمائیں گے ۔ میں خوب جانتا ہوں مرا امتحان ہے اب

تم کو یقیں نہیں تو نہ ہو اس کا کیا علاج
کم بخت داغ تم سے بہت بدگمان ہے اب

گلزار

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب ۔ سُن چکا میں چار دن آگے مقدر کا جواب
شیخ ہو حق کر رہا ہے رات دن مستوں کے ساتھ ۔ آج کل ہے مے کدہ اللہ کے گھر کا جواب
خلق کے اعمال نامے چھین لوں گا حشر میں ۔ گم ہوا ہے ہاتھ سے قاصد کے دلبر کا جواب
میرے ہی دل سے نگہ تیری اٹک کر رہ گئی ۔ دوسری جانب جگر بھی تھا برابر کا جواب
غیر کی تعریف لکھی سارے خط میں اور مجھے ۔ یہ بھی لکھتے ہیں کہ لکھو میرے دفتر کا جواب
خط تمھارا ہم کو پہنچا ہے، فقط اتنی رسید ۔ واہ کیا لایا ہے قاصد میرے دفتر کا جواب

لوگ کہتے ہیں بنا دلی بگڑ کر لکھنؤ
پر کہاں لے داغ اُس اُجڑے ہوئے گھر کا جواب

کیوں کہا یہ کسی سے کیا مطلب   اسی کہنے سے کھل گیا مطلب
بات پوری نہیں کہی میں نے   کہ وہ طرار لے اڑا مطلب
میں کہے جاؤں تم سنے جاؤ   ایک کے بعد دوسرا مطلب
ہے مرا درد آپ کی راحت   ہے مری یاس آپ کا مطلب
خون ہونے کو خاک ہونے کو   یا مرا دل ہے یا مرا مطلب
مٹ گئے ایک ہی تغافل میں   شوق، ارمان، مدعا مطلب
غیر کا خط بھی چاک کر ڈالا   مل گیا تھا جو کچھ مرا مطلب
کبھی کہتا ہوں دل سے خوب کیا   کبھی کہتا ہوں کیوں کہا مطلب
بے خودی میں رہا نہ یاد القاب   خط میں پہلے ہی لکھ دیا مطلب
دل میں گھٹ گھٹ کے رہ گئی حسرت   لب پر آ آ کے رہ گیا مطلب

میں کیا کروں بلا سے جو تو مہرباں ہے اب   وہ دل کہاں ہے اب وہ طبیعت کہاں ہے اب
تم پارسا سہی مگر اتنا تو سوچ لو   کچھ دیکھ ہی لیا تھا جو دل بدگماں ہے اب
وہ ظالموں میں لاگ ہوئی میرے واسطے   نامہرباں وہ ہے تو فلک مہرباں ہے اب
سن لو جو ہم بیان کریں پھر کہاں یہ بات   چلتی ہوئی ہمارے دہن میں زباں ہے اب
بیٹھے ہیں ہم بھی گوش برآواز کہہ تو دو   آتا ہے جس کو آئے یہاں امتحاں ہے اب
کیا کیا ملا ہے خاک میں انساں جہان سے   سچ پوچھئے اگر تو زمیں آسماں ہے اب
اُس کو بھی میری وجہ سے ہیں بدگمانیاں   جو ہم نشیں مرا ہے ترا پاسباں ہے اب

"مہتاب"

اس خرابات کا یہی ہے مزا   کہ رہے آدمی مدام خراب
وہ بھی ساقی مجھے نہیں دیتا   وہ جو ٹوٹا پڑا ہے جام خراب
کیا ملا مجکو زندگی کے سوا   وہ بھی دشوار، ناتمام خراب

واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں | خوب رو ہو کے یہ کلام خراب

داغ ہے بد چلن تو ہونے دو
سو میں ہوتا ہے اک غلام خراب

"یادگار"

بے اثر ٹھہریں دعائیں سب کی سب | عمر بھر کی وہ وفائیں سب کی سب
رہ نہ جائے ہجر میں کوئی بلا | کس نے روکا اُن کو آئیں سب کی سب
عشوہ ہو یا غمزہ ہو یا ناز ہو | تیر ہیں تیری ادائیں سب کی سب
کیا کروں میں اُن کی یہ تاکید ہے | تو اٹھا میری جفائیں سب کی سب
چھین کر دل اُس سراپا ناز کی | ناز کرتی ہیں ادائیں سب کی سب
گو نہ دیں اے نامہ بر کوئی جواب | سن تو لیں وہ التجائیں سب کی سب
میں کروں تیری جفاؤں کا شمار | حشر میں گر یاد آئیں سب کی سب
میری ناکامی کے درپے ہے فلک | آرزوئیں مٹ نہ جائیں سب کی سب
جائے حوروں میں اگر تیرا شہید | اپنی آنکھوں پر بٹھائیں سب کی سب
یا خدا آئے گا وہ دن بھی کبھی | ہم مرادیں اپنی پائیں سب کی سب

داغ کو ہے اُس کی رحمت سے اُمید
بخش دے گا وہ خطائیں سب کی سب

اُس بحر میں ہوں جس میں نہیں آشنا نصیب | اُس دشت میں ہوں جس میں نہیں رہنما نصیب
مجھ پر وہ مہربان اگر ہوں خوشا نصیب | دشمن کہیں حسد سے کہ اس کا ہے کیا نصیب
فرہاد، پیرزن کے فریبوں میں آگیا | سر پھوڑنے کے ساتھ ہی پھوٹا ہے کیا نصیب
اس میں اجارہ کیا ہے یہ قسمت کی بات ہے | ملتا جو دوسرے سے نہیں ایک کا نصیب
قسمت سے غیر کی مری تقدیر کیا ملے | اُس کا جدا نصیب ہے میرا جدا نصیب
ہنستا ہے میرے گریئے پہ فرقت میں آسماں | روتا ہے میرے حال پہ مجھکو مرا نصیب
قاصد پہ اعتراض جو مجھ سے بہت کئے | سر پیٹ کر وہ کہنے لگا یہ مرا نصیب

دنیا میں کوئی اس کا خریدار ہی نہیں ۔۔۔ میں بیچتا ضرور جو بکتا مرا نصیب

ردیف (پ)

گلزار

مہرباں ہو کے جب ملیں گے آپ ۔۔۔ جو نہ ملتے تھے سب ملیں گے آپ
آپ کیوں خاک میں ملاتے ہیں ۔۔۔ ہم مصیبت طلب ملیں گے آپ
کارواں کی تلاش کیا اے دل ۔۔۔ آ کے منزل پہ سب ملیں گے آپ
ایک تو وعدہ اور اس پہ قسم ۔۔۔ یہ یقین ہے کہ اب ملیں گے آپ

داغ اک آدمی ہے گرما گرم
خوش بہت ہوں گے جب ملیں گے آپ

برسوں آنکھوں میں رہے آنکھوں سے پھر کر دل میں آئے ۔۔۔ راہ سیدھی تھی مگر پہنچے بڑے چکر سے آپ
شرم سے گو اب کسی جانب نظر اٹھتی نہیں ۔۔۔ چٹکیاں لیں گے کلیجے میں اسی نشتر سے آپ

مہتاب

کیا سبب شاد ہے بشاش ہے جی آپ ہی آپ ۔۔۔ چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ
ہم نشیں کبھی تو نہیں ہجر ہیں دل کیا بہلے ۔۔۔ باتیں کر لیتے ہیں دو چار گھڑی آپ ہی آپ
کچھ تو فرمائیے اس بد مزگی کا باعث ۔۔۔ آپ ہی آپ ہے رنجش خفگی آپ ہی آپ
کبھی کثرت سے غرض تھی کبھی وحدت منظور ۔۔۔ کبھی وہ انجمن آرا ہے کبھی آپ ہی آپ

دل لگی آگ ہے اے داغ خبر لو جلدی
جو لگائے سے لگی کب وہ لگی آپ ہی آپ

ردیف (ت)

ضمیمہ "آفتاب"

ہم کہ بیداد کرو اور نہ شرماؤ ذرا ۔۔۔ ہم کہ ناکردہ گنہ اور پشیمان بہت

حسرتیں روز نئی دل میں بھری جاتی ہیں
تھوڑے تھوڑے بھی ہوئے جاتے ہیں مہماں بہت

سوچئے دل میں تو ہے عشق نہایت دشوار
نہ سمجھئے تو یہی کام ہے آساں بہت

دل سے کس طرح بھلا دوں تجھے اے پردہ نشیں
بے خودی میں بھی رہتا ہے ترا دھیان بہت

حسرتیں لے تو چلیں روح، عدم کو لیکن
اس مسافر سے چلے گا نہ یہ ساماں بہت

"گلزار"

آنکھوں میں رہ کہ دل میں ٹھہر تیرے واسطے
آراستہ ہے ایک مکاں، ہر مکاں درست

گئی ہے نہ فرقت کی جائے گی رات
سحر کو بھی دھبا لگائے گی رات

قیامت کے دن کیا نہ آئے گی رات
مری تیرہ بختی دکھائے گی رات

نہیں بات کرتا اگر جانتا
کہ یوں بات کرنے میں جائیگی رات

شعلہ رو سیکڑوں نظر آئے
ہیں زمیں پر بھی آفتاب بہت

آئی کس کی نگاہ میں شوخی
ہے زمانے کو اضطراب بہت

شام ہونے تو دو چلے جانا
ہے ابھی تیز آفتاب بہت

کچھ سمجھ کر وہ ہو گئے خاموش
تھے مری بات کے جواب بہت

دیکھئے کب عدم کو جانا ہو
کر چکے داغ پا تراب بہت

"ماہتاب"

بگڑی شوریدہ سری سے مرے گھر کی صورت
وہی دیوار کی صورت ہے جو در کی صورت

اُس کو دیکھے کوئی محفل میں کسی کی حالت
ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت

نامہ بر جان کے میں اُس کے قدم لیتا ہوں
جب بنا کر کوئی آتا ہے سفر کی صورت

اے جنوں خاک بیاباں کو بیاباں سمجھوں
میری آنکھوں میں ابھی پھرتی ہے گھر کی صورت

خط میں لکھا تھا کہ آتا ہے کلیجا منہ کو
اب دکھائیں اُنھیں کس منہ سے جگر کی صورت

آج آنکھیں نہیں پاتیں نہیں دیکھیں تو غضب
کہ دکھائی ہے مجھے غیر کے گھر کی صورت

منتظر تھے جو ہم وصل میں مشتاق ہوئے
نظر آئی نہیں دونوں کو سحر کی صورت

کوئی دم کوئی گھڑی کل نہیں پڑتی دل کو ۔ میں بیاں کس سے کروں آٹھ پہر کی صورت

نہیں سنتے وہ اب ہماری بات ۔ سچ ہے بن آئے کی ہے ساری بات

دو دو باتیں ہوئی نقیض و لعظ سے ۔ رکھ لی اللہ نے ہماری بات

خیر سے اُس نے ہی نہ پوچھا حال ۔ کرنے دیتی نہ بے قراری بات

کھیل ہے امتحاں ترے آگے ۔ میرے آگے ہے جاں نثاری بات

خامشی میں ادا کریں مطلب ۔ نہ تو ہے اُن کی اختیاری بات

لوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو
تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

"یادگار"

نظر میں چُبھ گئی اُس گل عذار کی صورت ۔ وہ پھول بھی تو کھٹکتا ہے خار کی صورت

خوشی سے کہتے ہیں یہ بھی مرا ہی عاشق تھا ۔ وہ دیکھتے ہیں نئی جس مزار کی صورت

اشارہ ہے، مری جانب سے مر گیا اب تو ۔ بنا کے بھیجی ہے خط میں مزار کی صورت

تمھارے حسن کی لینی ہے داد آئینے سے ۔ کہ اُس نے دیکھی ہے اچھی ہزار کی صورت

کہا جو میں نے انھیں بدگماں تو کہتے ہیں ۔ نکالیں آپ مرے اعتبار کی صورت

ہمارے ساتھ تم آئینہ دیکھو خلوت میں ۔ جو چاہتے ہو نظر آئے چار کی صورت

یہ کس قدر مرے صیاد کو ہے استغنا ۔ شکار کر کے نہ دیکھی شکار کی صورت

مجھے نہ حشر میں پہچانتا، جو برسوں تک ۔ نہ بھولے دیکھی ہوئی ایک بار کی صورت

کر سکوں اُس پہ محبت کی نظر کیا طاقت ۔ بزم میں پیار سے دیکھوں جو اُدھر کیا طاقت

ہجر کی ایک گھڑی بھی ہے قیامت کی گھڑی ۔ ہم کریں شام سے مر مر کے سحر کیا طاقت

توڑ ڈالے ہیں ہزاروں کے دل اُس کافر نے ۔ عہد توڑے وہ رقیبوں سے مگر کیا طاقت

اے جنوں زور سہی جوش سہی تجھ میں مگر ۔ سر پہ لے جائے اُٹھا کر کوئی گھر کیا طاقت

داغ سے تجھ کو گماں بدنظری کا ہے عبث
کیا مجال اُس کی وہ ڈالے تو نظر کیا طاقت

پوچھے سفر میں کوئی گھر سے عدن کی بات
غربت میں یاد آتی ہے کیا کیا وطن کی بات

سر پھوڑے لاکھ عشق میں کوئی تو کیا ہوا
وہ کوہکن کے ہاتھ رہی کوہکن کی بات

انکار آج وصل سے میں نے بھی کر لیا
میرے دہن میں آئی تمہارے دہن کی بات

کیا نامہ بر وصال کا اقرار کر لیا
یہ ہے اُسی کے لب کی اُسی کے دہن کی بات

موقع ملے تو کان میں واعظ کے ڈال دوں
جو کان میں پڑی ہے مرے برہمن کی بات

بات بڑھ جائے گی جو چپ نہ رہوں
خیر سچی سہی تمہاری بات

باوفا کہکے بے وفا نہ کہو
کیوں بدلتے ہو ایسی پیاری بات

کہتے ہو کیوں چبا چبا کر تم
ایسی شیریں ہے کیا تمہاری بات

بات پکڑے نہ تیرے اے قاصد
اس سے کرنا بہوشیاری بات

بات دل کی نہ پھوٹ جائے کہیں
رکھ لے میری یہ رازداری بات

بات پر بات یاد پھر آئی
کہہ چکا تھا اگرچہ ساری بات

ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں
اور رہ جائے گی ہماری بات

ردیف (ٹ)

"گلزار"

لگائی آپ نے کیوں میری قبر پر ٹھوکر
غضب کیا کہ عبث خاک میں ملائی چوٹ

سلام میں نے کیا رکھ کے ہاتھ سینے پر
رہ جاتے ہیں مجھے دیکھکر چھپائی چوٹ

جب اپنے ہاتھ کی تجھ سے نہ اُٹھ سکی فرہاد
حریف ہو کے اُٹھائے گا کیا پرائی چوٹ

ردیف (ث)

"گلزار"

گریے سے ہے ہنسی مری داغ سے دل لگی مری
کوئی نہ کوئی شغل ہو یا ہو بکار یا عبث

مجکو سنا کے جب کہا ہم سے کوئی وفا کرے
کہنے کو تھا بجا درست منہ سے نکل گیا عبث

عشق میں تیرے فتنہ گر رنج اٹھائے اس قدر
تکیہ کلام ہے مرا کوئی کرے وفا عبث

"ماہتاب"

پڑا ہے بل جبیں پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
ہوا ہے تیز خنجر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

خفا رہتے ہو اکثر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
ستم ہوتے ہیں مجھ پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

سنبھل کر گفتگو کرتے ہو لیکن باتوں باتوں میں
بگڑ جاتے ہیں تیور کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

کہا گر ہم نے ہرجائی تو کیوں تم نے برا مانا
پھرا کرتے ہو دن بھر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

یہ حیرت ہے کہ اس کافر نے مجھ کو ذبح کرتے ہی
کہا اللہ اکبر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

طبیعت میری جب سنبھلی ذرا ان کو عجب آیا
ہوا آرام کیوں کر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

اشاروں میں ہوئی تھیں مجھ سے ان سے آج کچھ باتیں
یہی چرچا ہے گھر گھر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

ردیف (ج)

گلزار

وہ جاتے ہیں آتی ہے قیامت کی سحر آج
روتا ہے گلے مل کے دعاؤں سے اثر آج

امید یہ کہتی ہے وہ آتے ہیں ٹھہر جا
ہے یاس کی تاکید کہ دنیا سے گزر آج

جس دوست کو دیکھا ہے مجھے دشمن نظر آیا
جب تک مری نظروں میں ہے تیری نظر آج

بسمل ہی کیا اس کو جسے خواب میں دیکھا
سوتے میں بھی لڑتی رہی قاتل کی نظر آج

وعدے پھرے ان کے قیامت کی ہے تکرار
اور بات ہے اتنی کہ ادھر کل ہے ادھر آج

یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا
کیا ہو مرے قابو میں تم آجاؤ اگر آج

تھی کل سے تلاش ان کو مرے قتل پہ اے داغ
نکلے وہ عزادار بنے غیر کے گھر آج

بے وقت کی چڑھی ہے نہ ہوگا اتار آج
ہوتے ہیں تیرے مست کوئی ہوشیار آج

اے بے خودی وہ آئیں تو میں ہوش میں آؤں
وہ بھی تو میری طرح کریں انتظار آج

شاید لگی ہے اُن کو مری نزع کی خبر — وہ پوچھتے ہیں حال مرا بار بار آج
آئینہ ہو گیا ترے دل میں ستم شعار — کتنا ہوا ہے صاف ہمارا غبار آج
ناصح نے میرا حال جو مجھ سے بیاں کیا — آنسو نکل پڑے مرے بے اختیار آج
سچ ہے کھٹک ہی جاتی ہے صورت حریف کی — بلبل نے مجکو دیکھ کے کھایا ہے خار آج
اب تیرے دردمند کا بس ہو چکا علاج — کل سے زیادہ اور ہے وہ بے قرار آج
کل جائے گا پیام بر اپنا، یہاں یہ شوق — خط کے جواب کا ہے ہمیں انتظار آج

مہتاب

میرا جدا مزاج ہے اُن کا جدا مزاج — پھر کس طرح سے ایک ہو اچھا بُرا مزاج
دیکھا نہ اس قدر کسی معشوق کا غرور — اللہ کیا دماغ ہے اللہ کیا مزاج
کس طرح دل کا حال کھُلے اس مزاج سے — پوچھوں مزاج تو وہ کہیں آپ کا مزاج
تم کیا کسی کے دل میں بھلا گھر بناؤ گے — بنتا نہیں بنائے سے بگڑا ہُوا مزاج
پالا پڑے کہیں نہ کسی بد مزاج سے — ہر وقت دیکھتے ہیں مزاج آشنا مزاج
کل اُن کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی — بدلی ہوئی نگاہ تھی بدلا ہوا مزاج
اُن کو بغیر چھیڑ کئے چین ہی نہیں — کتنی شریر طبع ہے کیا چلبلا مزاج

سچ ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے
اک داغ کا مزاج ہے اک آپ کا مزاج

میں بھی جاتا ہوں ساتھ غیروں کے — دوست دشمن کا امتحاں ہے آج
کیا ڈریں گے وہ اس سے محشر میں — کل یہی ہو گی جو فغاں ہے آج
تم وہاں تھے تو دل وہاں کل تھا — تم یہاں ہو تو دل یہاں ہے آج
کل ادا دل کا حال ہو کہ نہ ہو — سن لو گویا مری زباں ہے آج

اس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر
دل نشیں داغ کا نشاں ہے آج

ردیف (چ)

"گلزار"

یوں مصوّر یار کی تصویر کھینچ — کچھ ادا کچھ ناز کچھ تقریر کھینچ
کھینچ یوں رتال میرا زائچہ — شکل کی جا یار کی تصویر کھینچ
داغ کو تو نیم بسمل چھوڑ دے
دل سے اے سفاک آدھا تیر کھینچ

"مہتاب"

جس دم رقیب کہنے پر آتے ہیں جھوٹ سچ — اُن کو مری طرف سے لگاتے ہیں جھوٹ سچ
قاصد کے کچھ کلام غلط ہیں تو کچھ صحیح — ہم کو الگ الگ نظر آتے ہیں جھوٹ سچ
اوّل ہی سے ہے اُن کا خوشامد طلب مزاج — پھر ہاں میں ہاں ندیم ملاتے ہیں جھوٹ سچ
انصاف یہ کہ اُن کے سوالوں کا کیا جواب — باتیں اگرچہ ہم بھی بناتے ہیں جھوٹ سچ
جوہر اس آئینے کے ہوئے خوب آشکار — دل میں تمہارے سب نظر آتے ہیں جھوٹ سچ
وعدہ وفا کریں نہ کریں آئیں یا نہ آئیں — گھبرا کے کچھ وہ بول تو جاتے ہیں جھوٹ سچ

ردیف (ح)

"گلزار"

بگڑ گئی ہے یہاں سے طرح جہاں کی طرح — کہاں کی وضع کہاں کی ادا کہاں کی طرح
چھڑا دے قید سے اے قید ہم اسیروں کو — لگا دے آگ قفس کو بھی آشیاں کی طرح
مجھے یہ حکم ہے زنہار تم نہ کرنا عشق — نصیحتیں بھی وہ کرتے ہیں امتحاں کی طرح

دل نہ رہا سینے میں دم کی طرح — ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح
خامہ گرا ضعف سے پر انگلیاں — چلتی ہیں کاغذ پہ قلم کی طرح
تیری وفا بھی عجب اُستاد ہے — تم کو سکھاتی ہے ستم کی طرح

غیر کے آگے وہ مرے حال پہ | لطف بھی کرتے ہیں ستم کی طرح

مہتاب

لیتا ہے آدمی ہی سے تو آدمی صلاح | میری وہی صلاح ہے جو آپ کی صلاح
میں پوچھتا ہوں آپ سے الفت کے باب میں | دیجے خدا کے واسطے اچھی کوئی صلاح
دل کو صلاح کار بنا کر ہوئے خراب | دشمن وہی ہے دے جو بُری بات کی صلاح
کہتے ہیں جب وہ مجھ سے تجھے ہم کریں قتل | کہتا ہوں ہاتھ باندھ کے جو آپ کی صلاح
وہ دوست ہے مشیر ہے چاہے جو دوستی پہ | یہ مشورہ خلاف ہے یہ ہے بُری صلاح
عادت میں فرق، رائے جدا، وضع مختلف | اے پند گو ملے گی نہ میری تیری صلاح
مرضی سے دوست کی ہے غرض مر ہی کیوں نہ جائیں | اُس نے ہنسی خوشی مجھے مرنے کی دی صلاح
قائم مزاج کیا ہو تمھیں وہ نہیں رہے | دل کی طرح بدلنے لگی ہر گھڑی صلاح
پیری میں خاک توبہ کروں جب کہ ہے طبیعت | نادان ایسے وقت میں ہے کیسی صلاح

کیوں مدعی سے چارہ طلب داغ ہو گیا
کیا جانے اپنے مخلص کو کس نے دی صلاح

یادگار

اُن کو پہنچا ہے پیام اچھی طرح | اب نکل آئے گا کام اچھی طرح
ساقیا دے بھر کے جام اچھی طرح | سیر ہو یہ تشنہ کام اچھی طرح
ان بُرے ڈھنگوں پہ تم کو ناز ہے | کیا ہے بد وضعی کا نام اچھی طرح
تم بلاتے ہو ہم آئیں گے مگر | بزم کا ہو اہتمام اچھی طرح
کاش آئے سینے تک ہی اُن کا ہاتھ | وہ نہیں لیتے سلام اچھی طرح
منہ ہی منہ میں گالیاں دیجے نہ آپ | کیجئے ہم سے کلام اچھی طرح
ہم کو ملتا ہی نہیں اُس کا پتا | ڈھونڈھ ڈالا ہر مقام اچھی طرح
دیکھئے ارشاد کیا کرتے ہیں وہ | سُن لیا قصہ تمام اچھی طرح
مجھکو رکھئے پاس خدمت کے لئے | خوش کرے گا یہ غلام اچھی طرح

دیکھ لینا خواب میں آئیں گے ہم
لے کے دل کو تم بھی رکھنا چین سے

لاکھ کر لو انتظام اچھی طرح
ہم نے رکھا ہے مدام اچھی طرح

ردیف (خ)

"گلزار"

وہ بدخو، بدزباں، اغیار گستاخ
ہوا دربار کا دربار گستاخ

رہوں چپ تو کہیں چپ لگ گئی ہے
اگر بولوں بتائیں یار گستاخ

خبر اچھی سنائی نامہ بر نے
کہ بیٹھے ہیں وہاں دو چار گستاخ

مہتاب

نرگسی چشم ہے بلا کی شوخ
شوخ بھی اور انتہا کی شوخ

ہر نگہ تیری انتہا کی شریر
ہر ادا تیری انتہا کی شوخ

تیری تحریر انتہا کی متیں
تیری تقریر انتہا کی شوخ

کیا ٹھکانا ترے طبیعت کا
ابتدا میں ہے انتہا کی شوخ

جو فرشتے سے بھی نہ باز آئے
ہے زباں ایسی بے حیا کی شوخ

ردیف (د)

گلزار

اُس نے اگر کرم بھی کیا تو جفا کے بعد
آیا مری خبر کو ستمگر قضا کے بعد

حسرت سے تک رہا ہوں جو تجھ کو سبب یہ ہے
خاک اُڑتی دیکھتا ہوں میں اپنی فنا کے بعد

بھولے ہم اُن کو پہلے ہی ناراض کر دیا
چوکے ہم اُن سے کرنے کو شکوہ دعا کے بعد

خاموش ہیں جو ہوں تو جہاں کا مات ہے
تاثیر جب ملے گی نہ میری دعا کے بعد

جس دل کو لگی ہو وہ کرے خاک فغاں بند
سنتے ہیں تری فریاد یہ کس کس کی زباں بند

اس عشق نے کیا قفل لگایا ہے دلوں پر
کیونکہ ہے وہاں بند تو حسرت ہے یہاں بند

اُس زلف کا بے طرح جما دل میں تصوّر — اندھیر ہے اس گھر میں ہوا گھٹ کے دھواں بند
اے محتسب اک دم سے ترے کتنے خفا ہیں — شیشے کا ہے دم بند صراحی کا گلا بند
دم رُکتے ہی آنکھوں میں نکل پڑتے ہیں آنسو — بارش کی علامت ہے جو ہوتی ہے ہوا بند

کہتے تھے ہم اے داغ وہ کوچہ ہے خطرناک
چھپ چھپ کے مگر آپ کا جانا نہ ہوا بند

چھپتی ہے کب چھپانے سے اے خوب رو پسند — آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کہ آیا ہے تو پسند
اے غم معاف کر کہ یہ حصّہ ہے عشق کا — مہمان کو نہ آئے گا جھوٹا لہو پسند
آفت ہے محتسب کی نظر سے خدا بچائے — ٹوٹا تڑاق سے اگر آیا سبو پسند
جی چاہتا ہے روز بدل جائے روزگار — مٹ جائے وہ تمنا جسے آئے تو پسند
کہتے ہیں ہم نشیں کو مرے غیر کے عوض — ایسوں سے تم کو ربط ہے ایسوں کی خو پسند
آنسو گرا جو آنکھ سے تقدیر نے کہا — ملتے ہیں دیکھ خاک میں یوں آبرو پسند
حسرت کا یہ مزا ہے کہ دل میں خلش رہے — نکلی ہوئی ہیں تو نہیں آرزو پسند
میری طرح سے جائے گی تجھ پر کسی کی جان — میری طرح سے آئے گا عالم کو تو پسند
اے شیخ جس کو جو نہ ملے گا بڑھے گا شوق — جنّت کو میں پسند جہنم کو تو پسند
کیا کیا بُری طرح سے ملایا ہے خاک میں — آنکھوں کو بھی نہیں مرے دل کا لہو پسند
دینے لگے اخیر وہ باتوں میں گالیاں — جانا کہ اس کو آئی مری گفتگو پسند
سنو! حسرتوں میں ایک تو معلوم ہو مجھے — یہ شوق ناپسند ہے یہ آرزو پسند
محشر میں خلق اپنی مصیبت میں مبتلا — یاں یہ تلاش آئے کوئی خوبرو پسند

اے داغ ہچکچاتے ہو ذلت سے عشق کی
دنیا میں ہو کہیں تو بڑے آبرو پسند

نہ ہو کیوں کر افضل ہمارا محمدؐ — کہ ہے اپنے پیارے کا پیارا محمدؐ
الٰہی یہ محشر میں ہم کہتے جائیں — کہاں ہے کہاں ہے ہمارا محمدؐ
الٰہی قریش سے کر شل جائے جھک کر — کریں گر طلب کا اشارا محمدؐ

یہی بات عاشق نے معشوق سے کی — نہیں تیری فرقت گوارا محمدؐ
صدا خیر مقدم کی کعبے سے آئی — حرم سے جب آئے دوبارا محمدؐ

بلا لو مدینے میں پھر داغؔ کو تم
نہیں ہند میں اب گزارا محمدؐ

مہتاب

ملی ہم کو جنت قیامت کے بعد — ملے کیا خدا جانے جنت کے بعد
نہ ہو مہرباں ہو کے نا مہرباں — عداوت بری ہے محبت کے بعد
حیا کے تبسم کے اغماض کے — مزے لے رہا ہوں شکایت کے بعد
لڑیں گے وہ حوروں سے فردوس میں — یہ فتنہ اٹھے گا قیامت کے بعد
عبث عذر ہے اب عبث لطف ہے — کروں شکر کیوں کر شکایت کے بعد
مرے حال پر رحم آ ہی گیا — وہ چل کر پلٹ آئے رخصت کے بعد
محبت سے پہلے نہ کیوں مر گیا — مری موت آئی طبیعت کے بعد
نہیں اسکے خوگر ہم اے آسماں — نہ دے ہم کو تکلیف راحت کے بعد
وفادار ہوتے ہیں دیر آشنا — یہ عقدہ کھلا ایک مدت کے بعد
مجھے منہ لگا کر نہ دل سے اتارا — کہ ذلت نہیں دیتے عزت کے بعد
اسی کا مزا ہو تو کیا کیجئے — کہا مانتے ہیں وہ حجت کے بعد

تڑپنا نہ دیکھا گیا داغؔ کا
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہی تجھکو جفا یاد — یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد بھی کیا یاد
جو رنج اٹھاتے ہیں وہ بھولے نہیں جاتے — غم دل سے سوا یاد ہے دل غم سے سوا یاد
تم خواہ عداوت سے سمجھو کہ محبت سے — رہتی ہے رقیبوں کی تجھے غم سے سوا یاد
وہ سنتے ہیں کب دل سے مری راز کہانی — فرماتے ہیں کچھ اور بھی ہے اس کے سوا یاد
سنتا ہوں رقیبوں سے بڑا معرکہ گزرا — اس وقت تجھے بھول کے تم نے کیا یاد

گو جان سے جاتا ہے تری بزم میں جانا ‏ ‏ اُس کو ہی شکایت ہوی جس کو نہ کیا یاد
دل دیتے ہیں لو مفت ہی، کیا یاد کروگے ‏ ‏ احسان جو مانوگے تو آئے گی وفا یاد
چبھتا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بانکپن اُسکا ‏ ‏ ترچھی سی نگہ یاد ہے برچھی سی ادا یاد
محشر میں حسینوں کی طرف تاک لگائے ‏ ‏ وہ ہیں ہی تو ہوں گا یہ رہے تم کو ذرا یاد

معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا
کیوں یاد کرے تجکو، کرے اُس کی بلا یاد

یادگار

وہ ملیں عید کے جو دوسرے دن ‏ ‏ عید سے بڑھ کے ہو وہ باسی عید

ردیف (ڈ)

مہتاب

چار دن کا ہے سب غرور، گھمنڈ ‏ ‏ کیجئے اپنے دل سے دور گھمنڈ

ردیف (ذ)

گلزار

کھینچی ہیں زمین پر لکیریں ‏ ‏ یوں لکھتے ہیں خاکسار تعویذ
اُن بازوں پر فدا ہیں جوشن ‏ ‏ صدقے، قرباں نثار تعویذ
پردے میں رقیب کی ہے تصویر ‏ ‏ سینے پہ ہے آشکار تعویذ

ردیف (ر)

آفتاب

غیر بھی کرتے ہیں میری طرح آہیں کیوں کر ‏ ‏ میں بھی دیکھوں تو پلٹتی ہیں نگاہیں کیوں کر
چاہ کا نام سب آتا ہے بگڑ جاتے ہو ‏ ‏ وہ طریقہ تو بتا دو تمہیں چاہیں کیوں کر

شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو
یار مونی ہیں کلیجے سے نگاہیں کیوں کر
غیر کی چاہ کا دم بھرتے ہو تم کیا جانو
نالے کس طرح کیا کرتے ہیں آہیں کیوں کر

داغ وہ چاہتے ہیں غیر کو چاہے یہ بھی
جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہیں کیوں کر

دل نکلے کس طرح ترے پیکاں کو چھوڑ کر
جاتا ہے گھر سے کوئی بھی مہماں کو چھوڑ کر
اک پل کی زندگی بھی غنیمت ہے وار پر
ملتے ہیں اشک خاک میں مژگاں کو چھوڑ کر
قاتل خدا کے واسطے اک زخم اور بھی
تلوار پھر سنبھال نمک داں کو چھوڑ کر

ہر چند رام پور میں گھبرا رہا ہے داغ
کس طرح جائے کلب علی خاں کو چھوڑ کر

کیوں نہ مر جایئے اس چھیڑ پہ قرباں ہو کر
دل میں چبھتی ہے تمنّا تری ارماں ہو کر
جب کہیں جاتے ہو آتے ہو پشیماں ہو کر
تم کو جانا نہیں آتا ابھی مہماں ہو کر
خیر بہتر ہے تغافل ہی سہی سن لینا
جان پر کھیل گیا کوئی پریشاں ہو کر
مصلحت سے نہ کیا جور تو کیا ہوتا ہے
آدمی توبہ کرے دل سے پشیماں ہو کر
نالے رہ جاتے ہیں رُک رُک کے مرے سینے میں
تیر بیٹھا ہے ترا حلق کا درباں ہو کر
دیکھنے والے ہی سو عیب لگا دیتے ہیں
کوئی جو چاہے کرے آنکھ سے پنہاں ہو کر
تیری حسرت مجھے لائی ہے تری محفل میں
میں نہ نکلوں گا کبھی غیر کا ارماں ہو کر
تجکو معلوم بھی ہے رات کو در پہ تیرے
نالے کرتا ہے کوئی روز غزل خواں ہو کر

داغ تو کعبے سے جاتا ہے جو بت خانے کو
شرم آتی نہیں کم بخت مسلماں ہو کر

مکدّر ہم کو رکھنا تھا تو یوں ہی صبح رکھنا تھا
کدورت دل میں رہتی اُسکے کچھ کی زمیں بن کر

سنتے ہیں رہا اک شور برپا اُن کی محفل میں
گئے تھے رات کو کیا داغ دیوانے کہیں بنکر

تم گھر سے نکلو کوئی آیا ہے مسافر
تم بات تو کر لو کہیں رہ گیر سے باہر

دربان کے جھگڑے نے بڑا کام نکالا
گھبرا کے وہ نکلے اسی تدبیر سے باہر
کہتے ہیں مری قبر پہ وہ پھر بھی تو دیکھیں
یہ مردہ نکالو کسی تدبیر سے باہر

گلزار

تمام عالم میں خاک چھانی یہ عشق آخر کو تنگ ہو کر
جب آدمی کو بنایا تو وہ، تو دل پہ بیٹھا خدنگ ہو کر
بھرے ہوئے ہیں ہزار ارماں پھر اس پہ ہے حسرتوں کی کثرت
کہاں نکل جاؤں یا الٰہی میں دل کی وسعت سے تنگ ہو کر
رہے گا خنجر پہ تیرے دھبا کہ تو نے بے جرم اس کو مارا
یہ داغ کا خون ہے ستمگر چھٹے گا ہرگز نہ زنگ ہو کر

مرے ہی واسطے بیٹھا ہے پاسباں در پر
ملے جو راہ میں کہتے ہیں آیئے گھر پر
گماں بگولے پہ تھا، کچھ یقیں تھا صرصر پہ
کسی نے خاک نہ ڈالی مرے مقدر پر
نہیں ہے ہوش سے خالی ہماری بے ہوشی
کہ بے خودی میں گرے بھی جو ہم تو ساغر پر
الجھ رہا ہے وہ دیوانہ داغ درباں سے
بپا ہے حشر کا ہنگامہ آپ کے در پر

جب تڑپ دیکھتے ہیں اس کی وہ مائل ہو کر
لوٹتے آپ بھی جی چاہتا ہے دل ہو کر
آ گیا مفت کے چکر میں ازل سے ناحق
اے فلک تو مری تقدیر کے شامل ہو کر

کوئی آئے اس بزم سے کیا نکل کر
کہ رہ رہ گیا ہے مرا ذکر چل کر
محبت نے کی جب مری دستگیری
مقدر نے رو رو دیا ہاتھ مل کر
ہماری گواہی نہ دی حشر کے دن
ہوئے کچھ ادھر کچھ ادھر لوگ ٹل کر
نہ اٹھنے دیا دل نے اس انجمن سے
کیا قصد سو بار زانو بدل کر
مجھے شمع وہ بزم میں دل کو دیکھوں
گری ہے کوئی شے بغل سے نکل کر
مرے دل کو باتوں میں بہلا رکھنا
قیامت کرے گا یہ فتنہ مچل کر
مجھے یاد ہے اپنی صحرا نوردی
گیا تھا گریباں سے پہلے نکل کر
گناہوں سے میرے یہ کانپے فرشتے
کہ اعمال نامہ لکھا خط بدل کر

ہر وقت ہے چتون تری اے شعبدہ گر اور
اک دم میں مزاج اور ہے اک پل میں نظر اور

جیتا نہ بچے ایک بھی جاں بر نہ ہو کوئی　　دو چار ستم گار ہوں تیرے سے اگر اور

حیف شرمندہ نہیں تو ستم آرا ہو کر　　ہم پہ کرتا ہے ستم یار ہمارا ہو کر
یہ تمنّا ہے شہیدوں کو ترے اے قاتل　　کہ نہیں قتل ہوں ہم زندہ دوبارا ہو کر
کل کچھ اقرار بھی تھا آج ہے بالکل انکار　　مٹ گیا حیف ہے اتنا بھی سہارا ہو کر

کیا ہے دیں دار اس صنم کو ہزاروں طوفاں اٹھا اٹھا کر　　لگائیں وہ تہمتیں کہ بولا خدا خدا کر خدا خدا کر
نہ طور دیکھے نہ رنگ برتے غضب میں آیا ہوں دل لگا کر　　وگرنہ دیتا ہے دل زمانہ یہ آزما کر وہ آزما کر
رہے گی اک روز جان جا کر رہے نہیں عشق دل لگا کر　　عدو سے کہتا ہوں تنگ آ کر کہ تو مرے حق میں کچھ دعا کر
بچے گی یاروں میں کوئی آ کر نہ توبہ زاہد خدا خدا کر　　کہاں کی حجت ہے فیصلہ کر شتاب ناداں پی پلا کر
طبیب کہتے ہیں کچھ دوا کر حبیب کہتے ہیں بس دعا کر　　رقیب کہتے ہیں لیتا کر غضب میں آیا ہوں دل لگا کر
جفا پھر ایجاد ہی نہ ہوگی کسی کی فریاد ہی نہ ہوگی　　فلک کی بنیاد ہی نہ ہوگی کیا جب اک نالہ دل لگا کر
تری محبت نے مار ڈالا ہزار ایذا سے مجھ کو ظالم　　رلا رلا کر گھلا گھلا کر جلا جلا کر مٹا مٹا کر
تمہیں تو ہو جو کہ خواب میں ہو تمہیں تو ہو جو خیال میں ہو　　کہاں چلے آنکھ میں سما کر کدھر کو جاتے ہو دل لگا کر
ستم سے جو لذت آشنا ہوں کرم سے بے لطف ہو وہ بیجا　　جو تو وفا بھی کرے تو ظالم یہ ہو تقاضا کہ پھر جفا کر
شراب خانہ ہے یہ تو زاہد طلسم خانہ نہیں جو ٹوٹے　　کہ توبہ کرتی گئی ہے توبہ ابھی یہاں سے شکست کھا کر
جو ظلم کرنا تھا سر پہ پہرے تو اور فتنے اٹھائے تو نے　　اٹھائی ہے تم نے تو قیامت رقیب کو بزم میں بٹھا کر
نہ ہر بشر کا جمال ایسا نہ ہر فرشتے کا حال ایسا　　کچھ اور سے اور ہو گیا تو مری نظر میں سما سما کر
یہ تنگ حال ہے کہ جو سخی ہیں ہمیشہ محتاج تر وہی ہیں　　دعا نے میری اثر دیا ہے تمام عالم کو ہاتھ اٹھا کر
خدا کا ملنا بہت ہے آساں بتوں کا ملنا ہی سخت مشکل　　یقیں نہیں گر کسی کو ہمدم تو کوئی لائے اسے منا کر
الٰہی قاصد کی خیر گزرے کہ آج کوچے سے فتنہ گر کے　　صبا نکلتی ہے لڑکھڑا کر نسیم چلتی ہے تھرتھرا کر
رقیب اچھے ہیں نے مانا برا مجھے تو نے دل سے جانا　　بھلوں سے کرتے ہیں سب بھلائی کسی برے کا تو کچھ بھلا کر
تلاش تھی مجھ کو نامہ بر کی خبر نہ تھی ہائے اس خبر کی　　نہ پاؤں کی سدھ رہی نہ سر کی گئی ہے ایسی صبا سنا کر

الٰہی خیر ہو بے ڈھب جنوں نے ہاتھ دوڑایا　　کہ آگے آفت ہے دامن پر قیامت ہے گریباں پر
یقیں ہے ہم کو ہوں گے سب ہی انداز جنت کے　　فرشتوں کی نگاہیں ہیں تری مجلس کے ساماں پر

رب ہمارا عجب اُن ہے یہ کراماً کاتبین — رات دن تحریر کیا کرتے ہیں جو کل دوش پر
یہ سنا تھا آج میں نے آپ نے کھینچی تھی تیغ — جب سے گردن کو مری بھاری ہے پل پل دوش پر
لے گئے ہیں آج تو اے داغ وہ سینے سے دل
سر سلامت آپ پانے کے نہیں کل دوش پر

تیری زلفوں پہ بلائیں جو بلا گرداں ہیں — فتنے قربان ہیں اے شعبدہ گر آنکھوں پر
داغ کے دل کا تو کچھ بھید نہ پایا ہم نے
ایک حسرت سی برستی ہے مگر آنکھوں پر

مجھ سے کہتے ہیں نکالیں گے ہمیں کچھ تدبیر — صاف کہہ دو کہ دل آیا ہے تمہارا کس پر
وہی قاتل وہی مخبر ہے وہی منصف بھی — اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر
جو کیا میں نے کیا کس نے ترے ساتھ سلوک — جو ہوا مجھ پہ ہوا ہے ستم ایسا کس پر
دے دیا اُس کے مریضوں کو خدا نے بھی جواب — آپ بھولے ہوئے بیٹھے ہیں مسیحا کس پر
سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو — چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر
دل چرایا ہے مرا آپ بھری محفل میں — اور کہتے ہیں کہ ہے شبہہ تمہارا کس پر
داغ جانتے تو ہیں مقتل میں پر اوّل سب سے
دیکھئے وار کرے وہ ستم آرا کس پر

چلتے پھرتے بھولے بھٹکے بارہا پہنچے ہیں ہم — ہائے ظالم غیر کے دل میں ترا گھر دیکھ کر
حسرتیں اترا رہی ہیں آرزوئیں باشاد ہیں — میری قسمت دیکھ کر میرا مقدر دیکھ کر
سنتے ہی نالہ مرا وہ رہ گئے خنجر بکف — کچھ سمجھ کر سوچ کر ڈر کر سنبھل کر دیکھ کر
دید کے قابل ہے اے زاہد تماشا حشر کا — جائیں گے جنت میں لیکن سیر دن بھر دیکھ کر
سخت جانی سے بنے کیا داغ دیکھا چاہیے
آج لائے ہیں وہ سنتو دو سنتو میں خنجر دیکھ کر

مہتاب

چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر — چھوڑ دیں مجھکو مری تقدیر پر
یوں تو سو پہلو بٹھائے وصل کے — دل نہیں جمتا کسی تدبیر پر
بھیج کر خط پھر مکر جانا یہ کیا — دیکھئے آئے ہیں اس تحریر پر
داغ سچ ہے جو خدا چاہے کرے
آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

خلوت میں جب کسی کو نہ پایا اِدھر اُدھر — گھبرا کے دیکھتے تھے وہ کیا کیا اِدھر اُدھر
نفرت ہے اُن کو وصل سے میرا ہی سوال — بے ڈھب پڑا ہوا ہے یہ جھگڑا اِدھر اُدھر
دیکھ اے صبا اُڑے نہ اسیروں کا آشیاں — ہونے نہ پائے ایک بھی تنکا اِدھر اُدھر
تم رات کو کہاں تھے تمھاری تلاش میں — پھرتا تھا کوئی ڈھونڈھنے والا اِدھر اُدھر
اُس فتنہ گر سے پھر بھی تو پالا پڑے گا داغ
ہے تاک جھانک آپ کی بے جا اِدھر اُدھر

یہاں تک تو پہنچا گریباں سے بڑھکر — کہاں جائے گا چاک، داماں سے بڑھکر
خلش گر نہیں کوئی مژگاں سے بڑھکر — کھٹکتی ہے یہ پھانس پیکاں سے بڑھکر
نکلتا نہیں پانوں وحشت زدوں کا — نہیں کوئی زنداں بیاباں سے بڑھکر
نہ پوچھو اُسے کون ہے کیا بتائیں — مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھکر
عجب بے خلش زندگی ہو رہی ہے — دیا یاس نے لطف ارماں سے بڑھکر
کریں غیر کی اور تعریف کیا ہم — وہ ہے سنگ دل تیرے درباں سے بڑھکر
فرشتوں کو نسبت نہیں عشق میں کچھ — نہ انساں سے گھٹ کر نہ انساں سے بڑھکر
یہ حوروں پہ مرتا ہے بے دیکھے بھالے — نہیں کوئی عاشق مسلماں سے بڑھکر
دیا مفت، دل داغ نے اُس پری کو
نہیں کوئی نادان انساں سے بڑھ کر

یوں برس پڑتے ہیں کیا ایسے وفاداروں پہ — رکھ لیا آپ نے تو عشاق کو تلواروں پہ

منحصر کیا رحمت کی گنہگاروں پر　　مال کا مول ہے موقوف خریداروں پر

محتسب توڑ کے شیشہ نہ بہا مفت شراب　　ارے کم بخت چھڑک دے اسے میخواروں پر

کیوں تڑپنے نہ دیا اس کو وہ یہ کہتے ہیں　　خفگی مجھ سے سوا ہے مرے غمخواروں پر

عاشق آئے ہیں کہ دیوانوں کا لشکر آیا　　کیا چڑھائی ہے ترے کوچے کی دیواروں پر

حشر کے روز بھی ایک ایک کی پہچان رہے　　کچھ بنا دیجے نشاں اپنے طلبگاروں پر

داغ کا عشق بھی دنیا سے نرالا دیکھا
دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پر

میرے دل کو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر　　بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

دل لگانا تھا زمانے کی ہوا کو دیکھکر　　آشنا کو دیکھکر نا آشنا کو دیکھکر

ہم سے جس پر تری بے ساختہ وہ بات تھی　　تو بھی عاشق ہو ہی جاتا اس ادا کو دیکھکر

دل ربا ہے تم بھی شوخی بھی دل کس کس کو دوں　　اس ادا کو دیکھکر یا اس ادا کو دیکھکر

اس نے حیرت سے کہا دیکھی جو لیلیٰ کی شبیہ　　قیس دیوانہ ہوا تھا اس بلا کو دیکھکر

غیر نے مہندی لگائی اس کے ہاتوں میں جو داغ
خون آنکھوں میں اتر آیا حنا کو دیکھکر

اپنی نظر میں ہیچ ہے سارے جہاں کی سیر　　دل خوش نہ ہو تو کس کا تماشا کہاں کی سیر

ابتک تو دیکھتے رہے جوبن بہار کا　　آیندہ ہم کریں گے تمہاری خزاں کی سیر

دنیا کے دیکھنے کے لئے آنکھ چاہیے　　جنت کی سیر سے ہے سوا اس مکاں کی سیر

دلی میں پھول والوں کی ہے ایک سیر داغ
جلسے میں ہم نے دیکھ لی سارے جہاں کی سیر

مزے لوں درد کے میں تھوڑے تھوڑے ظالم سہکر　　[illegible]

چھپایا زلف نے چہرہ تو شوخی نے کیا ظاہر　　[illegible]

تڑپنے میں مزا آتا ہے ایسی کم بخت کے ہم کو　　[illegible]

چبایا تھا اسی کے تو کلیجہ چاٹ دیا آخر　　[illegible]

کان میں سن لو کہ رسوائی نہ ہو
ہم چلے آئے ہیں جس پیغام پر

ہو گیا صیاد بھی عاشق مزاج
خود بچھا جاتا ہے اپنے دام پر

جب پسند آتا ہے میرا شعر انھیں
گالیاں پڑتی ہیں میرے نام پر

رہ گیا ہے دل تمھاری بزم میں
چھوڑ آئے ہیں اُسے ہم کام پر

وصل کی شب کیوں نہ اترا کر چلے
صبح، عاشق ہو گئی ہے شام پر

بدگمانی مجکو لے چل اُن کے ساتھ
مسکراتے جاتے ہیں ہر گام پر

مجھسے کہتے ہیں کہ بھیجا تو یہ خط
ہاتھ رکھکر وہ عدو کے نام پر

ہجر میں یہ بھی نہیں آتا کبھی
کیوں نہ ہو تیرا گماں آرام پر

جلنے لگتی ہے زباں کہتے ہی داغ
اُف نکل جاتی ہے میرے نام پر

قاصد کو چین ہی نہیں آتا علاج کیا
جب تک نہ جاتے جاتے لگائے ذرا سی دیر

آخر انھیں ہوا یہ تماشا بھی ناپسند
پُرزے ہمارے خط کے اُڑائے ذرا سی دیر

دیکھا تو فیصلہ تھا قیامت میں کچھ نہ تھا
گزری تھی اُن کو آنکھ دکھائے ذرا سی دیر

میں دیکھ لوں اُسے وہ نہ دیکھے مری طرف
باتوں میں کوئی اُس کو لگائے ذرا سی دیر

سب خاک ہی میں مجکو ملانے کو آئے تھے
ٹھہرے رہے نہ اپنے پرائے ذرا سی دیر

قاتل بھی تیز دست ہے بسمل بھی جاں بلب
خنجر نے کی ہے بیٹھے بٹھائے ذرا سی دیر

تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو
کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی دیر

سن لیتے ہیں رستے میں جو آہٹ بھی کسی کی
اُلٹے ہی پلٹ جاتے ہیں وہ گھر سے نکل کر

اللہ رے غیرت مری اللہ رے ہمت
آگے ہی رہا شوق میں رہبر سے نکل کر

جس طرح بھری شیشے سے مے جام میں ساقی
یوں اُترے مرے حلق میں ساغر سے نکل کر

محفل میں بٹھایا پھر انھیں کھینچ کے دامن
وہ چھپ کے چلے تھے مرے سر پر سے نکل کر

دلی سے چلو داغ کرو سیر دکن کی
گوہر کی ہوئی قدر سمندر سے نکل کر

دل مر گیا ہے جب سے ہمارا یہ حال ہے
طاری ہو جیسے سوگ کسی سوگوار پر

پیغام بر رقیب بنے یہ خبر نہ تھی
دنیا کے کام ہوتے ہیں سب اعتبار پر

تم کو تو آرزو کی خلش بھی نہیں ہوئی
کیا جانو کیا گذرتی ہے امیدوار پر

دل کا سودا جو کرے تم سے وہ سودائی ہو
دام دیتے ہی نہیں مال پرایا لے کر

سن کے وہ حال مرا غیر سے فرماتے ہیں
آئے ہیں آپ محبت کا سند لیا لے کر

کیا لگاتے ہیں وہ اس چیز کی قیمت دیکھیں
جائیں ہم آج وہاں دل کا نمونا لے کر

آنکھ کا ہے یہ اشارہ کہ نہ چھوڑیں دل کو
منھ سے کہتے ہیں کرے کوئی اسے کیا لے کر

گھر سے نکلو تو سہی آنکھ سے دیکھو تو سہی
اقربا آئے ہیں عاشق کا جنازا لے کر

میں وہ بیمار ہوں جی جاؤں اگر یہ سن لوں
قتل کو آئے ہیں تلوار مسیحا لے کر

ایسے لینے سے تو ہے جان کا دینا اچھا
کیا جئے گر جئے احسان کسی کا لے کر

خط کے لے جانے سے ایمان نہیں جانے کا
کوئی جاتا ہی نہیں بندہ خدا کا لے کر

کیا تماشا ہے کہ جب غیر سے ہوتے ہیں خفا
گالیاں دیتے ہیں وہ نام ہمارا لے کر

مہربانی سے تری وصل میں یہ دھڑکا ہے
نہ نکل جائے مرے دل کو تمنا لے کر

اپنی آنکھوں سے تو دیکھی نہیں دل کی چوری
کیوں گنہگار ہوں میں نام کسی کا لے کر

داغ کا کیوں غم کیا کہتے ہیں وہ
خوب برسے میرے ماتم دار پر

الفت کی ہم بلا میں پھنسے دیکھ بھال کر
دل کو غضب میں ڈال دیا آنکھ ڈال کر

کیا کوئی اس کنارے کو پہچانتا نہیں
دیتے ہو گالیاں مجھے غیروں پہ ڈھال کر

ان سنگ دل بتوں کو نہ اے داغ رحم آئے
رکھ دے جو کوئی اپنا کلیجا نکال کر

یادگار

مضطرب ہوں کبھی گھر میں کبھی مضطر باہر
اندر اندر کبھی پھرتا کبھی باہر باہر

فتنہ گر سینے میں دل اور وہ دل بر باہر
یہ قیامت ہے مری جان پر اندر باہر

پھرتے بیٹھے ہیں وہاں غیروں کے اندر باہر
روز ہم پھر کے چلے آتے ہیں باہر باہر

بھر گیا اُن کا مکاں روز کی تحریروں سے
بے پڑھے پھینک دیا شوق کا دفتر باہر

بے قراری کے ہیں مضمون بہت لے قاصد
خط لفافے سے نہ اُڑ جائے نکل کر باہر

جلوۂ بے تاب جو ہوتا ہے تو کب چھپتا ہے
بجلیاں کوندتی ہیں پردے کے اندر باہر

مدعا یہ ہے کہ مشتاق سر اپنا پھوڑیں
گھر سے وہ پھینک دیا کرتے ہیں پتھر باہر

دیکھتے ہی مجھے محفل میں اُنھیں تاب کہاں
خود کھڑے ہو گئے کہتے ہوئے باہر باہر

اب تو در تک بھی نہیں ضعف سے ہم جا سکتے
وہ گئے دن جو لگا آتے تھے چکر باہر

اعتبار اُن کو نہیں اپنے بھی دربانوں کا
خود ٹہلتے ہوئے دیکھا انھیں اکثر باہر

اُس نے ٹھکرا کے مری قبر کو جھنجھلا کے کہا
حشر کے روز نکل آئے گا کیوں کر باہر

غصے پر غصہ دلاتا نہیں اس وجہ سے میں
اپنے جامے سے نہ ہو جائے وہ دل بر باہر

آج کیا ہے جو نکلوائے گئے گھر سے رقیب
اور دربانوں کے پھکوا دیئے بستر باہر

دل لگی ہو تو کہیں داغ کا دل بھی بہلے
اس کو یکساں ہے جدائی میں ترے گھر باہر

تو نے کی غیر سے کل میری بُرائی کیوں کر
گر نہ تھی دل میں تو لب پر ترے آئی کیوں کر

نہ کہوں گا نہ کہوں گا ہرگز
جا کے اُس بزم میں شامت مری آئی کیوں کر

کھل گئی بات جب اُن کی تو وہ یہ پوچھتے ہیں
منہ سے نکلی ہوئی ہوتی ہے پرائی کیوں کر

داد خواہوں سے وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی تو نہیں
دو گے تم حشر میں سب مل کے دہائی کیوں کر

وہ یہاں آئیں وہاں غیر کا گھر ہو برباد
اس طرح سے ہو صفائی میں صفائی کیوں کر

آئنہ دیکھ کے وہ کہنے لگے آپ ہی آپ
ایسے اچھے کی کرے کوئی بُرائی کیوں کر

اُس نے صدقے میں کئے آج ہزاروں آزاد
دیکھئے ہوتی ہے عاشق کی رہائی کیوں کر

داغ کو مہر کہا اشک کو دریا تم نے
اور پھر کرتے ہیں چھوٹوں کی بڑائی کیوں کر

داغ کل تک تو دعا آپ کی مقبول نہ تھی
آج منہ مانگی مراد آپ نے پائی کیوں کر

آنکھیں چُرا رہے ہیں وہ ہر بار دیکھکر — ہشیار ہو گئے مجھے ہشیار دیکھکر
جب ہاتھ کو ہو مشق تو سر تاکتا ہے کون — مشاق کب لگاتے ہیں تلوار دیکھکر
دل میں نہیں ہے کینہ الٰہی تو وجہ کیا — کیوں دیکھتے ہیں مجکو وہ تلوار دیکھکر
معشوق کا اگر چہ ہے شیوہ ستمگری — لیکن بُرے بھلے کو ہے یار دیکھکر

ایک دل اُس میں کھٹکتے ہوے ارمان دو چار — لاکھ تیروں کے برابر ہیں یہ پیکان دو چار
اس سے کیا بڑھ کے نتیجہ ہے وفاداری کا — میرے دس بیس ہیں خواہاں تری خواہاں دو چار
ایک عاشق کو وہ الزام اگر دیتے ہیں — خود بخود ہوتے ہیں سُن سُن کے پشیمان دو چار
آتے آتے وہ رقیبوں سے نہ اُلجھے ہوں کہیں — کہ لئے آتے ہیں مٹھی میں گریبان دو چار
آپ کے گھر میں فرشتے تو نہیں نازل تھے — بھیس بدلے ہوے بیٹھے تھے جو مہمان دو چار
ذرّے ذرّے سے عیاں ایک پریشانی ہے — کیا تری راہ سے گزرے ہیں پریشان دو چار
لڑ ہی جاتی ہے کہیں آنکھ بُرا ایسا ہے — ساتھ میرے بھی رہیں اُن کے نگہبان دو چار

وہ ہوے مہربان دشمن پر — پھٹ پڑے آسمان دشمن پر
جان اُس بے وفا کو ہم نے دی — جس کی جاتی ہے جان دشمن پر
اپنی پہچان کو قیامت میں — کیجئے کچھ نشان دشمن پر
بہت اچھی ہے آپ کی تلوار — کیجئے امتحان دشمن پر
لوگ کہتے ہیں کیا سنو تو سہی — جھک پڑا اک جہان دشمن پر
کسکی محفل میں یہ ہوئی عزت — کیا برستی ہے شان دشمن پر
اب برسنے لگے وہ ہم پر بھی — کھل گئی ہے زبان دشمن پر

داغؔ تم دل کو دوست سمجھے ہو
دوستی کا گمان دشمن پر

نازکی سے قدم اپنا وہ اُٹھائیں کیوں کر — میرے دل میں اگر آئیں بھی تو آئیں کیونکر
نہ ہیں ناوک نہ ہیں برچھی نہ کٹاری نہ چھُری — دل میں چُبھتی ہیں وہ نظریں وہ ادائیں کیونکر
مست کے ہاتھ لگے چیز تو کب چھٹتی ہے — دل کو چھوڑیں تری مستانہ ادائیں کیونکر

غیر بھی ساتھ ہی سائے کی طرح رہتے ہیں / اپنی آنکھیں ترے قدموں میں بچھائیں کیوں کر
عمر کا اپنی گھٹانا تو بہت آساں ہے / غصہ بڑھ جائے تمہارا تو گھٹائیں کیوں کر
چھیڑتے وہ تو خفا ہو گئے اب فکر یہ ہے / کہ منا کر انہیں ہم عید منائیں کیوں کر
تجھ کو دنیا کی نہیں قدر سمجھ اسے واعظ / دل لگی کی ہے جگہ دل نہ لگائیں کیوں کر
مہربانی تو کرو پھر یہ تماشا دیکھو / جو وفادار ہیں کرتے ہیں وفائیں کیوں کر
مہرباں ہو کے ستمگر وہ ہوے جاتے ہیں / پھیر لیں عرش سے ہم اپنی دعائیں کیوں کر

میت بھی ہماری نہ رہے کوچے میں ان کے / وہ کہتے ہیں رکھو اسے لے جا کے کہیں اور
انسان فرشتہ نہ بنے گا کبھی واعظ / یہ فرش نشیں اور ہے وہ عرش نشیں اور
قبضہ کئے بیٹھے ہیں مرے گھر پہ یہ کہکر / مل جائے گی بدلے میں زمیں تجھکو کہیں اور
مسجد سے ہیں بت خانے کے انداز نرالے / در اور ہے سر اور ہے سنگ اور جبیں اور
اللہ کا گھر کعبے کو سب کہتے ہیں لیکن / دیتا ہے پتا اور وہ ملتا ہے کہیں اور
یہ در ہے یہ سر ہے یہیں ہم جان بھی دینگے / کیا جائیں گے مرنے کے لئے اٹھ کے کہیں اور
غصہ ہے بری چیز برا کہنے سے اس کو / روکا اگر اک بات پہ تو اس نے کہیں اور
مجھکو نہیں ملتا نہیں ملتا نہیں ملتا / بہتر ہے تمہیں ڈھونڈھ دو اپنا سا کہیں اور
خوش ہیں کہ وہاں خاک میں ملنے کے نہیں ہم / دنیا کی زمیں اور ہے محشر کی زمیں اور

دل دوسرا دینے کے لئے لاؤں کہاں سے
اے داغ وہ کہتے ہیں یہ درکار نہیں اور

مانوں گا میں نہ تجھکو ستمگر کہے بغیر / محشر میں چین آئے گا کیوں کر کہے بغیر
بھولے ہو تم نہ سمجھو گے بات ایک بار کی / مجھکو نہ بن پڑے گی مکرر کہے بغیر
مجھکو مزا ہے چھیڑ کا دل مانتا نہیں / گالی سنے بغیر ستمگر کہے بغیر
تو نے نہیں کہا ہے تو بیٹھا ہی کیوں رقیب / دھتا دئے ہوئے ترے در پہ کہے بغیر
اچھی کہی کہ مجھ کو برا کہکے چھوڑ دو / کب مانتا ہوں میں بھی برابر کہے بغیر

بے جا ہوا یہ دخل اجازت ضرور تھی کیوں تم نے میرے دل میں کیا گھر کہے بغیر
تیری مژہ کو خار کہوں میں تو کیا مزا دل مانتا نہیں اسے خنجر کہے بغیر

جو ہیں اشارہ فہم سمجھتے ہیں بے کہے
نکلا ہے کام داغ کا اکثر کہے بغیر

ردیف (ز)

گلزار

وہ اثر سے میں ڈرا ہوں یہ دعائیں مانگتا ہوں کہ مری دعا الٰہی نہ ہو مستجاب ہرگز

کبھی داغ توبہ کی ہے کبھی پھر شراب پی ہے
نہ عذاب ہی ملے گا نہ ہمیں ثواب ہرگز

مہتاب

چبھتا ہے مرے دل میں ترے ناز کا انداز آزار کا آزار ہے انداز کا انداز
دروازے پہ آ ہی گئے وہ میری صدا سے ملتا تھا بہت غیر کی آواز کا انداز
تم بزم میں یوں غیر کو سر پر نہ بٹھاؤ محدود ہے ہر شخص کے اعزاز کا انداز

فریاد تمہیں سے ہے مری تکلیف سہی کیسی ہی ہو دادِ طلب کی دادرسی سلطان الہند غریب نواز
کیا میری زباں کیا میرا بیاں میں ہیچ مداں تم پر قرباں کہتے ہیں ملک بھی تم کو ہی سلطان الہند غریب نواز

ردیف (س)

گلزار

کیا بے مروت خلق ہے سب جمع ہیں بسمل کے پاس تنہا مرا قاتل رہا کوئی نہیں قاتل کے پاس
مجنوں تری تقدیر سے ملنے نے کی ہیں شیخیاں لیلیٰ کھڑی ہے منتظر کچھ دیر سے محمل کے پاس
غربت میں عادت ہو گئی صحرا نوردی کی مجھے کترا کے پھر جاتا ہوں میں آتا ہوں جب منزل کے پاس
نالوں کے ناوک ہیں رواں آہوں کے چلتے ہیں خدنگ ترکش میں قاتل کے نہیں جو تیر ہیں بسمل کے پاس

مہتاب

جان میں جان آگئی ہے آج اُن کو دیکھکر — دوسرا اک اور بھی دم ہے ہمارے دم کے پاس
ہم ہیں لہری بندے آئے پی پلا کر چل دیئے — جس کو لالچ ہو وہ ساقی جم کے بیٹھے جم کے پاس
کون سی خوبی ہے اس میں پوچھتا بھی ہے کوئی
داغ جیسا دل ہے تیرے پاس ہی عالم کے پاس
ویراں پڑا ہے دل جو کلیجا ہے داغدار — جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چمن کے پاس
غربت سے ہم پھریں تو کہیں پھر پلٹ نہ جائیں — احباب کچھ نشان بنا دیں وطن کے پاس

یادگار

قاتل لگا کے ہاتھ کہیں فیصلہ بھی کر — پھرتی ہے موت دیر سے قاتل کے آس پاس
آباد مے کدہ ہو کہ مسجد ہو دیکھئے — تعمیر ساتھ ساتھ ہوے دونوں پاس پاس

ردیف (ش)

گلزار

مری موت خواب میں دیکھ کے ہوئے خوب اپنی نظر سے خوش — انھیں عید کی سی خوشی ہوئی رہے شام تک وہ سحر سے خوش
اگر آبلے سے بھرا ہوا تو ہر ایک داغ جلا ہوا — جنھیں ہم نے دی جگہ نہ وہ دل سے خوش نہ جگر سے خوش
یہ خوشا نصیب کہ یار نے مری موت غیر سے سن تو لی — اگرچہ جھوٹ اڑائی تھی وہ ہوا تو ایسی خبر سے خوش

بنا ہے یار کا نامہ پیام بر دیکھو — مرے لئے مرے اس خیر خواہ کی گردش
الٰہی دم مری آنکھوں میں پھر کا کے نہ اٹکے — کہ راہ روکو قیامت ہے راہ کی گردش
اسی دوراہے میں اپنے تو پاؤں ٹوٹ گئے — کہ برسوں [illegible] تھا خانقاہ کی گردش
اُسے جو ڈھونڈنے بیٹھے بٹھا کے طاقت ہے — [illegible] خضر سے گم کردہ راہ کی گردش
وہ اور بھول گئے [illegible] مرے گھر چلے آئیں — [illegible] آئی راہ کی گردش

مہتاب

مجھ کو ہے اپنے نامہ بر کی تلاش — نامہ بر کو ہے اُن کے گھر کی تلاش

نہ ملا ہم کو تو وہ ہرجائی
گئی بے کار عمر بھر کی تلاش

نکلی پڑتی ہے کیوں تری تلوار
اس کو رہتی ہے کس کے سر کی تلاش

چار سو پھرتی ہے جو اُس کی نگاہ
ہے کسی دل کی یا جگر کی تلاش

میری ہمّت کے پانوں ٹوٹ گئے
اب کہاں ہے وہ بیشتر کی تلاش

یا خدا حشر میں مرا کیا کام
لائی ہے ایک فتنہ گر کی تلاش

کن حجابوں میں اس کو پایا ہے
کیوں نہ ہو واہ رے بشر کی تلاش

روز لکھتا ہوں اک نیا نامہ
روز رہتی ہے نامہ بر کی تلاش

ڈھونڈھ لیتی ہے لاکھ میں یکتا
کوئی دیکھے مری نظر کی تلاش

یادگار

دل کی ہے مفت ہی تجھے اے مفت بر تلاش
یہ ہتھکنڈے اگر ہیں تو کر اور گھر تلاش

دیوانے بیٹھتے ہیں کہیں پانوں توڑ کر
ناصح کریں گے یار کو ہم دربدر تلاش

کرتا ہے سجدے حور کی حسرت میں شیخ تو
اللہ کی نہیں تجھے اے بے خبر تلاش

ردیف (ص)

گلزار

یہ نہ کہئے کہ نہیں کام کی حرص
اور جو کافر کو ہو اسلام کی حرص

اُس نگہ سے مجھے فتنے کی طمع
اُس دہن سے مجھے دشنام کی حرص

ہو گیا جان کا خواہاں قاصد
دے نہ اتنا جو ہو انعام کی حرص

فتنہ گر وہ بھی ہوئی ہے مشہور
تھی قیامت کو ترے نام کی حرص

مہتاب

وصل چاہوں تو کہیں جنے دو اپنا اخلاص
یہ مرے ساتھ نکالا ہے کہاں کا اخلاص

غیر سے ملتے ہو چھپ کر یہ کھلا ہے ہم پر
واہ بس دیکھ لیا ہم نے تمھارا اخلاص

اب کدورت ہوئی مشہور خدا کی قدرت
دھوم تھی جس کی وہ تھا میرا تمھارا اخلاص

تیسری بات وہ کیا ہے جو وہ منظور کریں — نہ گوارا اُنھیں رنجش نہ گوارا اخلاص
پیار، اخلاص کی باتیں ہوں مزا ہے اس کا — رنج سے رنج تو اخلاص سے ہوگا اخلاص
واجب القتل ہیں اغیار اگر غور کرو — یہ جتاتے ہیں نہیں مفت کا جھوٹا اخلاص
غیر منہ آتے ہیں مجھ پر یہ خبر بھی ہے اُنھیں — نہ مری اُن کی کدورت نہ کسی کا اخلاص
اب رقیبوں کی شکایت ہے ہمارے آگے — کہدیا تھا کہ بڑھاتے نہیں اتنا اخلاص
کل سے آج، آج سے کل ہوگی محبت بڑھکر — رفتہ رفتہ نہیں ہو جائے گا پورا اخلاص

کوئی اُن سے کرے ہزار اخلاص — جانتے ہی نہیں وہ پیار اخلاص
ناگوار آپ کو ہے اُتنا ہی — جس قدر مجھ کو خوش گوار اخلاص
کرتے ہیں وہ ہزار بار ستم — اور بھولے سے ایک بار اخلاص
وہ جھڑکتے ہیں بار بار ہمیں — ہم جتاتے ہیں بار بار اخلاص
گو زباں سے کریں وہ رنج اظہار — ہے نگاہوں سے آشکار اخلاص
اُن سے بیگانہ وار رہنا تھا — نہ ہوا ہم کو سازگار اخلاص

ردیف (ض)

مہتاب

کرتے ہیں وہ تمام حسینوں پر اعتراض — پھر وہ بھی اس طرح کہ نہ اُٹھے ہر اعتراض

ردیف (ط)

گلزار

مطلب نکال لیتے ہیں سب حرف حرف سے — پڑھتے ہیں وہ صحیح جو کہتے ہیں ہم غلط
وہ نیم وعدہ کرتے ہیں دل میں پلٹ گئے — آدھی قسم صحیح تھی آدھی قسم غلط
تجھ سے امید ہو تو خدا سے ہوں نا امید — کیا جانتے نہیں ترے وعدے کو ہم غلط
مشہور کس کا نام ہے جھوٹا جہان میں — کھاتا ہے روز کون قسم پر قسم غلط

کہنا یہ نامہ بر سے مرے وہ تو مر گیا — جھوٹا ہے تو یہ نامہ غلط یہ رقم غلط

مہتاب

آج ٹھہرے مری تمھاری شرط — وصل کی شرط بھی ہی پیاری شرط
شرط بھی اور پھر تمھاری شرط — جیت لی تم نے میں نے ہاری شرط
بے ستوں کاٹتا نہ کیوں فرہاد — کہ محبت کی تھی یہ بھاری شرط
اشک، غمّاز ہو تو کیا کیجے — ہے محبت میں راز داری شرط
دل لگی کیا کریں وہ دل نہ رہا — جس بنا پر ہوئی تھی ساری شرط
دل رباؤں کو ہے جفا لازم — دل فگاروں کو بے قراری شرط
کیوں نہ دشمن کو دشمنی ہو فرض — دوست کو جب ہو دوستداری شرط
اور سنئے وہ مجھ سے کہتے ہیں — حشر کے دن ہے جاں نثاری شرط
کام عشّاق کا تمام کیا — خوب پوری ہوئی تمھاری شرط
غیر لاکھوں میں بے وفا نکلے — آئیے آپ کی ہماری شرط

بدگمانوں سے عشق کا دعویٰ
واہ اے داغ خوب ہاری شرط

ردیف (ظ)

گلزار

دامن جھٹک جھٹک کے چھڑایا ہزار بار — تم کو ہوا نہ خاک مری بات کا لحاظ
کل غیر کے بھی سامنے جھکے گی تیری آنکھ — دن کو مزا دکھائے گا اس رات کا لحاظ
دیکھو ادھر، اٹھاؤ نظر ہو چکی حیا — کیا جانتا نہیں کوئی اس گھات کا لحاظ
اقرار بھی ہے وصل پر انکار بھی نہیں — اس بات کا لحاظ نہ اس بات کا لحاظ

مہتاب

تیری تمکیں کم نہ تھی کچھ، مار رکھنے کیلئے — اور پھر اُس پر یہ شوخی یہ شرارت الحفیظ

جس نے دیکھا اُس کے عاشق کو کہا بے اختیار — تیرے بندے پر الٰہی یہ مصیبت الحفیظ
خاک میں گھر مل گیا دل مل گیا ہم مل گئے — اور تجھ کو ہے وہی اب تک کدورت الحفیظ
آئنہ جب دیکھتا ہوں ہجر میں کہتا ہوں میں — آدمی کی ایسی ہو جاتی ہے صورت الحفیظ
ایک بجلی تھی ادا اُس شعلہ رو کی دیکھئے — ہو گئی اتنے میں کیسی دل کی حالت الحفیظ

ردیف (ع)

گلزار

جاں کاہ عاشقوں کو ہے یوں ہجر کی خبر — جس طرح ہو خزاں کی عنادل کو اطلاع
مرتا ہے کون عشق میں کس نے کیا ہے وا — قاتل کو اطلاع نہ بسمل کو اطلاع
راتوں کو چھپ کے جب وہ گئے ہیں عدو کے گھر
اے داغ ہو گئی ہے مرے دل کو اطلاع

مہتاب

اچھی صورت سے ہمیں بھی عشق ہے — کرتے ہیں تصویر پر تصویر جمع
تھوڑی تھوڑی ہی ملے اُس در کی خاک — چٹکی چٹکی ہم کریں اکسیر جمع
دیکھکر صورت مرے صیاد کی — ایک جا ہوتے نہیں نخچیر جمع
کیا خلش کرتی ہیں دل میں حسرتیں — ہو گئے گویا ہزاروں تیر جمع
کس طرح یکجا ہوں داغ اپنے عزیز
ہونے دیتی ہی نہیں تقدیر جمع

ردیف (ف)

گلزار

کیوں نہیں تم مجھ سے میری جان صاف — چاہئے انسان سے انسان صاف
چھٹ گئی سب بھیڑ مشتاقوں کی آج — کر دیا سفاک نے میدان صاف

کینہ جو اک صاف باطن تو نہیں
ہیں تری محفل میں سب سامان صاف
اس کے ہاتوں خاک میں مل جائینگے
دل کدورت سے نہیں اک آن صاف

دیکھا نہ ہم نے رشک سے اغیار کی طرف
منہ پھیرے بیٹھے بزم میں دیوار کی طرف
اے دل خوشا وہ دل جو پھرے یار کیطرف
دونوں جہاں ہیں ایسے طرف دار کی طرف
بیٹھے بٹھائے آئے جو شامت تو کیا علاج
دل نے کہا کہ آؤ چلیں یار کی طرف
شوخی سے دیکھنا نہیں آتا ابھی انھیں
غرفے سے جھانک لیتے ہیں بازار کی طرف
تقصیر مے فروش کی اے محتسب نہیں
یہ چیز اُڑ کے جاتی ہے مے خوار کی طرف
آتا نہیں قریب کوئی دور دور سے
اُٹھتی ہیں انگلیاں ترے بیمار کی طرف
بولے وہ، آپ ان کے بنے ہیں حمایتی
یہ کھلکے جھک پڑے مرے غمخوار کی طرف

باہم تمھارے عشق میں یہ پھوٹ پڑ گئی
آنکھوں سے دل خلاف ہے، دل سے جگر خلاف
مجکو گمان تھا کہ ملے گا رقیب سے
یہ اتّفاق ہے کہ رہا نامہ بر خلاف
بے مہر تیرے جور سب اُس نے بھلا دئے
کس درجہ بر خلاف ہے دل کس قدر خلاف
افسوس کچھ نباہ کی صورت نہیں رہی
قسمت ادھر خلاف طبیعت اُدھر خلاف
اس سے زیادہ اور مسلّم نہیں کوئی
ہے خوش نصیب جس سے زمانہ ہو بر خلاف
مجھسے مری نگاہ پھری دیکھنا اثر
دیکھی تھی آج میں نے کسی کی نظر خلاف
ایسا نہ ہو کہ مجھ سے بگڑ جائے راہ میں
سب سے مرا طریق ہے اے راہبر خلاف
اے داغ زندگی کی توقع ہو کس طرح
قسمت خراب، سخت مرض، چارہ گر خلاف

مہتاب

غیروں کا مجمع اور تم پریوں کا جمگھٹ اور ہم
پہلو بہ پہلو انجمن ایک اس طرف ایک اُس طرف
دل ایک تنہا بیچ میں آنکھیں تری سفّاک دو
شمشیر زن، ناوک فگن ایک اس طرف ایک اُس طرف
رخسار تیرے نیلگوں پھر اُس پہ گلگونے کا رنگ
پھولا ہے کیا رنگیں چمن ایک اس طرف ایک اُس طرف

وہ کہتے ہیں دل کی کہاں صاف صاف
بظاہر ہے اُن کا بیاں صاف صاف

کدورت کا باعث تو کوئی کھلے | بیاں کیجئے مہرباں صاف صاف
رہے ابر مے خانے پر حشر تک | دکھائی نہ دے آسماں صاف صاف
محبت کے قصے ہیں الجھے ہوئے | سنو مجھ سے تم داستاں صاف صاف

یادگار

ذرا سی دیر کرو امتحان کی تکلیف | اٹھاؤ میرے لئے ایک آن کی تکلیف
بیان کس سے کریں اپنی جان کی تکلیف | ہماری جان پہ ہے اک جہان کی تکلیف
تمہاری بزم میں بھولے سے میں چلا آیا | کرو نہ میرے لئے پھول پان کی تکلیف

حضور دیں گے تمھیں چند روز میں لکھ داغ
اٹھاؤ اور کوئی دن مکان کی تکلیف

ردیف (ق)

گلزار

غم اٹھانے کے ہیں ہزار طریق | کہ زمانے کے ہیں ہزار طریق
غیر کے ذکر پر نہیں موقوف | جی جلانے کے ہیں ہزار طریق
نہیں خالی تسلیاں اُن کی | آزمانے کے ہیں ہزار طریق
مہربانی کی ایک راہ تو ہو | گر ستانے کے ہیں ہزار طریق
دل میں آیا ہزار راہ سے غم | اس ٹھکانے کے ہیں ہزار طریق
اُن کو سو سو بہانے آتے ہیں | ہر بہانے کے ہیں ہزار طریق
جان سے جائیں گے ہم آدرباں | قید خانے کے ہیں ہزار طریق
دی ہے مے اُس نے غیر کو جھوٹی | منہ لگانے کے ہیں ہزار طریق
ابھی کم سن ہو تم نہیں واقف | دل دکھانے کے ہیں ہزار طریق

داغ اب فاقہ مست بن بیٹھے
مانگ کھانے کے ہیں ہزار طریق

مہتاب

مٹ گئے افسوس سارے ذوق، شوق   ہائے وہ ہم وہ ہمارے ذوق، شوق
عشق آخر کو مسلّط ہو گیا   دل مرا ہارا نہ ہارے ذوق، شوق
دل لگی ہو یا ہنسی یا چھیڑ چھاڑ   ہوتے ہیں پیاروں کے پیارے ذوق، شوق
آس ٹوٹی دل ہمارا مر گیا   اپنے اپنے گھر سدھارے ذوق، شوق
ہر گلی کوچے میں ہے اب تاک جھانک   پھرتے ہیں اُن کو اُبھارے ذوق، شوق
عاشقوں کا دل سلامت چاہئے   کب ہوئے ان سے کنارے ذوق، شوق
حُسن پر قربان مشتاقوں کے دل   اُس کے صدقے میں اُتارے ذوق، شوق

داغ صاحب بھی ہوئے عاشق مزاج
ہو گیا اُن کو بھی بارے ذوق شوق

ردیف (ک)

گلزار

جا سکے جو نہ آپ کے در تک   جائے وہ داد خواہ محشر تک
یاد آتی ہے اُنھیں دم بدم اک بات نئی   روز آتا ہے مرے خط کا جواب ایک پر ایک
ترسے بیمار کو آتی نہیں موت   پڑھے جائے کوئی یٰسیں کہاں تک
تڑپنے دو ابھی میں بھی تو دیکھوں   وہ دیتے ہیں مجھے تسکیں کہاں تک
بجا ہے عشق میں بے صبر ہیں ہم   رہے گی آپ کی تمکیں کہاں تک

مہتاب

نہ آئی بات جو دل سے زباں تک   وہ پہنچی بدگماں تک رازداں تک
تغافل مرنے والوں سے کہاں تک   ہمیں جینا پڑا اپنے امتحاں تک
چلے آئے وہ جھونکے میں ہوا کے   نزاکت اُن کو لے آئی یہاں تک
زمیں ٹل جائے ٹلنے کے نہیں ہم   کہ اب تو آ گئے اس آستاں تک

مزے کی ہے ہماری بھی کہانی　　کوئی پہنچا دے اُن کے قصہ خواں تک

رہے کیا مصطفےٰ آباد میں داغ
وہ سارے لطف تھے خلد آشیاں تک

اُدھر دیکھنا نامہ بر غور سے　　وہ محفل میں دیکھیں جدھر دیر تک
حیا سے جھکی تھیں کب آنکھیں تری　　لڑی ہے کسی سے نظر دیر تک
وہ سمجھے نہ سمجھے مرا مدعا　　ہلی اُن کی گردن مگر دیر تک
خبر سُن کے خوش خوش وہ آئے تو ہیں　　نہ نکلی مری جان اگر دیر تک
ترے وعدے سے زندگی بڑھ گئی　　جئے ہم اِس اُمید پر دیر تک
محبت میں تکرار کا ہے مزا　　گلے ہوں جو باہم دگر دیر تک

نئی چاہ چھپتی ہے اے داغ کب
اڑے گی ابھی یہ خبر دیر تک

یادگار

نہ چھوڑا کوئی زندہ تا قیامت　　کیا ہے موت نے پیچھا کہاں تک
ہم نے اُس آستاں کو بوسہ دیا　　نہ گزر ہو فرشتے کا جس تک
آسیا چرخ کی بے کار گئی　　پیس کر اُس نے اُٹھایا کیا خاک

ردیف (گ)

گلزار

راہ میں اُن کو وہم تھا کوئی نہ بدگمان ہو　　آئے تو ساتھ ساتھ وہ مجھ سے مگر الگ الگ
کس کا یقین کیجے کس کا یقیں نہ کیجئے　　لائے ہیں اُس کی بزم سے یار خبر الگ الگ
میں ہوں ادھر تو وہ اُدھر ہیں یہاں تو وہاں　　رہتے ہیں مجھ سے دور دور آٹھ پہر الگ الگ
اُن کو یہ وہم ہے کہیں یک سے ایک مل نہ جائیں　　لوگ ہیں بزم میں بہت سب ہیں مگر الگ الگ

ردیف (دل)

گلزار

مجھ سا نہ دے زمانے کو پروردگار دل
آشفتہ دل فریفتہ دل بے قرار دل

مشہور ہو گئی ہے زیارت شہید کی
خون گشتہ آرزو کا بنا ہے مزار دل

اس کی تلاش ہے کہ نظر آئے آرزو
ظالم نے روز چاک کئے ہیں ہزار دل

پہلے پہل کی چاہ کا کیجئے نہ امتحاں
آنا تو سیکھ لے ابھی دو چار بار دل

نکلے مری بغل سے وہ ایسی تڑپ کے ساتھ
یاد آ گیا مجھے وہیں بے اختیار دل

عاشق ہوئے وہ جب سے عدو پر یہ حال ہے
رکھ رکھ کے ہاتھ دیکھتے ہیں بار بار دل

اُس نے کہا ہے صبر پڑے گا رقیب کا
لے اور بے قرار ہوا بے قرار دل

بے تاب ہو کے بزم سے اُس کی اٹھا دیا
غافل ہوں میں مگر ہے بہت ہوشیار دل

پڑھی نماز جنازے کی میرے قاتل نے
گناہ کر کے ہوا ہے ثواب میں داخل

غلط رہا ہے وہی ابتدا سے آخر تک
ہوئی ہے دل کی رقم جس حساب میں داخل

رقیب کو مرے آگے پلائے مے ساقی
کرے وہ زہر ذرا سا شراب میں داخل

دوبارہ ہم کو کبھی بھول کر نہ لکھنا خط
یہ شرط ہے مرے خط کے جواب میں داخل

رہتا ہے دم خفا مرے سینے میں ہر گھڑی
روٹھے ہوئے کو ہائے کہاں تک منائے دل

یہ دل ربا ہی اب اسے لے کر نہاں ہوں
پروا نہیں رہی ہمیں جاتا ہے جائے دل

پایا نہ اُس گلی میں دل اپنا کسی جگہ
یوں ہم گرے پڑے تو بہت ڈھونڈ لائے دل

تعریف اُن کی ہوتی ہے کیوں میرے روبرو
تم چاہتے ہو یہ کہ رقیبوں پہ آئے دل

ایسا بناؤں ٹھیک کہ وہ یاد ہی کرے
اب کے کسی طرح مرے قابو میں آئے دل

مہتاب

وصل کی ٹھہری جو اسے ماہ جبیں آج کی کل
وہ بھی نزدیک ہے کچھ دور نہیں آج سے کل

کیجئے وعدہ خلافی بھی تو اس پہلو سے
کہ سوا ہو مجھے ملنے کا یقیں آج سے کل

ہم کو ایک ایک گزرتی ہے قیامت کی گھڑی　　اُن کے نزدیک تو کچھ بات نہیں آج سے کل
دم بدم ہم نے زمانے کا تنزل دیکھا　　ہمیں کہتے ہیں کہ اچھے تھے ہمیں آج سے کل

مزا دے گیا ہے شباب اوّل اوّل　　ملے خوب رو انتخاب اوّل اوّل
وہ کب لطف کرتے ہیں بے آزمائے　　کرم آخر آخر عتاب اوّل اوّل
خدا شرم رکھے تری انتہا تک　　کہ ڈالی ہے منہ پر نقاب اوّل اوّل
اُنھیں سے پھر آخر کو کھل کھیلتے ہیں　　وہ کرتے ہیں جن سے حجاب اوّل اوّل
ق
وہ گلیوں میں راتوں کو چھپ چھپ کے جانا　　وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اوّل اوّل
وہ ہر بات کا شوق بے سوچے سمجھے　　وہ ہر کام کرنا شتاب اوّل اوّل
وہ پہلے پہل دل لگانا کسی سے　　وہ کچھ شوق کا اضطراب اوّل اوّل
جوانی کی لہروں میں کیا کیا رہے ہم　　خراباتیوں میں خراب اوّل اوّل
کوئی دن رہے پارسا ہم بھی زاہد　　بہت ہم نے لوٹے ثواب اوّل اوّل
پھکیتی بکیتی کی بھی مشق کیا کیا　　ہر اک فن سے تھے کامیاب اوّل اوّل

ہوئی داغ اب اُن کی تعبیر اُلٹی
نظر آئے جو ہم کو خواب اوّل اوّل

رہتا ہے روز اُس کی ملاقات کا خیال　　ہو جائے خواب کاش یہ دن رات کا خیال
اے دل عدو کی بزم میں کیوں لے گیا مجھے　　کم بخت آ گیا نہ مدارات کا خیال

اے داغ جو کہا ہے اُسے کر دکھائیں گے
انسان کیا وہ جس کو نہ ہو بات کا خیال

جب ترے دل سے اُتر جاتا ہے دل　　جیتے جی کم بخت مر جاتا ہے دل
یاس ہوتی ہے تو مر جاتا ہے دل　　میں سمجھتا ہوں ٹھہر جاتا ہے دل
کون سا آرام پایا آج تک　　کیا کروں جائے اگر جاتا ہے دل
ان پری رویوں کی صورت دیکھ کر　　آدمیت سے گزر جاتا ہے دل

جب سماتا ہے ترا اس میں غرور — اپنے آپے سے گزر جاتا ہے دل
راہ میں کعبہ بھی ہے بت خانہ بھی — دیکھئے لے کر کدھر جاتا ہے دل
غیر پر پڑنے لگی آنکھ آپ کی — لیجئے جلدی خبر جاتا ہے دل

گلگشت میں جو دیکھے ہیں گل پیرہن کے پھول — پھولے نہیں سماتے خوشی سے چمن کے پھول
جھڑتے ہیں پھول منہ سے تری بات بات میں — ان کو سخن کے پھول کہوں یا دہن کے پھول
انسان خوب رو ہوں تو حوروں سے کم نہیں — یہ اس چمن کے پھول ہیں وہ اس چمن کے پھول
دامن بھریں گے ان سے فرشتے ہی واعظو — طوبیٰ کے کیا کریں جو ہوے لاکھ من کے پھول
اے عندلیب کل یہ خوشی ہے نہ یہ بہار — غافل نہ آج رنگ پہ رنگیں چمن کے پھول
کیسی سدا بہار حسینوں کی ہے بہار — کس باغ کے نہال ہیں یہ کس چمن کے پھول

ازل کے روز سے کم بخت ہے عذاب میں دل — خدا نے تجھکو دیا تھا بڑے عتاب میں دل
اٹھے جو صبح کو سینے پہ ہاتھ رکھے تم — تڑپتا لوٹتا دیکھا ہے کوئی خواب میں دل
وہ دل لگی بھی کوئی دل لگی ہے جس میں رہے — نہ اضطراب میں لبریز اضطراب میں دل
وہ آنکھ چور ہے ایسی چرا کے لے جائے — چھپا ہوا ہو اگر سیکڑوں حجاب میں دل
مزا تو جب ہے کہ یوں سامنے کی چوٹیں ہوں — نہ ہو حجاب میں دل پر نہ ہو حجاب میں دل
تجھے خبر نہیں دل چیز کیا ہے اے ناصح — ترے فرشتوں نے دیکھا نہ ہوگا خواب میں دل
اسے وہیں وہ دل آزار چاک کرتا ہے — جو دیکھ لیتا ہے لکھا کسی کتاب میں دل

ردیف (م)

آفتاب

محشر میں بھی کسی کے اٹھائیں گے ناز ہم — ایسے نیاز مند ہیں اے بے نیاز ہم
کیا کیا بہانے موت سے کرتے ہیں اٹن — تجھ سے زیادہ ہجر میں ہیں حیلہ ساز ہم
دل سے موافقت ہے نہ دلبر سے اتفاق — بے لاگ ہیں کسی سے نہیں رکھتے ساز ہم
انسان کی مجال یہ طاقت بشر کی ہے — تم جانتے ہو جیسے اٹھاتے ہیں ناز ہم

دل کی بُری بھلی کو سمجھ لے پیام بر — کیا دخل دیں کہ اس کے نہیں ہیں مجاز ہم
واعظ یہی نہ کہدے کہ پیدا ہی کیوں ہوئے — دنیا میں آئیں اور رہیں پاک باز ہم
اس میں بھی کوئی بھید ہے تم جانتے نہیں — کھتے ہیں ایک ایک سے کیوں دل لگے راز ہم
جب سنتے ہیں کہ آپ پہ دو چار مر گئے — دلواتے ہیں رقیبوں کی اپنے نیاز ہم

وہ دن گئے کہ داغ تھی ہر دم بتوں کی یاد
پڑھتے ہیں پانچ وقت کی اب تو نماز ہم

گلزار

بُت کدے میں جاکے اُس بت کا پتا — پوچھتے پھرتے ہیں ہر پتھر سے ہم
تیر تیرا بڑھکے مژگاں سے نہیں — کچھ کھٹکتے ہیں اسی نشتر سے ہم
کیا کہیں کس سے کہیں کس کیلئے — پھرتے ہیں چاروں طرف مضطر سے ہم
دل جو اپنا ہم نے مانگا تو کہا — کیا چُرا لائے تمھارے گھر سے ہم
ہمسری تجھ سے کرے گر آسماں — صدقے کر ڈالیں ترے سر پر سے ہم

کوئی خوشی تو ہوئی ہے کہ ہنستے آتے ہو — گئے تھے کیا کسی مُردے پر آشنا کے تم
مزا ہو حشر میں دونوں ہوں ایک بار طلب — ہمارے ساتھ چلو سامنے خدا کے تم
کسی طرح نہیں ٹلتے بغیر دل کے لئے — یہ ڈھنگ سیکھ گئے کس کی التجا کے تم
مجھے جو ناز ہوا اپنی بے گنا ہی پہ — کہا اُنھوں نے سزاوار ہو سزا کے تم
مری زبان جلانے سے کیا چلے گا اثر — کہ جانتے ہی نہیں ہتھکنڈے دعا کے تم
کیا جو شکوہ عزیزوں نے میرے قاتل سے — کہا اُنھوں نے کہ قائل نہیں قضا کے تم

تمھارے شعر میں گرمی ہے کس قیامت کی
جلے ہوئے ہو مگر داغ انتہا کے تم

مہتاب

دیا رقیبوں کو تم نے پیام نام بنام — مری طرف سے بھی پہنچے سلام نام بنام
سلیقہ دیکھئے اُس وقت دوست دشمن کا — سپرد ہو جو کوئی انتظام نام بنام

اگر تڑپتی ہے بجلی تو ابر روتا ہے ملا ہر ایک کو ہر ایک کام نام بنام
یہ کس کے قتل کی شادی منائی جاتی ہے کہ رقیے بٹنے کا ہے اہتمام نام بنام
کیا ہے آپ کو جس جس نے بے وفا مشہور جو حکم ہو تو بتا دے غلام نام بنام

رشک سے غیروں کے جی کھوتے ہیں ہم کیا بُروں کی جان کو روتے ہیں ہم
بے خود انہ اپنی ہشیاری رہی جاگتے ہیں کچھ تو کچھ سوتے ہیں ہم
جاں کنی اپنا ہے کام اے کوہ کن عشق میں پتھر نہیں ڈھوتے ہیں ہم

ابھی ہماری محبت کسی کو کیا معلوم کسی کے دل کی حقیقت کسی کو کیا معلوم
بظاہر اُن کو حیادار لوگ کہتے ہیں حیا میں ہے جو شرارت کسی کو کیا معلوم
قدم قدم پہ تمھارے ہمارے دل کیطرح بسی ہوئی ہے قیامت کسی کو کیا معلوم
جو سخت بات سنے دل تو ٹوٹ جاتا ہے اس آئینے کی نزاکت کسی کو کیا معلوم
کیا کریں وہ سنانے کو پیار کی باتیں اُنھیں ہے مجھ سے عداوت کسی کو کیا معلوم
ابھی تو فتنے ہی برپا کئے ہیں عالم میں اُٹھائیں گے وہ قیامت کسی کو کیا معلوم

یادگار

جس وقت آئے ہوش میں کچھ بیخودی سے ہم کرتے رہے خیال میں باتیں اُسی سے ہم
ناچار تم ہو دل سے تو مجبور جی سے ہم رکھتے ہو تم کسی سے محبت کسی سے ہم
یوسف کہا جو اُن کو تو ناراض ہو گئے تشبیہ اب نہ دیں گے کسی کو کسی سے ہم
ہوتا ہے پُر ضرور خوشی کا مآل بھی رونے لگے اخیر زیادہ ہنسی سے ہم
کہتے ہیں آنسوؤں سے بجھائیں گے ہم تجھے یہ دل لگی بھی کرتے ہیں دل کی لگی سے ہم
کے دن ہوئے ہیں ہاتھ میں ساغر لئے ہوئے کس طرح توبہ کریں الٰہی ابھی سے ہم
ہم سے چھپے گا عشق! یہ کہنے کی بات ہے کیا کچھ بُری بھلی نہ کہیں گے کسی سے ہم
معشوق کی خطا نہیں عاشق کی ہی خطا جب غور کر کے دیکھتے ہیں منصفی سے ہم
دشمن کی دوستی سے کیا قتل دوست نے دعویٰ کریں گے خون کا اب مدعی سے ہم
واعظ خطا معاف کہ انسان ہم تو ہیں بن جائیں گے فرشتہ نہ کچھ آدمی سے ہم

جس کو نہیں نصیب بڑا بدنصیب ہے
کھاتے ہیں تیرے عشق کا غم کس خوشی سے ہم

خلوت گزیں رہے ہیں تصوّر میں اس قدر
معلوم ہوں گے حشر میں بھی اجنبی سے ہم

غیروں سے التفات پہ ٹوکا تو یہ کہا
دنیا میں بات بھی نہ کریں کیا کسی سے ہم

کرتے ہیں ایسی بات کہ کہدے وہ دل کی بات
یوں مدّعا نکالتے ہیں مدّعی سے ہم

دل کچھ اُچاٹ سا ہے ترے طور دیکھکر
وہ بات کر کہ پیار کریں تجھ کو جی سے ہم

عادت بُری بلا ہے یہ چھٹتی نہیں کبھی
دنیا کے غم اُٹھاتے ہیں کس کس خوشی سے ہم

وعدہ کیا ہے اُس نے قیامت میں وصل کا
اپنا وصال چاہتے ہیں نو ابھی سے ہم

کرتے ہیں اک غرض کیلئے اُس کی بندگی
بن جائیں گے غلام نہ کچھ بندگی سے ہم

ان بن ہوئی ہو غیر سے اُس کی خدا کرے
سنتے ہیں لاگ ڈانٹ کسی کی کسی سے ہم

دل گیر اس قدر ہیں کہ جا جا کے باغ میں
دل کو ملا کے دیکھتے ہیں ہر کلی سے ہم

کہتے ہیں وہ ستم میں ہمارے ہی خاص لطف
یہ دشمنی بھی کرتے ہیں اک دوستی سے ہم

کم بخت دل نے داغ کیا ہے ہمیں تباہ
عاشق مزاج ہو گئے آخر اسی سے ہم

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم
دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم

جنّت میں جائیں ہم کہ جہنّم میں جائیں ہم
مل جائے تو کہیں نہ کہیں تجکو پائیں ہم

ممکن ہے یہ کہ وعدے پر اپنے وہ آ بھی جائے
مشکل ہے یہ کہ آپ میں اُس وقت آئیں ہم

ناراض ہو خدا تو کریں بندگی سے خوش
معشوق روٹھ جائے تو کیوں کر منائیں ہم

سر دوستوں کے کاٹ کے رکھتے ہیں سامنے
غیروں سے پوچھتے ہیں قسم کس کی کھائیں ہم

کتنا ترا مزاج خوشامد پسند ہے
کب تک کریں خدا کے لئے التجائیں ہم

تا غیر کو سلام کریں دونوں ہاتھ سے
جس وقت اپنے ہاتھ دعا کو اُٹھائیں ہم

سونپا تمھیں خدا کو چلے ہم تو نامراد
کچھ پڑھ کے بخشنا جو کبھی یاد آئیں ہم

یہ جان تم نہ لوگے اگر آپ جائے گی
اس بے وفا کی خیر کہاں تک منائیں ہم

ہمسائے جاگتے رہے نالوں سے رات بھر
سوئے ہوئے نصیب کو کیوں کر جگائیں ہم

مانو کہا جفا نہ کرو تم وفا کے بعد — ایسا نہ ہو کہ پھیر لیں الٹی دعائیں ہم
دشمن سے ملتے جلتے ہیں خاطر سے دوست کی — کیا فائدہ جو دوست کو دشمن بنائیں ہم

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ
اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

ملے شباب میں ہر ایک گل عذار سے ہم — لٹے بہار کے موسم میں کس بہار سے ہم
کہا جو تم نے ملیں گے وفا شعار سے ہم — وفا شعار فقط ہیں اس اعتبار سے ہم
نہ چھیڑو ہم کو نہیں آج کل قرار سے ہم — کہ باہر آپ ہیں اپنے بھی اختیار سے ہم
خدا کرے کہ نہ آئیں وہ فاتحہ پڑھنے — تڑپ تڑپ کے نکل آئیں گے مزار سے ہم
وہ جاں نثار ہیں محشر میں بھی تمہارے لئے — لڑیں ہزار سے کیا بلکہ سو ہزار سے ہم
ہزار حشر ہوں برپا تو کیا کہ قصد ہے یہ — نہ آئیں وہ تو نہ اٹھیں کبھی مزار سے ہم
وہ بات ہے کہ نہ ہو جس میں کوئی مجبوری — وہ کام ہے جو کریں اپنے اختیار سے ہم
وہ بدگمان ہے کہ ہوتا ہے ناگوار اسے — شبیہ اس کی بھی گر دیکھتے ہیں پیار سے ہم
کسی کا صدمہ دل اپنا اٹھا نہیں سکتا — لپٹ کے روتے ہیں دشمن کے بھی مزار سے ہم
زباں کھلے جو شکایت پر ایک تم کیا ہو — ہزار میں بھی نہ چوکیں کبھی ہزار سے ہم
تمہارے لطف کا کیا لطف جب ستم ہو نشتر — یہی ہے پیار تو باز آئے ایسے پیار سے ہم
خدا کے قہر سے اتنا کوئی نہیں ڈرتا — ہوئے ہیں خوف زدہ جتنے تیرے پیار سے ہم
گھرا ہوا تھا حسینوں کی بزم میں شب کو — بچا کے لائے ہیں دل سخت لوٹ مار سے ہم
رقیب تم کو مبارک رہے حبیب ہیں — ادھر قرار سے تم ہو ادھر قرار سے ہم

ہوش آتے ہی محو ہو گئے ہم — جب آنکھ کھلی تو سو گئے ہم
پیری میں جوان ہو گئے ہم — جب صبح ہوئی تو سو گئے ہم
راحت سے عدم میں ہو گئے ہم — منزل پہ پہنچ کے سو گئے ہم
اس بزم میں دل نے ساتھ چھوڑا — ایک آئے وہاں سے دو گئے ہم
کافر نہیں ہم کو یا مسلماں — اپ ہو گئے جس کے ہو گئے ہم

جب زلف کی بو سنگھائی تم نے — دیوانے تمہارے ہو گئے ہم
اب روئے گا ہم کو اک زمانہ — اگلوں کو جہاں میں رو گئے ہم
محفل سے تری ملا یہ ہم کو — دل اپنی گرہ سے کھو گئے ہم
دل لینے کی تم کو آرزو تھی — اب جان سے اپنی لو گئے ہم

کل آئے جو وہ کہیں سے لے داغ
آج ان کے سلام کو گئے ہم

وصل سے محروم ہیں دنیا میں ہم — مل چکے بس تجھ سے پھر عقبیٰ میں ہم
آدمی پر اور ایسی سخت قید — دین کے پابند ہیں دنیا میں ہم
کیا تسلی کے لئے رکھتے ہیں ہاتھ — بے وفا دل کو کہاں تک تھامیں ہم

جو بے صبر مشہور کرتے ہو تم — مرے ذمے بہتان دھرتے ہو تم
دل جو لیتے ہو تو آدھوں آدھ دو حصے کرو — ایک میرے پاس رکھو ایک اپنے پاس تم

ردیف (ن)

آفتاب

بت کو بت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں — ہم بھی دیکھیں تو اسے دیکھ کے کیا کہتے ہیں
ہم تصور میں بھی جو بات ذرا کہتے ہیں — سب میں اڑ جاتی ہے ظالم اسے کیا کہتے ہیں
جو بھلے ہیں وہ بروں کو بھی بھلا کہتے ہیں — نہ برا سنتے ہیں اچھے نہ برا کہتے ہیں
وقت ملنے کا جو پوچھا تو کہا کہہ دیں گے — غیر کا حال جو پوچھا تو کہا کہتے ہیں
نہیں ملتا کسی مضموں سے ہمارا مضمون — طرز اپنی ہے جدا سب سے جدا کہتے ہیں

پہلے تو داغ کی تعریف ہوا کرتی تھی
اب خدا جانے وہ کیوں اس کو برا کہتے ہیں

مجال کس کی ہے اے ستمگر سنائے تجھ کو جو چار باتیں — بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منہ میں ہزار باتیں
رقیب کا ذکر وصل کی شب پھر اس پہ تاکید ہے کہ سنیئے — تمہیں تو اک داستان کہنی ہمیں ہیں ناگوار باتیں

جو کیفیت دیکھنی ہے زاہد تو چل کے تو دیکھ مے کدہ میں
بھڑک بھڑک کر مرے مرے کی سنا رہے ہیں بادہ خوار باتیں

نگاہیں دشنام دے رہی ہیں وہیں پیغام دے رہی ہیں
کبھی نہ بھولیں گے حشر تک ہم رہیں گی یہ یادگار باتیں

بہل ہی جائے گا دل ہمارا کہ ہجر کی شب کو رحم کھا کر
تمہاری تصویر بول اٹھے گی کرے گی بے اختیار باتیں

ہمارے سر کی قسم نہ کھاؤ قسم ہے ہم کو یقین ہوگا
تمہارے ناپائدار وعدے تمہاری بے اعتبار باتیں

مرے جنازے پہ کیوں وہ آئے کہ اٹھے طعنے مجھے سنائے
کہا کئے جو زباں پر آیا سنا کئے سوگوار باتیں

ابھی سے ہے کچھ اداس قاصد ابھی سے ہے بدحواس قاصد
سنبھل سنبھل کر سمجھ سمجھ کر کرے گا کیا بیقرار باتیں

تمہاری تحریر میں ہے پہلو تمہاری تقریر میں ہے جادو
پھنسے نہ کس طرح دل ہمارا جہاں میں پیچ دار باتیں

[illegible] بھی قیامت سے کم نہیں
دل [illegible] سے کم نہیں

دنیا میں ان بتوں نے جلایا ہے اس قدر
دوزخ بھی میرے واسطے جنت سے کم نہیں

یہ ناز یہ نگاہ یہ چھل بل یہ شوخیاں
تم اس سے بھی سوا ہو قیامت سے کم نہیں

اس کا ثواب لوٹنے والے ہمیں تو ہیں
نظارہ تیرے کرے کا عبادت سے کم نہیں

تو نے دیا فروغ تو ہے داغ آفتاب
ذرہ بھی ورنہ اس کی حقیقت سے کم نہیں

پھنسی ہوئی ہے یہ گردن بتوں کے پھندوں میں
چھڑا دے کوئی ہر اتنا خدا کے بندوں میں

جنوں کی خانہ خرابی سے اب کہاں فرصت
پھنسا ہوا ہے یہ دن رات گھر کے دھندوں میں

اسی سے ہوتے ہیں انداز بے نیازی کے
جو ہے قدیم تمہارے نیاز مندوں میں

خدا کا ذکر تو اس [illegible]
مگر وہ ایک ہی کافر ہے خود پسندوں میں

نکال لیتے ہیں رو رو کے ہم بھی دل کا بخار
جو ڈھونڈھ جاتے ہیں وہ پیار دردمندوں میں

ہوئی ہے داغ محبت میں تھوڑی رسوائی
یہ منہ دکھانے کے قابل ہے بھائی بندوں میں

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

کبھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمہیں ہم نے کئی باتوں میں

خنجر کے گھر کی بلائیں تو نہیں لیں ظالم
کہ مرے قتل کو بھی جاؤ نہیں باتوں میں

یارب اُس چاند کے ٹکڑے کو کہاں سے لاؤں
روشنی جس کی ہو ان تاروں بھری راتوں میں

کیا قیامت ہے اُس ارمان بھرے کی حسرت
ایک شب جس کو میسر نہ ہو ان سو راتوں میں

ہم سے انکار ہوا غیر سے اقرار ہوا
فیصلہ خوب کیا آپ نے دو باتوں میں

وصل کیسا وہ کسی طرح بہلتے ہی نہ تھے
شام سے صبح ہوئی اُن کی مداراتوں میں

وہ گئے دن جو رہی یاد بتوں کی اے داغ
رات بھر اب تو گزرتی ہے مناجاتوں میں

بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے جو وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

فسوں ہے یا دعا ہے یا معما کھل نہیں سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہاتے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ اُٹھنا بیٹھنا محفل میں اُن کا رنگ لائے گا
قیامت بن کے اُٹھیں گے بھبوکا بن کے بیٹھے ہیں

کسی کی شامت آئے گی کسی کی جان جائے گی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

قسم دے کر اُنھیں سے پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اُن کے
تمھاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

تمام رات وہ جاگیں ... رے دن
خبر ہے کیا اُنھیں کیوں کر کٹے ہمارے دن

خدا بچائے قیامت کے ہیں تمھارے دن
یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن

مجھے گزرتی ہے اک اک گھڑی قیامت کی
جو اس طرح سے گزارے تو کیا گزارے دن

اُنھوں نے وعدہ کیا آج کی شب آنے کا
خوشی تو جب ہے خدا خیر سے گزارے دن

جو پُرزے ہو نہ صحرا میں جو ٹکڑے ہو نہ گلشن میں
گریباں میں گریباں ہے نہ وہ دامن ہے دامن میں

مسخر کر لیا آخر اُنھیں لگا لے کے جادو نے
بُرا بول آگے آیا ہم جو بولے تھے لڑکپن میں

کبھی ہم وحشیوں سے گھر کی آبادی نہیں جاتی
اگر کوئی نہ ہو تو خانہ ویرانی ہے مسکن میں

بنایا آپ نے تعلیم دے کر اپنے مطلب کا
بھلا کیسی مرے ساری خوبیاں پیدا ہوں دشمن میں

نئے گل پھولتے ہیں کیا نرالے رنگ کھلتے ہیں　　بہاریں جو تری محفل میں ہیں کب ہیں وہ گلشن میں

دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں　　جانے والی چیز کا غم کیا کریں
میں نے مر کر ہجر میں پائی شفا　　ایسے اچھے کا وہ ماتم کیا کریں
ایک ساغر پر ہے اپنی زندگی　　رفتہ رفتہ اس سے بھی کم کیا کریں
کر چکے سب اپنی اپنی حکمتیں　　دم نکلتا ہے وہ ہمدم کیا کریں
تُند خو ہے کب سنے وہ دل کی بات　　اور بھی برہم کو برہم کیا کریں
آئنہ ہے اور وہ ہے دیکھئے　　فیصلہ دونوں یہ باہم کیا کریں

تمکیں تری شوخی میں تو شوخی ہے حیا میں　　غمزے ترے انداز میں انداز ادا میں
تو دوست ہے کس طرح نہ لیں تیری بلائیں　　ہم کو دبڑا کرتے ہیں دشمن کی بلا میں
اس دام سے چھٹنا کوئی آسان ہے ظالم　　تو دل میں ہے دل زلف میں ہے زلف بلا میں
کیا ہاتھ اُٹھاتے ہی نہ اُٹھے گی قیامت　　بس جان تو تم فیصلہ ہے اب کی دعا میں

صاف کب امتحان لیتے ہیں　　وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں
یوں ہے منظور خانہ ویرانی　　مول میرا مکان لیتے ہیں
تم تغافل کرو رقیبوں سے　　جاننے والے جان لیتے ہیں
پھر نہ آنا اگر کوئی بھیجے　　نامہ بر سے زبان لیتے ہیں
اب بھی گر پڑ کے ضعف میں نالے　　ساتواں آسمان لیتے ہیں
تیرے خنجر سے بھی نوائے قاتل　　نوک کی نوجوان لیتے ہیں
اپنے بسمل کا سر ہے زانو پر　　کس محبت سے جان لیتے ہیں
یہ سنا ہے مرے لئے تلوار　　اک مرے مہربان لیتے ہیں
یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہ میں خاک　　اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جاتا ہے اُس گلی میں　　دور سے پاسبان لیتے ہیں
کر گزرتے ہیں ہو بُری کہ بھلی　　دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے　　بیچ میں مجھ کو سان لیتے ہیں

ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں

مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی
آئیے امتحان لیتے ہیں

داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں

پوچھتے کیا ہو یہ کیسا ہے کتابی چہرہ
بات بات سن کے مرا حال الٹ جاتے ہیں
میں ہوں بے تاب وہ بد مست فسانہ ہے دراز
ہتھکنڈے غیر کے سن کر مجھے ملا لو گے

پہلے میں ہاتھ میں قرآن اٹھالوں تو کہوں
ہم نشیں میں انھیں باتوں میں لگالوں تو کہوں
دل کو تھاموں تو کہوں اُن کو سنبھالوں تو کہوں
پہلے دو چار گواہی کو بلالوں تو کہوں

خطا کیا ہے اُن کی جو اس بت کو چاہا
نہ جنت کی حسرت نہ حوروں کی پروا
خدا اُن کی چاہت سے محفوظ رکھے

خدا چاہتا ہے تو سب چاہتے ہیں
نہ کوئی خوشی کا سبب چاہتے ہیں
یہ آزار بھی منتخب چاہتے ہیں

زمیں پر پاؤں نخوت سے نہیں رکھتے پری پیکر
ہزاروں حسرتیں وہ ہیں کہ روکے سے نہیں رکتیں
خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر
ہمارے سائے سے بچتے ہیں ہر اک بزم میں اُن کی
فلک دشمن ہوا گردش زدوں کو جب ملی راحت
تن آسانی کہاں تقدیر میں ہم دل گرفتوں کی
ہمیں دشوار جینا عار تم کو قتل کرنے سے

یہ گویا اس مکاں کی دوسری منزل میں رہتے ہیں
بہت ارمان ایسے ہیں کہ دل کے دل میں رہتے ہیں
میں اُن کے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں
ہمیں دیکھو کہ ہم تنہا بھری محفل میں رہتے ہیں
زیادہ راہ سے کھٹکے مجھے منزل میں رہتے ہیں
خدا یہ خوب دشمن ہے کہ جس مشکل میں رہتے ہیں
بڑی مشکل میں رکھتے ہو بڑی مشکل میں رہتے ہیں

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں
بد عہدیوں کو آپ کی کیا جانتے نہیں
وعدہ ابھی کیا تھا ابھی کھا لی تھی قسم
اُن کا ہی مدعا تھا مرا اُن سا [illegible]
تن جائیں گے جو سامنے آئے گا آئینہ

وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں
کل مان جائیں گے اسے ہم مانتے نہیں
کہتے ہو پھر کہ ہم تجھے پہچانتے نہیں
پھر کیا کروں کہ وہ تو مری مانتے نہیں
دیکھیں تو کس طرح وہ کہی مانتے نہیں

نکلا ہے جو زبان سے اُس کو نباہیے — ایسی وہ اپنے دل میں کبھی ٹھانتے نہیں
جب دیکھتے ہو مجھکو چڑھاتے ہو آستیں — دامن عدو کے قتل پہ گردانتے نہیں
کیا داغ نے کہا تھا جو ایسے بگڑ گئے
عاشق کی بات کا تو برا مانتے نہیں

بات کہنے کا مزا کیا جو غلط تم سمجھو — گر یقیں ہو تو کہوں گر نہ ہو باور نہ کہوں
میری شامت ہے کہوں آپ کا بگڑا ہے مزاج — اُس کو بگڑا ہوا میں اپنا مقدر نہ کہوں
غیر کا حال چھپائے سے کہیں چھپتا ہے — گو کسی وجہ سے میں آپ کے منہ پر نہ کہوں
اب کے کچھ منہ سے نکالا تو تمہیں جانو گے
داغ پھر مجھکو نہ کہنا جو برابر نہ کہوں

اے فلک کیا ہے زمانے کی بنا — دمبدم کے انقلاب اچھے نہیں
صورت اچھی ہے تو سیرت ہے بُری — ایسے معشوق انتخاب اچھے نہیں
اور سنئے مجھکو سمجھاتے ہیں وہ — ڈھنگ یہ خانہ خراب اچھے نہیں
اک نجومی نے کہا تھا داغ سے
آپ کے دن اے جناب اچھے نہیں

زبان قطع کرو دل کو کیوں جلاتے ہو — اسی سے شکوہ اسی سے سوال کرتے ہیں
مرے مزار کو وہ ٹھوکروں سے ٹھکرا کر — فلک سے کہتے ہیں یوں پائمال کرتے ہیں
چھری نکالی ہے مجھپر عدو کی خاطر سے — پرائے واسطے گردن حلال کرتے ہیں
ہزار کام مزے کے ہیں داغ الفت میں
جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں

خدا جانے ہم کس کے پہلو میں ہوں گے — عدم کو سب اپنے پرائے گئے ہیں
وہی راہ ملتی ہے چل پھر کے ہم کو — جہاں خاک میں دل ملائے گئے ہیں
مرے دل کی کیوں کر نہ ہو پائمالی — بہت اس میں ارمان آئے گئے ہیں
گلے شکوے جھوٹے بھی تھے کس غرض کے — ہم الزام دانستہ کھائے گئے ہیں

نگہ کو جگر زلف کو دل دیا ہے
یہ دونوں ٹھکانے لگائے گئے ہیں
فرشتے بھی دیکھیں تو کھل جائیں آنکھیں
بشر کو وہ جلوے دکھائے گئے ہیں

گلزار

کیا کیا فریب دل کو دیئے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں
شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں
کیا جانیں کیا سکھائیں گے اُن کو صلاح کار
ہر روز گفتگو ہے نئی میرے باب میں
گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں
دنیا کی باز پرس سے اب تک نہیں نجات
اُلجھا ہوا ہوں حشر کے دن بھی حساب میں
کوئی گلہ کرے گا نہ غصّے کی بات کا
کہنا ہو جو کسی کو، وہ کہہ لو عتاب میں
اے داغ کوئی مجھسا نہ ہوگا گناہ گار
ہے معصیت سے میری جہنّم عذاب میں

میرا چرچا ہوا نہ کس کس میں
میں بنا چور اُن کی مجلس میں
ہائے کس طور سے بنے وہ کام
ہو قدم دل کا درمیاں جس میں
دل کہ ویرانہ ہو گیا بالکل
اب بھی ہے تیری آرزو اس میں
ہم ستم سے بھی خوش ہیں اے ظالم
وہ ستم، کوئی لطف ہو جس میں
تم پہ عاشق نہ ہوں تو کس پر ہوں
تم میں جو بات ہے وہ ہے کس میں
گر کہا تم گلے سے مل جاؤ
مل گیا زہر کون سا اس میں
مجکو دشمن سے کیا گلہ اے داغ
اُنس پاتا نہیں ہوں مونس میں

کہیں کیا ہم پہ جو صدمے گزرتے ہیں گزرتے ہیں
لگا یا جس گھڑی دل اُس گھڑی کو یاد کرتے ہیں
تماشا جب سے دیکھا ہے مرے دل کے تڑپنے کا
تماشا ہے کہ وہ اپنی نظر سے آپ ڈرتے ہیں
تسلّی، دل دہی، دل جوئی، ایک حیلہ بہانہ ہی
مرا دل دیکھتے ہیں وہ جو دل پر ہاتھ دھرتے ہیں
خدا ہے، کوئی پوچھے حشر میں ہم سے ترے آگے
کہ واں تم کس پہ مرتے تھے کہیں ہم اُس پہ مرتے ہیں

ہم اس غفلت کے صدقے کوئی دم چھٹتے تو ہیں غم سے
کہ جس دم ہوش آتا ہے تو پہروں فکر کرتے ہیں

زباں سے گر کیا بھی وعدہ تو نے تو یقیں کس کو
نگاہیں صاف کہتی ہیں کہ دیکھو یوں مکرتے ہیں

کبھی جھکتا ہوں شیشے پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر
مری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں

کوئی کہدے کہ تم نے دل لیا پھر دیکھئے کیا کیا
اُچٹتے ہیں اُکھڑتے ہیں پلٹتے ہیں مکرتے ہیں

ادا بے ساختہ، اُن گیسوؤں کی کچھ نرالی ہے
بنائے سے بگڑتے ہیں سنوارے سے بکھرتے ہیں

ساز یہ کینہ ساز کیا جانیں
ناز والے نیاز کیا جانیں

کب کسی در کی جبہ سائی کی
شیخ صاحب نماز کیا جانیں

بل بے چتوں تری، غضب رے نگاہ
کیا کریں گے یہ ناز کیا جانیں

جن کو اپنی خبر نہیں اب تک
وہ مرے دل کا راز کیا جانیں

جو گزرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں

جب کہا اور بھی دنیا میں حسیں اچھے ہیں
کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں

خاک میں آہ ملا کر ہمیں کیا پوچھتے ہو
خیر جس طور ہیں ہم خاک نشیں اچھے ہیں

ہم کو کوچے سے تمھارے نہ اُٹھائے اللہ
صدقے بس خلد کے کچھ ہم تو نہیں اچھے ہیں

دل میں کیا خاک جگہ دوں ترے ارمانوں کو
کہ مکاں ہے یہ خراب اور مکیں اچھے ہیں

مانا کہ لطف عشق میں ہے ہم مگر کہاں
کیا سوجھتا نہیں کہ پڑی ہے نظر کہاں

اے آہ دل میں رہ کہ جو پردہ رہے ترا
جاتی ہے دوڑ دوڑ کے تو بے اثر کہاں

الفت جتایئے تو غلط جھوٹ نادرست
دل مانگئے تو کہتے ہیں کیسا، کدھر کہاں

مے خانے کے قریب بھی مسجد بھلے کو داغ
ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں

بھر دیں عجب ادائیں اُس شوخ سیم تن میں
اک ٹیڑھ سادگی میں اک سیدھ بانکپن میں

میں ناتواں نہ پہنچا مر کر بھی تا بمنزل
زنجیر ہے مجھے وہ جو تار ہے کفن میں

پوچھو نہ کچھ کدورت اس داغ دار دل کی
آتی ہے خاک لینے آندھی اسی چمن میں

آفت ہے مے کشوں کا پیاسا ہلاک ہونا
پھرتی ہے روح میری ساقی کی انجمن میں

میت پر آئیں گے وہ یاں دم ہے مجھ میں باقی
یارو لپیٹ دینا زندہ مجھے کفن میں

خط کو کمر سے باندھا آخر تو بوجھ اٹھایا
میری زباں بھی رکھ لے نامہ بر دہن میں

یہ کیا کہ دل میں آؤ تو حسرتیں مٹاؤ
رونق ہو انجمن کی بیٹھو جس انجمن میں

دل میں گھر یار کے پیکاں کئے بیٹھے ہیں
مجھ پہ قبضہ مرے مہمان کئے بیٹھے ہیں

مہندی ملنے کے بہانے ہیں عبث یوں کہئے
آج انکار سے پیمان کئے بیٹھے ہیں

غیروں کی دوستی پر کیوں اعتبار کیجے
یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں

کیا چور ہیں جو ہم کو درباں تمہارا ٹوکے
کہہ دو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہیں

ناصح سے کوئی کہہ دے کیجے کلام ایسا
حضرت کو تا کہ کوئی یہ جانے آدمی ہیں

ہیں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت
تم شمع وہ کہ تم پر پروانے آدمی ہیں

پھرا پیام بر اپنا خراب رستے میں
دیا نصیب نے اچھا جواب رستے میں

بھٹکتے پھرتے ہیں اس رہ گزار میں عاشق
مسافروں کی ہے مٹی خراب رستے میں

لگا کے باتوں میں لے آئے ہم انہیں گھر تک
ہزار ہم پہ ہوئے گو عتاب رستے میں

وہ رستہ کاٹ کے چلتے ہیں اس لئے مجھ سے
کہ کچھ کہے نہ یہ خانہ خراب رستے میں

مے کشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں
تم پہ رحمت ہوئی تو ہم پہ بلائیں آئیں

موت نے مجھ کو پکارا کہ مرے قاتل نے
آ پہنچ آ پہنچ مقتل سے صدائیں آئیں

آئے دل میں کبھی وہ پہرا دہ نگہبانوں کے
برچھیاں تانے ہوئے ساتھ [illegible] آئیں

گو محبت سے مری خاک نہ آیا مجھ کو
[illegible] مرتا ہوں کہ تم کو تو ادائیں آئیں

ناز سے ان کو کرم چونکہ نہیں جس کا حساب
کس خطاوار کی قسمت میں خطائیں آئیں

کیا بڑی بات تھی بازار میں اس سے ملنا
[illegible] آئیں

[illegible] دیکھتے ہی بیٹھ گئے [illegible]
پھر کہا [illegible] ادائیں آئیں

ہم تری بزم سے اے یار چلے جاتے ہیں
[illegible] چلے جاتے ہیں

اس طرح جاتے ہیں اُس بزم میں دل کے ہاتوں — کہ بندھے جیسے گنہگار چلے جاتے ہیں
بل بے ضد آپ کی [illegible] ہٹ، اُف رے مزاج — آج تک وصل سے انکار چلے جاتے ہیں
بھول کر راہ چلے آئے ہیں للہ بخشو — ہم خطاوار، گنہگار چلے جاتے ہیں

داغ اس ضعف نے کی اپنی تو منزل کھوٹی
ہم رہے جاتے ہیں سب یار چلے جاتے ہیں

شوخی نے تیری کام کیا اک نگاہ میں — صوفی ہے بت کدے میں صنم خانقاہ میں
آنکھیں چھپائیں ہم تو عدو کی بھی راہ میں — پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں
دلمیں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں
اُس توبہ پر ہے ناز تجھے زاہد اس قدر — جو ٹوٹ کر شریک ہو میرے گناہ میں
آتی ہے بات بات مجھے یاد بار بار — کہتا ہوں دوڑ دوڑ کے قاصد سے راہ میں
کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات — سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں

مشتاق اس صدا کے بہت درد مند تھے
اے داغ تم تو بیٹھ گئے ایک آہ میں

بھولے بھٹکے جو ترے گھر میں چلے آتے ہیں — اپنی تقدیر کے چکر میں چلے آتے ہیں
وحشت ایسی ہے کہ سائے سے بھی میں کہتا ہوں — آپ کیوں مرے برابر میں چلے آتے ہیں
روز سنتے ہیں نیا ایک نہ اک شیدائی — نام نکلے ترے دفتر میں چلے آتے ہیں
خاک کے بیٹھوں میں جو وحشت میں تو سر کھوتا ہے — پانوں کے چرخ مرے سر میں چلے آتے ہیں

باغ میں گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں — انگلیاں سرو اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
جیتے جی کون عیادت کے اُٹھائے احسان — اس لیے جان سے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
سیکڑوں دو قدم آگے ہیں جلو میں فتنے — ساتھ اک حشر کو لاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
ساتھ دشمن کے وہ کیا آئے قیامت آئی — خاک میں ہم کو ملاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کون آتا ہے بُرے وقت کسی پاس اے داغ
لوگ [illegible] کہ وہ آتے ہیں

دل کو بہلاؤں کہاں تک کہ بہلتا ہی نہیں
یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں

آپ کا زور مرے دل پہ نہ کیوں کر چلتا
کیا مرا حب کا عمل تھا کہ جو چلتا ہی نہیں

اُس کے ہاتھوں نہ ہو جب تک کسی مظلوم کا خوں
اپنے ہاتھوں میں حنا وہ کبھی ملتا ہی نہیں

دن ڈھلے آنے کا وعدہ ہے کسی سے لیکن
آج یہ دن وہ قیامت ہے کہ ڈھلتا ہی نہیں

موم ہوتا ہے مری آہ سے پتھر لیکن
سنگ دل اک ترا دل ہے کہ پگھلتا ہی نہیں

تیرہ بختی نہ کبھی اپنی تو جانا ہم نے
کہ کبھی رنگ زمانے کا بدلتا ہی نہیں

دل ہی تو ہے نہ آئے کیوں دم ہی تو ہے نہ جائے کیوں
ہم کو خدا جو صبر دے تجھ سا حسیں بنائے کیوں

رونے پہ میرے وہ ہنسیں رنج سے میرے شاد ہوں
چھیڑ میں کچھ تو ہے مزا ورنہ کوئی ستائے کیوں

تیرے اقرار میں انکار تری ہاں میں نہیں
عہد میں عہد یہ پیماں کسی پیماں میں نہیں

بے ثباتی کے سوا اور کوئی کیفیت
میری توبہ میں نہیں آپ کے پیماں میں نہیں

ہم نہ مدت سے یہ کہتے تھے کہ مر جائیں گے
تم نہ برسوں سے یہ سنتے تھے کچھ انساں میں نہیں

ناز کو فتنہ بناوٹ کو بلا کہتے ہیں
سادگی! اک تری گنتی کسی ساماں میں نہیں

کھو یا گیا ہوں دے کے پتا نامہ بر کو میں
اپنی خبر کو جاؤں الٰہی کدھر کو میں

بس جاؤ کیا کرو گے نظر سے جگر میں چھید
لو آؤ تم اُدھر کو کھڑے ہو ادھر کو میں

تم تو وہ پارسا ہو کہ در تک کبھی نہ آؤ
آتا تھا منہ چھپائے کہیں سے سحر کو میں

بات میری کبھی سنی ہی نہیں
جانتے وہ بری بھلی ہی نہیں

دل لگی اُن کی دل لگی ہی نہیں
رنج بھی ہے فقط ہنسی ہی نہیں

اُڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

جان کیا دوں کہ جانتا ہوں میں
تم نے یہ چیز لے کے دی ہی نہیں

ہم تو دشمن کو دوست کر لیتے
پر کریں کیا تری خوشی ہی نہیں

ہم تری آرزو پہ جیتے ہیں
یہ نہیں ہے تو زندگی ہی نہیں

دل لگی دل لگی نہیں ناصح
تیرے دل کو ابھی لگی ہی نہیں

داغ کیوں تم کو بے وفا کہتا
وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں

ابھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں
وہ کاش وصل کے انکار پر ہی قائم ہوں مگر انھیں تو کسی بات پر قیام نہیں
الٰہی تو نے حسینوں کو کیوں کیا پیدا کچھ ان کی ذات سے دنیا کا انتظام نہیں
سنائے جاتے ہیں در پردہ گالیاں مجھکو جو میں کہوں تو کہیں آپ سے کلام نہیں
دباؤ کیا ہے سنے جو آپ کی باتیں
رئیس زادہ ہے داغ آپ کا غلام نہیں

تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں اُس کی قدرت کو دیکھتا ہوں میں
جب ہوئی صبح آ گئے ناصح انھیں حضرت کو دیکھتا ہوں میں
وہ مصیبت سنی نہیں جاتی جس مصیبت کو دیکھتا ہوں میں
دیکھنے آئے ہیں جو میری نبض اُن کی صورت کو دیکھتا ہوں میں
موت مجھکو دکھائی دیتی ہے جب طبیعت کو دیکھتا ہوں میں
نہ محبت کو جانتے ہو تم نہ مروت کو دیکھتا ہوں میں
کوئی دشمن کو یوں نہ دیکھے گا جیسے قسمت کو دیکھتا ہوں میں
حشر میں داغ کوئی دوست نہیں
ساری خلقت کو دیکھتا ہوں میں

مکر جاتے ہو دل لے کر یہ دلداروں کی باتیں ہیں تمھاری تو وہ باتیں ہیں جو عیاروں کی باتیں ہیں
خراباتی ہیں سب اللہ والے لوگ اے زاہد جو باتیں مرشدوں کی ہیں وہ مے خواروں کی باتیں ہیں
دکھائیں لب ترے اعجاز یا جادو کریں آنکھیں بظاہر فرق ہے پر ایک ان چاروں کی باتیں ہیں
بتوں کی ایک چپ اے داغ لاکھوں کو ہراتی ہے
جسے سمجھے ہو خاموشی وہ عیاروں کی باتیں ہیں

[illegible] کعبے کو ڈرتے ہوئے ہم جاتے ہیں دیکھ لیتا ہے جو کوئی وہیں تھم جاتے ہیں
آپ نے گھر سے نکالا ہمیں ہم جاتے ہیں پھر نہ آئیں گے کبھی کھا کے قسم جاتے ہیں
بے خطا سر مرے قاصد کا قلم ہوتا ہے غیر کو تحفے میں بن بن کے قلم جاتے ہیں

دیکھتے ہی مجھے محفل میں رقیبوں سے کہا
فتنے اُٹھتے ہیں جہاں ان کے قدم جاتے ہیں

یوں تو دم بھر نہیں آتا انھیں شوخی سے قرار
جب تصوّر میں وہ آتے ہیں تو کم جاتے ہیں

دل کا کیا حال کہوں صبح کو جب اُس بت نے
لے کے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہیں

وہ غنچہ ہوں شگفتہ دل رہا عالم کے خاروں میں
وہ کانٹا ہوں نہ کھٹکا میں کسی کو گل عذاروں میں

کوئی جانے تو کیا جانے وہ یکتا ہے ہزاروں میں
ستم گاروں میں عیاروں میں دلداروں میں یاروں میں

کسی کا دل تو کیا شیشہ نہ ٹوٹا بادہ خواروں میں
یہ توبہ ٹوٹ کر کیوں جا ملی پرہیزگاروں میں

جنوں میں دیکھئے میدان کس کے ہاتھ رہتا ہے
پڑی ہے آبلوں میں پھوٹ اور ایکا ہے خاروں میں

بڑھی تمکیں میں کچھ شوخی تو کچھ شوخی میں بے تابی
ہوئے تم اور سے کچھ اور آکر بے قراروں میں

وہ شرمائی ہوئی آنکھیں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا اُمیدواروں میں

عیادت کیلئے وہ بے خبر آیا کہ موت آئی
اشارے ہو گئے کیسے مرے تیمارداروں میں

اجل کا نام لیں تقدیر کو رو دیں مجھے کوسیں
مرے قاتل کا چرچا کیوں ہے میرے سوگواروں میں

پلک اُٹھتی نہیں میری طرف کیا تھک گئیں آنکھیں
ابھی تو ہو رہی تھیں غیر سے باتیں اشاروں میں

کوئی جنت کا خواہاں ہے کوئی کوثر کا طالب ہے
اُڑا کرتی ہے بے پر کی ہمیشہ بادہ خواروں میں

اسی گلشن کی کھائی ہے ہوا تا زندگی میں نے
جو مر جاؤں تو میرے پھول کرنا گل عذاروں میں

غضب ہے اور بھی اس سادگی پر مر گئے لاکھوں
کہا تھا کس نے بن ٹھنیں وہ میرے سوگواروں میں

لے گیا تیر ہی پیوند زخم میں ہے چور اے قاتل
اجل کے ہوش گم ہوتے ہیں تیرے دل فگاروں میں

جو ارمانوں میں دم میرا تو پیکانوں میں دل میرا
یہ خوش ہے اپنے یاروں میں وہ خوش ہے اپنے پیاروں میں

کوئی غنچہ دہن ہنس کر ہمیں اب کیا ہنسائے گا
بہاریں ہم نے لوٹی ہیں بہت اگلی بہاروں میں

حقیقت برق کی کیا ہے مگر اُس سے بھی ڈرتے ہیں
سنبھل کر بیٹھنا جب بیٹھنا تم بے قراروں میں

خدا کے سامنے تم بھی نہ کھانا دیکھنا ڈرنا
ہمیں تو آپ نے ٹھہرا دیا ہے اعتباروں میں

انھیں لوگوں کے آنے سے تو میخانے کی عزت ہے
قدم تو شیخ نے تشریف لائے بادہ خواروں میں

وہ ہے افسردہ دل عالم بجا ہے یہ اگر کہئے
کہ مُردے ہیں زمیں پر اور زندے ہیں مزاروں میں

جلانا داغ کا اچھا نہیں ہم غنیمت ہے
کہ ایسا باوفا ایک آدھ نکلے گا ہزاروں میں

رخنہ گر یہ بت ہوں یوں اسلام میں
دخل ہے کس کو خدا کے کام میں

جنگ ہے ایک ایک سے آشام میں
بچ رہی ہے کس کی جھوٹی جام میں

جب وہ سنتے ہیں بنا لیتے ہیں منہ
مل گیا کیا زہر میرے نام میں

ناز ہم سے اور دشمن سے نیاز
طاق ہے وہ فتنہ گر ہر کام میں

دل سے وابستہ ہیں لاکھوں حسرتیں
زلف سے بڑھ کر پھنسے اس دام میں

دنیا میں وضعدار حسیں اور بھی تو ہیں
معشوق اک تمھیں تو نہیں اور بھی تو ہیں

نکلا نہ دل سے تیر ترا بیٹھ کر کبھی
ہونے کو ورنہ گوشہ نشیں اور بھی تو ہیں

تم خواب میں بھی آئے تو منہ کو چھپا لیا
دیکھو جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں

کیوں نا امید ہوں وہ خدا ہے بشر نہیں
فردوس واعظو کوئی قارون کا گھر نہیں

کیوں کر یقین ہو کہ کیا وعدہ غیر سے
ہم نے سنی ہے منہ سے ترے عمر بھر نہیں

بے شک مجھے ہے عشق ترا پر خدا گواہ
جیسا ترے گمان میں ہے اس قدر نہیں

اے داغ کب چھپائے سے چھپتا ہے آفتاب
شہرہ کہاں نہیں ہے تمھارا کدھر نہیں

فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

گلے شکوے کہاں تک ہوں گے آدھی رات تو گزری
پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں

وہ آنکھیں سامری فن ہیں وہ لب عیسیٰ نفس دیکھو
مجھی پر سحر ہوتے ہیں مجھی پر دم بھی ہوتے ہیں

ہمارے ساتھ ہی پیدا ہوا ہے عشق اے ناصح
جدائی کس طرح سے ہو جدا توام بھی ہوتے ہیں

جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں مر جاؤ
جو غش آتا ہے تو مجھ پر ہزاروں دم بھی ہوتے ہیں

کر نہ لے اپنا ٹھکانا دشمن
دوست ناداں ہے دانا دشمن

دوست کو دوست نہ سمجھا تم نے
اور دشمن کو نہ جانا دشمن

دوستی کی نہ رہے پھر امید
کاش ہو جائے زمانا دشمن

خاک میں مل جائے دل گر مدعا پیدا کروں
جب مٹاؤں ایک کو تو دوسرا پیدا کروں

کیا کہوں، اللہ قدرت دے تو کیا پیدا کروں — بیشتر سب سے ترے دل میں وفا پیدا کروں
آفرینش سے مری کچھ اور تو مطلب نہ تھا — مدّعا یہ تھا کہ پیدا کر کے نا پیدا کروں
روز اک دل میرے سینے میں خدا پیدا کرے — اور ہیں ارمان اُس دل میں نیا پیدا کروں
غیر کو میرے جلانے کے لئے پیدا کیا — واں تو یہ تھا آدمی ہر کام کا پیدا کروں
ہائے کیوں آیا نہ صورت آفریں کو یہ خیال — آئیں گے کس کام یہ بُت ان کو کیا پیدا کروں
سب دکھانے کے ہیں قابل دل میں جتنے داغ ہیں — کون سا پوشیدہ رکھوں کون سا پیدا کروں

مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں — کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں
جو ہے میرے دل میں انھیں کو خبر ہے — جو میں جانتا ہوں وہی جانتے ہیں
نہیں جانتے اس کا انجام کیا ہے — وہ مرنا مرا دل لگی جانتے ہیں

سمجھتا ہے تو داغؔ کو رند زاہد
مگر رند اُس کو ولی جانتے ہیں

خمار آلودہ آنکھیں بل جبیں پر درد ہی سر میں — رہے تم رات بھر بے چین کس کم بخت کے گھر میں
تری توبے کشی بھی جھوٹ سے خالی نہیں ظالم — مجھے ملتی ہے وہ جو بچ کے رہ جاتی ہے ساغر میں

کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں — اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں
ناصحوں سے کلام کون کرے — اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں
اس قدر ناز ہے تمھیں گویا — کوئی دنیا میں خوب رو ہی نہیں
جو ترے لطف سے نکل جائے — وہ مرے دل کی آرزو ہی نہیں
ہے وہ صورت پرست بھی دیکھو — فقط آئینہ عیب جو ہی نہیں
سادہ لوحی تو عشق میں دیکھو — جانتا ہوں کوئی عدو ہی نہیں

چھین لیں دل کو اگر وہ تو یہ مجبوری ہے — میں کہے جاؤں گا محتاج ہوں مقدور نہیں
دل کو ہوتی ہے خبر آپ کہیں یا نہ کہیں — ہم کو معلوم ہے وہ بات جو مشہور نہیں
لب تک آئی تھی شکایت کہ محبت نے کہا — دیکھ پچھتائے گا خاموش یہ دستور نہیں

خدا کرے کہ مزا انتظار کا نہ مٹے — مرے سوال کا وہ دیں جواب برسوں میں

ہمارے بعد کچھ ایسا ہوا مزاج اُن کا ۔۔۔ کہ لطف روز ہے سب پر عتاب برسوں میں
نہ کیوں ہو ناز مجھے اپنے دل پر اے ظالم ۔۔۔ کیا ہے تو نے جسے انتخاب برسوں میں
وہ بولے داغ کی صورت کو ہم ترستے تھے
ملا ہے آج یہ خانہ خراب برسوں میں

مجکو امید ہے مشکل مری آسان ہوگی ۔۔۔ جور کاوٹ ترے دل میں ہے وہ خنجر میں نہیں
کس سے وعدہ ہے جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو ۔۔۔ یہ وہ گردش ہے جو میرے بھی مقدر میں نہیں
مجھ پہ بیداد کرو تو بھی غنیمت جانوں ۔۔۔ تم سے امید کسی طرح کی محشر میں نہیں
لکھ لئے جاتے ہیں جو شیفتہ کہلاتے ہیں ۔۔۔ کون سا نام ہے جو آپ کے دفتر میں نہیں
ہمہ تن درد ہو عاشق تو مزا ہے، یہ کیا ۔۔۔ سر میں ہے دل میں نہیں، دل میں جو ہے سر میں نہیں
میں نے کیا جانئے کیوں سجدہ کیا اُس بت کو ۔۔۔ جانتا ہوں کہ خدا اور ہے پتھر میں نہیں

کس کی آمد ہے میری بالیں پر ۔۔۔ مضطرب غمگسار پھرتے ہیں
مے کدے میں عجب تماشا ہے ۔۔۔ چار بیٹھے ہیں چار پھرتے ہیں
حشر میں ڈھونڈتے ہوئے یارب ۔۔۔ کس کے تقصیروار پھرتے ہیں
بات پر اپنی جان دے دیں گے ۔۔۔ قول سے جاں نثار پھرتے ہیں
صدقے ہوتے ہیں شمع رو اُس پر ۔۔۔ گرد پروانہ وار پھرتے ہیں
وہی کوچہ ہے اُس کا اے قاصد ۔۔۔ کہ جہاں بے قرار پھرتے ہیں
داغ کا ذکر سن کے وہ بولے
ایسے اسی ہزار پھرتے ہیں

چھپایا ہے ترے تیروں کو تیری ہی نگاہوں سے ۔۔۔ ہزاروں بار سینے میں ہزاروں بار پہلو میں
اُسے لائیں مجھے لے جائیں یا پیغام پہنچائیں ۔۔۔ یہ کیا کرتے ہیں سب بیٹھے ہوئے غمخوار پہلو میں
جگر کی ناتوانی میں کہوں یا دل کی رنجوری ۔۔۔ ادھر بیمار پہلو میں اُدھر بیمار پہلو میں
کلیجا بیٹھتا ہے دل مسلتا ہے کوئی میرا ۔۔۔ کہاں سے آ گئی ظالم تری رفتار پہلو میں
مریدا اے شیخ صاحب آپ کو سر پر بٹھا لیں گے ۔۔۔ بٹھاتے ہیں بھلا ایسوں کو کب مےخوار پہلو میں

یہ بجلی کی طرح تڑپے یہ بسمل کی طرح لوٹے — رہا تو کیا رہا گر دل رہا بے کار پہلو میں

یہ نقشہ ہو گیا ہے داغ اب تو اُن کی محفل میں
کہ ہر دم آئینہ ہے سامنے اغیار پہلو میں

پھرا ہوا جو کسی کی نظر کو دیکھتے ہیں — لگا کے تیر ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں
نظر چرا کے وہ یوں ہر بشر کو دیکھتے ہیں — کسی کو یہ نہیں ثابت کدھر کو دیکھتے ہیں
تمھارے پاس کہیں بھول کر نہ آیا ہو — ہمیں تلاش ہے ہم نامہ بر کو دیکھتے ہیں
ہمیں گمان یہ ہوتا ہے ہم کو روتا ہے — کسی جگہ جو کسی نوحہ گر کو دیکھتے ہیں
حیا تو دیکھئے آئینہ سے بھی پردہ ہے — وہ اپنے ہاتھ ہی پہلے سحر کو دیکھتے ہیں
کسی سے کچھ نہیں مطلب کہ دیکھنے والے — تمھاری آنکھ تمھاری نظر کو دیکھتے ہیں

بغل میں دل نہیں معشوق ہے اور بھی ہو تم سا — بھرے ہیں قہر کے انداز اس نازوں کے پالے ہیں
خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے — خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے ہیں
قیامت کی خلش آفت کی کاوش قہر کی شورش — مرے دل میں تری حسرت ہے یا کانٹا ہی چھالے ہیں
یہ کیسا رنج ہے یا رب ٹپکتی ہے خوشی جس سے — کہ نغمے کی ہے کیفیت مرے دشمن کے نالے ہیں

کچھ اس طرح سے وہ قاتل سوال کرتا ہے — ہمارے منہ کو ہمارے گواہ دیکھتے ہیں
ہمیشہ کس کی نبھی اور کس کی نبھتی ہے — نباہے جاتے ہیں جب تک نباہ دیکھتے ہیں
غرض نہیں ہے انھیں طور کی تجلی سے — جو خوش نصیب تری جلوہ گاہ دیکھتے ہیں

خدا کے واسطے لو داغ کی خبر جلدی
ہم اُس کا حال نہایت تباہ دیکھتے ہیں

مزا جو چاہئے اُن کے ستم میں خاک نہیں — جب آپ سے خاک اُڑا نے کہ ہم میں خاک نہیں
مرے غبار کی اٹھکھیلیاں تماشا ہیں — ابھی تو خاک ہے ابھی ایک دم میں خاک نہیں
چلا ہے کعبے کو تو خاک چھاننے زاہد — فقط خدا ہی خدا ہے حرم میں خاک نہیں

کچھ تو پوچھو جو صدا آتی ہے خلوت سے — [illegible] سے جو ہم پڑھتے نالے ہیں
قاتل اس شوخ کے انداز قیامت ہولے — جس کی تقدیر کو کس طرح کے نالے ہیں

قاصد یہاں سے برق تھا پر نصف راہ سے — بیمار کی ہے چال قدم ناتواں کے ہیں
ناصح کے سامنے کبھی سچ بولتا نہیں — میری زباں میں رنگ تمھاری زباں کے ہیں
عاشق ترے عدم کو گئے کس قدر تباہ — پوچھا ہر ایک نے یہ مسافر کہاں کے ہیں

ہرچند داغ ایک ہی عیار ہے مگر
دشمن بھی تو چھٹے ہوئے سارے جہاں کے ہیں

گزر جائے ہنس بول کر کوئی دم — کہ نزدیک آئے ہیں رخصت کے دن
یہ افسانہ پورا تو ہوگا جبھی — جو دو چار ہوں گے قیامت کے دن
ستم کر نہ پہلے ہی اے نوجواں — ابھی آئے ہیں تیری شہرت کے دن
جوانی کو ترسا کریں خضر آپ — پھریں گے قیامت کو حضرت کے دن
بلاوا تجھے دے دیا اے اجل — بلا لیں گے ہم تجھ کو فرقت کے دن
وہ راتیں وہ باتیں وہ گھاتیں غضب — جوانی میں تھے کس شرارت کے دن

یہ ہے داغ کی عرض یا مصطفیٰ
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دن

آنکھ پڑتی ہے کہیں پانوں کہیں پڑتا ہے — سب کی ہے تم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں
کعبے جانا بھی تو بت خانے سے ہو کر زاہد — دور اس راہ سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں
لامکاں میں بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا ہے — بیکسی میں تو ادھر ہوں نہ ادھر کچھ بھی نہیں
اک جفا تیری جو کچھ بھی نہیں تو سب کچھ ہے — اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں

عشق! جس کشتی کا ہو تو ناخدا — وہ نہ آئے کس طرح طوفان میں
اس سے پوچھو تم مری آشفتگی — زلف کہہ دے گی تمہارے کان میں
میرے مرنے کی خبر سن کر کہا — واقعی کچھ بھی نہیں انسان میں
گر فرشتہ وش ہوا کوئی تو کیا — آدمیت چاہیے انسان میں
دل کی قیمت اک نگہ ہے اے صنم — آ گئے جو آئے ترے ایمان میں
جس نے دل کھویا اسی کو کچھ ملا — فائدہ دیکھا اسی نقصان میں

لیجئے دیتا ہوں میں دل کے سوا — اور جو کچھ ہے مرے امکان میں

کس نے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ
آج ہو تم اور ہی سامان میں

دل کو لاگ تو ہو کچھ کسی صورت سے لگاؤ — لطف کیسا کہ وہ اب جور بھی کم کرتے ہیں
شوخ تم شیفتہ ہم دونوں ہیں بے چین مگر — پھر ذرا صبر جو کرتے ہیں تو ہم کرتے ہیں
آپ کو دوست کے مرنے کی خوشی یاں ہے یہ حال — کوئی دشمن بھی جو مرتا ہے تو غم کرتے ہیں
ہمیں بدنام ہیں جھوٹے بھی ہمیں ہیں بیشک — ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں
خوف ہے اُن کو یہاں تک تو ہم آغوشی کا — میرے تصویر کے بھی ہاتھ قلم کرتے ہیں
مجھ سے کہتا ہے یہ احسان جتا کر ظالم — ہم سوا تیرے کسی پر بھی ستم کرتے ہیں

جفا کے شکوے پہ صاحب نگاہ کیوں پھیری — جواب دو ہمیں تم سے کلام کرتے ہیں
تری گلی سے نکلنا ہمیں قیامت ہے — قدم قدم پہ ہزاروں سلام کرتے ہیں
الٰہی غیر نے کی کون سی وفاداری — کہ آج وہ مجھے جھک کر سلام کرتے ہیں

سیکڑوں دل ہو گئے انداز پہ تیرے نثار — سیکڑوں جانیں تری چتون پہ قرباں ہو گئیں
شکوے غیروں کے اگر بے جا ہیں بے جا ہی سہی — اب تو یہ گستاخیاں مجھ سے مری جاں ہو گئیں

جبہ سائی تری دہلیز پہ کچھ فرض نہ تھی — اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹاتا ہوں میں
کتنے ہمدرد، ہوا خواہ ہیں یوں تو لے داغ
پر یہ کوئی نہیں کہتا اُسے لاتا ہوں میں

کچھ خبر ہی نہیں اللہ رے مری بے خبری — کس کا مشتاق ہوں کیا ہوں ... ہوں
آرزو بن کے رہا ہوں کہ نکالے نہ فلک — اُس گلی میں ہمہ تن آج تمنا ہوں میں
داغ کیا پوچھتے ہو میں نہیں کچھ کہہ سکتا
خیر جس حال میں ہوں شکر ہے اچھا ہوں میں

اب لفافہ بھی نہیں خط کا خدا کی قدرت — پہلے اتنی ہی شکایت تھی کہ القاب نہیں
دیکھ بت خانے میں تصویر کا عالم اے شیخ — یاں مصلا نہیں منبر نہیں محراب نہیں

آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ نیند آتی ہے / آنکھ ہی جو لگی چین نہیں خواب نہیں
نہ ملے تجکو مرے حال پہ رونے والے / چین کیسا کہ یہاں غم کے بھی اسباب نہیں
مجھسے بے تاب کی میت پہ ہلیں کیوں کاندھے / کیا میسر مرے احباب کو سیماب نہیں

گر تو نہو تو پھر کسی کافر کا دل لگے / دوزخ میں آرمیدہ ارم سے رمیدہ ہوں
نازک مزاجیوں نے مجھے تجھ سا کر دیا / اے بے خبر میں اپنے سے آگہی کشیدہ ہوں
پروانہ یاس شمع کے بلبل ہے گل کے پاس / اک میں کہ تیری بزم میں خلوت گزیدہ ہوں
مجھ پہ سو ظلم دل کے واسطے اک اضطراب / اور پھر کہتا ہے میں ہی عشق میں مردانہ ہوں
جس پہ عاشق ہے صبا اس خاک کا ذرہ ہوں میں / برق جس پر لوٹ ہے اس کھیت کا میں دانہ ہوں
کر رہی گی کام کچھ آخر مری ناکامیاں / جس قدر ناداں ہوں اتنا ہی میں فرزانہ ہوں
وصل کی گرمی بھی ہے بار اپنی نازک طبع پر / شمع سے کافور ہو جاتا ہوں وہ پروانہ ہوں
میں اگر ہمدرد کے دل میں ہوں تو اک درد ہوں / میں زباں پر ہم زباں کے ہوں تو اک افسانہ ہوں
محتسب پتھر ہے دل تیرا یہ کس کام کا / ڈال دے اس کو کسی مے خانے کی بنیاد میں
میرے دل سے داغ پوچھے کوئی دلی کے مزے
لطف تھا دونوں جہاں کا اک جہان آباد میں

عتاب

اور کیا داغ کے اشعار اثر کرتے ہیں / گدگدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں
غیر کے سامنے یوں ہوتے ہیں شکوے مجھ سے / دیکھتے ہیں وہ ادھر بات ادھر کرتے ہیں
دیکھ کر دور سے درباں نے مجھے للکارا / نہ کہا یہ کہ ٹھہر جاؤ خبر کرتے ہیں
ابھی غیروں سے اشاروں میں ہوئی ہیں باتیں / دیکھتے دیکھتے آپ آنکھوں میں گھر کرتے ہیں
کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں / جی یہاں جائے گا کہیں نہ کہیں
ہے کدورت بھری ہوئی دل میں / آسماں پر بھی ہو زمیں نہ کہیں
حال پہلو بچا کے لکھا ہے / تاڑ جائے وہ نکتہ چیں نہ کہیں
یہ تو کہیے کہ رات کی باتیں / آپ سے غیر سے کہیں نہ کہیں

جن کو حوریں بیان کرتے ہیں — خلد میں ہوں یہی حسیں نہ کہیں
مجھکو گریاں اٹھا نہ محفل سے — بیٹھ جائے ابھی زمیں نہ کہیں
کیوں کہیں تجھ سے آرزوئیں ہم — فائدہ کیا کہیں کہیں نہ کہیں
آپ کی گفتگو کا کیا کہنا — چار باتیں بھی دل نشیں نہ کہیں
رشک یہ بھی ہے صبر پر میرے — غیر کہہ بیٹھیں آفریں نہ کہیں

داغ پھر تاک جھانک کرتے ہیں
اب گھرے اب پھنسے کہیں نہ کہیں

میں نے چاہا جو تمہیں اس کا گنہگار تو ہوں — مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں
عمر بھر آپ نے مجھکو کبھی اچھا نہ کہا — خیر اچھا نہ سہی آپ کا بیمار تو ہوں
کیا گزر جائے تجھے رات نہیں بے کھٹکے — بزم میں گل نہ سہی ہاں نہ سہی خار تو ہوں

مجھے دل کی ایذا سے راحت نہیں — پرائی مصیبت سے فرصت نہیں
بہت دور ایسی قیامت نہیں — مگر ان کو وعدے کی عادت نہیں
نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی — حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں
اٹھا کر مری نعش اس نے کہا — کوئی اس سے بڑھ کر مصیبت نہیں
یہاں منصفیٔ حشر پر منحصر — وہاں فیصلے کی ضرورت نہیں
یہ حسرت یہ دل ہے یہ ارمان ہے — مری جان حاضر ہیں حجت نہیں
مزاج آپ کا ہے مزاج آج کل — پرائی طبیعت طبیعت نہیں
تری آرزو جن کو ہے ان کو ہے — خدا کی قسم ہم کو حسرت نہیں
بظاہر اٹھانا مجھے بزم سے — اشارے سے کہنا اجازت نہیں
قیامت ہو یا دل ہو یا موت ہو — کوئی ان میں رکنے کی آفت نہیں
دیا نامہ بر نے یہ آکر جواب — انہیں بات کرنے کی فرصت نہیں

قطعہ

کہا دل سے میں نے اسے یاد رکھ — انہیں تجھ سے نفرت ہے الفت نہیں
وہاں بے نیازی ہے ہر شان میں — وہاں خود نمائی سے فرصت نہیں

وہ کیوں سنکے پی جائیں غیروں کی بات — یہ ہیں زہر کے گھونٹ شربت نہیں
وہ کیوں کر نہ دیں جھڑکیاں گالیاں — کہ عاشق مزاجوں کی عزت نہیں

دیا دل نے مایوس ہو کر جواب
نہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں

جو یک دلی ہو تو ہو بات کا یقیں سے یقیں — کہ ہاں سے ہاں ہے مرے مہرباں نہیں سے نہیں
تری گلی کے مقابل جو لائیں جنت کو — مکاں مکاں سے کرے رو کشی مکیں سے مکیں
علاج اور نہیں کوئی خوش نصیبی کا — نصیب ہو تو ملوں غیر کی جبیں سے جبیں
ہمارے دل پہ محبت کا نقش کندہ ہے — ہلا سکے نہ سلیماں بھی اس نگیں سے نگیں
تمھارے سامنے یہ آئینے کی صورت ہے — کہ جس طرح سے کرے لاگ ہر حسیں سے حسیں
پڑا ہے تفرقہ کیا دل میں اور دلبر میں — ہزاروں کوس ہو گر ہو بہت قریں سے قریں
نشانہ دل کو بناتے ہی لی جگر کی خبر — نگہ کے تیر کو چلنا پڑا یہیں سے یہیں

غزل میں داغ کی مضموں ہیں خاکساری کے
نہیں ہے پست ان اشعار کی زمیں سے زمیں

زلفیں رخسار پر نہ آئیں کیوں — ان کے پیچھے پڑیں بلائیں کیوں
غیر باتوں میں زہر اگلتا ہے — اس کی جھوٹی مجھے پلائیں کیوں
بدگماں ہوں جب امتحاں کے بعد — پھر کسی کو وہ آزمائیں کیوں
جھوٹی قسمیں بہت ہیں کھانے کو — میرے مرنے کا غم وہ کھائیں کیوں
مے اگر تیز ہے تو اے ساقی — آگ پانی میں ہم لگائیں کیوں
جب تڑپتا ہے کوئی کہتے ہیں — برچھیاں بن گئیں ادائیں کیوں
آج غیروں کے شکوے ہوتے ہیں — آپ ایسوں کو منہ لگائیں کیوں

جان پر کیا بنی کہو تو سہی
داغ پر درد ہیں صدائیں کیوں

اڑائی خاک تری جستجو میں ہر کہیں برسوں — پھری ہے آسماں بن کر مرے سر پر زمیں برسوں

نہ آیا ہے نہ آئے اُن کے وعدے کا یقین ہم کو
کہیں ہے آج ، کل ، برسوں مگر ملتے نہیں برسوں

کسی کوچے میں جب ہم اپنی صورت دیکھ لیتے ہیں
لگی رہتی ہے اپنے دم قدم سے وہ زمیں برسوں

نہ آنکھوں کا اجارہ ہے نہ دل کا زور ہے اُن پر
وہ خود مختار ہیں ٹھہریں کہیں دم بھر کہیں برسوں

ہوا ہے جان کا خواہاں کوئی اب رہ نہیں سکتی
رہے تیری امانت کے الٰہی ہم امیں برسوں

یہیں رہنا یہیں سہنا یہیں مرنا یہیں جینا
یہی در ہے یہی سر ہے گزاریں گے یہیں برسوں

صفائی اس کو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تم کو
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دل سوز ہے جورہ چکا ہے دل نشیں برسوں

یہ کیا کہا کہ غیر کو تجھ سے حسد نہیں
بن جاؤ تم گواہ تو اس کی سند نہیں

بندے کو آسرا ہے فقط اُس کی ذات کا
اللہ کی مدد سے زیادہ مدد نہیں

تجھ سا بھی بلکہ تجھ سے بھی اچھا ملے گا اور
تو اس صنم کدے میں صنم ہے صمد نہیں

وہ دل کہاں کہ تیری محبت ہو دل نشیں
کوئی بھی ایسی روح کے قابل جسد نہیں

دیکھیں تو کیسے فتنے ہیں نیچی نگاہ میں
آئینہ رکھ دے کاش کوئی اُن کی راہ میں

ہوتی ہے دیکھنے کے لئے آنکھ میں نگاہ
دیکھو تمھاری آنکھ ہے میری نگاہ میں

کرتے ہیں یوں بگڑ کے مرے باب میں سوال
جرأت جواب کی نہیں رہتی گواہ میں

محشر میں کس طرف سے یہ آنے لگی صدا
آنا ہو جس کو آئے ہماری پناہ میں

دل بھی کہیں جمے تو ہمارا قدم جمے
اک پاؤں بت کدے میں تو اک خانقاہ میں

جھگڑے بیچ پڑ گئے تھے وہ سارے نکل گئے
اب گفتگو رہی مری اُن کی نباہ میں

ہم دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے اُن کے پاس
کیا آگیا ہے فرق ہماری نگاہ میں

بجلی گری کہ آہ پڑی بادہ خوار کی
ہلچل پڑی ہوئی ہے عجب خانقاہ میں

ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں
وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں

زمانے کے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں
ہمیں جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں

سلامت رہے دل بُرا ہے کہ اچھا
ہزاروں میں یہ ایک دم دیکھتے ہیں

رہا کون محفل میں اب آنے والا ‏ وہ چاروں طرف دم بدم دیکھتے ہیں
اُدھر شرم حائل اِدھر خوف مانع ‏ نہ وہ دیکھتے ہیں نہ ہم دیکھتے ہیں
اُنھیں کیوں نہ ہو دلربائی سے نفرت ‏ کہ ہر دل میں وہ غم و الم دیکھتے ہیں
نگہباں سے بھی کیا ہوئی بدگمانی ‏ اب اس کو ترے ساتھ کم دیکھتے ہیں

دل مفت لوں ہرگز نہ دوں وہ یہ کہیں تو کہوں ‏ اس کے سوا کبھی سوچ لوں وہ یہ کہیں تو کہوں
انعام چاہے خط رساں تو میں سناؤں گالیاں ‏ اُس کو طمع مجھکو جنوں وہ یہ کہیں تو کہوں
جو یہ کہے اچھا ہے تو اُس سے کہوں چھوٹا ہے تو ‏ کیوں کر نہ ہو حالت زبوں وہ یہ کہیں تو کہوں
کہتا ہے ناصح کر دوا مجھکو تپش میں ہے مزا ‏ کس طرح دل کو ہو سکوں وہ یہ کہیں تو کہوں
کیا دیکھئے ہو وقت پر قاصد چلا ہے سوچ کر ‏ وہ یہ کہیں یوں کہوں وہ یہ کہیں تو کہوں

وہ چاہتا ہے فصل ہو میں چاہتا ہوں وصل ہو
اے داغ کس آفت میں ہوں وہ یہ کہیں تو کہوں

جل کے ٹھنڈے ہوئے ترے غم میں ‏ ہم کو جنت ملی جہنم میں
کچھ ترا شوق کچھ تری حسرت ‏ اور رکھا ہی کیا ہے اب ہم میں
چل گئی چال آپ کی ہم پر ‏ سیدھے سادے تھے آ گئے دم میں
ہو گیا عید اُن کو میرا سوگ ‏ قہقہے اڑ رہے ہیں ماتم میں
دل کی قیمت بہت ہے نیم نگاہ ‏ یہ تو آئے گا اس سے بھی کم میں
اب عنایت ہے کیوں خدا کے لئے ‏ کون سی بات بڑھ گئی ہم میں

داغ کو وہ جلا کے کہتے ہیں
ہم نے روشن کیا ہے عالم میں

شکر بھی تجھ سے شکایت میں کروں تو کیا کروں ‏ بات کرنی ہے قیامت میں کروں تو کیا کروں
کر دیا مجبور اس عاشق مزاجی نے مجھے ‏ آ ہی جاتی ہے طبیعت میں کروں تو کیا کروں
دل تو ہے اُن کی نظر میں کیا بہانہ چل سکے ‏ دوستو حاضر ہیں حجت میں کروں تو کیا کروں
میرے لاشے پر کہا کیا بے وفا یہ شخص تھا ‏ بے مروت سے مروت میں کروں تو کیا کروں

ہوش ہی جاتے رہیں تو آدمی کیا کر سکے — دیکھ لوں جب اچھی صورت میں کروں تو کیا کروں
دل سے وہ کافر صنم نکلے تو سب کچھ ہو قبول — جا کے مسجد میں عبادت میں کروں تو کیا کروں
دل نے کی ہے جو خطا اپنے سزا تو پائے گا — ایسے مجرم کی شفاعت میں کروں تو کیا کروں

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں — کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں
مجکو چھیڑو گے تو پچھتاؤ گے — ہنسنے والوں سے ہنسا کرتے ہیں
نامہ بر تجکو سلیقہ ہی نہیں — کام باتوں میں بنا کرتے ہیں
چلئے عاشق کا جنازہ اٹھا — آپ بیٹھے ہوئے کیا کرتے ہیں
یہ بتاتا نہیں کوئی مجکو — دل جو آتا ہے تو کیا کرتے ہیں
حسن کا حق نہیں رہتا باقی — ہر ادا میں وہ ادا کرتے ہیں
کس قدر ہیں تری آنکھیں بیباک — ان سے فتنے بھی حیا کرتے ہیں
روتے ہیں غیر کا رونا پہروں — یہ ہنسی مجھ سے ہنسا کرتے ہیں
اس لئے دل کو لگا رکھا ہے — اس میں محبوب رہا کرتے ہیں
تم ملوگے نہ وہاں بھی ہم سے — حشر سے پہلے گلا کرتے ہیں
اُس نے احسان جتا کر یہ کہا — آپ کس منہ سے گلا کرتے ہیں
روز لیتے ہیں نیا دل، دلبر — نہیں معلوم یہ کیا کرتے ہیں

داغ تو، دیکھ تو کیا ہوتا ہے
جبر پر صبر کیا کرتے ہیں

ایک ہیں دل کے نہ ہونے سے ہزار آفت میں ہو — غم میں ہوں ماتم میں ہوں حیرت میں ہوں حسرت میں ہوں
ہوش جب آیا تو یہ جانو قیامت آ گئی — زندگی میری جبھی تک ہے کہ میں غفلت میں ہوں
ہیں زمانے میں ہزاروں چاہنے والے مرے — آپ کا بندہ ہوں جب تک آپکی خدمت میں ہوں
چارہ گر اس زندگی سے موت بہتر ہے مجھے — اب اگر اچھا بھی ہوں تو میں بڑی مدت میں ہوں

شاہ میر اقدر رواں احباب میرے مہرباں
ہیں وطن میں جب یہ ہو داغ اک جنت

کیوں فکر اس قدر ہے رقیبوں کے باب میں — اُن کے گنہ بھی ڈال دو میرے حساب میں
دیکھا دل اُن کا غیر نے سینے پہ رکھکے ہات — وہ کاش دیکھنے نہ مجھے اضطراب میں
صوفی کو اجتناب ہے واعظ کو احتراز — کیا زہر گھل گیا ہے الٰہی شراب میں
اُس نے بغیر خط کے پڑھے لکھدیا جواب — یہ بات بھی ہے لکھنے کے قابل کتاب میں
نکھر بکھر ہوے ہیں کیسے وہ بگڑے ہیں کس قدر — لگتی لگائی بات جو کہدی عتاب میں
میں دیکھتا ہوں دیکھتے ہی وصل ہجر بھی — تعبیر مجکو خواب کی ملتی ہے خواب میں
تم مجھ پہ جور کر کے پشیمان بھی نہیں — میں تم سے دل لگا کے پڑا کس عذاب میں

یا تو ایسی مہربانی مجھ پہ یا کچھ بھی نہیں — ابتدا ہی ابتدا تھی انتہا کچھ بھی نہیں
پوچھنے والوں نے میرا ناک میں دم کر دیا — جس نے پوچھا حال کچھ کہنا پڑا کچھ بھی نہیں
اُن کو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے — ہے عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں
سیکڑوں دیں جھڑکیاں مجکو ہزاروں گالیاں — اور پھر کہتے ہیں میں نے تو کہا کچھ بھی نہیں
آگے اُس بیگانہ وش کے ہیچ ہیں سب کیا ہو — آشنا کچھ بھی نہیں نا آشنا کچھ بھی نہیں
بے خودی ہے وصل میں یا چھائی ہے تیری حیا — دیکھتا سب کچھ ہوں لیکن سوجھتا کچھ بھی نہیں

کسی کا مجکو نہ محتاج رکھ زمانے میں — کمی ہے کون سی یا رب ترے خزانے میں
اس انفعال سے گھر چھوڑنا پڑا مجھکو — وہ آج آئیں گے میرے غریب خانے میں
رقیب بھی تو اُسے کان رکھکے سنتے ہیں — عجب طرح کا مزا ہے مرے فسانے میں

خط میں لکھے ہوے رنجش کے کلام آتے ہیں — کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
تو سہی حشر میں تجھ سے جو نہ یہ کہوا دوں — دوست وہ ہوتے ہیں جو وقت پہ کام آتے ہیں
وہ ڈرا ہوں کہ سمجھتا ہوں یہ دھوکا تو نہ ہو — اب وہاں سے جو محبت کے پیام آتے ہیں
نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی توقیر — عاشق آتے ہیں تمہارے کہ غلام آتے ہیں

کروں کیا چار دن کی زندگی میں — رہی جاتی ہے حسرت جی کی جی میں
بتوں سے اب معافی چاہتا ہوں — خدا سے کچھ کہا تھا بے خودی میں
مری جانب سے اے قاصد یہ کہنا — سسکتے ہیں دیکھ لینا زندگی میں

اکیلے بیٹھ کر کیا سوچتے ہو / یہ تنہائی ہے داخل بے کسی میں
تمھیں کھل جائے گی دل کی تمنا / ابھی ہے بند خوشبو اس کلی میں
وہ لے کر کیا کریں عشاق کے دل / کسی میں داغ ہے کانٹا کسی میں
عدو سے مل کے پھر ایسی ڈھٹائی / ذرا شرمائے ہوتے اپنے جی میں
دیا دل ہم نے اُن کو یہ سمجھ کر / کہ اپنی جان بچتی ہے اسی میں
تجھی پر جان دیتا کیوں زمانہ / اگر یہ بات ہوتی ہر کسی میں
ترا آزردہ ہونا بھی ادا ہے / مگر وہ دل لگی میں یا ہنسی میں
پری سے نقشہ اچھا حور سے رنگ / تری صورت نہیں ملتی کسی میں
عداوت اُن کی ظاہر ہو نہ الفت / وہی ہے جو سمجھ لو اپنے جی میں
تمھیں کیا چھیڑ کر خوش ہوں وہ اے داغ
کہ تم تو روئے دیتے ہو ہنسی میں

نیند آئے جو کسی رات یہ ممکن ہی نہیں / مجھ پہ گزرے نہ قیامت وہ کوئی دن ہی نہیں
ہے لڑکپن کا زمانہ وہ ادا کیا جانیں / ابھی موسم ہی نہیں فن ہی نہیں سن ہی نہیں
مانگتا ہوں جو دعا وصل کی اُن کے آگے / چپکے چپکے وہ کہے جاتے ہیں ممکن ہی نہیں
غیر آسیب ہے سائے سے بھی اُس کے بچنا / آدمیت ہو اگر اس میں تو وہ جن ہی نہیں

وہ دشنام لاکھوں مجھے دے رہے ہیں / مزے لینے والے مزے لے رہے ہیں
تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں / کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں
عجب خوبیاں خوب رویوں میں ہیں پر / بُرائی میں بھی سب سے اچھے رہے ہیں
رقیبوں کی ہے چاندنی چار دن کی / ہمیشہ کہیں دور دورے رہے ہیں
وہاں خاک اُڑتی ہے اب اے حسرت / جہاں سالہا سال جلسے رہے ہیں
مزا دے گیا ہے فسانہ ہمارا / مہینوں وہاں اس کے چرچے رہے ہیں
عدم کو چلے جائیں گے ہجر میں ہم / اکیلے رہیں گے اکیلے رہے ہیں
محبت میں اچھا نہیں دور چلنا / جو آگے چلے ہیں وہ پیچھے رہے ہیں

یہ حجت نئی ہے کہ اب دل کو واپس
نہیں لیتے ہم اور وہ دے رہے ہیں

خدا زندہ رکھے مرے دوستوں کو
بہت پھل رہے اور پھول رہے ہیں

سب لوگ جدھر ہیں وہ اُدھر دیکھ رہے ہیں
ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

ہر چند کہ ہر روز کی رنجش ہے قیامت
ہم کوئی دن اس کو بھی مگر دیکھ رہے ہیں

پہلے تو سنا کرتے تھے عاشق کی مصیبت
اب آنکھ سے وہ آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں

خط غیر کا پڑھتے تھے جو ٹوکا تو وہ بولے
اخبار کا پرچہ ہے خبر دیکھ رہے ہیں

میں داغ ہوں مرتا ہوں اُدھر دیکھئے مجھ کو
منہ پھیر کے یہ آپ کدھر دیکھ رہے ہیں

اُن کے اک جاں نثار ہم بھی ہیں
ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں

تم بھی بے چین ہم بھی ہیں بے چین
تم بھی ہو بے قرار ہم بھی ہیں

اے فلک کہہ تو کیا ارادہ ہے
عیش کے خواستگار ہم بھی ہیں

شہر خالی کئے دکاں کیسی
ایک ہی بادہ خوار ہم بھی ہیں

شرم سمجھے ترے تغافل کو
واہ کیا ہوشیار ہم بھی ہیں

تم اگر اپنی گوں کے ہو معشوق
اپنے مطلب کے یار ہم بھی ہیں

جس نے چاہا پھنسا لیا ہم کو
دلبروں کے شکار ہم بھی ہیں

آئی مے خانے سے یہ کس کی صدا
لاؤ یاروں کے یار ہم بھی ہیں

لے ہی تو لے گی دل نگاہ تری
ہر طرح ہوشیار ہم بھی ہیں

غیر کا حال پوچھئے ہم سے
اُس کے جلسے کے یار ہم بھی ہیں

کون سا دل ہے جس میں داغ نہیں
عشق میں یادگار ہم بھی ہیں

یہ تو نہیں کہ تم سا جہاں میں حسیں نہیں
اس دل کو کیا کروں یہ بہلتا کہیں نہیں

ہاں ہاں کہو زبان سے یا تم نہیں نہیں
ہم کو تمہاری بات کا مطلق یقیں نہیں

دل کے سوا نہ کعبے میں ہے وہ نہ دیر میں
گر ہے تو بس یہیں ہے نہیں تو کہیں نہیں

تم مہربان ہو کہ نہ ہو اس سے بحث کیا وہ دل نہیں وہ لاگ نہیں وہ ہمیں نہیں
کہتا ہوں دل سے اور حسیں ڈھونڈیے کہیں آتا ہے پھر خیال کہ ایسا کہیں نہیں
معشوق بن کے چھوٹ گئے سب ستم شعار یارب ستم رسیدوں کی پرسش کہیں نہیں
افسوس ہے کہ درد بھی اب چھوڑتا ہے ساتھ یہ بھی اخیر وقت کہیں ہے کہیں نہیں
باتیں تمھاری اور تمھاری شکایتیں جو کچھ سنی ہیں ہم نے وہ تم سے کہیں نہیں
کہتے ہیں لوگ داغ سے وہ بدگماں ہیں
ایسا تمھاری ذات سے اُس کو یقیں نہیں

وہ نہایت ہمیں مغرور نظر آتے ہیں پاس بیٹھے ہیں مگر دور نظر آتے ہیں
ہم نشیں اُن کے منانے کے لیے بھیجے تھے وہ سوا مجھ سے بھی مجبور نظر آتے ہیں
سرد مہری سے تری سرد ہوئے ہیں ایسے دل جو پرسوز تھے کافور نظر آتے ہیں
اے فلک ان کے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں
شک کرتا ہوں انھیں دیکھ کے دشمن ہیں کہ دوست مجھکو دنیا میں جو مسرور نظر آتے ہیں

ہم امتحان کے ساتھ امتحان دیتے ہیں وہ جان لینے کو آئیں تو جان دیتے ہیں
عدو کی بزم ہے کچھ اُن کی انجمن تو نہیں وہ اپنے ہاتھوں سے کیوں کھول پان دیتے ہیں
یہ نامہ بر نے کہا مجھ سے کیا وہ دل میں نہیں کہ آپ اور جگہ کا نشان دیتے ہیں
مرے فسانے کو سن سن کے نیند اُڑتی ہے دعائیں مجھکو ترے پاسبان دیتے ہیں
تری نگاہ نے تیری ادا نے مارا ہے دُہائیاں یہی سب نوجوان دیتے ہیں
وہ تم کہ روز نئی بدگمانیاں ہیں تمھیں وہ ہم کہ روز نیا امتحان دیتے ہیں
سنا ہے بات بھی کرنی تمھیں نہیں آتی تمھارے منھ میں ہم اپنی زبان دیتے ہیں
وہ رنج بندے کو اپنے خدا نہیں دیتا جو مجھکو ایک مرے مہربان دیتے ہیں
ہے جو داغ کہ ہم جان نثار ہیں سب جھوٹ
یہ لوگ مفت کہیں اپنی جان دیتے ہیں

اس نہیں کا کوئی علاج نہیں روز کہتے ہیں آپ آج نہیں

کل جو تھا آج وہ مزاج نہیں
اس تلوّن کا کچھ علاج نہیں

آئینہ دیکھتے ہی اترائے
پھر یہ کیا ہے اگر مزاج نہیں

لے کے دل رکھ لو کام آئے گا
گو ابھی تم کو احتیاج نہیں

ہو سکیں ہم مزاج داں کیونکر
ہم کو ملتا ترا مزاج نہیں

بے نیازی کی شان کہتی ہے
بندگی کی کچھ احتیاج نہیں

دل لگی کیجئے رقیبوں سے
اس طرح کا مرا مزاج نہیں

یاس نے کیا بجھا دیا دل کو
کہ تڑپ کیسی اختلاج نہیں

حور سے پوچھتا ہوں جنّت میں
اس جگہ کیا بتوں کا راج نہیں

صبر بھی دل کو داغ دے لیں گے
ابھی کچھ اس کی احتیاج نہیں

تری ادا پہ فدا اور کون ہے میں ہوں
تباہ میرے سوا اور کون ہے میں ہوں

دعا جو میں نے یہ مانگی خدا بتوں سے بچائے
تو سن کے بولے برا اور کون ہے میں ہوں

مٹے ہوؤں کا ہمیشہ نشان رہتا ہے
بقا کے غم میں فنا اور کون ہے میں ہوں

اس آرزو نے کیا اپنی جان سے بیزار
اس اپنے دم سے خفا اور کون ہے میں ہوں

حجاب مجھ سے حیا مجھ سے عار ہے مجھ سے
اس انجمن میں نیا اور کون ہے میں ہوں

کیوں چراتے ہو دیکھ کر آنکھیں
کر چکیں میرے دل میں گھر آنکھیں

ضعف سے کچھ نظر نہیں آتا
کر رہی ہیں ڈگر ڈگر آنکھیں

کوئی آسان ہے ترا دیدار
پہلے بنوا لے تو بشر آنکھیں

دل کو تو گھونٹ گھونٹ کر رکھا
مانتی ہی نہیں مگر آنکھیں

نہ گئی تاک جھانک کی عادت
لئے پھرتی ہیں در بدر آنکھیں

یہ نرالا ہے شرم کا انداز
بات کرتے ہو ڈھانک کر آنکھیں

نوحہ گر کون ہے مقدر پر
رونے والوں میں ہیں مگر آنکھیں

داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ
اُن کو دے دو نکال کر آنکھیں

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے — میں نے کم بخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں
مجھ سے وہ کہتے ہیں پروانے کو دیکھا تو نے — دیکھ یوں جلتے ہیں اس طرح سے دم دیتے ہیں
سادگی ہے کہ شرارت ہے جو ہر بات یہ وہ — میرے دشمن کو مرے سر کی قسم دیتے ہیں
دل شکن اُن سے زیادہ کوئی لکھے گا جواب — کس لئے ہاتھ میں دشمن کے قلم دیتے ہیں
زاہدوں کو برکت کا ہے مہینا رمضاں — فاقے کرتے ہیں مگر کب یہ بکرم دیتے ہیں
رنج دیتے کا عبث داغ ہے شکوہ اُن سے
جس کو دیتا ہے خدا اُس کو صنم دیتے ہیں

خدا سے گفتگو ہے اور میں ہوں — کل اے بے مہر تو ہے اور میں ہوں
نکالوں چھان کر ساری خدائی — اب اُس کی جستجو ہے اور میں ہوں
نہ آئے اور کوئی دم تو پھر کیا — نہیں سہی آرزو ہے اور میں ہوں
ملیں گے کل کہ وہ سمجھیں گے مجھ سے
کہا ہے داغ تو ہے اور میں ہوں

نزاکت سے نہ آئے جو گماں میں — کوئی کیا لائے اُس کو امتحاں میں
ہوئی جاتی ہے عالم کی صفائی — رہو تم امتحاں ہی امتحاں میں
نہیں مرنے کا اپنے غم یہ غم ہے — کہ پھر آنا نہ ہوگا اس جہاں میں
یہ ممکن تھا کہ رسوائی نہ ہوتی — سمائی بھی ہو تیرے راز داں میں
یہ کہکر وہ مرے دل میں نہ ٹھہرے — ہمیں ہوتی ہے وحشت اس مکاں میں
غنیمت ہے کہ وہ کہتے نہیں بات — ہماری موت ہے اُن کی زباں میں
خدا کے آگے سچ کہنا پڑے گا — زباں میری لگا لیں نازباں میں
سنا دے قصۂ خواب اُن کو مرا حال — لگا دے یہ بھی ٹکڑا داستاں میں
ہوا بگڑی ہوئی ہے چھ چمن کی — چلو اے ہم صفیرو آشیاں میں

کیا ہے عاشقوں نے اُس کو بدنام — بُرائی کون سی ہے آسماں میں
جو کچھ کہتے ہو منھ سے کر دکھاؤ — دھرا کیا ہے فقط خالی بیاں میں
چلے آتے ہیں وہ مقتل سے ناخوش — بُرا نکلا ہے کوئی امتحاں میں
مرے دل کو مرے نالوں کو روکے — اگر طاقت ہے تیرے پاسباں میں
کہا دل تھام کر اُس سنگ دل نے — اثر ہے دردمندوں کی فغاں میں

دم نہیں دل نہیں دماغ نہیں — کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں
گر قناعت نہیں ہے انساں کو — کبھی حاصل اُسے فراغ نہیں
بات کرنی تو بار ہے تم کو — بات سننے کا بھی دماغ نہیں
تھی زمانے میں روشنی جس کو — ہائے اُس گھر میں اب چراغ نہیں

داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

ایک تیرے ہی نہ رہنے سے رہا کیا کیا کچھ — کوئی حسرت نہ رہی جب سے رہا تو دل میں
یہی دھڑکا ہے کہ خالی نہ رہے وصل کی شب — دل ہے پہلو میں تو ہے آپ کا پہلو دل میں
ضعف اس درجہ بڑھا ہے کہ الٰہی توبہ — درد بھی اب تو بدلتا نہیں پہلو دل میں
روح قالب میں ہے یا غنچے میں ہے بو پنہاں — بند شیشے میں پری ہے کہ پری رو دل میں
اب وہ آتے ہیں نکلنے کے لئے ہو تیار — آرزو! بیٹھ رہی چھپ کے کہاں تو دل میں

ازل سے سوختہ قسمت رہے ترے عاشق — ستارے اُن کے نصیبوں کے کیا شرارے ہیں
گلہ کیا جو رقیبوں کا اُن سے فرمایا — تمہارے دوست بھی سب مدعی ہمارے ہیں
بُرا نہ جان حسینوں کو مان اے واعظ — خدا گواہ یہ بندے خدا کے پیارے ہیں
بگڑ گئی ہے طبیعت بدل چکا ہے مزاج — نہ تم ہمارے ہو اب سے نہ ہم تمہارے ہیں
وفا کرو کہ جفا اختیار ہے تم کو — بُرے ہیں یا ہیں بھلے جیسے ہیں تمہارے ہیں
بھڑکتی پھرتی ہیں آہیں تباہ ہیں نالے — رفیق دل کے سہارے سے بے سہارے ہیں
ہمارے دل کو اگر لوٹ لو تو ہم جانیں — کہ تم نے ایک زمانے کے مال مارے ہیں

تری ادا جو قضا ہو تو کچھ نہیں پروا — ڈریں گے موت سے کیا دل کے جو کرارے ہیں

وہ تند خو ہے تو ہو داغ کچھ نہیں پروا
مزاج بگڑے ہوئے سیکڑوں سنوارے ہیں

چھپایا تھا بہت کم بخت کو دزدیدہ نظروں سے — پکار اٹھا مرے پہلو میں لو حاضر ہوں میں دل ہوں

ترے لب پر زباں پر تیری میرا نام کیوں آئے — اسے بھی عار آتی ہے کہ کیوں جھوٹوں میں شامل ہوں

سکوں بدتر ہے میری بے قراری اس سے بھی بدتر — ٹھہرنے کے لئے حسرت تڑپنے کے لئے دل ہوں

زمانہ کیا ستائے گا فلک آزار کیا دے گا — مصیبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ بے دل ہوں

نہ کر اے چارہ گر ناحق کا صرفہ زہر دینے میں — جو مرنے کے نہیں قابل تو کیا جینے کے قابل ہوں

وہاں اے زاہد ایسے آدمی کی کیا بسر ہوگی — نہ جنت میرے قابل ہے نہ میں جنت کے قابل ہوں

ترا کوچہ اگر فردوس ہے تجھ کو مبارک ہو — مجھے کیا فائدہ کیوں جیتے جی جنت میں داخل ہوں

محبت اور پھر میری محبت چھپ سکے کیوں کر — وہاں اثبات پر اثبات ہے میں دل میں قائل ہوں

خدا نے خیر کر لی بچ گئی درباں سے عزت — یہی کہنا پڑا کچھ مانگنے آیا ہوں سائل ہوں

کبھی جینے کی تدبیریں کبھی مرنے کے ساماں ہیں — کبھی اپنا مسیحا ہوں کبھی میں اپنا قاتل ہوں

کہاں کی دادخواہی حشر میں سب یہ کہا اس نے — ترا جی چاہتا ہے میں گنہگاروں میں شامل ہوں

زمیں سے آسماں تک جانتے ہیں جاننے والے — مجھے دیکھو کہ میں اپنے کئے سے آپ غافل ہوں

خدا جانے فلک کو داغ مجھ سے کیوں عداوت ہے
کسی فن میں نہ لائق ہوں نہ فائق ہوں نہ قابل ہوں

نظر آتا ہوں نہ اس بزم سے اٹھ سکتا ہوں — ناتوانی سے بڑے کام لئے جاتے ہیں

نامہ بر ایک بھی سمجھا نہیں دیکھا ہم نے — سیکڑوں مفت کے انعام لئے جاتے ہیں

جب تصور میں کوئی پردہ نشیں ہوتا ہے — دل سے آنکھوں نے بہت کام لئے جاتے ہیں

عشق کرتا ہے مرے دل کی صفائی کیا کیا — ایسے مہمان سے بھی کام لئے جاتے ہیں

دل نے جو ہم سے کہا ہے وہ ادا کرتا ہے — آپ ہم اپنا ہی پیغام لئے جاتے ہیں

کیا مزا ہے کہ شکایت میں مزا آتا ہے — خود وہ الزام پر الزام لئے جاتے ہیں

پہلے تو ایسے وفادار کو آزاد کیا
مول اب داغ کے ہم نام لئے جاتے ہیں

گھر سے نکلیں نہ کبھی پوچھ نہ لیں وہ جبتک
جمع وہ سنا ہیں خریدار ہوئے ہیں کہ نہیں

اب جو تو مجھ کو پھنساتا ہے بتا اے صیاد
کچھ رہا اگلے گرفتار ہوئے ہیں کہ نہیں

آہ لب پر مرے آئی تو قیامت آئی
وہ بھی ہشیار خبردار ہوئے ہیں کہ نہیں

میری آنکھوں سے ذرا جانچئے اپنی قیمت
آپ بھی اپنے خریدار ہوئے ہیں کہ نہیں

داغ اس فکر میں دن رات گھلا جاتا ہوں
مجھ سے راضی مرے سرکار ہوئے ہیں کہ نہیں

مٹ گئے ہم تو فقط نام ہی اُس کا سُن کر
دیکھکر جنس خریدار ہوا کرتے ہیں

آپ کی بزم محبت کی عدالت ٹھہری
روز دو چار کے اظہار ہوا کرتے ہیں

ہیں بُرا اور طبیعت مری اچھی کیا خوب
منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں

بھاگتے ہی نظر آتے ہیں تری آنکھوں سے
لڑنے مرنے کو جو تیار ہوا کرتے ہیں

تیغ بھاری ہے وہ نازک ہیں مری عمر دراز
مشورے قتل کے ہر بار ہوا کرتے ہیں

نام ظالم کا جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
آسماں کو بھی ستمگار کہوں یا نہ کہوں

تم سنو یا نہ سنو اس سے تو کچھ بحث نہیں
جو ہے کہنا تجھے سو بار کہوں یا نہ کہوں

مجھ سے قاصد نے کہا سُن کے زبانی پیغام
یہی کہنا تو ہے دشوار کہوں یا نہ کہوں

کہہ چکے غیر تو افسانے سب اپنے اپنے
مجکو کیا حکم ہے سرکار کہوں یا نہ کہوں

فکر ہے سوچ ہے تشویش ہے کیا کیا کچھ ہے
دل ہے بھی عشق کے اسرار کہوں یا نہ کہوں

آپ کا حال جو غیروں نے کہا ہے مجھ سے
ہیں مرے کان گنہگار کہوں یا نہ کہوں

نہیں چھپتی نہیں چھپتی نہیں چھپتی الفت
سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں

داغ ہے نام مرا گرم طبیعت میری
گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں

اب تک اُمنڈ اُمنڈ کے تو آتی ہیں حسرتیں
چلتی نہیں زبان ترے ڈر سے کیا کہیں

تم اور کان رکھ کے سنو بات غیر کی — مجبور ہو گئے ہیں مقدر سے کیا کہیں
کوئی کرے سوال تو کچھ دیجیے جواب — بُت بن گئے جب آپ تو پتھر سے کیا کہیں
کہتے ہیں وہ کہو تو سہی دل کا حال کچھ — حیران ہم کھڑے ہیں گھڑی بھر سے کیا کہیں

پوچھتا ہے جو مزاج اپنا کوئی فرقت میں — منہ سے اتنا ہی نکلتا ہے دعا کرتے ہیں
یا الٰہی مرے درباں سے وہ پوچھے آ کر — کون ہے کس سے ملاقات ہے کیا کرتے ہیں
ہاتھ سے قتل نہ وہ پاؤں سے پامال کریں — گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں
اپنے کوچے میں نہ کیجے مری مٹی برباد — آپ بھی خاک اُڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں
اب یہی ضد ہے کہ ہم قتل کریں گے تجھ کو — وہ تو ہر بات میں اپنا ہی کیا کرتے ہیں
اُن کو پروا نہیں کیوں دل کے خریدار نہیں — مفت کے قصے ہی وہ مول لیا کرتے ہیں
آپ کے عشق میں جو مجھ کو نہ کرنا تھا کیا — دیکھئے آپ مرے واسطے کیا کرتے ہیں

داغ کا رشک سنا غیر سے اُس نے تو کہا
اُن کی تقدیر میں جلنا ہے جلا کرتے ہیں

کیا کہا پھر تو کہو ہم نہیں سنتے تیری — نہیں سنتے تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
مجھ سے لاغر تری آنکھوں میں کھٹکتے تو رہے — تجھ سے نازک مری نظروں میں سماتے بھی نہیں
دیکھتے ہی مجھے محفل میں یہ ارشاد ہوا — کون بیٹھا ہے اسے لوگ اُٹھاتے بھی نہیں

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

آپ کے سر کی قسم زلف میں یہ بات کہاں — جو اُلجھتی ہیں اٹکتی ہیں تمھاری آنکھیں

آدمی کو بُری نظر سے نہ دیکھ — اے فلک خاک تیری آنکھوں میں

بات کرتے ہیں خوشی کی بھی تو الٹی کر کے — وہ ہنساتے بھی ہیں ایسا کہ رُلا دیتے ہیں

جو بار بار نہ ہو وہ ترا عتاب نہیں — یہ حیا کے آئے نہ کیوں غصہ ہے شباب میں

عشق میں دل کہیں جدا کہیں — ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں

چھپ کے بیٹھا ہے کیا کوئی مے کش
پھر کے جاتا ہے کیوں گلاس کہیں

زہر کھاتے ہیں تنگ آ کر ہم
یہ دوا آئے دل کو راس کہیں

بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
یہیں ہوگا وہ آس پاس کہیں

یادگار

وہ یہ عشاق پر الزام لگا دیتے ہیں
دل ہمیں دے کے کہیں دل سے دعا دیتے ہیں

قصد کرتے ہیں جو وہ غیر کے گھر جانے کا
پڑھ کے کچھ پانوں کو ہم ہاتھ لگا دیتے ہیں

مجھ سیہ کار کو لے جاتے ہیں کیوں سوئے جناں
کس خطا پر یہ جہنم کو سزا دیتے ہیں

دل لگانے میں ذرا لاگ کسی سے تو ہے
ہم تو دشمن کو بھی جینے کی دعا دیتے ہیں

دم چراتے ہیں کہیں جان کے دینے والے
آنکھ لڑتے ہی یہاں جان لڑا دیتے ہیں

بات کرتے ہیں خوشی کی بھی تو اک رنج کے ساتھ
وہ ہنساتے بھی ہیں ایسا کہ رلا دیتے ہیں

ہم نے مانگا جو کبھی دور سے دل ڈر ڈر کر
اس نے دھمکا کے کہا پاس تو آ، دیتے ہیں

ہم پشیمان ہوں جا کر تو یہ قسمت اپنی
وہ وہیں ملتے ہیں جس گھر کا پتا دیتے ہیں

اس کو کہتے ہیں یہی بادہوائی ہے جواب
خط کے پرزے مری جانب وہ اڑا دیتے ہیں

یہ تبرک کا بہانہ ہے کہ لے لے کے رقیب
چٹکیوں ہی میں مری خاک اڑا دیتے ہیں

دنیا میں آدمی کو مصیبت کہاں نہیں
وہ کون سی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

کس طرح جان دینے کے اقرار سے پھروں
میری زبان ہے یہ تمہاری زباں نہیں

لے موت تو نے دیر لگائی ہے کس لیے
عاشق کا امتحان ہے ترا امتحاں نہیں

تنہا بھی جب ہے تو وہ رہتے ہیں ہوشیار
خود اپنے پاسباں ہیں اگر پاسباں نہیں

ایسا خط ان کو راہ میں ملتا ہے روز ایک
جس میں کسی کا نام کسی کا نشاں نہیں

سرخ رو دیکھیے کس کس کو کرے گا قاتل
سیکڑوں بازو ہیں [illegible] لاکھوں ہیں

ایک بھی بات کا پورا انہیں دیکھا معشوق
دل شکن سیکڑوں ہیں عہد شکن لاکھوں ہیں

کیا دکھاتا ہے فلک چاند کو تو چمکا کر
اس سے بہتر تو یہاں [illegible] بدن لاکھوں ہیں

داغ دلیؔ سے نکل کر ہے سب کے دل میں
اس غریب الوطنی میں بھی وطن لاکھوں میں

موت زندہ چھوڑنے والی نہیں — اس بلا سے کوئی گھر خالی نہیں
رنج سے کوئی گھڑی خالی نہیں — دل کو حاصل فارغ البالی نہیں
بات تیری پیچ سے خالی نہیں — عمر بھر ہم نے مگر ٹالی نہیں
تم ستا کر اُس کو خوش ہوتے رہے — کیا یہ عاشق کی خوش اقبالی نہیں
کیا سمجھتے ہو تم اپنے آپ کو — خوب رویوں سے جہاں خالی نہیں

تم نے جادوگر اُسے کیوں کہہ دیا
دہلوی ہے داغ بنگالی نہیں

گزریں نظروں سے ہزاروں رنگ کی صورتیں — اس مرقع کی ہیں اکثر دیکھی بھالی صورتیں
دیکھنا دیکھے مری آنکھوں سے کوئی حسن کا — اچھی اچھی دیکھ ڈالیں حسن والی صورتیں
ناز ہو انداز ہو خوش خو ہو خوش اخلاق ہو — کیا کریں ہم لے کے معشوقوں کی خالی صورتیں
بدگمانی کیا بری شے ہے کہ وعدے پر ترے — رات بھر پھرتی ہیں آنکھوں میں خیالی صورتیں
کیا کرے کیا ہو سکے کیوں آدمی گھبرا نہ جائے — پیش آتی ہیں محبت میں نرالی صورتیں
ہم نے پھر کر سیر دیکھی خوب رویوں کی بہت — وہ جنوبی ہیں کہاں جو ہیں شمالی صورتیں

عشق بازی میں نئے حاصل ہوئے ہیں تجربے
داغ نے دیکھی ہیں دنیا سے نرالی صورتیں

عمر کے دن گزرتے جاتے ہیں — جیتے جی ہم تو مرتے جاتے ہیں
وہم اُن کو گزرتے جاتے ہیں — ہٹتے جاتے ہیں ڈرتے جاتے ہیں
لڑی جاتی ہے غیر سے بھی آنکھ — مجھ سے بھی بات کرتے جاتے ہیں
کیا ڈھٹائی ہے وہ شکایت پر — اُلٹے الزام دھرتے جاتے ہیں
تم سلامت رہو تمہیں غم کیا — مریں عاشق جو مرتے جاتے ہیں

کام بگڑے ہوئے تھے سب اپنے — بارے اب کچھ سنورتے جاتے ہیں
ہوتی جاتی ہے حسن کی تعریف — عشق کو نام دھرتے جاتے ہیں
مجھ سے ہے بزم میں تغافل بھی — کچھ اشارہ بھی کرتے جاتے ہیں
کہتے جاتے ہیں آپ سب کو بُرا — اور کہہ کر مکرتے جاتے ہیں

کرتے جاتے ہیں مے کشی بھی داغ
پھر خدا سے بھی ڈرتے جاتے ہیں

عجب عشق دونوں کے پیارے ہوئے ہیں — کہ ٹھہرے ہمارے تمھارے ہوئے ہیں
خفا ہو کہ راضی مگر ہم تو عاشق — تمھارے ہوئے ہیں تمھارے ہوئے ہیں
کہے دیتی ہے تیری آنکھوں کی شوخی — کسی چُلبلے سے اشارے ہوئے ہیں
کہاں کے رہے وہ محبت میں یا رب — سہارے سے جو بے سہارے ہوئے ہیں
دن اچھے تھے جب تک مرے آشنا تھے — بُرے وقت میں سب کنارے ہوئے ہیں
مری بات جمتی نہیں اُن کے دل پر — وہ بے تُک کسی کے اُبھارے ہوئے ہیں
خبر ہے ہمیں جس سے محفل میں شب کو — نگاہیں لڑی ہیں اشارے ہوئے ہیں
بگاڑے بگڑتے نہیں حسن والے — یہ بندے خدا کے سنوارے ہوئے ہیں
کہا مجھ سے درباں نے اُن کے، خبر لو — بڑی دیر سے وہ سدھارے ہوئے ہیں
یقیں ہے وہ آخر کو کچھ دے رہیں گے — ترے ہاتھ پر دل جو ہارے ہوئے ہیں

کہا داغ سے آنکھ اُس نے ملا کر
اجی آپ عاشق ہمارے ہوئے ہیں

جائے گا عذر آپ کا کہ نہیں — اس نہیں کی بھی ہے دوا کہ نہیں
تو نے مجھکو بُرا کہا کہ نہیں — اور کہہ کر مکر گیا کہ نہیں
غیر یوں میرے سامنے بیٹھے — پاس تھا مجھکو آپ کا کہ نہیں
جب غضب ناک تم کو دیکھیں ہم — ہے قیامت کا سامنا کہ نہیں
کیسی پیاری ہیں وصل کی راتیں — ایسی راتوں میں ہے مزا کہ نہیں

غیر آنے نہ پائے در پہ مرے — تم نے درباں سے کہہ دیا کہ نہیں
بول کر جھوٹ مجھ سے پوچھتے ہیں — جھوٹ میں ہے کچھ مزا کہ نہیں
منتظر ہے ہماری خاک یہاں — اُس طرف کی چلی ہوا کہ نہیں
دم نکلتا ہے جان جاتی ہے — بخش دو گے کہا سنا کہ نہیں
نہ گیا جیتے جی ترا عاشق — تیرے قدموں میں دم دیا کہ نہیں
عشق تاثیر کر ہی جاتا ہے — آنکھ ملتے ہی دل ملا کہ نہیں
غیر کو تم نے جب کیا رخصت — ہاتھ سے ہاتھ بھی ملا کہ نہیں
اک خدائی کو تم نے گھیر لیا — وہ ہمارا بھی ہے خدا کہ نہیں
یا خدا غم اُٹھاؤں میں کب تک — رنج کی بھی ہے انتہا کہ نہیں
حشر کے دن ہم اُن سے پوچھیں گے — آ گیا سامنے کیا کہ نہیں

داغ کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں
یہ مرے گا کبھی بے حیا کہ نہیں

اپنے ہی ہاتھ سے سر اپنا قلم کرتے ہیں — تم سے جو ہو نہیں سکتا ہے وہ ہم کرتے ہیں
خوش ہوں میں جب سے سنا ہے وہ ہوئے ہرجائی — میرے گھر دیکھیے کس روز کرم کرتے ہیں
بدگمانی ہے یہاں تک کہ مرے قاصد کا — سر قلم کر کے بھی وہ پاؤں قلم کرتے ہیں
یاد آتے ہیں وہ دن رات کے جلسے ہم کو — اب اسی عیش کا بیٹھے ہوئے غم کرتے ہیں

پھر اُسے کوئی لائے گا کہ نہیں — یہ گیا وقت آئے گا کہ نہیں
میں جو بیٹھوں گا اُس کی محفل میں — درد اُٹھ کر اٹھائے گا کہ نہیں
دم کے جانے سے حسرت آتی ہے — پھر کبھی جا کر یہ آئے گا کہ نہیں
اُس تغافل شعار سے پوچھو — میری میت پر آئے گا کہ نہیں

روز کرتے ہو بہانے تمہیں ہم جانتے ہیں — کوئی جانے نہ جانے تمہیں ہم جانتے ہیں
جھوٹی قسموں سے کہاں تک کوئی دھوکے کھائے — نہیں ایمان ٹھکانے تمہیں ہم جانتے ہیں
بھولی باتوں پہ بھی کرتے ہو ہزاروں گھاتیں — کمسنی میں ہو سیانے تمہیں ہم جانتے ہیں

کر کے انکار جلایا ہے ہمارے دل کو — آئے اٹھتے آگ لگانے تمہیں ہم جانتے ہیں
کرتے ہو بیٹھے بٹھائے بھی قیامت برپا — آتے ہیں فتنے اٹھانے تمہیں ہم جانتے ہیں
پہلے تو دل کو چرایا ہے بھری محفل میں — پھر لگے آنکھ چرانے تمہیں ہم جانتے ہیں
عشق حصہ ہے ہمارا اسے تم جانتے ہو — حسن بخشا ہے خدا نے تمہیں ہم جانتے ہیں
کہیں آنکھوں میں بسے ہو کہیں دل کے اندر — کر لیے خوب ٹھکانے تمہیں ہم جانتے ہیں

دوسرے کی جو تم کو تاب نہیں — آئینے میں بھی کیا جواب نہیں
تجھ سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں — اے محبت ترا جواب نہیں
ساقیا تشنگی کی تاب نہیں — زہر دے دے اگر شراب نہیں
کب تری بات انتخاب نہیں — اس نہیں کا مگر جواب نہیں
ہے طبیعت سے آدمی مجبور — دل لگانا کوئی ثواب نہیں
کوئی مرشد وہاں نہ پہنچے ہوں — آج میخانے میں شراب نہیں
بیٹھے منہ پھیر کر وہ محفل میں — اس سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں
تم برا مان کر ہی مجھکو کاش — یہ تو کہہ دو ترا جواب نہیں
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں — زندگی کا کوئی حساب نہیں
پڑ گیا صبر کیا رقیبوں کا — آج کیوں دل کو اضطراب نہیں
غیر کے گھر وہ کیوں ہوئے ہیں مقیم — کیا جہنم میں بھی عذاب نہیں
آ کے مہماں رہو بسو برسوں — تین دن کا کوئی حساب نہیں
بات کرنے کا مجھکو لپکا ہے — بات سننے کی ان کو تاب نہیں
اپنے دامن کو کیوں بچا کے چلے — ایسی مٹی مری خراب نہیں
جز میں کل کو دیکھتے ہیں ہم — کون سا ذرہ آفتاب نہیں
ہو کے لاجواب آیا ہے — واہ قاصد ترا جواب نہیں

مری طرح سے کرے گا کلام بھی کہ نہیں — پیامبر انہیں دے گا پیام بھی کہ نہیں
جواب ہم نہیں سنتے بتا اے قاصد — ہوا قبول ہمارا سلام بھی کہ نہیں

چلے تو آئے ہیں بھولے سے دیکھئے کیا ہو
وہ تھوڑی دیر کریں گے قیام بھی کہ نہیں

یہ کہہ کے مجھ کو کیا قائل اُنکے درباں نے
وہ اپنے گھر کا کریں انتظام بھی کہ نہیں

ہر انشان زمانہ مٹائے دیتا ہے
جہاں میں دیکھئے رہتا ہے نام بھی کہ نہیں

ہمارے صبر پہ کیوں آپ طعنے دیتے ہیں
ہم اپنے دل کی کریں روک تھام بھی کہ نہیں

بیاں کرو نہ لیاقت رقیب کی ہم سے
لیا ہے اُس سے کوئی تم نے کام بھی کہ نہیں

فسانہ کہنے کو بیٹھا ہوں اُن سے ڈرتا ہوں
تمام رات میں ہوگا تمام بھی کہ نہیں

رہے گی تیغ کہاں تک ہماری گردن پر
یہ ہوگی قتل کی حجت تمام بھی کہ نہیں

طبیعت کو عاشق کہیں روکتے ہیں
مگر کیا کروں ہم نشیں روکتے ہیں

بساؤ نہ غیروں کو یہ رفتہ رفتہ
تمہاری گلی کی زمیں روکتے ہیں

ذرا آنکھ ملتے ہی کس کس ادا سے
نظر اپنی یہ نازنیں روکتے ہیں

ترا گھر رقیبوں کا گھر ہو گیا ہے
انھیں تیرے درباں نہیں روکتے ہیں

جنوں سے مرے کیا ہے یاروں کو سودا
پکڑ کر مری آستیں روکتے ہیں

نہیں بات سنتے وہ لگتی لگائی
بگڑ کر وہیں کی وہیں روکتے ہیں

جو آنسو نہ رکتے تو آتا ہی طوفاں
یہ ندی یہ نالے ہمیں روکتے ہیں

تمہیں داغ غیروں سے کیوں ملنے دیتا
بُری بات سے کیا نہیں روکتے ہیں

ہائے وہ دل جو کبھی مل کے جدا ہوتے ہیں
نہیں معلوم وہ کیا کرتے ہیں کیا ہوتے ہیں

جی میں آئے تو کبھی فاتحہ دلوا دینا
آخری وقت ہے ہم تم سے جدا ہوتے ہیں

دیکھیں مسجد ہو کہ مے خانہ ہو پہلے آباد
دونوں دیوار بہ دیوار بنا ہوتے ہیں

دوست دشمن ہیں ہمی بزم میں دیکھیں کیا ہو
کس سے خوش ہوتے ہیں وہ کس سے خفا ہوتے ہیں

پار ہوتی ہیں کلیجے سے نگاہیں اُن کی
قدر انداز کے کب تیر خطا ہوتے ہیں

مجھکو ندائیں آتی ہیں کچھ مانگتا نہیں
اللہ کا ہے گھر کسی محتاج کا نہیں

ہے آشکار راز تمھارا جہان میں
اس پر نہ جاؤ تم کہ کوئی جانتا نہیں

ناصح نے او پیچ پیچ تو سمجھائی ہے بہت
میں اس کو کیا کروں کہ یہ دل مانتا نہیں

آئی بھی گو بہار کھلائے بھی گل ہزار
ہم جس ہوا کو دیکھتے ہیں وہ ہوا نہیں

کیوں جی یہ کیا فراق ہے کیسا وصال ہے
تم مجھ سے ہو جدا مرے دل سے جدا نہیں

کرتے ہو بات بات میں تعریف غیر کی
کہتے ہو مجھ سے تجھکو مزا بات کا نہیں

کیا پوچھتے ہو مجھ سے مرے دل کا حال تم
اللہ جانتا ہے کہ میں جانتا نہیں

پہلے تو پوچھتا تھا زمانہ ہماری بات
اب ہے یہ حال کوئی ہمیں پوچھتا نہیں

ہے گرچہ سب کی آنکھ ترے حسن کی طرف
جلوہ یہ کہہ رہا ہے کوئی دیکھتا نہیں

قربان اس ادا کے خطائیں نہ کیوں کریں
دھمکا کے پھر کہو مجھے تو جانتا نہیں

تم لاکھ امتحاں کرو اس سے فائدہ
ہاں ہاں تمہارے ہاتھ سے میری قضا نہیں

چاہا جو تجھ کو داغ نے ایسا ہے کیا قصور
انصاف کر یہ کوئی خطا میں خطا نہیں

اب شرم سے نظریں تری ملنے کی نہیں ہیں
یہ خانہ نشیں گوشہ نشیں پردہ نشیں ہیں

محفل کو تری دیکھکے کھوئے گئے کب سے
ڈھونڈھے تو کوئی یہاں ہم بھی کہیں ہیں

اچھا ہے اگر ان کی صفائی ہمیں کردو
کچھ وہم کی باتیں جو مرے ذہن نشیں ہیں

تم ہم سے کھٹکتے ہو تو ہم تم سے خطرناک
آرام سے الفت میں تمہیں ہو نہ ہمیں ہیں

دربان کو ملا کر جو پکارا انھیں میں نے
خود کہنے لگے کون ہے وہ گھر میں نہیں ہیں

اوروں کو مرے دل میں وہ رہنے نہیں دیتے
آباد وہی گھر ہے جہاں چار مکیں ہیں

ہم شکل ترا کوئی بھی دیکھا نہیں جاتا
ہم تو تری تصویر سے بھی چیں بجبیں ہیں

غیروں کا وہ منہ کو بگاڑتے ہیں یہ کہکر
کیا پوچھتے ہو ان کو اجی وہ تو نہیں ہیں

ہم پر نہ گماں کیجئے غیروں کی دغا کا
وہ اور ہی مخلوق ہے ہم ایسے نہیں ہیں

دیکھوں نکلتے ہیں کہ نکلوائے جاتے ہیں
ارماں مرے سینے میں گھبرائے جاتے ہیں

ہم کو شکایتوں کے مزے آئے جاتے ہیں
سن سن کے دل ہی دل میں وہ شرمائے جاتے ہیں

باتیں بنا کے صبح کو وہ اس طرح سے گئے
جانا یہ میں نے جا کے ابھی آئے جاتے ہیں

قسمت کا فیصلہ نہیں ہوتا کسی طرح
وہ دل کو دیکھ دیکھ کے للچائے جاتے ہیں

جاتے نہیں خطا کے مزے اس کو کیا کریں
ہر چند ہم سزا پہ سزا پائے جاتے ہیں

جن میں ہوا ہے وصل کسی کا کسی کے ساتھ
اب اُن کے حکم سے وہ مکاں ڈھائے جاتے ہیں

بیٹھے ہیں بام پر کبھی تو چلمن کو چھوڑ کر
ترسانے والے دور سے ترسائے جاتے ہیں

دل کا لگاؤ غیر سے کچھ دل لگی نہیں
دم تو تمہیں بھی اس کے مزے آئے جاتے ہیں

دیں گے جواب ہم تو نہ سن کر بُرا بھلا
فرمائے جائیں آپ جو فرمائے جاتے ہیں

اے داغ تھی پسند ہمیں جن کی سادگی
زیور اب اُن کے واسطے بنوائے جاتے ہیں

قیامت کی مری آہیں غضب کے میرے نالے ہیں
کلیجہ دیکھئے ان کا جو ان کے سننے والے ہیں

وفاداروں میں غیروں کے حوالے پر حوالے ہیں
ہمارے جانے بوجھے ہیں ہمارے دیکھے بھالے ہیں

نہ اُن کے لب پہ آہیں ہیں نہ ان کے لب پہ نالے ہیں
جنہیں سمجھے ہو تم عاشق وہ دنیا سے نرالے ہیں

وہ ظالم پھوٹ کر رویا ہے کب عاشق کی میت پر
بڑی مشکل سے آنکھیں مل کے چار آنسو نکالے ہیں

خبر عاشق کی سُن کر یہ کہا اُس نے رقیبوں سے
تعجب کیا ہے اسکا ایک دن سب مرنے والے ہیں

اُٹھا کر ساتھ غیروں کے بلایا مجکو محفل میں
اِدھر ہیں بوتلیں خالی اُدھر چھوٹے پیالے ہیں

جتاتے ہو محبت ان اپنے میں تو قائل ہوں
مرے ارمان سب تم نے نکالے ہیں نکالے ہیں

محبت میں کرے جو صبر اُس کو داد ملتی ہے
جسے عادت ہے خاموشی کی اسکے بول بالے ہیں

کہاں کا سا ویرانہ کہاں کی سی ہے وحشت
ہزاروں ہم نے جنگل دیکھ ڈالے چھان ڈالے ہیں

یہ طرفہ تماشا ہے نہیں چین سے گھر میں
بیٹھے ہوئے پھرتے ہو زمانے کی نظر میں

وہ بھی تو بڑی دیر میں آتی ہے یہاں تک
ہے تیری نزاکت کا اثر تیری خبر میں

دنیا میں کہیں اُس نے ٹھکانا جو نہ پایا
آباد ہوئی خانہ خرابی مرے گھر میں

گو خضر جہاں گرد سہی مجھ کو یقیں ہے
جم جائیں قدم اُن کے بھی اُس راہ گزر میں

آزاد رہا جب تو رہی خانہ بدوشی
میں ہوں وہ مسافر مری منزل ہے سفر میں

فریاد سنے کون جہاں ہو یہ نزاکت
آواز سے اپنی بھی دھمک ہوتی ہے سر میں

ہیں جلوے سے بے ہوش وہ فرماتے ہیں ڈر کر
لایا کوئی جادو کا یہ پتلا مرے گھر میں

عاشق کو نہ اچھے سے غرض ہے نہ بُرے سے
جو آنکھ میں کھُب جائے سما جائے نظر میں

دل چاک کرے کیوں نہ تری نیم نگاہی
یہ پنجہ وہ ہے کہ اُتر جائے سپر میں

اڑتی سی خبر آج ہے کسکے کان میں آئی
تم اُڑ کے پہنچتے ہو کبھی غیر کے گھر میں

شیریں کیلئے تیشہ زنی اُسنے نہیں کی
فرماتے ہیں وہ درد تھا فرہاد کے سر میں

آئے ہیں عیادت کیلئے دوست ہزاروں
بازار لگا ہے ترے بیمار کے گھر میں

ہم جانتے ہیں خوب وفا اور دغا کو
یہ دل ترے دل میں ہے نظر تیری نظر میں

وہ سیر کو نکلیں گے یہ اندیشہ ہے مجھ کو
دل بیچنے والے ہیں بہت راہ گزر میں

تم جانتے ہو داغ نظر باز ہے کیسا
کیا تاڑ لیا اُس نے تمھیں ایک نظر میں

یہ کیا کہا کہ داغ ہے تو کس شمار میں
یکتا ہوں میں ہزار میں کیا سو ہزار میں

پھر حشر تک خلاف یہ گردش نہ کر سکے
دو دن بھی گر فلک ہو مرے اختیار میں

گو قتل کا ارادہ ہو مجھکو یہ ناز ہے
بیٹھے رہے وہ آج مرے انتظار میں

قابو میں تم نہیں ہو تو قابو میں دل نہیں
تم اختیار میں ہو تو جہاں اختیار میں

آخر تھکی زبان گھسیں اپنی اُنگلیاں
اک اک گھڑی گنی جو ترے انتظار میں

برپا قیامت اُس کی جو ٹھوکر سے ہو گئی
کیا فتنہ سو رہا تھا ہمارے مزار میں

سفاک غمزہ چور نگہ آنکھ راہزن
پھر آپ بھی شریک ہیں اس لوٹ مار میں

وعدے پر آدھی رات کے وہ آئے ساری رات
باتوں میں کچھ گزر گئی کچھ انتظار میں

انسان کیا وہ جبر جو دل پر نہ کر سکے
بے اختیاریاں ہیں مرے اختیار میں

ہم اُنھیں جی سے پیار کرتے ہیں
وہ کہاں اعتبار کرتے ہیں

منتظر ہیں مرے جنازے کے
وہ مرا انتظار کرتے ہیں

غیر کی بات اور جھوٹی بات
آپ ہی اعتبار کرتے ہیں

دلربا بھی ہے دل بھی ہے معشوق — ہم تو دونوں کو پیار کرتے ہیں
جان چھیننی، کسی کا دل لوٹنا — وہ انہیں لوٹ مار کرتے ہیں
اُن سے وہ حشر تک نہیں ملتے — جن کو اُمیدوار کرتے ہیں
دل کی بالیدگی سے جی خوش ہے — ایک کو ہم ہزار کرتے ہیں
حال جب پوچھتا ہے ہم سے کوئی — نالے بے اختیار کرتے ہیں

*

زبان کا وہ نگاہوں سے کام لیتے ہیں — اُنھیں سلام ہے جو یوں سلام لیتے ہیں
مجال کیا جو کہیں اُن سے بات مطلب کی — ہم آہ کر کے کلیجے کو تھام لیتے ہیں
خدا ہو دوست تو دشمن بھی دوست ہوتا ہے — رقیب اُن سے مرا انتقام لیتے ہیں
تمہاری نیم نگہ پر نہ دیں گے ہم دل کو — کہ لینے والے تو پورے ہی دام لیتے ہیں
شہید پیاسوں کو قاتل مرا نہیں کرتے — وہ بدگماں ہے کہ عدو سے جام لیتے ہیں
کروں جفا پہ وفا اور جبر پر میں صبر — وہ مجھ سے بس یہی دو چار کام لیتے ہیں
دل اب اُچاٹ ہے کچھ ہم سے ہو نہیں سکتا — نہ کام کرتے ہیں کوئی نہ کام لیتے ہیں

*

کھنچے جاتے تو ہیں یہ دھڑکا ہے — ہم نہ پہنچیں خدا کے پاس کہیں
ستیاناس محتسب کا ہو — شیشہ پھینکا کہیں گلاس کہیں
دل کے گوشوں میں دونوں رہتے ہیں — آرزو ہے کہیں تو یاس کہیں
دل کی مردانگی پہ پھولا ہوں — عاشقی میں نہ ہو ہراس کہیں
اُس کو کہتے ہیں لوگ عہد شکن — ٹوٹ جائے نہ اپنی آس کہیں
جو نہ کہنی تھیں مجھ کو وہ باتیں — غیر سے ہو کے بدحواس کہیں
شہر در شہر ہیں ترے عاشق — کہیں دو ہیں سو پچاس کہیں
قطرہ قطرہ پلا نہ اے ساقی — اس سے بھی بجھی ہے پیاس کہیں

*

موجود ہر جگہ ہے نہیں بے نشاں کہیں — وہ ہر کہیں ہے ڈھونڈیئے اس کو جہاں کہیں
ایجاد اب ستم نہیں ہوتے یہ کیا ہوا — یارب بدل گیا تو نہ ہو آسماں کہیں
وہ تند خو ہے اور ہے کم سن پیام بر — ڈرتا ہوں لڑکھڑا نہ اٹھے اس کی زباں کہیں

میں غیر کی نگاہ میں تم میرے دل میں ہو   میرا مکاں کہیں ہے تمھارا مکاں کہیں
ٹھکرا کے اُس نے قبر کو ہشیار کر دیا   مجھکو خبر نہ تھی کہ مرا ہے نشاں کہیں
تم نام پر رقیب کے بگڑے ہو داغ سے
باتیں جو بھید کی تھیں وہ اُس نے کہاں کہیں

بہت ہی مختصر تھا وصل کا دن   خدا جانے کب آیا کب گیا دن
قیامت اُس نے کی غصّے سے برپا   الٰہی آج کا تھا کیا بُرا دن
وہی دن ہے مبارک جب ملیں وہ   نہیں ہم جانتے اچھا بُرا دن
مجھے ہے بے خودی کوئی سنا دے   وہ آئی وصل کی شب وہ گیا دن
نہ ہوگا کیا مرا اقرار نہ پورا   نہ ہوگا کیا قیامت کا کڑا دن
ترے گھر داغ ہو ہر روز نوروز
دکھائے تجھکو بھی ایسے خدا دن

قابو میں وہ رقیب کے مجبور کب سے ہیں   جادو کیا ہے اُس نے مگر اس سبب سے ہیں
محفل میں کیا رقیب تمھاری طلب سے ہیں   یہ کس سبب سے آئے ہیں یہ کس سبب سے ہیں
اُٹھے ہیں آج صبح کو منہ کس کا دیکھ کر   توڑے ہے آئینے کو وہ بیزار سب سے ہیں
پہلی خطائیں میں نہ کرونگا کبھی معاف   دھوکا نہ دو یہ کہکے ترے دوست اب سے ہیں
جو پارسا ہیں خوف اُنھیں اس قدر کہاں   ڈرتے گناہگار خدا کے غضب سے ہیں
کیا بے خودی ہے شوق کی اتنی خبر نہیں   ہم کس پہ مبتلا ہیں خدا جانے کب سے ہیں
یہ گھر بھرا بھرا نظر آتا ہے کیا مجھے
مہمان میرے دل میں وہ اے داغ جب سے ہیں

دیکھیے اُن سے ملاتا ہے خدا کون سے دن   کون سی رات ہو مقبول دعا کون سے دن
اب جدائی کی مصیبت نہیں اُٹھتی مجھسے   سر مرا تن سے کریں گے وہ جدا کون سے دن
اب نجومی تجھے دعویٰ ہے تو یہ حکم لگا   کون سے وقت ملیں گے وہ بتا کون سے دن
روز آکر وہ کوئی فتنہ اُٹھا جاتے ہیں   نہیں ہوتا ہے یہاں حشر بپا کون سے دن

اُن کے آتے ہی ہوا وعدہ ہمارا پورا
وائے تقدیر کہ آئی ہے قضا کون سے دن

اُن کا برتاؤ نرالا ہے یہ کھلتا ہی نہیں
مہرباں کون سے دن ہیں وہ خفا کون سے دن

دیکھئے کب مری قسمت کا ستارہ چمکے
سامنے آئے وہ خورشید لقا کون سے دن

دیکھئے دیکھتے ہیں کب وہ اُٹھا کر چلمن
دیکھئے اُٹھتی ہے کم بخت حیا کون سے دن

ہم سے اب تک تو تری آنکھ بہت سیدھی تھی
دیکھئے کرتی ہے یہ مل کے دغا کون سے دن

داغ سے عید کے دن بھی نہ ملے وہ آکر
یہ گیا وقت پھر آئے گا بھلا کون سے دن

تم لاکھ مجھ سے پردہ کرو جلوہ گاہ میں
صورت یہ کہہ رہی ہے کہ میں ہوں نگاہ میں

سچ ہے یہاں کہاں ہو جو دو بات کا جواب
تم ہو کسی کے دل میں کسی کی نگاہ میں

وہ تجھ سے مل کے حشر میں پوری نہ ہو کہیں
تھوڑی سی ہے کمی جو ہمارے گناہ میں

ظالم خدا سے ڈر کہ جہنم کی آگ ہے
نالے میں بے کسوں کے غریبوں کی آہ میں

اک دوستی کی ایک نظر دشمنی کی ہے
تم بھی نگاہ میں ہو عدو بھی نگاہ میں

سمجھا دے اُس کو جا کے یہ اک بات اے صبا
قاصد ابھی گیا ہے ابھی ہو گا راہ میں

وہ غیر سے ملے ہیں گلے میرے سامنے
ماتم ہے زندگی کا مجھے عید گاہ میں

دانستہ اُس نے قتل کیا میں یہ کیوں کہوں
شاید ہوا ہو خون مرا اشتباہ میں

جاتا ہے داغ کعبے کو بت خانہ چھوڑ کر
ٹھوکر ضرور کھائے گا پتھر کی راہ میں

رنج پر رنج دیئے جاتے ہیں
اپنی کرنی وہ کیے جاتے ہیں

ہم جو الزام دیئے جاتے ہیں
اپنے دل میں وہ لیے جاتے ہیں

زخم اُس تیغ کے ہیں دامن دار
کس سے یہ چاک سیئے جاتے ہیں

ہم تری بزم میں تنہا بیٹھے
خون کے گھونٹ پیئے جاتے ہیں

ان کو حیرت ہے کہ عاشق کیوں کر
ہم یہ مر مر کے جیئے جاتے ہیں

وہ جواب اُس کا ہمیں دیں کہ نہ دیں
اُن سے ہم بات کیے جاتے ہیں

داغ سے مل کے یہ پوچھا اس نے
کس لئے آپ جئے جاتے ہیں

یہ چھوڑا دل کو اے کافر ترے پیکان ایسے ہیں — خدا کا گھر اڑا لے جائیں یہ مہمان ایسے ہیں
فرشتے کو پکڑ رکھیں ترے دربان ایسے ہیں — خدا سے بھی نہیں ڈرتے یہ بے ایمان ایسے ہیں
اگر تو بھی نکالے گا نہ نکلیں گے نہ نکلیں گے — مرے ارمان اتنے ہیں مرے ارمان ایسے ہیں
رقیبوں کو محبت کا ہے دعوی اے تری قدرت — یقیں ہے تمکو وہ بھی خدا کی شان ایسے ہیں
شرارت، فتنہ، اک اک بات میں ہے اُنکی اے قاصد — وہ بھولے بھالے کمسن ایسے ہیں نادان ایسے ہیں
یہ سر کے ساتھ جائیں گے یہ دم کے ساتھ جائیں گے — ہمارے سر پہ آصفجاہ کے احسان ایسے ہیں
بنائیں وہ باتیں آپ اُن سے کیا غرض مطلب — یہ چن لیتے ہیں مطلب کی ہمارے کان ایسے ہیں
وہ جلوہ دیکھتے ہی ہٹ گیا غش مجکو دعوی تھا — خطا ہوتے نہیں ہرگز مرے اوسان ایسے ہیں
یقیں ہم کو دلاتے ہیں وہ یوں جھوٹی قسم کھا کر — نہ ٹوٹیں حشر تک یہ عہد یہ پیمان ایسے ہیں
رقیبوں کو بٹھا کر بزم میں کہتے ہیں وہ مجھ سے — جواب ان کا نہیں دیکھو مرے مہمان ایسے ہیں
تمہارا ساتھ دیں گے حشر میں یہ بھی یقیں مانو — تمہارے جاں نثاروں میں بہت انسان ایسے ہیں
تری تصویر بھی آئینہ بھی عاشق کی آنکھیں بھی — کسی میں دم نہیں محفل میں یہ حیران ایسے ہیں

طور بے طور یہ ہوئے جاتے ہیں — وہ تو کچھ اور ہوئے جاتے ہیں
یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم — لطف بھی جور ہوئے جاتے ہیں
نشۂ ہوتا ہی نہیں اے ساقی — بے مزہ دور ہوئے جاتے ہیں
دیر ہے حکم کی ہم تم پہ فدا — ابھی فی الفور ہوئے جاتے ہیں
التجا بھی ہے شکایت گویا — وہ خفا اور ہوئے جاتے ہیں
انتہا کیا ہے کہ تجھ سے برپا — جور پر جور ہوئے جاتے ہیں
گھڑیوں بڑھتا ہے حسینوں کا جمال — اور سے اور ہوئے جاتے ہیں

کچھ خبر بھی ہے محبت میں داغ
کیا ترے طور ہوئے جاتے ہیں

آتے ہیں اس روش سے تری جلوہ گاہ میں ہم پاؤں پھونک کے رکھتے ہیں راہ میں

چلئے خلوت ہی میں کچھ باتیں ہوں آپ محفل میں تو شرماتے ہیں

کیا ترا بھید چار میں کہہ دوں جو ہے کہنا ہزار میں کہہ دوں
مہرباں وہ ہوئے ہیں ڈرتا ہوں راز دل کا نہ پیار میں کہہ دوں
کبھی کہتا ہوں دل کی کچھ نہ کہوں کبھی کہتا ہوں پیار میں کہہ دوں
بات چھپتی نہیں ترے منہ پر دل ہو گر اختیار میں کہہ دوں

عیادت کو ہمارے آشنا کیوں آئے بیٹھے ہیں کہ ہم تو پیر اپنے گور میں لٹکائے بیٹھے ہیں

دل مرا رات سے نہیں ملتا تم کو کبھی کچھ پتہ لگا کہ نہیں

وعدہ کرنے کی تم کو عادت ہے مجھ کو وعدے کا اعتبار نہیں

میں اور دشمنوں سے شکوہ کروں تمہارا بہتان جوڑتے ہیں بہتان باندھتے ہیں

جب مری راہ سے گزرتے ہیں اپنی پرچھائیں سے وہ ڈرتے ہیں

دل کا پردہ فاش آنکھوں نے کیا پیار کی نظریں کبھی چھپتی نہیں

تیر کو تیرے کلیجے سے لگایا ہم نے اپنے مہمان کی یوں آؤ بھگت کرتے ہیں

دوستی دشمن جتاتا ہے مجھے آستیں کے سانپ سے ڈرتا ہوں میں
یوں تو کہئے اس خطا کی کیا سزا میں جو کہہ دوں آپ پر مرتا ہوں میں
وہ نشاں میرا مٹائے یا نصیب آج جس کے نام پر مرتا ہوں میں
جو سنا ہے میں نے چرچا آپ کا آپ سے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں میں
جو نہیں ڈرتے ڈراتا ہوں انھیں ڈرنے والوں سے بہت ڈرتا ہوں میں

کیوں نہ یوسف کو چاہتے یعقوب اندھا کیا چاہتا ہے دو آنکھیں

ردیف (و)

آفتاب

عاشق کے دل میں اور تری آرزو نہ ہو اس باغ کا تو پھول ہو پھر اس میں بو نہ ہو

اس فکر میں کچھ اُن سے نہ ہم بات کرسکے
یہ گفتگو نہ ہو کہیں وہ گفتگو نہ ہو

میں رنگ دیکھکر نہ کروں گا یقیں کبھی
جب تک عدو کے خون کی خنجر میں بو نہ ہو

اک تیری دوستی سے ہوئی سب میں دشمنی
گر یہ نہ ہو تو کوئی کسی کا عدو نہ ہو

کافر خدا کرے کہ غلط ہو مرا گماں
جو میں سمجھ رہا ہوں وہ اے کاش تو نہ ہو

مٹّی کی مورت اُس سے تو اے داغ خوب ہے
معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

ممکن نہیں کہ تیری محبت کی بو نہ ہو
کافر اگر ہزار برس دل میں تو نہ ہو

محشر میں اور اُن سے مری دوبدو نہ ہو
کہنے کی بات ہے جو کوئی گفتگو نہ ہو

قاتل اگر نہ شوخ ہو خنجر اگر نہ تیز
رگ رگ میں بیقرار ہمارا لہو نہ ہو

خلوت میں تجھ کو چین نہیں کس کا خوف ہے
اندیشہ کچھ نہ ہو جو نظر چار سو نہ ہو

سرخی ہے تیغ پر نہ حنا تیرے ہاتھ میں
قاتل کہیں سفید عدو کا لہو نہ ہو

وہ آدمی کہاں ہے وہ انسان ہے کہاں
جو دوست کا ہو دوست عدو کا عدو نہ ہو

ایسے کہاں نصیب کہ وہ بت ہو ہم کلام
ہم طور پر بھی جائیں تو کچھ گفتگو نہ ہو

اے داغ آکے پھر گئے وہ اس کو کیا کریں
پوری جو نامراد تری آرزو نہ ہو

زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہ ہو
آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہ ہو

بات کا زخم ہے تلوار کے زخموں سے سوا
کیجئے قتل مگر منھ سے کچھ ارشاد نہ ہو

غیر کا خون بہانا مری تربت پہ ضرور
آبرو دار کی مٹّی کہیں برباد نہ ہو

ہائے وہ دل وہ کلیجا میں کہاں سے لاؤں
وصل میں شاد نہ ہو ہجر میں ناشاد نہ ہو

ہے یہی حسن کی شہرت تو ہمارا ذمّہ
کہ ترے کوچے میں اک شہر جو آباد نہ ہو

بدگمانی بھی محبّت میں بُری ہوتی ہے
وہ یقیں ہے مجھے جس بات کی بنیاد نہ ہو

آدمی وہ ہے جو چتون کا اشارہ سمجھے
مجھ کو معلوم ہوا مُنہ سے کچھ ارشاد نہ ہو

ہے مرے دل کی تباہی پہ تعجب کیا خوب
آپ برباد کریں جس کو وہ برباد نہ ہو

تم مکاں مول نہ لو غیر کے ہم سائے ہیں — آج تک وہ نہ ہوا ہے کبھی آباد نہ ہو

کوستے ہیں وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہیں
داغ کو دیکھ کے کہتے ہیں یہ ناشاد نہ ہو

تم کو چاہا تو خطا کیا ہے بتا دو مجھ کو — دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھ کو
کون ہوتا ہے کڑی بات کا سہنے والا — گالیاں تم کو سکھا دیں یہ دعا دو مجھ کو
دل مرا ہاتھ میں لیتے ہی الگ پھینک دیا — مال ایسا نہیں لاؤ اُٹھا دو مجھ کو
تم کو تو حشر کے دن لاکھ میں پہچان لیا — میں بھلا کون ہوں میرا تو پتا دو مجھ کو
اب خدا چاہے تو میں تم کو نہ چاہوں ہرگز — پھر یہ تقصیر ہو مجھ سے تو سزا دو مجھ کو
زہر بھی وہ نہیں دیتے مری قسمت دیکھو — چھوٹے منہ بھی تو ہوں پان لگا دو مجھ کو
ہمدمو اُن سے میں کہہ جاؤں گا حالت دل کی — دو گھڑی کے لئے دیوانہ بنا دو مجھ کو

تم بھی راضی ہو تمہاری بھی خوشی ہے کہ نہیں
جلیے جی داغ یہ کہتا ہے مٹا دو مجھ کو

وعدے سے پیشتر یہ دعا مانگ لیجئے — یارب مری قسم کا اُسے اعتبار ہو
تم کو تو شوخیوں سے نہیں چین ایک آن — میں جانتا ہوں میرے لئے بے قرار ہو
تیرے غضب سے رتبہ قیامت کو کون سا — یہ لاکھ بار ہو وہ اگر ایک بار ہو
ایسے کو تو خدا کی قسم چھوڑنا ہے کفر — تجھ سا حسین ہو اور نہ دل بیقرار ہو
ناصح کی گفتگو سے ہوئیں بدگمانیاں — ایسا نہ ہو رقیب کا در پردہ یار ہو

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو — دو دن میں یہ مزاج ہے آگے کو خیر ہو
کیسا وصال کس کی تسلی کہاں کا لطف — کچھ ہو نہ ہو بلا سے مری دل کی خیر ہو

دلی میں پھول والوں کا میلا بھر آئے داغ
بن ٹھن کے آئے وہ تو قیامت کی سیر ہو

آنکھ اپنی نظر سے نہ جدا ہونے دو — کوئی دم اور بھی آپس میں ذرا ہونے دو
کم نگاہی میں اشارے ہیں حیا — انتہا ہونے دو مجھے چین سے یا ہونے دو

آنکھ ملتے ہی کہوں خاک حقیقت دل کی — دیکھ کر جلوہ مرے ہوش بجا ہونے دو
لطف سمجھو تو رقیبوں سے پچھاڑو مجھکو — سیر دیکھو تو کوئی فتنہ بپا ہونے دو
جب نشاں داغ کوئی دم میں فنا ہوتا ہے
اُس ستمگر نے اشارے سے کہا ہونے دو

ہاتھ کیوں کھینچ لیا ایک ہی ساغر دے کر — دو تو دو، سنو، جو نہ دو، دس سہی تو کم ایک نہ دو
وہ اشاروں ہی سے اقرار کریں دو دن کا — ایسے بھولے نہیں سمجھیں گے جو ہم ایک نہ دو
ہم نے کعبے میں بھی لاکھوں کی یہ صورت دیکھی — کرتے ہیں ہائے صنم ہائے صنم ایک نہ دو
میری تقدیر بہ کثرت مجھے دلوائے گی — دل تمھارا جو کہے گا اسے غم ایک نہ دو

کہتے ہیں جس کو حور وہ انساں تمھیں تو ہو — جاتی ہے جس پہ جان مری جاں تمھیں تو ہو
مطلب کی کہہ رہے ہیں وہ دانا ہمیں تو ہیں — مطلب کی پوچھتے ہو وہ ناداں تمھیں تو ہو
پچھتاؤ گے بہت مرے دل کو اجاڑ کر — اس دل میں اور کون ہے مہماں تمھیں تو ہو
اک روز رنگ لائیں گی یہ مہربانیاں — ہم جانتے تھے جان کے خواہاں تمھیں تو ہو
کرتے ہو داغ دور سے بت خانے کو سلام
اپنی طرح کے ایک مسلماں تمھیں تو ہو

نکلی فلک سے کب کسی مائل کی آرزو — پھر اُس پہ آرزو بھی مرے دل کی آرزو
حسرت ہے اُس کو نکلی نہ بسمل کی آرزو — پوری کرے خدا مرے قاتل کی آرزو
حوروں سے کیا غرض تھی عبث بدگمان ہو — جنت میں لے گئی تری محفل کی آرزو
اوچھی پڑی ہے تیغ کہ قاتل ہے نازنیں — بسمل کے ساتھ جائے گی بسمل کی آرزو
پہچان لو فقیر کی صورت سوال ہے — تم جان لو یہ ہے مرے سائل کی آرزو

گلزار

تجھ سے کیا نسبت کہ تھے لیلیٰ کے کالے ہاتھ پانو — حق نے تیرے نور کے سانچے میں ڈھالے ہاتھ پانو
صدقے ایسی قید کے قربان اس زنجیر کے — وہ کہے یہ مجھ سے جب جائیں چھڑا لے ہاتھ پانو

خواہ باندھیں خواہ جکڑیں ان کو زنجیروں میں وہ — ہم نے اُن زلفوں کے ہاتوں بیچ ڈالے ہاتھ پانو
دوڑنے دو اپنی رہ میں پیٹنے دو سر مجھے — ذبح سے پہلے ہی یہ مجرم تھکانے ہاتھ پانو
سیکڑوں کو قتل لاکھوں کو کیا ہے پائمال — یہ نکالے میری جاں تم نے نرالے ہاتھ پانو
ہاتھ الجھے جیب سے پھر پانو لپٹے خار سے — ہم نے زنداں سے نکلتے ہی نکالے ہاتھ پانو
ذبح کرتے ہیں یہی پامال کرتے ہیں یہی — پھر بچائے رکھتے ہیں یہ حسن والے ہاتھ پانو

چلتے نہیں ہے ساتھ مرے ہمسفر کے پانو — ہر گام پر دبانے پڑے راہبر کے پانو
تھک تھک کے بیٹھ جائے نہ کیوں تیری راہ میں — لوہے کے تو نہیں ہیں الٰہی بشر کے پانو
وہ آئی کس طرح یہ کیا کس طریق سے — ہیں میرے دل کے پانوں نہ تیری نظر کے پانو
سینے سے اپنے ساتھ اڑا کر یہ لے گئی — پھیلائے کیا دعا نے مری ہاتھ بھر کے پانو

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا
سر پر دھرے ہیں عرش نے خیر البشر کے پانو

خدا چاہے اگر سنگیں دلوں کو سرنگوں کرنا — تو پھر کیا ہے عجب گر بت کرے سجدہ برہمن کو

اجل کے ہاتھ سے اے داغ بچنے کا نہیں کوئی
نہ چھوڑا دوست کو اس نے نہ یہ چھوڑے گی دشمن کو

سچ ہے تیری ہے آرزو مجھ کو — کہیں جینے دے یوں ہی تو مجھ کو
کل تلک اُس کی تلاش تھی لیکن — آج ہے اپنی جستجو مجھ کو
پہلے وہ تھا کہ تم نہ تھے آگاہ — اب وہ ہوں سن لو کو بہ کو مجھ کو
حشر میں کیا کہوں گا جب وہ کہیں — کیا نہیں جانتا ہے تو مجھ کو

داغ یکسو ہوا خوشی نہیں آتی
ناامیدی نہ آرزو مجھ کو

پوشیدہ جب ہو راز کہ منھ میں زباں نہ ہو — ہم بات بھی کریں تو بغیر از فغاں نہ ہو
لے جائیں آہ مجھ کو مری بدگمانیاں — ظالم وہاں کہ تیرا پتا بھی جہاں نہ ہو
باز آئے ایسے لطف سے جو ہر ستم شریک — ظالم خدا کے واسطے تو مہرباں نہ ہو

ناقے کو قیس کیا نہ لگا لائے راہ پر   لیلیٰ کا راز دار اگر ساربان نہ ہو

تہمت کسی کو ظلم کی اے داغ کیوں لگائیں

شکوہ بتوں سے کیا جو خدا مہرباں نہ ہو

یہ سن سن کے مرنا پڑا ہر کسی کو   نہیں مرتے دیکھا کسی پر کسی کو

خدا دے تو دے اپنا غم ہر کسی کو   کرے پر نہ مائل کسی پر کسی کو

یہ بجلی نہیں جس کی اک سیر کر لی   تڑپ جاؤ دیکھو جو مضطر کسی کو

نہ کرنا صبا ایسی دیوانی باتیں   یہ کیا کھینچ مارا جو پتھر کسی کو

زہے منصفی قتل تو نے کیا ہے   وفا پر کسی کو دغا پر کسی کو

محبت میں جب جا کے لٹ گئے ہم   لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

بہت چھیڑ کر ہم کو پچھتائیے گا   ستانے نہیں بندہ پرور کسی کو

یہ کہتی ہے اے داغ چتون تمہاری

کہ تم چاہتے ہو مسخّر کسی کو

نبھ گئی اک وضع سے اب تک تو آگے دیکھئے   چھوڑتی ہے یا نہیں یہ وضعداری آرزو

کون تھا مجھ سا تمنّائی کہ برسوں میرے بعد   قبر پر آ آ کے چلّائی پکاری آرزو

رفتہ رفتہ تیر سینے سے مرے قاتل نکال   لطف کیا نکلے اگر اک بار ساری آرزو

کیا چاک کیا تو نے مری جاں مرے دل کو   میرا ہی بنایا ہے گریباں مرے دل کو

تاثیر دکھا جائے محبّت تو عجب کیا   سینے سے لگائے مری جاں مرے دل کو

ہے لطف تو یہ مجھ کو ہو محشر میں بھی انکار

اور داغ کہے تو نے لیا ہاں مرے دل کو

دل لے چلا ہے باندھ کے دلبر کے روبرو   جاتا ہے اک اسیر ستمگر کے روبرو

اس بت میں اک خدائی کا جلوہ ہے شیخ جی   سجدے سے کیسے فائدہ پتھر کے روبرو

برس پڑے وہ مجھے دیکھ کر خدا کی پناہ   ہزار ناز ہر ایک ناز میں ستم سو سو

ہزار جلوے سے معمور ہے یہ کافر دل   اس ایک سنگ سے پیدا ہوئے صنم سو سو

کھلیں نہ ہم سے کبھی پیچ اُن کی باتوں کے — جو ایک بات کے پہلو بٹھائیں ہم سنو سنو
بتو گے حشر میں تم داد خواہ کس کس کے — یہی سوال وہ کرتے ہیں دم بدم سنو سنو

ابھی سے چرخ کی گردش کا داغ کیا شکوہ
ابھی تو لائے گا چکّر یہ یہ ستم سنو سنو

ہم تو مرتے ہیں ادا پر دل ستاں ہو کوئی ہو — دوست دشمن مہرباں نامہرباں ہو کوئی ہو
سر میں ہو گردن میں ہو پہلو میں ہو سینے میں ہو — تیغ ہو خنجر ہو پیکاں ہو سناں ہو کوئی ہو
غیر اچھا بس بُرا سمجھے ہو تم چھوٹے نہیں — آدمی کا آدمی راحت رساں ہو کوئی ہو
ہم نہیں اے آہ تو سارا زمانہ ہیچ ہے — پھونک دے سب کو زمیں ہو آسماں ہو کوئی ہو
اے فلک یہ کیا ابھی کچھ تھا ابھی کچھ بھی نہیں — غم ہو یا شادی ہو لیکن جاوداں ہو کوئی ہو

نالہ کھینچیں گے اگر تاثیر اُلٹی ہو تو ہو — راست ہے تدبیر گو تقدیر اُلٹی ہو تو ہو
وہ بھی برہم ہیں بھی راضی قتل کا ساماں درست — اب وہاں گردن پہ گر شمشیر اُلٹی ہو تو ہو
مر بھی جاؤں تو نہ ہو اُن کو مرا مردہ عزیز — بلکہ میری لاش کی تشہیر اُلٹی ہو تو ہو

سیدھی سیدھی ہم تو باتیں اُن کو لکھ بھیجیں گے داغ
واں اُلٹ پھیروں کی گر تقریر اُلٹی ہو تو ہو

کیا پہلے خط میں بہت رقم کہا پھر زبان اپنا غم — مگر اس پہ بھی مرا ماجرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ کسی کا شکوہ کوئی خجل وہ کسی کا داغ کسی کا دل — وہ کسی کا کوئی تھا آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ابھی قول کر کے جو بھولے تم ہوئی اس سے میری عقل گم — کہ خدا کا نام بھی مہ لقا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
یہ کہاں کہ بیٹھو ہزار میں تمھیں شرم آتی تھی چار میں — یہ تو وہی دن کا ہے ماجرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو داغ سحر بیاں رہا کہ تنا گر اس کا جہاں رہا
کوئی شعر اُس کا بُرا بھلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے فلک چاہیے جی بھر کے نظارا ہم کو — جا کے آنا نہیں دنیا میں دوبارا ہم کو
کبھی ایما کنایہ نہ اشارا ہم کو — کم نگاہی نے تری جان سے مارا ہم کو
باتیں اُس آئینہ رو کی بھی ہیں گویا کہ طلسم — آج تو خوب ہی شیشے میں اُتارا ہم کو

بدسلوکی میں مزا کیا ہے مزا ہے اس میں
کہ ہمارا ہو تمھیں پاس تمھارا ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہیں وہ کافر نظریں
رات دن اپنی نظر سے ہے توہم مجھ کو

سہم جاتی ہے خوشی ڈرتی ہے فرحت مجھسے
کبھی آتا ہے جو دزدیدہ تبسم مجھ کو

جب گئی کہہ کے گئی میری دعا سے تاثیر
گم کرے تجھ کو خدا تو نے کیا گم مجھ کو

تم کہاں غیر کہاں جھوٹ غلط محض دروغ
خفقان ہے یہ جنوں ہے یہ توہم مجھ کو

کیوں نہ حیران ہوں پریشان ہوں سننے والے
میں بھلا تم کو کہوں اور بُرا تم مجھ کو

میں بھی حیران ہوں اے داغ کہ یہ ہے کیا بات
وعدہ وہ کرتے ہیں آتا ہے تبسم مجھکو

اپنے رونے پہ کچھ آیا جو تبسم مجھ کو
یاد دے اُس کی کہا بھول گئے تم مجھ کو

ہنستے ہنستے کبھی روتا ہوں تصور میں ترے
روتے روتے کبھی آتا ہے تبسم مجھ کو

کیوں گنہ لیتے ہیں تھوڑی سی پلانے والے
کل ملے کوثر اُسے آج جو دے خم مجھ کو

کیا کرے دیکھئے کوثر یہ مری تشنہ لبی
سوکھا جاتا ہے یہاں دیکھکے قلزم مجھ کو

مسکرائے مری میت پہ وہ منہ پھیر کے داغ
حشر تک یاد رہے گا یہ تبسم مجھ کو

اللہ رے تلوّن ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو
شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو

محشر میں اُسی بت کا طرفدار خدا ہو
جنت سے بدل جائے جہنم تو مزا ہو

بسمل کے تڑپنے کا تماشا تو ذرا ہو
تھم تھم کے [illegible] رہ رہ کے جفا ہو

کیوں وصل کی حسرت مرے دل سے نہیں مٹتی
یہ کاش الٰہی ابھی بدخو کی وفا ہو

ہے عید کے اقرار پہ لی ہے رمضاں میں
یہ قرض ادا ہو تو بڑا فرض ادا ہو

دعویٰ مجھے دل پہ ہے زباں پہ ہے تمھیں نا
یہ شرط ٹھہر جائے کہ جھوٹے کو سزا ہو

تعریف نے کوثر کی مجھے خوب پلا دی
کیا بات ہے واعظ تری عقبیٰ کا بھلا ہو

بے وجہ چھپایا نہیں قاصد نے خط اُس کا
ایسا نہ ہو کم بخت کی مٹھی میں قضا ہو

کیوں کر نہ پھروں کعبے سے بت خانے کو زاہد
پھر جائے مرے ساتھ اگر قبلہ نما ہو

کیوں داغ کا نام آتے ہی نفرت ہوئی تم کو
اک شخص ہے وہ تم اُسے سمجھے ہوئے کیا ہو

اس طرح سے قاصد نے تو رُک رُک کے کہا حال — جیسے کہ سبق پڑھ کے کوئی بھول گیا ہو
قاصد یہ سمجھنا کہ یہی شہر ہے اُس کا — مشہور جہاں نام تغافل کا جیا ہو
رنجش مری بڑھکر ہے تمھاری خفگی سے — میں جان سے بیزار ہوں تم مجھ سے خفا ہو
جی چاہتا ہے غیر کو دوں اپنا مقدر — کیا اس میں بُرائی ہے کسی کا جو بھلا ہو
مطرب سے کہو اُن کو سنائے وہ سنیں گے — جس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو
چاہت کا مزا بعد ہمارے نہ ملے گا — ہر شخص سے تم آپ کہو گے ہمیں چاہو
ہوتی ہے وہاں روز جفاؤں کی ترقی — اے ذوق فزوں ہو ابھی اے شوق سوا ہو
یوں پاؤں لگاتے ہیں عجب رنگ کی مہندی — جب آبلوں میں خون جھلک آئے حنا ہو
بدلوں نہ کبھی اور حسینوں کی وفا سے — وہ کینہ بھی اچھا جو ترے دل میں رہا ہو

اُس بت سے بگاڑے نہ بن آئے گی کبھی داغ
کیا پیش چلے جس کا طرفدار خدا ہو

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے — یہی بے اعتباری ہو تو کوئی رازداں کیوں ہو
غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا — یہ پوچھا تھا کہ تم آزردہ مجھ سے میری جاں کیوں ہو
خدا شاہد خدا شاہد ہے کیوں کہتے ہو دعوے — خدا کو کیا غرض میرے تمھارے درمیاں کیوں ہو

کیا خود وعدہ عیاری تو دیکھو — دل آزاروں کی دلداری تو دیکھو
مرے دل کی وفاداری تو دیکھو — پھر اُس پر اپنی عیاری تو دیکھو
کیا جب وعدہ آنے کا نہ آئے — اس آسانی کی دشواری تو دیکھو
وہ کہتے ہیں مرے غم میں نہ مرنا — یہ مجبوری یہ ناچاری تو دیکھو
بنا لیں شرم آلودہ نگاہیں — تغافل میں یہ ہشیاری تو دیکھو
نہ عاشق کا نہ یہ معشوق کا دوست — فلک کی تم ستمگاری تو دیکھو

خدا سے بخشوانے کو ہیں موجود
رقیبوں کی طرفداری تو دیکھو

خدا نے دی ہیں آنکھیں دیکھنے کو
تم اپنی مردم آزاری تو دیکھو

نہ آئی قبر میں بھی نیند مجھ کو
مری قسمت کی بیداری تو دیکھو

مہتاب

ہمارے دل میں بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو
امانتدار کا گھر ہے امانت اپنی رہنے دو

جو ہیں مشتاق اُن کے دل میں حسرت اپنی رہنے دو
کوئی دن اور بھی پردے میں صورت اپنی رہنے دو

غضب کی بات ہے یہ مشورہ دیتے ہیں وہ مجھ کو
رقیبوں سے بھی تم صاحب سلامت اپنی رہنے دو

کسی کو چاہ کر پچھتاؤ گے وہ مجھ سے کہتے ہیں
تم اپنے ہی لئے جھوٹی محبت اپنی رہنے دو

ڈرایا ہے منایا ہے یہ کہکر وصل میں اُس نے
بگڑ جائیں گے ہم بس بس شکایت اپنی رہنے دو

ہمیں دیدار سے محروم رکھکر ہے نظر دل پر
پرایا مال تاکو اور دولت اپنی رہنے دو

محبت اور پھر کس کی محبت یار ناداں ہیں
کہا کیوں مجھ سے قابو میں طبیعت اپنی رہنے دو

مرے ناصح جو تنگ آئے تو یوں کہنے لگے باہم
نہیں سنتا کوئی یار و نصیحت اپنی رہنے دو

بظاہر مہربانی ہے تو دل میں بدگمانی ہے
سلام ایسی عنایت کو عنایت اپنی رہنے دو

نہ توڑو آئینے کو رشک سے آئینہ رو ہوکر
اسی میں ملتی جلتی کچھ شباہت اپنی رہنے دو

وہاں ہے بے نیازی داغؔ اس سے کیا غرض اُسکو
یہ طاعت اپنی رکھ چھوڑو عبادت اپنی رہنے دو

معشوق کا تو جرم ہو عاشق خراب ہو
کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

تو مجھ پہ شیفتہ ہو مجھے اجتناب ہو
یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

دنیا میں کیا دھرا ہے قیامت میں لطف ہو
میرا جواب ہو نہ تمہارا جواب ہو

ساقی ہمارے جام میں کیوں بال پڑ گیا
ایسا نہ ہو کہ عمر کی چھوٹی شراب ہو

نکلے جدھر سے وہ یہی چرچا ہوا کیا
اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

جلتا نہیں رقیب تعجب کی بات ہے
بجلی تمہیں نہیں ہو تمہیں آفتاب ہو

عاشق کی ایک حال میں گزرے تو لطف کیا
دل میں کبھی سکون ہو کبھی اضطراب ہو

در پردہ تم جلاؤ جلاؤں نہیں چہ خوش
میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو

ہے تاک میں دزدیدہ نظر دیکھئے کیا ہو
پھر دیکھ لیا اُس نے ادھر دیکھئے کیا ہو

لڑنے تو لگیں اُس کی نگاہوں سے نگاہیں
اس جنگ کا انجام مگر دیکھئے کیا ہو

دل جب سے لگایا ہے کہیں جی نہیں لگتا
کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھئے کیا ہو

جو کہنے کی باتیں ہیں وہ سب میں نے کہی ہیں
اُن کو مرے کہنے کا اثر دیکھئے کیا ہو

زاہد کو بڑا ناز ہے مے کش کو بڑا عجز
اللہ کو مقبول مگر دیکھئے کیا ہو

پھر پاس مٹاتی ہے مرے دل کی تمنا
بن بن کے بگڑتا ہے یہ گھر دیکھئے کیا ہو

اے داغ انھیں بھی تو ہے دشمن ہی کا دھڑکا
ہے دونوں طرف ایک ہی ڈر دیکھئے کیا ہو

دل بدگماں ہے اور سوا بدگماں نہ ہو
دیجئے خط اُس کو جس کے دہن میں زباں نہ ہو

مرتا ہے تجھ پہ ایک زمانہ شباب میں
اچھا تو ہے کہ پیر کوئی نوجواں نہ ہو

پوچھیں وہ جب خوشی سے قیامت کی بات ہے
میرا ہی حال اور مجھی سے بیاں نہ ہو

حوروں کے ہاتھ پڑ گئے جنت میں ہم غریب
کیا آدمی کا بس ہے جو اپنا مکاں نہ ہو

تڑپاؤ گے جگر کو کہ دل کو لٹاؤ گے
منظور کیا ہے درد کہاں ہو کہاں نہ ہو

یارب بنا دے تو اُسی صورت کا اور کچھ
اس آسماں سے تنگ ہیں یہ آسماں نہ ہو

آفت کی تاک جھانک قیامت کی تیوریاں
پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو

کیا کر سکے وہ غیر کی تجھ سے شکایتیں
جس ناتواں سے اپنی حقیقت بیاں نہ ہو

واعظ بجا ہے کہئے جو ویرانے کو بہشت
جنت اُسی کا نام ہے آدم جہاں نہ ہو

چھوٹا ہوا جو وعدہ ترا اس کا غم نہیں
ڈر ہے کہ لب سے غیر کے چھوٹی زباں نہ ہو

تقدیر پھر لائی ترے در سے رات کو
دھوکا مجھے ہوا کہ پرایا مکاں نہ ہو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو
بندگی کو بندگی تسلیم ہے تسلیم کو

آسماں دیتا ہے مجھ کو رنج غیروں کو خوشی
واہ کیا کہنا ہے کیا کہتے ہیں اس تقسیم کو

جب یہیں لے داغ وحشت ہو تو آسائش کہاں
جائے ہندوستان سے کون سی اقلیم کو

نہ دنیا سے ملے راحت نہ تجھ سے چین اصلا ہو
مگر پھر یہ دعا دیتا ہوں تو ہو اور دنیا ہو

انھیں یہ جستجو ہے مرنے والا کوئی پیدا ہو
مگر بہتر سے بہتر ہو مگر اچھے سے اچھا ہو

جو وحدت میں دوئی اس مرتبے کی ہو تو زیبا ہو
تمھیں تم ہو تو بہتر ہو نہیں ہم ہوں تو اچھا ہو

یہ فرمایا انھوں نے دیکھ کر تصویر یوسف کی
اسے تو مول وہ لے جو کوئی آنکھوں کا اندھا ہو

تری زلفیں بھی ہیں صیاد آنکھیں بھی شکاری ہیں
تماشا دیکھنے کا ہے جو میرے دل پہ جھگڑا ہو

اگر غافل نہ ہوتے ہم تو کب کے مر چکے ہوتے
کسے یہ یاد کل کیا تھا کسے معلوم کل کیا ہو

نہ عاشق ہے کسی کا کوئی دنیا میں وہ کہتے ہیں
ہمارا چاہنے والا ہی پیدا ہو جو پیدا ہو

لڑیں گے آپ حوروں سے ملیں گے آپ غیروں سے
مجھے ڈر ہے کہ جنت میں کوئی فتنہ نہ برپا ہو

ابھی نفرت ہے تم کو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں
خدا چاہے اُس کم بخت کو دل سے تمھیں چاہو

جعل سازوں نے بنایا ہے شکایت نامہ
کیوں خفا آپ ہوئے یہ مری تحریر بھی ہو

جب مقابل ہی نہ ہوں کس کو بتاؤں اچھا
سامنے آپ بھی ہوں آپ کی تصویر بھی ہو

پہلے یہ شرط مصور سے وہ کر لیتے ہیں
بانکی صورت بھی کھنچے ہاتھ میں شمشیر بھی ہو

مارے باندھے ہی سے چھوٹے گی فلک اپنی چال
کہکشاں اس کے لئے تیغ بھی ہو زنجیر بھی ہو

کوئی نادان ہوں یاروں کے کہے میں آؤں
جس کو تدبیر بتاتے ہیں وہ تدبیر بھی ہو

لڑ پڑے غیر سے کیا خیر ہے کیسا ہے مزاج
تم جو چپ چپ بھی ہو مضطر بھی ہو دلگیر بھی ہو

وصل کا خواب سناتے ہیں تمھیں یہ سن لو
خواب جس طرح کا ہے ویسی ہی تعبیر بھی ہو

تم آئنہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ

قسم بھی کھائی تھی قرآن بھی اٹھایا تھا
پھر آج ہے وہی انکار دیکھتے جاؤ

ہوا ہے کیا ابھی ہنگامہ اور کچھ ہوگا
فغاں میں حشر کے آثار دیکھتے جاؤ

تمھاری آنکھ مرے دل سے بے سبب بے وجہ
ہوئی ہے لڑنے کو تیار دیکھتے جاؤ

دکھا رہی ہے تماشا فلک کی نیرنگی — نیا ہے شعبدہ ہر بار دیکھتے جاؤ
سنی سنائی پہ ہرگز کبھی عمل نہ کرو — ہمارے حال کے اخبار دیکھتے جاؤ

بے وجہ یہ نیاز نہیں غور سے کیجیے — کیوں التجا کریں جو کوئی مدعا نہ ہو
اوّل تو یہ دعا تھی کہ وہ بھی تڑپے قرار — اب کہہ رہا ہوں یہ کہیں میرا کہا نہ ہو
دل جائے جان جائے قیامت ہی کیوں نہ آئے — سب کچھ مجھے قبول مگر تو خفا نہ ہو

یادگار

غیر کے ساتھ مرے قتل کا ساماں کیوں ہو — جو اٹھائے نہ اٹھے مجھ سے وہ احساں کیوں ہو
تجھ سے بیدرد امرے درد کا درماں کیوں ہو — چاہنے والے کی مشکل کبھی آساں کیوں ہو
کچھ تو ہے بات کسی کی تو ہے آمد آمد — ورنہ یوں گھر میں ترے عید کا ساماں کیوں ہو
اکھڑی اکھڑی یہ لگاوٹ ہی ستم کرتی ہے — یاس کیوں ہو کسی کم بخت کو ارماں کیوں ہو
اف رے آفت کی قیامت کی غضب کی چتون — پھر یہ کہتے ہو کہ مجھ پر کوئی قرباں کیوں ہو
میری بالیں سے نہ جا کہہ کے خدا حافظ لو — تیرے بیمار کا اللہ نگہباں کیوں ہو
واقعی آپ ادھر بھولے سے آنکلے تھے — جس کو رہنا نہ ہو منظور وہ مہماں کیوں ہو
چھوڑ دے اُن کی خوشی پر تو رہے گا اچھا — کوئی ان شوخ مزاجوں کا نگہباں کیوں ہو
اُس کے سمجھانے سے آئے ہو عیادت کیلئے — جیتے جی سر پہ مرے غیر کا احساں کیوں ہو
کیا اسی کے لئے انسان ہوا ہے پیدا — نکلے جب ایک تو پھر دوسرا ارماں کیوں ہو
ہم کو اس واسطے پیارا ہے ستم بھی اُن کا — اپنا معشوق جفا کر کے پشیماں کیوں ہو
یہ بھی منظور نہیں اُس کو ہو چاہت میری — آرزو مجھ کو جو ہے وہ اُسے ارماں کیوں ہو

داغؔ کو تم سے مری جان یہ اُمید نہ تھی
جھوٹے منہ کبھی تو نہ پوچھا کہ پریشاں کیوں ہو

ہم باوفا ہیں یہ کسی نادان سے کہو — ایمان کی جو بات ہو ایمان سے کہو
یہ کیا کہا کہ ہم نہیں کہتے تجھے بُرا — کس کس سے کہہ چکے ہو تم ایمان سے کہو
تن تن کے آئینے سے کہی ہے جو تم نے بات — مجھ سے بھی اُس ادا سے اُسی شان سے کہو

کیوں اُس نے رکھ لیا یہ مزا دل سے پوچھ لو — کیوں دل میں رہ گیا ہے یہ پیکاں سے کہو
مشرب تمھارا عشق ہے ہم جانتے ہیں **داغ**
کافر سے تم کہو نہ مسلمان سے کہو

اسی کے ساتھ میں بھی ہوں لیے جائے جہاں مجھکو — نہ چھوڑو آسماں کو میں نہ چھوڑے آسماں مجھکو
اِدھر جاؤں اُدھر جاؤں کدھر جاؤں یہ حالت تھی — جب اپنے در پر اُس نے دیکھ پایا ناتواں مجھکو
کہاں مجھ سا زمانے میں جفائیں جھیلنے والا — قیامت تک کرے گا یاد تو اے آسماں مجھکو

ہماری قبر پہ دو پھول ڈالتے جاؤ — کسی غریب کی حسرت نکالتے جاؤ
ادا ادا سے چھری پھیرتے رہو مجھ پر — ہنسی ہنسی میں مرا دم نکالتے جاؤ
برا بھلا وہ رقیبوں سے مجھکو سنوائیں — پھر اُس پہ یہ بھی ہو تاکید ٹالتے جاؤ
تمھاری بزم میں یہ عاشقوں کی عزت ہے — وہ آتے جائیں اُنھیں تم نکالتے جاؤ
پتے پتے کی سنو مجھ سے اب ذرا سچ سچ — تمھیں خدا کی قسم تم جھٹالتے جاؤ
عجیب لطف ہے اس گفتگو کا کیا کہنا — برا عدو کو کہو مجھ پہ ڈھالتے جاؤ
وہ دل کو لیتے ہیں احسان رکھکے یہ کہکر — بغل میں اپنی نہ دشمن کو پالتے جاؤ
وہ اُن کے خط میں ہے مضمون کہ جب کبھی دیکھو — ہزار طرح کے پہلو نکالتے جاؤ
مجھے نکالنے آئے ہو اپنے کوچے سے — نکلنے والے کو دوزخ میں ڈالتے جاؤ
کہا کرے جو کوئی تم سے دوستی کی کبھی — تم اپنے کان میں وہ بات ڈالتے جاؤ
بھرے ہوئے ہیں مرے دل میں سیکڑوں ارماں — نکلتے جائیں جہاں تک نکالتے جاؤ
دکھائی دیگا کسی دن وہ دل کے آئینے میں — مگر یہ شیشۂ دل ہے اس کو اچھالتے جاؤ

جہاں الٹا اثر ہو زندگی عاشق کی پھر کیا ہو — محبت ترک کردیں ہم تو دل میں درد پیدا ہو
تمھیں ہم دوست کیا سمجھیں تمھیں ہم دوست کیا جانیں — زمانہ ہی نہیں اس کا کہ اب کوئی کسی کا ہو
کہا جب شعلہ رو اُن کو ملا الزام یہ مجھ کو — عجب اس کا نہیں گر تو مری صورت سے جلتا ہو
شکن تیری جبیں پر ہو کہ بل تیری طبیعت میں — ہمیں پروا نہیں اس کی مقدر اپنا سیدھا ہو
نہیں ہو جائے طے آپس میں جھگڑا کل خدا جانے — تمھارے واسطے کیا ہو ہمارے واسطے کیا ہو

بلانے سے نہ آپ آئیں نہ مجھ کو آپ بلوائیں
نہ ایسا ہو نہ ویسا ہو تو پھر فرمائیے کیا ہو

زمانے کو پلٹتے دیر کیا لگتی ہے یہ سمجھو
بھروسا ہم کریں تم پر جو دنیا کا بھروسا ہو

کدورت دل کی کیوں نکلے اگر آنسو نکلتے ہیں
جو صحرا ہو تو صحرا ہو جو دریا ہو تو دریا ہو

محبت کی نہ دیں گے داد وہ خط کو مرے پڑھ کر
وہاں انصاف پھر کیا ہو جہاں اندھیر کھاتا ہو

ہمارے قتل کرنے کو تری آنکھوں سے اے ظالم
نگاہیں خود یہ کہتی ہیں ذرا ہم کو اشارا ہو

عیادت کو مری آکر وہ یہ تاکید کرتے ہیں
تجھے ہم مار ڈالیں گے نہیں تو جلد اچھا ہو

بُرائی غیر کی کرتے ہو تم اچھا نہیں کرتے
بُرا وہ مان جائیں داغ یہ سن کر تو اچھا ہو

تری چاہت ہے زہریلی خدا جانے اثر کیا ہو
ابھی سے زندگی ہے تلخ آگے کیا خبر کیا ہو

ہماری آہ سے اُس سنگدل کے دل میں گھر کیا
کسی نے سچ کہا ہے یہ کہ پتھر کو اثر کیا ہو

خبر بھی ہے تمھیں شوخی سے تم ہر گام پر کیا ہو
یہاں کیا ہو وہاں کیا ہو ادھر کیا ہو اُدھر کیا ہو

کسی کو بھی نہ دیکھا حال پر اپنے کبھی روتے
تجھے جو دیکھکر خوش ہو وہ میرا نوحہ گر کیا ہو

زمانہ ہے فلک ہے مدعی ہے اُن کے شکوے ہیں
تمھیں اک فتنہ گر کیا ہو تمھیں بیداد گر کیا ہو

یہ پہلو ہو کے وہ پہلو ہدف دونوں ہیں تیروں کے
جگر سے دل الگ کیا ہو الگ دل سے جگر کیا ہو

ہر اک سے پوچھتے ہیں میری نسبت وہ قیامت ہیں
ہوا سارا جہاں اُس کی طرف بھی اُدھر کیا ہو

عبث دیتے ہو تم الزام مجھ کو سخت جانی کا
نہ ہو جب ہاتھ میں طاقت تو خنجر کارگر کیا ہو

ہم اپنے حال پر روتے ہیں مگر اب کسطرح روئیں
نہ ہو جب خون کا قطرہ بھی دل میں چشم تر کیا ہو

وہ ہرجائی اگر ہے داغ ہو تم بھی تو آوارہ
تمھیں کب صبر ہے بیٹھے ہوئے تم ایک پر کیا ہو

حقیقت میں ہے ماسوا چیز ہی کیا
ادھر تو اُدھر تو یہاں تو وہاں تو

نہ تو مجھکو چھوڑے نہ میں تجھ کو چھوڑوں
وہیں تو جہاں میں وہیں میں جہاں تو

حفیظ اور حافظ بھی ہے نام تیرا
نگہباں ہے اور ہے پاسباں تو

وظیفہ جو مجھکو نہیں نام اُس کا
دہن میں ہے کس کام کی اے زباں تو

جہاں پائیں گے تجھ کو ہی پائیں گے ہم — نہیں بے نشاں تو نہیں بے نشاں تو

ردیف (ھ)

گلزار

یاں تو بنا ہے جاتے ہیں عشق بتاں کے ساتھ — زاہد نبیڑ لیں گے وہاں کی وہاں کے ساتھ
پھونکا نہ دام کو نہ جلایا قفس مرا — بجلی کی تیزیاں تھیں فقط آشیاں کے ساتھ
میرے غبار نے بھی کیا منہ نہ اُس طرف — مجھکو کدورتیں جو رہیں آسماں کے ساتھ
واماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا — پھرتے تری تلاش میں کیا کارواں کے ساتھ
سب کو ہے تیری یاد کی لذت جدا جدا — دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کے ساتھ
ملتی نہیں ہے خانہ خرابی کسی طرح — کیا میری بے کسی بھی بنی تھی مکاں کے ساتھ
ہم ایک کہہ کے سنتے ہیں دو چار گالیاں — اک چھیڑ ہو گئی ہے ترے پاسباں کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہ ہو داغ کی زباں کو
تعریف آپ کی ہے اُسی خوش بیاں کے ساتھ

کچھ وہ حیرت سے کچھ وہ حسرت سے — خوب بنتی ہے انتظار سے آنکھ
دید کا بھی ہے کیا بُرا لپکا — نہیں رہتی ذرا قرار سے آنکھ
وہ بدو یوں ہے مے کشی کا مزا — جام سے لب ملے تو یار سے آنکھ
یار سے آنکھ کیا ملاؤں میں — نہیں ملتی ہے راز دار سے آنکھ

آنکھ تقدیر نہ پھیرے نہ پھرے یار سے آنکھ — کیا ہوا ہم سے اگر پھر گئی اغیار کی آنکھ
گفتگو ہے جو تھمی بات اشاروں سے بڑھی — جب تھمی اُن کی زباں لڑنے کو تیار کی آنکھ
دل چُرایا ہے وہ اب آنکھ ملائیں کیوں کر — سامنے ہوتی ہے مشکل سے گنہگار کی آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے نگہ سے تری الفت اے داغ
کوئی چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی آنکھ

دل لے کے نہ کچھ مانگ صنم اور زیادہ — مقدور نہیں تیری قسم اور زیادہ

بھرتا نہیں جب زخم کسی شکل سے قاتل — بھرتا ہوں تری تیغ کا دم اور زیادہ
زنداں سے بیاباں میں تواضع ہوئی بڑھ کر — کانٹوں نے لئے میرے قدم اور زیادہ
القاب ہی پر ختم ہوا نامہ کروں کیا — چلتا نہیں مطلب پہ قلم اور زیادہ
دل پیچ میں تقدیر کے پابند پھر اُس پر — طرّہ ہے تری زلف کا خم اور زیادہ
رہبر نے ترا کوچہ دکھا کر مجھے چھوڑا — آگے نہ بڑھا چار قدم اور زیادہ
کیا صلح کریں دل کی ترے تیر نظر سے — چھنتی ہے صفائی میں بہم اور زیادہ
وہ حال ہے میرا کہ عدو کہتے ہیں اُن سے — کرنا نہ خبردار ستم اور زیادہ

حفظ، تسلیم، ادب، خُلق، تواضع، تعظیم — کتنی تکلیف ہے اے شوق، ملاقات کیساتھ
رہنما بادیہ گردی میں ہوئی جیب تہی — پانوں چلتے ہیں اشارے پہ مرے ہات کیساتھ

نہیں ہوتی بندے سے طاعت زیادہ — بس اب خانہ آباد دولت زیادہ
محبّت میں سو لطف دیکھے ہیں لیکن — مزا دے گئی ہے شکایت زیادہ
وہ تشریف لاتے ہی بولے کہ رخصت — نہیں ہم کو ملنے کی فرصت زیادہ
الٰہی زمانے کو کیا ہو گیا ہے — محبّت تو کم ہے عداوت زیادہ
مری بندگی سے مرے جرم افزوں — ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ
حیا اُس کی آنکھوں میں کیونکر ہو یارب — کہ شوخی سے بھی ہے شرارت زیادہ

بہکتے نہ تھے داغ یوں گفتگو میں
مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

مہتاب

دنیا سے کیا غرض جو رہے ہم سے واسطہ — اس واسطے سے چھوڑ دو عالم سے واسطہ
جب غیر غیر ہے تو اُسے کیوں ہو لاگ ڈانٹ — کچھ تم سے واسطہ ہے نہ کچھ ہم سے واسطہ

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ — منظور تو ہے میری ملاقات سے توبہ
یہ فصل اگر ہوگی تو ہر روز پئیں گے — ہم مے سے کریں توبہ کہ برسات سے توبہ
خود ہم نہ ملیں گے نہ کہیں جائیں گے ہماں — کی آپ نے واللہ ہی گھات سے توبہ

کافر تری تقریر تو اچھی ہے کریں کیا — کرتے ہیں مسلمان بری بات سے توبہ
وہ آئی گھٹا جھوم کے للچانے لگا دل — واعظ کو بلاؤ کہ چلی بات سے توبہ
دنیا میں کوئی بات ہی اچھی نہیں زاہد — اس بات سے توبہ کبھی اُس بات سے توبہ

حاصل بھی کچھ نتیجہ بھی کچھ دل جو دیں نہیں — نقصان بے حساب ہو کیا اس سے فائدہ
بگڑا اگر ہوئے تو خدا بن نہ جاؤ گے — مانا کہ تم انتخاب ہو کیا اس سے فائدہ
چھُریوں سے کم نہیں ہیں نگاہوں کی تیزیاں — ٹکڑے جو یوں نقاب ہو کیا اس سے فائدہ
ایسوں سے وہ نگاہ ملاتے نہیں کبھی
گر داغ آفتاب ہو کیا اس سے فائدہ

چلتا ہے ساتھ ایک مسافر کے دوسرا — اے کاش آرزو بھی نکل جائے دم کے ساتھ
کیا جور کا مزہ ہے اگر آسماں نہ ہو — جو بات جس کی ہے وہ اُسی کے ہے دم کے ساتھ
دونوں کا نام عشق میں مشہور ہو گیا — میرا وفا کے ساتھ تمہارا ستم کے ساتھ
اک بار جان لی جو کسی کی تو کیا مزا — کچھ کچھ کرم بھی کیجئے ہر ہر ستم کے ساتھ

قاصد کی چال اور ہے تیور کچھ اور ہیں — اچھا بُرا جواب یہ لایا تو کچھ نہ کچھ
ہر چند اضطراب میں ہم نے کہا ہے حال — قاصد بڑا فہیم ہے سمجھا تو کچھ نہ کچھ
اچھا بُرا جواب ملے جائے نامہ بر — انکار ہی سہی مجھے لکھا تو کچھ نہ کچھ
کیوں تیر وہ لگائے جو لے دل میں چٹکیاں — ہوتی ہے اس کی بات میں ایذا تو کچھ نہ کچھ
عشرت نہ ہو قلق ہو یہ قسمت کی بات ہے
پھل عاشقی کا داغ نے پایا تو کچھ نہ کچھ

بادہ کشی سے ایسی توبہ — یا مرے اللہ میری توبہ

جھگڑے لگے ہیں یوں تو بہت آدمی کے ساتھ — یارب نہ ہو کسی کو محبت کسی کے ساتھ

کہدے ایمان سے تو غیر کے گھر جائیگی — کہ فقط جائیگا ایمان ہی انسان کے ساتھ

یادگار

دل میں رکھتا ہے تجھے اے ماہ پیکر آئینہ — ہے تری تصویر اندر اور باہر آئینہ

حسن کی دولت سے تیری ہی تونگر آئنہ
ہو گیا اپنے نصیبے کا سکندر آئنہ

خود نمائی اور خود بینی اسی سے ہو گئی
دیکھنے کے واسطے رہتا ہے گھر گھر آئنہ

عکس افگن دونوں گیسو آئنے میں ہو گئے
دیکھیے گا اُڑ نہ جائے پر لگا کر آئنہ

دیکھ کر بت کو نظر آتی ہے اپنی شکل بھی
بت کدے کا صاف ہے ایک ایک پتھر آئنہ

ہم کو حیرت کدے میں کیوں نہ حیرانی رہے
آپ ہی آئینہ خانے میں ہے ششدر آئنہ

جان نکلی ہے مری اک سادہ رو کے عشق میں
قبر میں جاؤں گا اپنے ساتھ لے کر آئنہ

دیکھیں کب تک منہ چھپاتے ہو کہیں گے اب ہم
تم کو آئینے سے بدتر تم سے بہتر آئنہ

پہلے تو یہ ایک تھا اب سو مقابل ہو گئے
رشک سے ٹکڑے کیا کیوں تم نے جل کر آئنہ

اُن کے رخ کو غور سے دیکھا تو وہ کہنے لگے
دیکھتے ہیں آپ بھی اللہ اکبر آئنہ

زندگی کے ساتھ ہیں اے داغ سب آرائشیں
قبر میں لے جا کے کیا کرتا سکندر آئنہ

دیکھنا اچھا نہیں زانو پہ رکھ کر آئنہ
دونوں نازک ہیں نہ رکھو آئنے پر آئنہ

ہو نہیں سکتا ترے رخ کے برابر آئنہ
رشک سے اپنا کہاں پھوڑے مقدر آئنہ

منہ دیکھا تم نے غصے میں بہت اچھا کیا
دیکھ سکتا کیا چتون کیا یہ تیور آئنہ

لن ترانی دیکھتا کہتے ہیں وہ کس ناز سے
آج آئے تو مقابل میں چمک کر آئنہ

سرخ ڈورے نشے کی آنکھوں میں دیتے ہیں بہار
سب سے ہے کیفیت کہ دیکھے کوئی پی کر آئنہ

کم سنی کی یاد آتی ہے تمہاری سادگی
اب سرکتا ہی نہیں زانو سے دم بھر آئنہ

وصل میں یوں سو رہے پھر صبح کو وہ جاگ کر
میرے منہ پر اُن کا منہ تھا اُن کے منہ پر آئنہ

روشنی دیکھی نہیں جاتی کسی صورت سے بھی
گھونگھٹ کے منہ رہتا ہے تیور اور بڑھ کر آئنہ

جب سے وہ خود بیں ہوئے ہیں قتل کرنے کو مرے
آب میں تلوار ہے جوہر میں خنجر آئنہ

تاب صورت سے جو بچ جائے تو اچھی ہے مثال
آؤ دیکھیں ہم بھی تم بھی آج مل کر آئنہ

شب تو یہ ٹھہری ہے دیکھیں کل ہو حسرت زدہ
رات بھر ہم اُن کا منہ دیکھیں وہ دن بھر آئنہ

دیکھنا بھی ہے دکھانا بھی یہیں دونوں کو ہے شرط
اس میں بازی لے گیا اے تیرہ پرور آئنہ

شکل اپنی دیکھتا ہے ناز سے ایک اک حسیں — اپنے گھر میں بن گیا ہے حسن کا گھر آئینہ
وہ جو خودبیں ہیں تو ہوں ان کو داغ تو جلتا ہی کیوں
سامنے اُن کے رہے گا آئینے پر آئینہ

دن گزرتے ہیں کس عذاب کیساتھ — وہ زمانہ گیا شباب کے ساتھ
رہ گئی دل کی آرزو دل میں — موت ہی آگئی جواب کے ساتھ
مہر وہ رخ ہے اور ماہ جبیں — چاند نکلا ہے آفتاب کے ساتھ
یاد آتی ہے جب تری شوخی — لوٹ جاتا ہوں اضطراب کے ساتھ
پہلے وہ نام اپنا لیتے ہیں — سب حسینوں میں انتخاب کے ساتھ
موت کا انتظار آٹھ پہر — زندگی اور اس عذاب کے ساتھ
صبر سے اس کو چین کب آئے — بجھ گئی جس کی اضطراب کے ساتھ

ردیف (ی)

آفتاب

نگہ غیر پر بے اثر ہو گئی — تمھاری نظر کو نظر ہو گئی
کسک دل میں پھر چارہ گر ہو گئی — جو تسکین پہر دو پہر ہو گئی
لگاتے ہیں دل اس سے اب ہار جیت — ادھر ہو گئی یا ادھر ہو گئی
جواب اُن کی جانب سے دینے لگا — جسارت تجھے نامہ بر ہو گئی
بُرے حال سے یا بھلے حال سے — تمھیں کیا ہماری بسر ہو گئی
جفا پر وفا تو کرو سوچ لو — تمھیں مجھ سے الفت اگر ہو گئی؟
کہی زندگی بھر کی سب واردات — مری روح پیغامبر ہو گئی
کہو کیا کروگے مرے وصل کی — جو مشہور جھوٹی خبر ہو گئی

ملاتے ہو اُسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے — مری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے
کہیں ہے عید کی شادی کہیں ماتم ہے مقتل میں — کوئی قاتل سے ملتا ہے کوئی بسمل سے ملتا ہے

جواب اس بات کا اُس شوخ کو کیا دے سکے کوئی ، جو دل لے کر کہے کم بخت تو کس دل سے ملتا ہے

اُس سے کیا خاک ہم نشیں بنتی ، بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی
آدمی سب فرشتے بن جاتے ، آسماں پر اگر زمیں بنتی
میری صورت بنی تو خاک بنی ، قسمت اے صورت آفریں بنتی
تو نے ایسے بگاڑ ڈالے ہیں ، ایک کی ایک سے نہیں بنتی
نہ چمکتی جو حُسن کی تقدیر ، کیوں تری چاند سی جبیں بنتی

آئے بھی تو وہ منہ کو چھپائے مرے آگے ، اس طرح سے آئے کہ نہ آئے مرے آگے
دل میں سے لگایا ہے مگر دیکھئے کیا ہو ، سب جھینکتے ہیں اپنے پرائے مرے آگے
بجھتے ہوئے دیکھوں گا میں دل کی لگی کو ، کوئی نہ کبھی شمع بجھائے مرے آگے
کیا دم کا بھروسہ ہے پھر آئے کہ نہ آئے ، جانا ہو جو قاصد کو تو جائے مرے آگے
مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سمجھو ، کوسا ہو اگر میں نے تو آئے مرے آگے
تیوری یہ کہتے ہیں کہ یہ نام ہے میرا ، لکھ کر کئی حرف اُس نے مٹائے مرے آگے
بچھڑے ہوئے معشوق ملیں سب کو الٰہی ، تنہا کوئی جنت میں نہ جائے مرے آگے

کچھ داغ کا مذکور جو آیا تو وہ بولے
آئے تھے بُرا حال بنائے مرے آگے

تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لئے ، ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے
کچھ بُرا ہے جوانی کا بناؤ ، شوخیاں زیور ہیں اس سن کے لئے
چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں ، آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے
فیصلہ ہو آج میرا آپ کا ، یہ اُٹھا رکھتا ہے کس دن کے لئے
دل کے لینے کو ضمانت چاہئے ، اور اطمینان ضامن کے لئے
ہم نشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ ، چھوڑ دیں غیروں کو کیا ان کے لئے
وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں ، مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لئے
آج کل میں داغ ہوگے کامیاب ، کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے

سب سے تم اچھے ہو، تم سے مری قسمت اچھی — یہی کم بخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی

میری تصویر بھی دیکھی تو کہا شرما کر — یہ بڑا شخص ہے اس کی نہیں نیت اچھی

ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا — نہ محبت تری اچھی نہ عداوت اچھی

کس صفائی سے کیا وصل کا تو نے انکار — اس محل پر تو زباں میں تری لکنت اچھی

ہجر میں کس کو بلاؤں نہ بلاؤں کس کو — موت اچھی ہے الٰہی کہ قیامت اچھی

دیکھنے والوں سے انداز کہیں چھپتے ہیں — ہم کو پردے سے نظر آتی ہے صورت اچھی

میری شامت کہ دکھائی اسے دشمن کی شبیہ — مسکرا کر یہ کہا اس نے نہایت اچھی

جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر — جس کا انجام ہو اچھا وہ مصیبت اچھی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

آپ کی ہر بات میں یہ بات ہے — چال ہے فقرہ ہے دم ہے گھات ہے

حور کی خواہش پہ یہ طعنے ملے — واہ کیا نیت ہے کیا اوقات ہے

تو نے قاصد جو کہی دل کو لگی — یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے

اُن کا قاصد لے چلا ہے دل مرا — تازہ فرمائش نئی سوغات ہے

شب کو جاگیں بزم میں وہ دن کو سوئیں — رات کا دن اور دن کی رات ہے

جب کہا میں نے کہ لو مرتا ہوں میں — بولے بسم اللہ اچھی بات ہے

کہتے ہیں دشنام دے کر لیں گے دل — مفت کیوں دیتے ہو کیا خیرات ہے

داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

یہ جو ہے حکم مرے پاس نہ آئے کوئی — اس لئے روٹھ رہے ہیں کہ منائے کوئی

ہو چکا عیش کا جلسہ تو مجھے خط بھیجا — آپ کی طرح سے مہمان بلائے کوئی

آپ نے داغ کو منہ بھی نہ لگایا افسوس
اس کو رکھتا تھا کلیجے سے لگائے کوئی

تلاش اُن کو ہے میرے رازداں کی — نئی ترکیب نکلی امتحاں کی

کرے گی سجدہ میت ہی ہماری — کہ مٹی دی ہے اُس نے آستان کی
تمہیں سناؤں کیوں کر ان کی باتیں — مرے دل میں ہے کیفیت زبان کی
دہن کو ہے مزا تیرے دہن کا — زباں کو چاٹ ہے تری زبان کی

دلہن کر داغ کے اشعار بولے
خدا جانے یہ بولی ہے کہاں کی

وہ نیم وعدہ کر کے فراموش ہو گئے — اُمیدوار ہوش سے بے ہوش ہو گئے
کافی ہے میرے قتل سے اتنا اُنھیں لحاظ — دو چار دن کے واسطے روپوش ہو گئے
احباب کو جنازہ اُٹھانا بھی بار تھا — ہم خاک میں ملے وہ سبکدوش ہو گئے
ہاں ہاں ٹھہر ٹھہر کے اُٹھا رُخ سے تو حجاب — پیدا طبیعتوں میں بہت جوش ہو گئے
میری برائیاں تو نہ کرتا ہو مدعی — کیا غور ہے کہ تم ہمہ تن گوش ہو گئے

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے — اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے
مجھے یاد کرنے سے یہ مدعا تھا — نکل جائے دم ہچکیاں آتے آتے
نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی — بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں — اُنھیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
چلے آتے ہیں دل میں ارمان لاکھوں — مکاں بھر گیا میہماں آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا تھکے سب پیامی — وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے
یقیں ہے کہ ہو جائے آخر کو سچی — مرے منہ میں تیری ہاں آتے آتے
سنانے کے قابل جو تھی بات اُن کو — وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے
تری آنکھ پھرتے ہی کیسا پھرا ہے — مری راہ پر آسماں آتے آتے
مری آشیاں کے تو تھے چار تنکے — چمن اُڑ گیا آندھیاں آتے آتے
کسی نے کچھ اُن کو اُبھارا تو ہوتا — نہ آتے نہ آتے یہاں آتے آتے
قیامت بھی آتی تھی ہمراہ اُس کے — مگر رہ گئی ہم عناں آتے آتے
نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو — کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے

کیا کہوں اُن سے اٹھائی ہے اذیت کیسی
مرنے والے کی رہی رات کو حالت کیسی

عکس بھی آئینے میں چار گھڑی بعد آیا
بڑھ گئی حد سے سوا ان کی نزاکت کیسی

بندہ چاہے جو خدائی کو بھی مل سکتی ہے
لوگ قسمت کو لئے پھرتے ہیں قسمت کیسی

حور سے بحث نہیں ہاں یہ بتا اے زاہد
لاکھ دو لاکھ میں ہے ایک وہ صورت کیسی

دوست یک رنگ جو اک جا کبھی مل بیٹھتے ہیں
لطف کے ساتھ گزر جاتی ہے صحبت کیسی

خواب میں بھی جو بُرا اُس نے کہا سب نے سُنا
جلد ہوتی ہے بُری بات کی شہرت کیسی

آپ ہی جور کریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے
یہ تو فرمائیے اب ہے آج طبیعت کیسی

اُس کو جو میں نے کلیجے سے لگا رکھا ہے
درد نے پائی مرے سینے میں راحت کیسی

تھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو
اور ہوتی ہے خطا وار کی صورت کیسی

چھیڑ ہر وقت کی اچھی نہیں یہ یاد رہے
کبھی کیسی ہے کبھی اپنی طبیعت کیسی

دل کو سمجھائیں گے بہلائیں گے پھسلائیں گے
بعد مر جانے کے مل جائے گی فرصت کیسی

ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی
ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی

رہتی ہے محبت کی اسیری میں اسیری
پوری نہیں ہوتی کبھی میعاد کسی کی

نکلی تو سہی جان مگر سہل نہ نکلی
اٹکی نہیں رہتی مرے جلاد کسی کی

گھبرا کے اگر موت بھی مانگوں تو کہیں وہ
جاگیر نہیں ہے عدم آباد کسی کی

کیا عیش بھلائے گا یہ آزار یہ تکلیف
جنت میں بھی یاد آئے گی بیداد کسی کی

کم بخت وہی داغ نہ ہو دیکھئے تو کوئی
بے چین کئے دیتی ہے فریاد کسی کی

اُس کے در تک کسے رسائی ہے
وہی جائے گا جس کی آئی ہے

بات اک دل میں میرے آئی ہے
گر کہوں تو ابھی لڑائی ہے

قتل کرتی ہے گفتگو اُن کی
بات میں بات کی صفائی ہے

دوسری جان ہے تری الفت
ایک کھوئی ہے ایک پائی ہے

بھر دیا زخم میں نمک اُس نے
یہ دعا گو کی منہ بھر آئی ہے

سچ ہے بے عیب ہے خدا کی ذات
تجھ میں کیا جانیں کیا برائی ہے

اُس کے در تک پہنچ گیا قاصد
آگے تقدیر کی رسائی ہے

کچھ اور دل لگی نہیں اُس خوش نصیب سے
ہم جانتے ہیں کھیلتے ہو تم رقیب سے

ہیں بدگمانیوں کا بھی ممنون ہو گئے
وہ حال پوچھ لیتے ہیں میرے طبیب سے

شوخی میں تمکنت ہے تو ہے ناز میں نیاز
تعلیم تم نے پائی ہے اچھے ادیب سے

اپنا ہی عکس کیوں نہ ہو اللہ رے حجاب
دیکھا نہ آئینہ کبھی اُس نے قریب سے

دیوانگی میں بھی نہ گئیں اپنی شوخیاں
گلشن میں پھول مانگتے ہیں عندلیب سے

دشمن بنائے ہیں مری قسمت نے سیکڑوں
چاہا ہے تجھ کو خلق نے میرے نصیب سے

جو دیکھتا ہے اس کو مجھے دیکھتا نہیں
دنیا میں آنکھ کون ملائے غریب سے

کہتا ہے مرتے دم بھی تجھے اب شفا ہوئی
پالا پڑا مریض کو جھوٹے طبیب سے

ترا پیرہن میری باتوں سے ناصح
مرا ہی گریباں ہوا چاہتا ہے

تری دوستی میں یہ تھوڑی خوشی ہے
کہ دشمن پشیماں ہوا چاہتا ہے

کہے دیتی ہے سرگرانی ہماری
اجل کا کچھ احساں ہوا چاہتا ہے

تھکا کر بٹھانے لگی مجھ کو گردش
بیاباں بھی زنداں ہوا چاہتا ہے

اسی واسطے ہاتھ اپنا ہے دل پر
کوئی اس کا خواہاں ہوا چاہتا ہے

کیا داغ کو اُس نے جھوٹا ہی وعدہ
ترا کام آساں ہوا چاہتا ہے

ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

کوئی سیکھے خاکساری کی روش تو ہم سکھائیں
خاک میں دل کو ملانا کوئی تم سے سیکھ جائے

آتے جاتے یوں تو دیکھے ہیں ہزاروں خوش خرام
دل میں آنا دل سے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھ کر آئینہ اترائے کہ ہم بھی کوئی ہیں
اپنی نظروں میں سمانا کوئی تم سے سیکھ جائے

جان سے مارا اُسے تنہا جہاں پایا جسے
بے کسی میں کام آنا کوئی تم سے سیکھ جائے

فیلسوفی آئے تو تم کو زمانہ کیا سکھائے
بات کو کیسا ہی دو انا کوئی تم سے سیکھ جائے

جانتے ہو بات ہر عمار کی آیت حدیث — جھوٹ پر ایمان لانا کوئی تم سے سیکھ جائے
ہے تغافل میں بھی دزدیدہ نظر سے تاک جھانک — چور کو رستہ بتانا کوئی تم سے سیکھ جائے
ہر گنہ سے توبہ کر لی جب جوانی ہو چکی — زاہد و جنت میں جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
غیر کو اپنا بنا لیتے ہیں ہم تو وقت پر — دوست کو دشمن بنانا کوئی تم سے سیکھ جائے

مجھ کو رُلا کے آپ ہنسی سے تڑپ گئے — خود لوٹنے لگے یہ تماشا ہی اور ہے
جی چاہتا ہے جس کو وہ یارب نصیب ہو — کیسی بہشت مجھ کو تمنا ہی اور ہے
اُس بے وفا کے ہاتھ رہا دل کا فیصلہ — نامنصفوں سے طے ہو یہ جھگڑا ہی اور ہے
لو دیکھتے ہی غیر کو چتون بدل گئی — آنکھوں کو دیکھئے تو اشارا ہی اور ہے
آئے تو کیا کہ پھر وہ کوئی دم میں جائیں گے — کم جس قدر ہوا ہے غم اتنا ہی اور ہے
دیکھے جو تیرے قد کو قیامت تو یہ کہے — سج دھج ہی اور ہے یہ سراپا ہی اور ہے
تم آئنہ ہی دیکھ کے حیران رہ گئے — واللہ میرے دل میں اک ایسا ہی اور ہے
حوروں کی آرزو میں یہ کیفیتیں کہاں — اللہ رکھے اُس کی تمنا ہی اور ہے
کرتا ہوں صبر اُن کی جفا پر تو کہتے ہیں — یہ دل ہی اور ہے یہ کلیجا ہی اور ہے
کیسا نیاز کس کی وفا کس کی عاشقی — تم جانتے نہیں مجھے دعوا ہی اور ہے

اجمیر ہو کے جائیں گے اے داغ ہم بہار
اب کے برس سفر کا ارادا ہی اور ہے

نکل جائے یہ حسرت وہ نہیں ہے — بدل جائے یہ قسمت وہ نہیں ہے
وہی تم ہو طبیعت وہ نہیں ہے — وہی صورت ہے سیرت وہ نہیں ہے
پکارا دیکھ کر میں حور کی شکل — خداوندا یہ صورت وہ نہیں ہے
تمہارا دل آ دیکھوں ہاتھ رکھ کر — وہی ہے یا محبت وہ نہیں ہے
کہے دیتے ہیں ہم دھوکا نہ کھانا — ہماری اب طبیعت وہ نہیں ہے
دکھائے بت برہمن شیخ حوریں — پلٹ جائے یہ نیت وہ نہیں ہے
رہا دل کیا ترے گھر میں کبھی مجھ کو — ٹھہرنے دے یہ وحشت وہ نہیں ہے

مرے مرقد پہ بولے ہاتھ مل کر   اُسی کی ہے یہ تربت وہ نہیں ہے
یہاں قیدی ہیں تھے دنیا میں آزاد   ہمیں جنت میں راحت وہ نہیں ہے
گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ
وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے

دنیا میں کوئی لطف کرے یا جفا کرے   جب میں نہیں بلا سے مری کچھ ہوا کرے
اس جور پر وفا نہ کرے یا وفا کرے   میری جگہ نصیب سے تو ہو تو کیا کرے
آتے ہی اُن کو ہوش قیامت بپا ہوئی   مانگی تھیں کیوں دعائیں کہ یہ دن خدا کرے
کیوں اے ستم شعار وہ کہنا بھی یاد ہے   تجھ سے دغا کرے تو خدا سے دغا کرے
دل کی طرح سے جان نہ جائے گی عشق میں   پھر کچھ وفا کرے تو یہی بے وفا کرے
تجھ کو پسند آگئی دیوانگی مری   تیری خوشی سے کام کوئی کچھ کیا کرے
معشوق بے نیاز ہے عاشق کو چاہئے   لب سے کرے جو شکوہ تو دل سے دعا کرے
اس عشق میں کسی کا اجارا نہیں ہے داغ
پروردگار جس کو یہ نعمت عطا کرے

تمھارے دن ہیں قیامت اُٹھائے پھرنے کے   تمھاری عمر ہے ناز و ادا کے آنے کی
ابھی تو کھیل ہیں اے داغ شوخیاں اُنکی
پھر آرزوئیں کروگے حیا کے آنے کی

کیا کہوں کیونکر کہوں کس سے کہوں کیا کیا کہوں   آپ کی کیا بات ہے جو بات ہے سنجیدہ ہے
میں تو ان باتوں کا قائل ہوں مرے خط کا جواب   جس قدر ہے مختصر ہے چیدہ ہے پیچیدہ ہے
اُس ستم گر نے مرے پیغام پر سے یہ کہا   مر نہیں جاتا اگر آزردہ ہے رنجیدہ ہے

پیامی کامیاب آئے نہ آئے   خدا جانے جواب آئے نہ آئے
ترے غمزوں کو اپنے کام سے کام   کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے
شمار اپنی خطاؤں کی بتا دوں   تمھیں شاید حساب آئے نہ آئے
پیوں گا آج ساقی سیر ہو کر   میسر پھر شراب آئے نہ آئے

یہ جا کر پوچھ آؤ اُن سے درباں — کہ وہ خانہ خراب آئے نہ آئے

نہ دیکھو داغ کا دیوان دیکھو!

سمجھ میں یہ کتاب آئے نہ آئے

چار دن پہلے جو تقدیر میں تھا اب وہ نہیں — ہم وہی تم ہو وہی شوق وہی دل ہے وہی
مانگے جائیں گے دعا ہو گی نہ کب تک مقبول — بے لئے جو کبھی ٹلتا نہیں سائل ہے وہی
کام دنیا میں نکلتا نہیں آسانی سے — جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی
بارے اتنا تو مرا دھیان انھیں رہتا ہے — سب سے کہتے ہیں مرے جور کے قابل ہے وہی
بڑھ گیا سیروں لہو اُن کو جو آتے دیکھا — خود نہ پہچان سکا میں کہ مرا دل ہے وہی
نام پاتے ہیں محبت میں جو مٹ جاتے ہیں — جس کے ہونے کا گماں بھی نہ رہے دل ہے وہی
حسرتوں کی ہے تباہی سی تباہی دل میں — جس جگہ قافلے لٹتے ہیں یہ منزل ہے وہی
کیا بتوں کی سی نہ حوروں میں ادائیں ہوں گی — آدمی کے لئے جنت میں بھی مشکل ہے وہی

میری فریاد دوسرا نہ سنے — تم سنو اے بتو خدا نہ سنے
راز اپنا کبھی کہا نہ کہے — حال میرا کبھی سنا نہ سنے
خوب رو وہ جسے زمانہ کہے — گفتگو وہ جسے زمانہ سنے
غیر بھی گر کرے مری تعریف — تو بھی ہرگز وہ بے وفا نہ سنے
اس لئے ہے پیامبر کی تلاش — مجھ سے میرا وہ مدعا نہ سنے
پہلے گالی وہاں ہے پیچھے بات — اب سنے کوئی اُس کو یا نہ سنے
دوستی کیا اسی کو کہتے ہیں — آشنا کی جو آشنا نہ سنے
ہوش اڑتے ہیں دیکھ کر اُن کو — ایسے دیکھے پری لقا نہ سنے
سن سکے تیرے منہ سے کیا انکار — لن ترانی کی جو صدا نہ سنے
ہجر میں جو دعائیں مانگی ہیں — کوئی اللہ کے سوا نہ سنے

داغ کو چین ہی نہیں آتا
اُس سے جب تک برا بھلا نہ سنے

فرقت کی شب یہ کام لیا دل کے داغ سے ڈھونڈھا اجل کو تا بہ سحر اس چراغ سے
تفریح ٹپکی پڑتی ہے اُن کے دماغ سے گل گشت کر کے آئے ہیں دشمن کے باغ سے
کھاتے ہیں داغ دوست مری دل کے داغ سے سچ ہے چراغ ہوتا ہے روشن چراغ سے
شہ رگ سے پاس اور پھر اُس کا مقام دور ہرجائی اور پھر نہیں ملتا سراغ سے
ہر شان میں نشان ہے ہر رنگ میں ظہور آوارہ میں ہوا ہوں کسی کے سراغ سے
ہر وقت تازہ فقرہ ہے اُن کی زبان پر ہر دم نئی اُترتی ہے اُن کے دماغ سے

دنیا میں ایسے لوگ مصیبت زدہ کہاں
روئے ہم آج خوب گلے مل کے داغ سے

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے
آہ لب پر آئے تھم تھم کر کہ تم گھبرا نہ جاؤ درد دل میں ہو مگر کم کم تمہارے سامنے
بعد میرے روئے گا سارا زمانہ دیکھنا دھوم ہے ہوگا مرا ماتم تمہارے سامنے
اب یہ بے باکی وہ دن بھی یاد ہیں جب چھپ گئے آگیا جب کوئی نامحرم تمہارے سامنے

پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی ہم بھی رسوا ہو چکے اُن کی بھی شہرت ہو چکی
غیر کے آگے نہ کی ہو گی برائی کس قدر میرے منہ پر بارہا میری شکایت ہو چکی
مر گئے ہم مر گئے اس ظلم کی کچھ حد بھی ہے بے وفائی ہو چکی اے بے مروت ہو چکی
رنج بھی اک طرح کا ہو رہے کچھ دل لگی وہ مصیبت پھر نہ آئی جو مصیبت ہو چکی
ہم بدل جائیں گے کیا قسمت بدل جائیگی کیا جب نہ دنیا میں ہوئی عقبیٰ میں راحت ہو چکی
عہد سے فند سے قسم سے قول سے تکرار سے دل دیا اُن کو مگر جب خوب حجت ہو چکی
ہم سے دیوانوں سے کترا کر چلیں ناصح نہ کیوں جانتا ہے وہ کہ ایسوں کو نصیحت ہو چکی
اُن کی محفل میں رسائی بھی ہوئی تو کیا ہوا ہم گئے اُس وقت جب برخاست صحبت ہو چکی

کبھی کہتا ہوں محبت کا مآل اچھا ہے کبھی کہتا ہوں جو اب ہے یہی حال اچھا ہے
آنکھ صیاد کی لاکھوں میں پڑے گی اس پر آشیاں جس پہ مرا ہو وہ نہال اچھا ہے
آپ کی جس میں ہو مرضی وہ مصیبت بہتر آپ کی جس میں خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے

جو نگاہوں میں ادا ہو وہ جواب دلی ہے — جو اشاروں میں ہو پورا وہ سوال اچھا ہے
دل تو ہم دیں گے مگر بیشتر اتنا کہہ دو — ہجر اچھا ہے تمھارا کہ وصال اچھا ہے
یہ تو بہتر ہے کہ دنیا میں ہو عقبیٰ کا خیال — کچھ تو عقبیٰ میں بھی دنیا کا مآل اچھا ہے
یہی دولت کے مزے ہیں کہ اڑیں گل چھرّے — ہاتھ آتے ہی جو اُڑ جائے وہ مال اچھا ہے
اِک دکاں میں ابھی رکھ آئے ہیں ہم اپنا دل — دور سے سب کو بتاتے ہیں وہ مال اچھا ہے
اپنی تعریف سے چڑتے ہو اگر جانے دو — چشم بد دور ہمارا ہی جمال اچھا ہے
لوگ کہتے ہیں بھلائی کا زمانہ نہ رہا — یہ بھی کہہ دیں کہ بُرائی کا مآل اچھا ہے
ایسے بیمار کی افسوس دوا ہو کیوں کر — ابھی دم بھر میں بُرا تھا ابھی حال اچھا ہے
یا دکھا دو مجھے تم پائوں کا ناخن اپنا — یا یہ کہہ دو مرے ناخن سے ہلال اچھا ہے
تم نہیں اور سہی دل کے خریدار بہت — سنو خریدار ہیں موجود جو مال اچھا ہے
دل میں تو خوش ہیں تسلّی کو مری کہتے ہیں — آپ مرنے کے نہیں آپ کا حال اچھا ہے
ہم سے پوچھے کوئی دنیا میں ہے کیا شے اچھی — رنج اچھا ہے غم اچھا ہے ملال اچھا ہے

آپ بچتائیں نہیں جَور سے تو بہ نہ کریں
آپ گھبرائیں نہیں داغ کا حال اچھا ہے

بیٹھے اُداس اُٹھے پریشاں خفا چلے — پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے
آئیں گی ٹوٹ ٹوٹ کے قاصد پر آفتیں — غافل اِدھر اُدھر بھی ذرا دیکھتا چلے
ہم ساتھ ہو لیے تو کہا اُس نے غیر سے — آتا ہے کون اس سے کہو یہ جُدا چلے
بالیں سے آج میری وہ یہ کہہ کے اُٹھ گئے — اس پر دوا چلے نہ کسی کی دُعا چلے

داغ اُس بزم میں مہمان کہاں جاتا ہے — تیرا اللہ نگہبان کہاں جاتا ہے
غیر کا شکوہ بھی ہوتا ہے تو کس لطف کیساتھ — اُن سے تعریف کا عنوان کہاں جاتا ہے
وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہہ کے مناتے تھے مجھے — آ اِدھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہے
پائوں سے میرے بیابان کہاں چھٹتا ہے — ہاتھ سے میرے گریبان کہاں جاتا ہے
غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہہ کر روکا — تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے

ہجر کے دن کی مصیبت تو گزر جائے گی — وصل کی رات کا احسان کہاں جاتا ہے
روٹھ کر بزم سے اٹھا تو نہ روکا مجھ کو — نہ کہا اس نے کہا مان کہاں جاتا ہے
بند کرلے ہو جو باتوں سے تم آنکھیں میری — کیا کہوں میں کہ مرا دھیان کہاں جاتا ہے
بزم سے آنکھ چرا کر جو چلا میں تو کہا — ٹھہر او چور بد اوسان کہاں جاتا ہے

داغ تم نے تو بڑی دھوم سے تیاری کی
آج یہ عید کا سامان کہاں جاتا ہے

وہ نگہ زاہد کے دل سے آشنا ہونے لگی — سیر تو جب ہے کہ دو نوں میں فنا ہونے لگے
غیر کے مذکور پہ میرا بگڑنا تھا بجا — ٹھہرو ٹھہرو سنبھلو سنبھلو کیا سے کیا ہونے لگے
سخت گردش، نا امیدی ہم سفر منزل بعید — عاقبت تھک تھک کے نالے نارسا ہونے لگے
اب گلے موقوف بس رحم آگیا پیار آگیا — تھوڑے تھوڑے دل میں تم اے مہ لقا ہونے لگے
وہ قیامت کی گھڑی وہ موت کا ہے سامنا — جب کوئی معشوق سے مل کر جدا ہونے لگے
پردے پردے میں ہے بہتر ہم سے اُن سے چھیڑ چھاڑ — کیا مزہ رہ جائے جس دم برملا ہونے لگے
میہمانوں کو بلاتے ہیں خوشی کے واسطے — تم تو آتے ہی بگڑ بیٹھے خفا ہونے لگے
غیر اچھا میں برا یوں ہی سہی بس چپ رہو — رفتہ رفتہ یہ نہ ہو حجت سوا ہونے لگے

داغ میں پرچا ہی لوں گا باتوں باتوں میں انھیں
شرط یہ ہے میرا اُن کا سامنا ہونے لگے

لے کے دل کہتے ہو کیوں دیں اسے جلنے کیلئے — مل گیا خوب بہانہ یہ مچلنے کے لئے
اُنھیں فرصت بھی ملے گھر سے نکلنے کیلئے — دو پہر چاہئیں پوشاک بدلنے کے لئے
تیرا غصہ ہو کہ ہو میری طبیعت ظالم — یہ بلا ہیں نہیں آتیں کبھی ٹلنے کے لئے
اپنی تصویر ہی وہ کاش مجھے بھجوا دیں — مشغلہ چاہیئے کوئی تو بہلنے کے لئے
کون سی کی نہ دوا کون سی مانگی نہ دعا — ہم نے کیا کیا نہ کیا اپنے سنبھلنے کے لئے
غم کی دیوار کھڑی ہو گئی دل کے اندر — میرے ارمان ترستے ہیں نکلنے کے لئے
ہیں کلیجے سے ملوں سر سے ملوں دل سے ملوں — اپنی تلوار مجھے دیجئے ملنے کے لئے

دلربا کہلائے دل آزار ایسا ڈھونڈھئے
آشنا کہئے جسے بیگانہ ایسا چاہئے

ہوں لیکر قیس کی تصویر وہ نادم ہوئے
میں نے جب چھیڑا انھیں دیوانہ ایسا چاہئے

تیر تیرا دل میں رہ رہ کر کھٹکا کس طرح
جو کرے مل کر دغا بیگانہ ایسا چاہئے

بے وفائی تم کرو نا آشنائی تم کرو
تم کو ایسا چاہئے جانانہ ایسا چاہئے

یہ اگر نغموں سے ہو لبریز وہ نالوں سے گرم
عیش خانہ ہو کہ ماتم خانہ ایسا چاہئے

چاہنے والوں سے کم ہوتی نہیں چاہت کبھی
چاہئے تو چاہئے یہ کیا نہ ایسا چاہئے

ہجر میں اُس شمع رو کے دل جلا فرقت میں بھی
جو اندھیرے میں جلے پروانہ ایسا چاہئے

اس بہانے سے دکھا دیں دل کا نقشہ ہم انھیں
ہم کو اک ٹوٹا ہوا پیمانہ ایسا چاہئے

خوب جی بھر کر سنا پہلے تو قصہ داغ کا
پھر کہا دل تھام کر افسانہ ایسا چاہئے

خوب رو وہ ہے جس کی خوا چھپی
شمع، صورت حرام ہوتی ہے

توڑتا ہے اُسی کو وہ گلچیں
جو کلی دل کی خام ہوتی ہے

دل ہی دل میں تری رقیبوں سے
گفتگو لا کلام ہوتی ہے

صبح ہونے تو دو چلے جانا
شب کی نیت حرام ہوتی ہے

نہیں کھچتی ہے مجھ سے تیری شبیہ
تجھ سے کب ہم کلام ہوتی ہے

ہجر کا دن ڈھلے تو ہم جانیں
صبح کے بعد شام ہوتی ہے

غیر جتنی بُرائی کرتے ہیں
وہ ہمارے ہی نام ہوتی ہے

پہلے اے داغ کچھ نہ ہوش آیا
دل کی اب روک تھام ہوتی ہے

آج اُن کے بھید اس صورت سے ظاہر ہو گئے
غیر کا مذکور آیا تھا کہ تھر تھر ہو گئے

کیوں قسم کھاتے ہو اب ہم کو نہیں تم سے ملال
وہ کہے دیتی ہے چتون تم خفا پھر ہو گئے

ہم نے تو بچنے نہ دیکھے چاہنے والے ترے
رفتہ رفتہ ہمیان تک سب اول آخر ہو گئے

شکوہ کرتا تو خدا جانے وہ کیا کرتے غضب
میں نے کی تعریف وہ اُلٹے مرے سر ہو گئے

آئی ہوئی عاشق کی طبیعت نہیں جاتی — آئی ہے تو آکر یہ قیامت نہیں جاتی
رجاتا ہے سر سے ترا سودا نہیں جاتا — دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہیں جاتی
اللہ سے محشر میں کہوں گا ترے آگے — مجبور ہوں میں اس کی محبت نہیں جاتی
اوّل تو انھیں شرم رہی منہ سے نہ بولے — جب شرم گئی وصل کی حجت نہیں جاتی
زاہد یہ اگر بیت ہے مسجد سے تو کیا ہے — پھر اس سے تو مے خانے کی عظمت نہیں جاتی
آئینہ ہی اب رہنے لگا آپ کے آگے — کہہ سکتے ہیں منہ دیکھے کی الفت نہیں جاتی
فتنے بھی ہیں پامال تری راہ گزر میں — دو چار قدم اُٹھ کے قیامت نہیں جاتی
مل جاتے ہیں خود خاک میں ہم فرق ہے اتنا — دل سے تو ہمارے کبھی کدورت نہیں جاتی
جاتی ہے مری جان یہ میں کہہ نہیں سکتا — جب تک اُسے تم دو نہ اجازت نہیں جاتی

اے داغ بُرا مان نہ تو اُس کے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی

دے گا نہ کوئی ٹھوکریں کھانے کی گواہی — ہمراہ مرے حشر میں تربت نہیں جاتی
دم بھر مرے قابو میں طبیعت نہیں آتی — اللہ کسی وقت یہ حالت نہیں جاتی
ہے وصل کے بعد اُن کو گماں اور کسی کا — اور ایسی صفائی میں کدورت نہیں جاتی
وہ آکے مری قبر پہ یہ لکھ گئے مصرع — کافر تجھے دنیا کی محبت نہیں جاتی
فرہاد کے مرقد سے یہ آتی ہیں صدائیں — برباد کسی شخص کی محنت نہیں جاتی
اُٹھتے ہیں جو عالم میں وہ مٹ جاتے ہیں فتنے — کافر تری آنکھوں کی شرارت نہیں جاتی
شرما کے قسم کھا کے ابھی عہد کیا تھا — پھر ظلم کیا آپ کی عادت نہیں جاتی
غم سہتے ہیں پر لب پہ شکایت نہیں آتی — دکھ بھرتے ہیں پر تیری محبت نہیں جاتی
ہم چاہ کے چھپاتے ہیں اُس پردہ نشیں کو — آنکھوں سے کسی وقت وہ صورت نہیں جاتی

اے داغ سلامت رہیں مہمان ہمارے
جو آتی ہے آفت کہ مصیبت نہیں جاتی

اُٹھتے ہیں انھیں غیروں کی صحبت ایسی ہوتی ہے — خدا کی شان ہے ایسوں کی التجا [illegible]

جب آنکھوں سے لگاتا ہوں تو چپکے چپکے ہنس ہنس کر
تری تصویر بھی کہتی ہے صورت ایسی ہوتی ہے

ابھی تو کھیل سمجھے ہو مگر اک دن دکھا دیں گے
قیامت اسکو کہتے ہیں قیامت ایسی ہوتی ہے

ہماری شکل تیرے غم میں پہچانی نہیں جاتی
بگڑ جاتی ہے صورت بھی مصیبت ایسی ہوتی ہے

کفن سے منہ مرا جب کھول کر دیکھا تو وہ بولے
ہمارے چاہنے والے کی صورت ایسی ہوتی ہے

کہو تو ہم نہ کہتے تھے نہ دیکھو آئنہ دیکھو
بنا دیتی ہے دام پر اچھی صورت ایسی ہوتی ہے

ترا دل سنگ دل پگھلے تو جب ہم کو یقین آئے
کہ اُس کی شان ایسی اسکی قدرت ایسی ہوتی ہے

بھری محفل میں غیروں سے اشارے یوں مرے آگے
مروت آنکھ کی اے بے مروت ایسی ہوتی ہے

وہ دیتے ہیں تسلی اور پھر تسکین نہیں ہوتی
کبھی بے چین یہ کافر طبیعت ایسی ہوتی ہے

مجھے وہ دیکھتے ہی دور سے منہ پھیر لیتے ہیں
جو ہوتی ہے تو اب صاحب سلامت ایسی ہوتی ہے

غضب میں جان ہے برسوں کے شکوے بھول جاتا ہوں
کبھی دو چار دن اُن کی عنایت ایسی ہوتی ہے

ذرا سی بات پر اے داغ تم اُن سے بگڑ بیٹھے
اسی کا نام الفت ہے محبت ایسی ہوتی ہے

اُس کی چتون نظر میں پھرتی ہے
اک چھری سی جگر میں پھرتی ہے

نالہ کرتا ہوں تو مری آواز
گو بجتی اُن کے گھر میں پھرتی ہے

آمد آمد ہے آج کس کی داغ
یہ سفیدی جو گھر میں پھرتی ہے

شکوہ نہیں کسی کی ملاقات کا مجھے
تم جانتے ہو وہم ہے جس بات کا مجھے

مل کر تمام بھید کہوں گا رقیب سے
آتا ہے خوب توڑ تری گھات کا مجھے

ڈرنا کسی کا اور وہ بجلی کا کوندنا
موسم بہت پسند ہے برسات کا مجھے

آخر وہاں رقیب نے نقشہ جما لیا
اے داغ خوف تھا اسی بد ذات کا مجھے

آپ کا اعتبار کون کرے
روز کا انتظار کون کرے

تم تو ہو جان اک زمانے کی
جان تم پر نثار کون کرے

اپنی تسبیح رہنے دے زاہد
دانہ دانہ شمار کون کرے

ہجر میں زہر کھا کے مر جائیں
موت کا انتظار کون کرے

آنکھ ہے ترک زلف ہے صیاد
دیکھیں دل کا شکار کون کرے

غیر نے تم سے بے وفائی کی
یہ چلن اختیار کون کرے

وعدہ کرتے نہیں یہ کہتے ہیں
تجھ کو امیدوار کون کرے

داغ کی شکل دیکھ کر بولے
ایسی صورت کو پیار کون کرے

گرہ جو پڑ گئی رنجش میں وہ مشکل سے نکلے گی
نہ اُن کے دل سے نکلے گی نہ میرے دل سے نکلے گی

ادا تیری فغاں میری بھلا کب چین دیتی ہے
جگر تھامے ہوئے خلقت تری محفل سے نکلے گی

مجھے آتا ہے تم پر رحم میرا منہ نہ کھلواؤ
کلیجا توڑ دے گی وہ دعا جو دل سے نکلے گی

کسی بدخو سے ہم کہنے لگے تھے مدعا دل کی
یہ کیا معلوم تھا آواز بھی مشکل سے نکلے گی

نہ کرنا قتل ہم کو ورنہ حسرت داغ بن بن کر
تمہارے دل میں بیٹھے گی ہمارے دل سے نکلے گی

نہیں دشوار کچھ اپنے مکاں سے لامکاں جانا
وہیں پہنچائے گی جو راہ جس منزل سے نکلے گی

ترستے ہیں قیامت کی غضب کے رات دن فتنے
نئی جب بات نکلے گی تری محفل سے نکلے گی

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی
آپ سے تم، تم سے تو ہونے لگی

چاہیے پیغام بر دونوں طرف
لطف کیا جب روبرو ہونے لگی

میری رسوائی کی نوبت آ گئی
اُن کی شہرت کو بکو ہونے لگی

ہے تری تصویر کتنی بے حجاب
ہر کسی کے روبرو ہونے لگی

ناامیدی بڑھ گئی ہے اس قدر
آرزو کی آرزو ہونے لگی

اب کے مل کر دیکھیے کیا رنگ ہو
پھر ہماری جستجو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج
شاید ان کی آبرو ہونے لگی

ہمارے دم نکلنے میں بھی اک عالم نکلتا ہے
کہ وہ مشتاق ہیں دیکھیں تو کیوں کر دم نکلتا ہے

کمی کیا پڑ گئی ہے چاہنے والوں کی اے قاتل
کہ اب تلوار کم کھنچتی ہے خنجر کم نکلتا ہے

گلہ کیسا کہاں کا رنج کس کا جاں بلب ہونا
جب اس نے پیار سے پوچھا تمہارا دم نکلتا ہے

نہ تجھ سا آج تک دیکھا نہ تجھ سا حشر تک دیکھیں
ان آنکھوں سے بہت نکلا بہت عالم نکلتا ہے

تمہیں میرے مسیحا ہو تمہیں میری تمنا ہو
تمہیں پر جان جاتی ہے تمہیں پر دم نکلتا ہے

الٰہی خیر کرنا آج کوئی داغ کے گھر سے
نہ بے شیون نکلتا ہے نہ بے ماتم نکلتا ہے

ناروا کہئے ناسزا کہئے
کہئے کہئے مجھے برا کہئے

درد، دل کا نہ کہئے یا کہئے
جب وہ پوچھے مزاج کیا کہئے

پھر نہ رکیے جو مدعا کہئے
ایک کے بعد دوسرا کہئے

آپ اب میرا منھ نہ کھلوائیں
یہ نہ کہئے کہ مدعا کہئے

وہ مجھے قتل کر کے کہتے ہیں
مانتا ہی نہ تھا یہ کیا کہئے

تجھ کو اچھا کہا ہے کس کس نے
کہنے والوں کو خیر کیا کہئے

مجھ کو کہئے برا نہ غیر کے ساتھ
جو ہو کہنا جدا جدا کہئے

میرے مطلب سے کیا غرض مطلب
آپ اپنا تو مدعا کہئے

ایسی کشتی کا ڈوبنا اچھا
جو کہ دشمن کو ناخدا کہئے

صبر فرقت میں آ ہی جاتا ہے
پر اسے دیر آشنا کہئے

آ گئی آپ کو مسیحائی
مرنے والوں کو مرحبا کہئے

آپ کا خیر خواہ میرے سوا
ہے کوئی اور دوسرا کہئے

ہاتھ رکھ کر وہ اپنے کانوں پر
مجھ سے کہتے ہیں ماجرا کہئے

ہوش جاتے رہے رقیبوں کے
داغ کو اور باوفا کہئے

آج گھبرا کر وہ بولے جب سنے نالے مرے
جان کے پیچھے پڑے ہیں چاہنے والے مرے

گیسوؤں پہ ہاتھ رکھکر ناز سے کہتے ہیں وہ سامری کو بھی تو ڈس جائیں یہ دو کالے مرے
وہ عیادت کو نہ آئے داغ تو کچھ غم نہیں
اور دنیا میں بہت ہیں پوچھنے والے مرے

فغاں کو لاگ ٹھہری آسماں سے اُٹھا جاتا ہے پردہ درمیاں سے
نرالی ہے ادا سارے جہاں سے کوئی پیدا کرے تجھ سا کہاں سے
گرے ہوتے اُلجھ کر آستاں سے چلے آتے تھے گھبرائے کہاں سے
عدو کی التجا کرنی پڑی ہے مرادیں مانگتا ہوں آسماں سے
نتیجہ اُن کی باتوں کا یہ نکلا کہ اپنی مدح تھی اپنی زباں سے
لگا رہتا ہے کھٹکا دونوں جانب مزہ ہے دوستی کا بدگماں سے
نہ کہئے دوست کو دشمن نہ کہئے پرائے اپنے ہوتے ہیں زباں سے
تمھارے در پہ ہم کیوں کر نہ آتے کہ تھی صاحب سلامت پاسباں سے
وہ خط لکھیں مجھے جھوٹا ہے قاصد خدا جانے اُٹھا لایا کہاں سے
زہے جادو ہوا اُس کا وہی حال جسے جو کہہ دیا تو نے زباں سے
یہ ہے کیا بات سنتے ہیں وہ اکثر ہمارا حال دشمن کی زباں سے
رقیب آیا ہے چھپ کر تیرے در پہ مگر اُلجھا ہوا ہے پاسباں سے
جہان آباد دہر منزل ہے اے داغ
قدم باہر نکالا جب مکاں سے

ہائے وہ دن کہ میسر تھی ہمیں رات نئی روز معشوق نیا روز ملاقات نئی
بات کرنی نہیں سے لیتی ہے چٹکی دل میں یہ تو ہے آپ کی تصویر میں اک بات نئی
دل طلب کرتے ہو مہمان بلا کر ہم کو یہ تواضع ہے نئی ہے یہ مدارات نئی
سر مرا کاٹ کے اے نامہ رساں لیتا جا گرچہ بے کار سہی پر ہے یہ سوغات نئی
داغ سا بھی کوئی شاعر ہے ذرا سچ کہنا
جس کے ہر شعر میں ترکیب نئی بات نئی

زمانہ بہت بدگماں ہو رہا ہے — کسی شخص کا امتحاں ہو رہا ہے
سریلی صدائیں ہیں اُس شوخ کی سی — الٰہی یہ جلسہ کہاں ہو رہا ہے
بہت حسرت آتی ہے مجھ کو یہ سن کر — کسی پر کوئی مہرباں ہو رہا ہے
کوئی اُڑ کے پہنچا کوئی چھپ کے آیا — پشیماں ترا پاسباں ہو رہا ہے
کہیں دو گھڑی آپ شبنم میں سویئے — جو رُخ پر عرق دُرفشاں ہو رہا ہے
ان آنکھوں نے اس دل نے کیا بھید کھولا — کہ مضطر مرا رازداں ہو رہا ہے

دیکھ سکتا کیا ہمارا حال وہ نازک مزاج — آئینے میں آپ اپنی شکل سے ہم ڈر گئے
منہ اندھیرے مجھ کو غافل دیکھکر شوخی سے وہ — چپکے اُٹھ کر چل دئے پہلو میں تکیہ دھر گئے
حال میرا پوچھکر کیا کیا جلے دل میں رقیب — جب کہا شوخی سے اُس نے آپکے دشمن مر گئے
آدمی ایسا کہاں کوئی فرشتہ ہو تو ہو — شیخ صاحب یہ نہیں معلوم تم کس پر گئے
فاتحہ پڑھنے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں — مر گیا میں کیا کہ سب میری طرف سے مر گئے

داغ کے تو نام سے نفرت تھی اُس بے مہر کو
پھر نہیں معلوم یہ حضرت وہاں کیوں کر گئے

کس وجہ سے لب پہ مرے فریاد نہ آتی — وہ چوٹ نہیں کھائی تھی جو یاد نہ آتی
مرتا مگر اس حال سے فرقت میں نہ مرتا — آتی مگر اس طرح تری یاد نہ آتی

ملتے ہی بیباک تھی وہ آنکھ شرمائی ہوئی — پھر گئی بچپا کے پلکوں تک حیا آئی ہوئی
ہر ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی — اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی
آسماں نے خاک کی چٹکی ہر اک فتنے کو دی — میری تربت ہے یہ کن قدموں کی ٹھکرائی ہوئی
ٹوک کر رستے میں پیار آہی گیا اُس شوخ پر — وہ نظر حیرت زدہ وہ آنکھ شرمائی ہوئی
تازہ غم کھایا کئے ہم وہ ہیں پاکیزہ مزاج — اور تم کھاتے رہے جھوٹی قسم کھائی ہوئی
اُن کی مٹھی میں جو دل تڑپا دبا کر یہ کہا — چھوٹتی ہے کوئی ایسی چیز ہاتھ آئی ہوئی
بوسہ لے کر جان ڈالی غیر کی تصویر میں — یہ نیا اعجاز یہ اچھی مسیحائی ہوئی
دیکھکر قاتل کی آمد داغ دل میں شاد شاد — اور غمخواروں کے منہ پر مردنی چھائی ہوئی

پہ ٹپکتا ہے اُن کی جبون سے ۔ کہ اشارے ہوئے ہیں دشمن سے
خاک میری اُڑائی ہے اُس نے ۔ بچ کے چلنا تم اپنے دامن سے
ہائے مجبوریاں محبت کی ہو ۔ حال کہنا پڑا ہے دشمن سے
آسماں کس طرح سنے فریاد ۔ کان پھوٹے ہیں میرے شیون سے
اُڑ گئی گم ہوگئی جاتی رہی آئی ہوئی ۔ بے وفا تیری وفا میری شکیبائی ہوئی
میری قسمت کی طرح رہتی ہے بل کھائی ہوئی ۔ زلف پر بھی کیا ہے سختی کی گرہ آئی ہوئی
جب ترے در سے پھرا خلقت تماشائی ہوئی ۔ پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی
لیں قیامت میں بلائیں اُس سراپا ناز کی ۔ صدقے رعنائی ہوئی قربان زیبائی ہوئی
بت کدے میں سجدہ کرنا کفر اے واعظ نہیں ۔ گر ہیں مقبول اپنی جبہ فرسائی ہوئی
چوٹ کھائی عشق کی دل نے جگر تڑپا کیا ۔ دوسرے پر آئی کیوں کر ایک کی آئی ہوئی
موت سے ہے روح ترساں موت میرے حال سے ۔ یہ بھی گھبرائی ہوئی ہے وہ بھی گھبرائی ہوئی
توبہ کر زاہد کروں میں توبہ ایسے وقت میں ۔ یہ بہار آئی ہوئی ایسی گھٹا چھائی ہوئی
آگیا جب کوئی کرلیں چار باتیں اُس سے بھی ۔ ورنہ پھر سر پیٹنا جس وقت تنہائی ہوئی
دوست دشمن کو بنایا ہے ترے انداز نے ۔ سب کو پہچانا اگر تجھ سے شناسائی ہوئی
جان کر پہچان کر انجان جب کوئی بنے ۔ پھر نہ ہونے کے برابر وہ شناسائی ہوئی
کیا قسم کھا کر ہوا ہے منفعل پیغام بر ۔ تاڑلی اُس نکتہ چیں نے بات سمجھائی ہوئی
بھولی صورت پر تری تصویر میں یہ بانکپن ۔ لب پہ ظاہر ہے تبسم دل میں اترائی ہوئی

چل دیا اے داغ کیا منہ پھیر کر وہ مہ جبیں
پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

گلزار

مجھکو جنت میں نہ راحت ہوگی ہو ۔ گر یہی دل یہی قسمت ہوگی
جان دے دوں تجھے پر ڈرتا ہوں ۔ کہ امانت میں خیانت ہوگی
اپنے مطلب کی تو سن تو مجھ سے ۔ یہ نہ جانو کہ شکایت ہوگی

اب کے مے خانے سے اٹھ کر اے داغ
کعبے جائیں گے جو وحشت ہو گی

تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی
دل لے کے وہ اب جان طلب کرتے ہیں مجھ سے — یہ ایسی دھری ہے کہ اٹھائی نہیں جاتی
مے پی تو سہی تو یہ بھی ہو جائے گی زاہد — کم بخت قیامت ابھی آئی نہیں جاتی
پیسا ہے یہاں تک تری رفتار نے ظالم — آندھی سے مری خاک اڑائی نہیں جاتی
گرتی ہے نشیمن پہ مرے کوند کے بجلی — صیاد کے گھر آگ لگائی نہیں جاتی
لے دے کے یہاں دل میں کیا ایک تمنا — وہ تا بہ زباں خوف سے لائی نہیں جاتی
للہ مرے ذبح پہ تکبیر تو پڑھ لو — اتنی بھی زباں تم سے ہلائی نہیں جاتی
یارب کوئی آفت تھا محبت کا پتنگا — وہ آگ لگی ہے کہ بجھائی نہیں جاتی

ان سے ہوتا ہے سامنا جس دن — دور ہی سے سلام ہوتا ہے
زیست سے تنگ ہیں نہ چھیڑ ہمیں — دیکھ غصہ حرام ہوتا ہے
لیجئے موسیٰ سے لن ترانی کی — اب تو ہم سے کلام ہوتا ہے

داغ کا نام سن کے وہ بولے
آدمی کا یہ نام ہوتا ہے

ہر بات میں کافر کی کیا آن نکلتی ہے — واں آن نکلتی ہے یاں جان نکلتی ہے
صد حسن ابلتے ہیں صد ناز برستے ہیں — اے صل علیٰ تجھ میں کیا شان نکلتی ہے
قسمت پہ مری کیا کیا رمال کو حیرت ہے — جو شکل نکلتی ہے حیران نکلتی ہے
وعدہ نہ وفا کرنا پھر اس پہ یہ تاکیدیں — تا حشر ٹھہر جاؤ کیوں جان نکلتی ہے
چتون کے مٹیں گے بل ابرو کے کھلیں گے خم — پر دل کی گرہ کوئی آسان نکلتی ہے
دلبر ہیں ادائیں بھی دل کش ہیں جفائیں بھی — اک آن ستمگر میں ہر آن نکلتی ہے

بے طرح کھبی جی میں اے داغ پلک اس کی
یہ پھانس کوئی دل سے نادان نکلتی ہے

کیا ٹھکانا مجھ سے نازک طبع کا
ہو گئی جنت سے مہمانی مری

تیز ہے خنجر تو قاتل نازنیں
سخت دشواری ہے آسانی مری

آج کل ہے اُن کو تصویروں کا شوق
کیا کبھی دیکھی تھی حیرانی مری

بن گیا کعبہ وہی میرے لئے
ٹیک گئی جس در پہ پیشانی مری

اس گرفتاری پہ اپنی میں نثار
لو وہ کرتے ہیں نگہبانی مری

آگیا داغ ان کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

داغ ہر چند جہاں گرد ہے سودائی ہے
آپ کے سر کی قسم آپ کا شیدائی ہے

جب کبھی بیٹھے بٹھائے خفقان اُچھلا ہے
ہم نے جا کر اُسی کوچے کی ہوا کھائی ہے

داغ کو اب کسی گل رو سے ملاقات نہیں
ہم نے برسوں اسی گلشن کی ہوا کھائی ہے

بے لاگ ہے تیغ جنگ جو کی
رکھتی ہی نہیں لگی گلو کی

جب پانوں تھکے تو جستجو کی
جب دل نہ رہا تو آرزو کی

رستے پہ ترے چلی قیامت
سچ ہے کہ بڑی ہی چال چو کی

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم
کیا بات ہے تیری گفتگو کی

اُن کو ہے عدو سے وہ تمنا
جس بات کی ہم نے آرزو کی

ہم بادہ کشوں کی خاک سے بھی
آئے گی صدا سبو سبو کی

اللہ کو کیا جواب دوں گا
عادت ہے بتوں سے گفتگو کی

کچھ ضبط ہماری خاطر اے چشم
کچھ شرم ہماری آبرو کی

چھوڑا نہ ستم فلک کے دل کا
اللہ رے تلاش کینہ جو کی

اس خانہ خراب دل میں اے داغ
مٹی ہے خراب آرزو کی

ہمارے قتل کی تدبیر روز واں ٹھہری
یہ زندگی تو نہ ٹھہری بلائے جاں ٹھہری

ہماری خاک کی بربادیاں ذرا دیکھو　　کہاں کہاں سے اُڑی اور کہاں کہاں ٹھہری
مرے تڑپنے سے شب کو تمھیں تو چین آیا　　چلو تمھاری طبیعت تو مہرباں ٹھہری
جب آیا چین ہمیں اُس نے کر دیا بے چین　　تری نگاہ ہماری مزاج داں ٹھہری
یہاں یہ غم کہ چکا دل کا مول اک بوسہ　　وہاں یہ فکر کہ قیمت بہت گراں ٹھہری

کس صفائی سے تیرے دل کا غبار　　مٹتے مٹتے مٹائے جاتا ہے
کتنا با وضع ہے خیال اُس کا　　بے کسی میں بھی آئے جاتا ہے
نا اُمیدی مٹائے جاتی ہے　　شوق نقشہ جمائے جاتا ہے
ہمت اے خاک پا مدد اے ضعف　　کوئی دامن بچائے جاتا ہے
وہ جدھر کو گئے اٹھا یہ شور　　وہ قیامت اٹھائے جاتا ہے
دل وہ نعمت ہے تجھ سا شیریں لب　　نظروں نظروں میں کھائے جاتا ہے
غم نے اُس کے گھلا دیا دیکھو　　مجھ کو مہمان کھائے جاتا ہے

اُس کا آنا تو دیکھنا اے داغ
دل ہی قابو سے ہائے جاتا ہے

تجھ سے دل خاک ملے دل سے بھی تو ملتا ہے　　کوئی ملنے ہی سے اے عربدہ جو ملتا ہے
دل گیا دل سے بچا یک ترے سوفار کا رنگ　　وہ نہ بیگانے سے برسوں میں لہو ملتا ہے
دیکھ چل کر مرے ساقی کی سخاوت زاہد　　ایک ساغر کوئی مانگے تو سبو ملتا ہے

خاک میں داغ ملاتے ہیں مجھے عزت تیری
پھر بھی کم بخت کہ ایسوں ہی سے تو ملتا ہے

طبیعت کوئی دن میں بھر جائے گی　　چڑھی ہے یہ آندھی اُتر جائے گی
رہے پیروی ہجر ہو یا وصال　　کہ اک بات آخر ٹھہر جائے گی
نہ تھی یہ خبر ہم کو اپنی بہار　　اِدھر آئے گی اور اُدھر جائے گی
محبت میں اے دل نہ ڈر سر پہ کھیل　　وہ بازی نہیں ہے کہ ہر جائے گی
خدا کے لئے آج اقرار کر　　کہ پھر بات کل حشر پر جائے گی

مرا حال بہتر ہے اُن سے کہو ۔۔۔ وڑیں گے جو سچی خبر جائیگی
نہ جائے کوئی میری میت کیساتھ ۔۔۔ مری بےکسی نوحہ گر جائے گی
صبا اُس گلی سے مری خاک کو ۔۔۔ جب آئے گی برباد کر جائے گی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
گزرنی جو ہوگی گزر جائے گی

چھوٹے ہزار مرتبہ قاتل کے ہاتھ سے ۔۔۔ نکلے نہ ایک بار بھی ہم دل کے ہاتھ سے
ٹھہرو ذرا الگ ہی الگ وار کر چلے ۔۔۔ دامن بچائے جاتے ہو بسمل کے ہاتھ سے

*

بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے ۔۔۔ ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے
میں نے جو آہ کی تو کہا اُس نے غیر سے ۔۔۔ اس خانماں خراب نے رسوا کیا مجھے

*

آئینہ منھ پہ بُرا اور بھلا کہتا ہے ۔۔۔ سچ یہ ہے صاف جو ہوتا ہے صفا ہوتا ہے
حق ہے اس بات میں ناصح کا طرفدار نہیں ۔۔۔ دل کی کہتا ہے جو اس دل کو بُرا کہتا ہے
غیر اچھے جو زمانے کے بُرے کہلائیں ۔۔۔ میں بُرا ہوں کہ جہاں مجھکو بھلا کہتا ہے

*

اُس انجمن سے بہت بے وقار ہو کے چلے ۔۔۔ سرور ہو کے ہم آئے خمار ہو کے چلے
بتوں کے کوچے سے ہم دل فگار ہو کے چلے ۔۔۔ شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے
الہی جائیں گے کس گھر کو ہم ہے وحشت ناک ۔۔۔ بہشت سے بھی اگر بے قرار ہو کے چلے
گلے لگا کر اُنھیں عذر پھر کیا میں نے ۔۔۔ مری گلی سے وہ جب شرمسار ہو کے چلے

*

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے ۔۔۔ خاک کے پتلے ہیں تو خاکساری چاہیے
عشق میں کچھ پاس کچھ امیدواری چاہیے ۔۔۔ کچھ تحمل چاہیئے کچھ بیقراری چاہیے
وعدہ تو کر لو زباں سے پھر وفا کرنا نہ تم ۔۔۔ ناامیدوں کے لئے امیدواری چاہیے
کھل گیا جب راز پھر اخفا کئے سے فائدہ ۔۔۔ اُٹھ گیا پردہ تو پھر کیا پردہ داری چاہیے

*

حسرتیں لے گئے اُس بزم سے چلنے والے ۔۔۔ ہاتھ ملتے ہی اُٹھے عطر کے ملنے والے
دیکھئے کیا ہو الہی مرے نامے کا جواب ۔۔۔ پاس اُن کے ہیں بہت زہر اگلنے والے
ان جفاؤں پہ وفا کوئی نہ کرتا لیکن ۔۔۔ دل بدلتا نہیں اور آنکھ بدلنے والے

شرم آلودہ نگاہیں تو کریں گی بسمل — اب کوئی آن میں یہ تیر ہیں چلنے والے
دل نے حسرت سے کہا تیر جو اُس کا نکلا — دیکھ اس طرح نکلتے ہیں نکلنے والے

کچھ بھی الفت نے تری دل میں نہ چھوڑا باقی — رہ گئی ایک تمنا ہی تمنا باقی
دم اُلجھتا ہے جو سینے میں تو دل میں شاید — رہ گیا اُس کی مژہ کا کوئی کانٹا باقی
گو وہ دل اُن کا نہیں، کرتے ہیں ظاہرداری — پر غنیمت ہے کہ اتنا ہے سہارا باقی
میری تحریر کے انداز تو دیکھو گویا — کوئی مطلب نہ رہا ہے نہ رہے گا باقی

جفا کرتا ہے تو بدلے وفا کے — خدا کو مان اے بندے خدا کے
کسی کے عشق نے کی دل میں گرمی — کھلے رہتے ہیں بند اُن کی قبا کے
نہ خوش ہو اے بُتو ہم کو ستا کر — ڈرو تم تو کار خانے ہیں خدا کے
ہوئی جاتی ہیں کچھ نیچی نگاہیں — کہو تو کیا ہے قربان اس حیا کے

مری مشکل ہوئی اے داغ آسان
تصدق اپنے ہیں مشکل کشا کے

صبا اڑا نہ سکی آسماں مٹا نہ سکا — کہ دل میں اُن کے ہمارا غبار باقی ہے
صفائیوں سے مجھے خاک میں ملاتے ہو — صفائیوں پہ بھی اتنا غبار باقی ہے
رکھیں گے عمر بھر اس دل کو بس میں اے ظالم — اگر بقا ہے تو کل اختیار باقی ہے

صاف ہے سینہ ہمارا کہ نہ دل ہے نہ جگر — کیا صفائی تجھے اے آئنہ رو آتی ہے
نہ کیا تو نے کبھی غیر کا شکوہ ہم سے — بات کہنے ہی میں اے عربدہ جو آتی ہے
ہو رسا آہ تو کیا جانے کہاں تک پہنچے — نارسائی میں تو یہ عرش کو چھو آتی ہے
تیری تلوار نے بھی چال اُڑائی تیری — کھنچ کے آتی ہے یہ جب تا بہ گلو آتی ہے
دشمنی ختم ہوئی ایک وفا دشمن پر — دوستی تجھ کو تو اے میرے عدو آتی ہے

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے — ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے
نگاہیں اُن کی جادو سے قیامت ہوتی جاتی ہیں — الٰہی کون سا فتنہ سبق آموز رہتا ہے
جو میں ہوں عشق میں مضطر وہ ہے میرے لئے مضطر — زیادہ مجھ سے آشفتہ مرا دل سوز رہتا ہے

خوشی ہے عید ہے اغیار میں جلسے ہیں یا غم ہیں یہاں تو رات دن نوروز ہی نوروز رہتا ہے
کبھی کچھ غم اٹھایا ہو تو جانیں آپ کیا جانیں کہ کس کس غم میں آلودہ یہ غم اندوز رہتا ہے

طلب ہے چاہنے والوں سے امتحانوں کی بُری بنی ہے خدا خیر کرے جانوں کی
خدا کرے ابھی اسے باغباں گرے بجلی ترے چمن کو لگے آگ آشیانوں کی
تڑپ تڑپ کے یہ کم بخت صبر کر نہ سکے خرابیاں ہیں محبت میں نوجوانوں کی
قدم قدم ہے تری چال کا نیا انداز مگر نہ ایک روش ہے سب آسمانوں کی
انھیں تو کھیل تلوّن مزاجیاں لیکن یہاں تو روز ہے شامت مزاج دانوں کی
کسی لحاظ سے نالہ نہیں کیا ہم نے وگرنہ کون سی بنیاد آسمانوں کی

بے گناہوں کو سزا دیتے ہو اللہ اللہ بے خطا کہتے ہو ہاں ہاں کہ خطا تم نے تو کی
ہم نے جو کی وہ بُری کی یہ تو سچ ہے لیکن تم تو اچھے ہو چلو ہم سے وفا تم نے تو کی
چار دن بھی کہیں آرام نہ پایا اے داغ
بے وفاؤں پہ نہیں جان فدا تم نے تو کی

جفا کی ان بتوں نے یا وفا کی دیا دل اب تو جو مرضی خدا کی
ہمارا درد دیکھا جائے کس سے ہمیشہ روح کھنچتی ہے دوا کی
تم لتنے ہو کہ دو سکے ہم تو تعزیر نہیں کی تو بھی ہاں ہم نے خطا کی
کھلا اُن کی جفا کا کچھ نہ باعث مگر اتنا کہ کیوں ہم نے وفا کی
لڑے ہیں غیر سے غصہ ہے مجھ پر کوئی پوچھے تو میں نے کیا خطا کی
رہی یاں صلح پر بھی جنگ باہم طبیعت اُن سے مل مل کر لڑا کی
ابھی اقرار اس کا ہو چکا تھا اِدھر دیکھو تو ہم سے پھر حیا کی

اے فلک دے ہم کو پورا غم تو کھانے کیلئے وہ بھی حصہ کر دیا سارے زمانے کے لئے
سرگزشت اپنی فسانہ ہے زمانے کے لئے گم ہوئے تھے ہم جہاں سے یاد آنے کے لئے
پاس اپنے دل کے رہنے دیجئے میرا بھی دل اک خوشی کو چاہیے اک غم اٹھانے کے لئے
بس رہا ہے جی میں تو وہ نازنیں نازک مزاج اب کہاں سے لائیے دل چوٹ کھانے کے لئے

قتل دشمن کا نہیں مشکل بہت آسان ہے ۔۔۔ چاہئے اک دوست مجھ سا دل بڑھانے کے لئے
تم سمجھ کر اک وفا حصے میں اپنے آ گئی ۔۔۔ تم نے خوبی کون سی چھوڑی زمانے کے لئے
آ گیا کچھ یاد، دل بھر آیا، آنسو گر پڑے ۔۔۔ ہم نہ روئے تھے تمھارے مسکرانے کے لئے
مر گئے تو مر گئے ہم عشق میں، ناصح کو کیا ۔۔۔ موت آنے کے لئے ہے جان جانے کے لئے

داغ جنت کو سدھارا کب، اُسی کوچے میں ہے
در جائے پاؤں اپنے کیوں تھکانے کے لئے

منصفی دنیا سے ساری اُٹھ گئی ۔۔۔ اے بتو ایمان داری اُٹھ گئی
دل سے وہ بے اختیاری اُٹھ گئی ۔۔۔ اب تمنا ہی تمھاری اُٹھ گئی
وہ سوم میں میرے کب آئے کہ جب ۔۔۔ بیٹھ کر مخلوق ساری اُٹھ گئی
رہ گئے لاکھوں کلیجا تھام کر ۔۔۔ آنکھ جس جانب تمھاری اُٹھ گئی
جب ہوا سجدے میں اُس بت کا خیال ۔۔۔ خود بخود گردن ہماری اُٹھ گئی
ہم کھچے ایسے کہ آخر اُن کو بھی ۔۔۔ اب توقع ہی ہماری اُٹھ گئی

اے حشر کچھ انصاف بھی ہوگا کہ نہ ہوگا ۔۔۔ بے فائدہ آیا ہے جو سوتوں کو جگانے
جب دل میں تمھارے ہی نہیں گھر تو کہاں گھر ۔۔۔ کیا پوچھتے ہو خانہ خرابوں کے ٹھکانے
انداز کہے دیتے ہیں کشتے کے تمھارے ۔۔۔ لوٹا ہے اسے ناز نے مارا ہے ادا نے

یہ شیشہ نہیں وہ کہ جس میں پری ہے ۔۔۔ فقط دل میں حسرت ہی حسرت بھری ہے
اشارے اُن آنکھوں کے جاں بخش ٹھہرے ۔۔۔ یہ اعجاز ہے یا کہ افسوں گری ہے
اُسے دیکھ کر دل میں قائل ہے ناصح ۔۔۔ مگر بات کیا ہے سخن پروری ہے
ہوئے طور بے طور الفت میں دل کے ۔۔۔ قضا اک نہ اک روز آگے دھری ہے
گوارا نہیں دل کی شرکت بھی ہم کو ۔۔۔ محبت میں یاں تک طبیعت بھری ہے
کہاں اُس میں تیری سی محشر خرامی ۔۔۔ لتاڑا ہوا تیرا ایک ایک دری ہے
صبا بن گئی چور بادی چمن میں ۔۔۔ کہ غنچے کی مٹھی جو زر سے بھری ہے
دلاسا بھی دیتے نہیں عاشقوں کو ۔۔۔ یہ کیا دل وہی ہے یہ کیا دلبری ہے

سر وہ سر ہے کہ جو دلدار کے در تک پہنچے / دل وہ آئینہ ہے جو اُس کی نظر تک پہنچے
شعبدے چال نے تیری، تری آنکھوں کو سکھائے / فتنے رفتار سے اُٹھ اُٹھ کے نظر تک پہنچے
زلف آہستہ جھٹکئے، مرا جی ڈرتا ہے / دیکھئے ہاتھ کا جھٹکا نہ کمر تک پہنچے

یہ نہ ہوگا کہ تجھے اُس کے عوض دوں یہ بھی / دل فقط بوسے کی قیمت ہے جگر بڑھتی ہے
اس قدر بھی جو نہ ہوتی تو نہ ہوتی ثابت / زلف کے تار سے کچھ اُن کی کمر بڑھتی ہے

صبر آنا تو محبت میں بہت مشکل ہے / موت بھی تو نہیں اس کو یہ وہ کافر دل ہے
حشر کے دن تو ملو گے، یہ کیا میں نے سوال / سوچ کر دیر میں ظالم نے کہا مشکل ہے
وہ زمانہ ہی گیا آپ کی دل جوئی کا / کہ تلاشیں تھیں زمانے میں کہیں بھی دل ہے

ہر گھڑی مجھ کو قسم غیر کی دی جاتی ہے / وصل میں اُن کی نئی چھیڑ چلی آتی ہے
راستی پر کبھی آنے کا نہیں اُن کا مزاج / اب بھلا کوئی طبیعت سے کجی جاتی ہے
اک ترا نام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجھ کو / اک مری بات کہ برسوں میں سنی جاتی ہے

میرا چاہا نہ خدا نے کبھی چاہا اے **داغ**
غم تو بڑھتا ہے مگر عمر گھٹی جاتی ہے

چارہ گر ہم ہوش میں آئیں گے کیا تدبیر سے / عقل دیوانی نہیں باندھیں جسے زنجیر سے
ہر خطاوار آپ کے احسان کا مارا گیا / عفو کرنا جرم کا بڑھ کر ہوا تقصیر سے
شکر ہے اے دل کہ اُن کو غصہ آکر رہ گیا / آ گیا تھا موت نے پر بچ گئے تقدیر سے
بے قراری کا بُرا ہو منفعل قاتل سے ہوں / اک جگہ ٹھہرا نہ میں بچ بچ گیا ہر تیر سے
پڑ گئی کیوں کر الٰہی دل میں اُس بت کے گرہ / بچ رہا تھا کون سا عقدہ مری تقدیر سے
ہر سخن میں گرچہ سو پہلو بچاتا ہوں مگر / آرزوئیں ٹپکی پڑتی ہیں مری تقریر سے
گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج / اے دعا مل جا کسی اُٹھتی ہوئی تقدیر سے

داغ جلنے کے لئے کافی ہے اُس کی بزم میں
کاٹ ڈالے کوئی پروانے کا سر گل گیر سے

ہوتی نہ وہ گلی تو بہلتا نہ دل مرا / ملتا اگر زمیں کے عوض آسماں مجھے

افسانہ کہکے اُس کو سلاؤں تمام رات — تو گر ہی رکھ لے کاش ترا پاسباں مجھے
دل خط میں رکھ دیا بھی تو کیا فائدہ ہوا — قاصد کا ہے سوال کہ دے تو زباں مجھے

دل کیا کھُلے مرا کہ تری زلف کی طرح — مضبوط اک گرہ ہے گرہ پر لگی ہوئی
میرا ہی سا ہو حال تمہارا بھی ناصحو — چیٹک تمھیں بھی عشق کی ہو گر لگی ہوئی
ناقوس بت کدے میں تو کعبے میں ہے اذاں — ہے یاد میرے یار کی گھر گھر لگی ہوئی

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری — لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
پوچھتے ہیں وہ مری بات تو یوں پوچھتے ہیں — کہتے ہیں کون ہے تو کیا ہے حقیقت تیری
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم — بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری
عدم آباد کو جاتے ہیں بشر خالی ہاتھ — مجھ کو ہے ناز کہ لے جاؤں گا حسرت تیری
یار غمخوار مرے حال کو سب پوچھتے ہیں — اور پھر پوچھ کے سب کہتے ہیں قسمت تیری
ہے رقیبوں کی زباں پر بھی ستم کا شکوہ — تو بھی مجبور ہے جاتی نہیں عادت تیری

کوئی دیوانہ رہا کوئی رہا سودائی — بو تری زلف کی کیا کیا نہ جنوں خیز رہی
گو کہ تیزی ہے طبیعت میں تمہاری اے داغ
بات پر سامنے اُس کے نہ کبھی تیز رہی

نکلو حسرتیں ملی ہیں مرے ساتھ خاک میں — مٹی بھی دی تو اُن کو اسی خاکسار نے
میں نے تو جان دی تھی بہانے سے موت کے — بدنام کر دیا اُسے ہر سوگوار نے
مجھ سے ہے یہ گلہ کسی وعدہ خلاف کو — جھوٹا بنا دیا ہے ترے اعتبار نے
وہ بات ہی نہیں وہ ملاقات ہی نہیں — نادان جب اُبھار دیا تجھ کو پیار نے
کہتے ہیں مجھ سے وصل میں کیوں تجھکو یاد ہیں — رو رو کے پیٹ پیٹ کے وہ دن گزار نے

چلے ہو لے کے دل ہمراہ تم آنا یہاں پھر بھی — کرم کرنا ہمارے حال پر اے مہرباں پھر بھی
عشق آیا ہاتھ کا ہے تیغ کے ٹکڑے ہوئے آخر — کہو تو سخت جانوں کا کروگے امتحاں پھر بھی
دیئے ہیں امتحاں کیا کیا کوئی انصاف تو پوچھے — ہاں وہ بے مروت ہائے ہم سے بدگماں پھر بھی

عدم کہتے ہیں اُس کوچے کو اے دل — ادھر آ بے خبر جاتا کہاں ہے

کہوں کس منہ سے میں تیرے دہن ہے　　جو ہوتا تو کدھر جاتا کہاں ہے
ترے جاتے ہی مر جاؤں گا ظالم　　مجھے تو چھوڑ کر جاتا کہاں ہے
کہاں جاتا ہے قاصد اُس کے در تک　　خدا جانے کہ مر جاتا کہاں ہے
ہمارے ہاتھ سے دامن بچا کر　　ارے بیداد گر جاتا کہاں ہے
تری چوری ہے سب میری نظر میں　　چُرا کر تو نظر جاتا کہاں ہے

تمنا وصل کی اک رات میں کیا اے صنم نکلے　　قیامت تک یہ نکلے گر نہایت کم سے کم نکلے
خدا ہے حشر کے دن التجا تیری نہ مانوں میں　　مرے منہ سے نہیں نکلے ترے منہ سے قسم نکلے
ہوئے مغرور وہ جب آہ میری بے اثر دیکھی　　کسی کا اس طرح یارب نہ دنیا میں بھرم نکلے
مبارک ہو یہ گھر غیروں کو تم کو یا سبا تم کو　　ہمارا کیا اجارہ ہے نکالا تم نے ہم نکلے
نہ اُٹھے مر کے بھی ایسے ترے کوچے میں ہم بیٹھے　　محبت میں اگر نکلے تو ہم ثابت قدم نکلے
سمجھ کر رحم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا　　مگر تم تو بلا نکلے غضب نکلے ستم نکلے
نہ نکلا دل ہی سینے سے نہ پیکاں ہی جدا نکلا　　اگر نکلے تو دونوں آشنا ہو کر بہم نکلے
بُرا ہو اس محبت کا کہ اس نے جان سی کھویا　　لگا دل اُس ستمگر سے اجل کا جس سے دم نکلے

عشق کا لطف غم سے اُٹھتا ہے　　غم جو اُٹھتا ہے ہم سے اُٹھتا ہے
فتنہ اُن کے قدم سے اُٹھتا ہے　　ہر قدم کس ستم سے اُٹھتا ہے
ظلم تیرا اُٹھائے جاتے ہیں　　جب تک اے یار ہم سے اُٹھتا ہے
ہم نے کیجے جفا و فا آمیز　　کہ ستم بھی کرم سے اُٹھتا ہے
گو قیامت اُٹھے مگر یہ دل　　کوئی بیت الصنم سے اُٹھتا ہے

الٰہی باتوں سے تو بہتر ہے خموشی واعظ　　کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے
مانگتا ہے مرے جینے کی دعائیں ظالم　　جان کرتی ہے خفا جان سے بیزار مجھے

اسے کچھ جانتے ہیں دوست میرے　　محبت کو عدو کیا جانے کیا ہے
ہمارے اور اُن کے دل ہی واقف ہیں　　ہمیشہ گفتگو کیا جانے کیا ہے
ستم میں کیا تامل مجھ کو لیکن　　لحاظ اُس سے کینہ جو کیا جانے کیا ہے

جہاں میں داغ نے دیکھا ہے کس [illegible] کو
یہ تکتا چار سو کیا جانے کیا ــــ ہے

بلا سے نامے کو ثابت اگر نہیں رکھتے
وہ تیرے [illegible] منہ پہ تو کچھ نامہ بر نہیں رکھتے

گلی میں یار کی جانا ہے جان سے جانا
جو پانو [illegible] رکھتے ہیں وہ تن پہ سر نہیں رکھتے

جو ہوگی ہم پہ عنایت تو کیا غضب ہوگا
کہ کیا [illegible] بشر سے محبت بشر نہیں رکھتے

رہا اگر نہ مجھے ہوش عشق میں نہ رہا
تمھا [illegible] را دل ہے کہاں تم خبر نہیں رکھتے

ــــــ ۓ ــــــ

دوست خوش ہونے لگے دوست کو مر جانے سے
غم [illegible] یہ کال پڑا ہے مرے غم کھانے سے

چور ہو جاؤں مگر جاؤں نہ مے خانے سے
عہد [illegible] شیشے سے تو پیمان ہے پیمانے سے

روح کس مست کی پیاسی گئی مے خانے سے
[illegible] اڑی جاتی ہے ساقی ترے پیمانے سے

کہیں دیکھی نہ سنی ایسی تو ٹھنڈی مٹی
بجھ گیا اور بھی ناصح مرے بھڑکانے سے

خود فراموش کیا یاد نے تیری اچھا
رہ گئی اپنی مصیبت مجھے یاد آنے سے

یہ بھی دشمن ہی کے حصے میں سہی اے تقدیر
کام کیا اُس کے تصور کو یہاں آنے سے

خوں بہا کی ہے عبث فکر مرے قتل کے بعد
اب دعا کیجئے کیا فائدہ گھبرانے سے

پند گو دیکھ ذرا ہاتھ تو رکھ کر دل پر
لگ گئی آگ زیادہ تری سمجھانے سے

فکر ہے دوست کو احوال سناؤں کیونکر
ٹکڑے ہوتا ہے کلیجا مرے افسانے سے

وہی وحشت ہے وہی خار وہی ویرانہ
دشت کس بات میں اچھا مرے ویرانے سے

سختیاں کھینچنے کی ہو گئی عادت دل کو
بت چلے آئیں نہ کچھ کر کہیں بت خانے سے

ڈر ہے تاثیر نہ کر جائے کسی کی فریاد
کان بھر لیجئے پہلے مرے افسانے سے

شکل ثابت نظر آتی نہیں عمامے کی
شیخ نے بدلی ہے پگڑی کسی مستانے سے

کر دیا صاف الگ دل نے ہمیں نفرت ہے
ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں بیگانے سے

اُس کی بے داد نے چھوڑی نہیں عالم میں جگہ
نالے گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں دیوانے سے

ایک چلو میں بہت داغ بہک اُٹھتے تھے
آج سنتے ہیں نکالے گئے مے خانے سے

تھے مکدر تو کدورت نے رکھا تھا برباد — صاف ہو اب تو صفائی نے مٹا رکھا ہے

کس کس کا داغ اے ستم آرا اٹھائیے — دل کا اٹھائیے کہ جگر کا اٹھائیے
عادت نہ جائے گرچہ قیامت ہی کیوں نہ آئے — ملنے کے بعد پھر کوئی جھگڑا اٹھائیے
ہم بھی بھرے ہوئے ہیں کہ ہیں چھڑنے کی دیر — بہتر ہمیں نکالئے اچھا اٹھائیے
الفت کا داغ تک بھی نہ دیجے رقیب کو — دولت یہ وہ نہیں جسے بیجا اٹھائیے
انداز یہ کہ جان نہیں چھوڑنے کے آپ — تاکید یہ کہ ناز ہمارا اٹھائیے

غیر کی اُس بزم میں توقیر پھر پیدا ہوئی — دل کو میرے کاہش اے تقدیر پھر پیدا ہوئی
ہوگئی تھی گم جو اک مدت سے دل کی آرزو — سُن کے تیری پیار کی تقریر پھر پیدا ہوئی

گالیوں میں ادا نکالی ہے — بات میں بات کیا نکالی ہے
دردمندوں کو قتل کرتے ہو — واہ اچھی ادا نکالی ہے
نام نکلا جہاں میں پردہ نشیں — یہ کہاں کی حیا نکالی ہے
دل جو واپس طلب کیا تو کہا — یہ نئی التجا نکالی ہے
بات کیسی وہ ہو گئے ہیں خفا — منہ سے جب اف ذرا نکالی ہے

داغ معجز بیاں ہے کیا کہنا
طرز سب سے جدا نکالی ہے

خاک ہو کر کسی کوچے میں ہمیں جانا تھا — آج کیا جانئے کدھر کی ہے ہوا کون سی ہے
گو بُرا ہوں مگر اچھا ہوں کہ چاہا تم کو — میری تقصیر ہے کیا میری خطا کون سی ہے
ناز کرتے ہیں وہ ہر ناز پہ یہ کہہ کہہ کر — اس کو کہتے ہیں ادا اور ادا کون سی ہے

کیا کہوں گا جو کہا اُس نے کہ اچھا کہئے
بات اے داغ محبت کے سوا کون سی ہے

مانا کہ عداوت ہی سہی غیر سے لیکن — اتنے بھی نہیں آپ کہ بے داد کریں گے
نالوں سے مرے دیکھئے اب آئی قیامت — چھیڑا تھا کسے آپ بھی کیا یاد کریں گے

راز الفت کا نہ ہر اک ہم نشیں سے پوچھئے — ہم ہمیں کچھ جانتے ہیں ہم ہمیں سے پوچھئے

اُن سے پوچھی وصل کی صورت تو فرمانے لگے
پوچھئے اس کو تو صورت آفریں سے پوچھئے

کچھ نہ ہو تیری محبت میں پر اتنا ہو جائے
کہ تری بدمزگی مجھ کو گوارا ہو جائے

بزم میں آپ بھی ہیں دوست بھی ہیں دشمن بھی
امتحان آج جو ہونا ہے ہمارا ہو جائے

آسماں سے بھی شکایت نہ کروں میں کیا خوب
میرا چاہا تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے

وصل کے عیش میں سب ہجر کا غم بھول گئے
یاد رکھنا تھا ہمیں جس کو وہ ہم بھول گئے

لے کے دل آپ جگر چھوڑ گئے سینے میں
اک رقم یاد رہی ایک رقم بھول گئے

کچھ کم نہ تھی خرام سے گردش نگاہ کی
بیٹھے رہے وہ تو بھی تو فتنے اٹھا گئے

تعزیر دے کے آپ نے عادت بگاڑ دی
دل مانتا نہیں کہ رہوں بے خطا کئے

مدت میں نامہ بر کو بنایا ہے قصہ خواں
برسوں ترا جواب ہم اُس سے سنا کئے

رکھا تھا دل میں ہم نے کہ جانے نہ پائیں گے
وہ خواب میں رقیب سے چھپ کر ملا کئے

اے داغ ہم نے ہاتھ دعا سے اٹھا لیا
تقدیر کا ملے گا بغیر التجا کئے

بہم دشمن بھی ہوں یکجا تو الفت ہو ہی جاتی ہے
یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے

مصیبت گر کسی پر ہو مصیبت ہی کا خوگر ہو
اگر کیسا ہی مضطر ہو قناعت ہو ہی جاتی ہے

حیا گر منہ چھپاتی ہے ادا پردہ اُٹھاتی ہے
یہ شوخی کب بٹھاتی ہے قیامت ہو ہی جاتی ہے

تجھے کب صبر اے بدخو کہوں کچھ گر کسی پہلو
ابھی قابو سے بے قابو طبیعت ہو ہی جاتی ہے

بنی ہے عمر بھر کس کی یہ ہے دل کی غلط فہمی
عداوت کیا نہیں ہوتی عداوت ہو ہی جاتی ہے

ہوا کیا وصل سے حاصل حیا ہے درمیاں حائل
ہمارے واسطے نازل مصیبت ہو ہی جاتی ہے

نہ رکھ تو داغ کو نالاں سمجھ تو وہ بھی ہے انساں
کہ ان باتوں سے اے ناداں کدورت ہو ہی جاتی ہے

وہ نگہ راہ پر نہیں آتی
نظر آتی نظر نہیں آتی

دلبروں پہ طبیعت آتی ہے
اس طرح اس قدر نہیں آتی

گو طبیعت ہے اس کی ہرجائی
پہ مری راہ پر نہیں آتی

قتل پر اپنے باندھ دیتے ہم ۔۔۔ ہاتھ اُن کی کمر نہیں آتی
دل کے لینے کی گھات ہے کچھ اور ۔۔۔ یہ تجھے مفت بر نہیں آتی
حال معلوم ہے قیامت کا ۔۔۔ بات کہنے میں پر نہیں آتی
آگے آتی تھی یاد بھی تیری ۔۔۔ اب کبھی بھول کر نہیں آتی

گل ہرے ہو گئے چمن میں داغ
تجھ پہ رونق مگر نہیں آتی

غضب ہے جس کو وہ کافر نگاہ میں رکھے ۔۔۔ خدا نگاہ سے اُس کی پناہ میں رکھے
پنھایا ہار گلے کا پھر اُس پہ یہ طرہ ۔۔۔ کہ پھول غیر کی تم نے کلاہ میں رکھے

خدا سے عشق میں اے داغ بت کی یاد رہی
ثواب ہم نے ملا کر گناہ میں رکھے

شوخی ہیں اُن کی چھیڑ ہے کچھ اضطراب کی ۔۔۔ گھر کر گئی وفا کسی خانہ خراب کی
غصے نے اور رنگ ترا سرخ کر دیا ۔۔۔ اچھی بنی بگاڑ میں صورت عتاب کی
پھرتا ہے چرخ دل میں کدورت بھرے ہوئے ۔۔۔ اب خاک چھان کر مری مٹی خراب کی
محشر میں توبہ توڑ کے میں جیت جاؤں گا ۔۔۔ زاہد سے مجھ سے شرط ہوئی ہے شراب کی
جب کہیں جان سے میں ہو کے خفا جاتا ہوں ۔۔۔ منتوں سے مجھے تقدیر منا لاتی ہے

مجھ کو اے داغ کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں
تجھ کو کم بخت یہاں تیری قضا لاتی ہے

بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے ۔۔۔ ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے
تم زندہ ہمیں چھوڑ کے گھر جاؤ نہ شب کو ۔۔۔ مردے کو بھی انسان کے تنہا نہیں رکھتے
سچ ہے کہ نہیں ڈوب گئیں اپنی وفائیں ۔۔۔ ہم تم پہ کسی طرح کا دعوا نہیں رکھتے
بت پاک ہو سفاک ہو جو کچھ ہو تم ہو ۔۔۔ بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے
اچھا ہو تو کیا جانے کرے کیا یہ برائی ۔۔۔ ہم جان سے دل کو کبھی اچھا نہیں رکھتے
سنتے ہیں خوشی بھی ہے زمانے میں کوئی چیز ۔۔۔ ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں کدھر ہے وہ کہاں ہے

دل میں تُو دیتا ہے جیسے دلدار سمجھ کر — کیوں تم وہی معشوق ہو یا مجھکو گماں ہے
واعظ وہ فضا کیا ہے زمانے سے نرالی — فردوس بھی اک باغ ہے جنت بھی مکاں ہے

تو قیامت کی چال کرتا ہے — بے چلے پائمال کرتا ہے
اُس کے انداز دیکھے کیا ہوں — ناز جس کا خیال کرتا ہے
دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں — کوئی جانے سوال کرتا ہے
تیغ کرتی ہے خون اے قاتل — مفت تو ہاتھ لال کرتا ہے
یہ ستم کب نصیب ہوتے ہیں — مجھکو ظالم نہال کرتا ہے
داغ سے اور مدعی اُلجھے!
وہ تمھارا خیال کرتا ہے

سودا ہے جو دل دے کے خریدار سے اُلجھے — سلجھے ہوئے ہم سے نہ کبھی یار سے اُلجھے
اُلجھاؤ سے اُلجھاؤ ہیں اس عشق میں یارب — دلدار سے الجھے تھے کہ اغیار سے اُلجھے
کیوں آنکھ لڑے کیوں ہو یہ اس دل کی حقیقت — آفت میں پھنسے مجھ سے ترے یار سے اُلجھے
کھلتے نہیں تم داغ اُلجھی ہے طبیعت
اچھے کسی عیّار سے مکّار سے اُلجھے

تمھارے کوچے میں کیا تازہ گل کھلائے کوئی — صبا جب آتی ہے گلزار ہوتی آتی ہے
ازل کے دن سے ہے مٹی خراب عاشق کی — یہ مشت خاک نہیں خوار ہوتی آتی ہے
الٰہی خیر ہو وہ خشم ناک آتے ہیں — کچھ اپنے آپ ہی گفتار ہوتی آتی ہے
کسی نے داغ ترے لے نہیں اُٹھائے ستم
نہیں سلف سے مرے یار ہوتی آتی ہے

موت آتی ہے قیامت کو یہاں تک آنے — پیچھے پیچھے کسی دامن کے لگی پھرتی ہے
غیر کے رنج کی مجھ کو نہ خوشی کیونکر ہو — آپ کیا پھرتے ہیں تقدیر مری پھرتی ہے
ہے مرے قتل سے قاتل کی خوشی کو بھی خوشی — موجیں کرتی ہوئی ہونٹوں میں ہنسی پھرتی ہے

جہاں لگ گئی کارگر ہو گئی — مری آہ تیری نظر ہو گئی

نہ آئے محبت کے کوچے میں خضر
خدا جانے کیوں کر بسر ہو گئی

کمی کی نہ کچھ شوق نے قتل میں
اُدھر ہی سے کچھ درگزر ہو گئی

فرشتے ہوں مخبر تو کیا کیجئے
یہاں بات کی واں خبر ہو گئی

وہاں جھوٹے وعدے پہ لب ہل گیا
توقع یہاں کس قدر ہو گئی

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید
تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

نہ دل میں غیر آتا ہے نہ صاحب خانہ آتا ہے
نظر چاروں طرف ویرانہ ہی ویرانہ آتا ہے

مری مژگاں سے آنسو پونچھتا ہے کس لیے ناصح
ٹپک پڑتا ہے خود جو اس شجر میں دانہ آتا ہے

یہ آمد ہے کہ آفت ہے نگہ کچھ ہے ادا کچھ ہے
الٰہی خیر مجھ سے آشنا بیگانہ آتا ہے

سکندر آئینے سے جام جم سے خوش نہ ہوتا تھا
کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا
تجھے اے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

قول تیرا شوق میرا چاہیے
جھوٹ سچ کے واسطے کیا چاہیے

ہو سکے کیا اپنی وحشت کا علاج
تیرے کوچے میں بھی صحرا چاہیے

گو تری نظروں سے گل گر ہی پڑیں
آج تو کوئی سہارا چاہیے

ہر طرف ہے تیرے بیماروں کا شور
ہر گلی میں اک مسیحا چاہیے

کیوں نہ پھیلائے میکشوں کے سر پہ ابر
کچھ گنہ گاروں کا پردا چاہیے

تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے

دل کی جانب سے تغافل کیوں ہو
قرض داروں پر تقاضا چاہیے

کیوں نہیں دیتے تسلی داغ کو
اُس سے لیجے گر تمنا چاہیے

کس طرح ظاہر کروں حسرت جو مکنون دل میں ہے
جس طرح غنچے میں بو ہے آرزو یوں دل میں ہے

دیکھتے رہ جاؤ گے گر کوئی لٹکا چل گیا
جو تمھاری آنکھ میں ہے یاں وہ افسوں دل میں ہے

اس محبت کا برا ہو ایک کو راحت نہیں
دل مکدر سینے میں ہے جان، محزوں دل میں ہے

وائے بے گانگی طبیعت کی — کہ ادھر سے کبھی ادھر نہ ہوئی
اس نزاکت سے قول اس نے دیا — ہاتھ کی ہاتھ کو خبر نہ ہوئی
وعدہ اس نے کیا وفا نہ کیا — دل کو تسکین ہوئی مگر نہ ہوئی
حال وہ کیا جو حشر میں نہ کہا — بات وہ کیا جو وقت پر نہ ہوئی
کس کے جلوے نے کر دیا محجوب — آنکھ کے سامنے نظر نہ ہوئی
نہیں معلوم کس کے دل میں رہی — کبھی ظاہر تری کمر نہ ہوئی
غیر محفوظ ہے ہر آفت سے — شدنی بھی تو عمر بھر نہ ہوئی
دل جلے دفن ہو گئے جس میں — ابر سے وہ زمین تر نہ ہوئی

کیا تلوّن مزاج ہو اے داغ
چار دن بھی کہیں بسر نہ ہوئی

یوں تو اے ابر پتا بھی نہیں ملتا تیرا — توبہ کرتے ہی چھلکتی ہے سیاہی تیری
عمر بھر تو نے بھلائی کبھی چاہی میری — جیتے جی میں نے برائی کبھی چاہی تیری
دونوں ہاتھوں سے جگر تھام لیا ناصح نے — میں نے فریاد جو کی داد جو چاہی تیری
ناصحا کہہ دے محبت میں خدا لگتی مجھے — مدعی لاکھ یہ بھاری ہے گواہی تیری
سچ تو یہ ہے کہ برا حال برا ہوتا ہے — غیر نے مجھ سے کہا ہے تباہی تیری

ہم نے اے داغ سفارش میں کمی کون سی کی
پر برائی تری تقدیر نے چاہی تیری

صبر کیا آئے مجھے سانس بمشکل آئے — تو تو انسان ہے پتھر پہ اگر دل آئے
ہائے وہ جان بچانے کا زمانہ نہ رہا — اب تو اس بات کا رونا ہے کہیں دل آئے
خواب میں بھی کبھی تنہا نہیں دیکھا تم کو — دل میں بھی آئے تو اغیار کے شامل آئے
غیر معشوق ہو مجھ سا بھی تو الفت نہ کروں — ایسا آنا ہے تو مجھ پہ بھی مرا دل آئے
اس نزاکت پہ گئے غیر کے گھر چین سے تم — ہم اگر آپ میں آئے تو بمشکل آئے
مل گئے راہ میں مجھ کو یہ بڑی خیر ہوئی — لوگ جو دیکھنے شب کو تری محفل آئے

کیا کہیں کس سے کہیں جا کے وہاں کیا گذری ‏ یار کہتے ہیں مبارک ہو تمھیں بل آئے
کس تبسم سے مل جاتی ہیں آنکھیں دیکھو ‏ کس مسرت سے مری موت کا غم ہوتا ہے
حشر میں پوچھنے پھرتے ہیں وہ ایک ایک سے یہ ‏ یاں کہیں بھی کسی عاشق پہ ستم ہوتا ہے
سنبھال کر کوئی لے جائے اُس کے پاس مجھے ‏ بٹھائے دیتی ہے اک اک قدم پہ یاس مجھے
بٹھا کے بزم میں اپنی سباک نہ کر اتنا ‏ نہ لے اُڑیں کہیں ظالم مرے حواس مجھے
غضب میں آ گئے جنت کے رہنے والے بھی ‏ اُداس ہو گئے سب دیکھ کر اُداس مجھے
دیا ہے زہر مرے چارہ گر نے تنگ آکر ‏ دوا تو خوب ملی ہے جو آئے راس مجھے

چوٹ دل کی وہیں اُبھر آئی! ‏ جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی
آئنہ کیوں نہ ہو جمال ترا ‏ اپنی صورت مجھے نظر آئی
تم سے تو واسطہ ہی کچھ نہ رہا ‏ اب طبیعت رقیب پر آئی
میرے مرقد پہ مجھ سے کہتے ہیں ‏ کیوں تجھے نیند اس قدر آئی

صدمہ پہنچا جگر کا دل تک داغ
ایک کی چوٹ ایک پر آئی

مطلب کی تم سنو تو ذرا کوئی کچھ کہے ‏ جب بے سنے خفا ہو تو کیا کوئی کچھ کہے
ہم آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتے ہیں گالیاں ‏ کانوں کو پڑ گیا ہے مزا کوئی کچھ کہے
کم بخت نامراد تو مدت سے ہے خطاب ‏ جی چاہتا ہے اس سوا کوئی کچھ کہے
ناصح کہے سُنے پہ ہمارا نہیں عمل ‏ جو جی میں آگیا وہ کیا کوئی کچھ کہے

اے داغ اس کی بزم میں ہم گل کھلائیں گے
اس کا ہے انتظار ذرا کوئی کچھ کہے

تجھ کو عشاق پر نظر بھی ہے ‏ میرے جیتوں کی کچھ خبر بھی ہے
کیا کروں برق ہے جو نالے آہ ‏ تجھ میں کم بخت کچھ اثر بھی ہے
اس کے انداز سن لئے قاصد ‏ عشوہ گر ہے تو فتنہ گر بھی ہے
لکھ کے خط پوچھتا پھرا گھر گھر ‏ کوئی دنیا میں نامہ بر بھی ہے

کیسے گھبرائے وہ جو میں نے کہا — لٹ گیا دل مرا خبر بھی ہے

مرے کوچے میں وہ کن شوخیوں سے جابجا ٹھہرے — بڑھے بڑھ کر تھمے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے
تغافل کی نہ ٹھہرے آج قاتل فیصلا ٹھہرے — نہیں تلوار تو فقرہ کوئی چلتا ہوا ٹھہرے
تسلی دل کو جو دیتے ہیں کیسے لوگ ہیں یا رب — جگر ہی جب نہ ٹھہرے تو جگر پر ہاتھ کیا ٹھہرے
اڑا جاتا ہے مطلب کیا لکھوں خط میں اسے قاصد — پریشانی ٹھہرنے دے تو دل میں مدعا ٹھہرے
وہی انسان پورا ہے اسی کے ہم تو قائل ہیں — بھلوں میں جو بھلا ٹھہرے بروں میں جو برا ٹھہرے
صبا تجھ کو تو غنچے چٹکیوں ہی میں اڑا دیتے — جو نکہت خود ہو آوارہ تو ٹھہرائے سے کیا ٹھہرے

کون تسنیم کے جھینٹوں میں عبث شاد رہے — کچھ کبھی یاں بھی نہیں مے کدہ آباد رہے
اس کے پھندے میں پھنسے دیکھیے کیونکر نکلیں — جو نہ آزاد رہے اور نہ آزاد رہے
کوئی پہلو تو رہے کھکے پلٹ جانے کا — آنکھ سے وہ نہ رہے لب سے جو ارشاد رہے
خلد میں بھی نہ لگا دل ترے دیوانوں کا — یاں رہے واں رہے ویراں رہے آباد رہے
رنج وہ رنج ہے جس میں نہ بتوں کو بھولیں — عیش وہ عیش ہے جس میں نہ خدا یاد رہے
تنگ آیا تو مرے منہ سے شکایت نکلی — لب پہ آئی ہوئی کیوں کر ستم ایجاد رہے

تم نے اے داغ محبت سے کیا ہے انکار
یہ سخن یاد رہے یاد رہے

منا لیتے ہیں ہر مظلوم کو وہ عذر خواہی سے — گنہ گاروں کو نفرت ہو گئی ہے بے گناہی سے

خوب اب دیکھ لئے طور تمہارے ہم نے — دن مصیبت کے گزارے تو گزارے ہم نے
پاس غیروں کے بٹھا کر یہ دکھایا تم نے — سر پہ دیکھے نہ تھے چلتے ہوئے آرے ہم نے
چوٹ کیا کیا نہ لگی دل پہ ہمارے لیکن — درد پر درد محبت کے سہارے ہم نے

مرا ذکر ان سے جو آگیا کہ جہاں میں ہے ایک باوفا — تو کہا کہ میں نہیں جانتا مرا دور ہی سے سلام ہے
رہیں کوئی دم جو لڑائیاں نہیں ان نگاہوں سے درمیاں — تو ہمارے دل کا بھی جھگڑا کوئی پل میں قصہ تمام ہے
وہ ستم سے ہاتھ اٹھائے کیوں وہ کسی کا دل نہ دکھائے کیوں — کوئی اس میں مر ہی نہ جائے کیوں اسے اپنے کام سے کام ہے
ہوئیں مدتیں کہ نہیں خبر وہ کدھر ہیں اور ہیں ہم کدھر — نہ ہے نامہ بر نہ پیام بر نہ سلام ہے نہ پیام ہے

کہاں تھے رات کو ہم سے ذرا نگاہ ملے
تلاش میں ہو کہ جھوٹا کوئی گواہ ملے

مرے خرابے میں آکر وہ چوکڑی بھولے
کہ پھر نہ خانہ خرابی کو گھر کی راہ ملے

ترا دل آئے کسی پر تو عرش ہل جائے
اثر تلاش میں ہے اس طرح کی آہ ملے

تمھارے کوچے میں ہر روز وہ قیامت ہے
کہ سایہ ڈھونڈھ رہا ہے کہیں پناہ ملے

ترا غرور سمایا ہے اس قدر دل میں
نگاہ بھی نہ ملاؤں جو بادشاہ ملے

فلک کی طرح جفائیں نہ کیجیے ہر روز
اسی کی قدر ہے نعمت جو گاہ گاہ ملے

کروں میں عرض گر جان کی اماں پاؤں
کہوں پتے کی اگر قہر سے پناہ ملے

یہ ہے مزے کی لڑائی یہ ہے مزے کا ملاپ
کہ تجھ سے آنکھ لڑے اور پھر نگاہ ملے

نہ اس کو صبر نہ تاثیر کا پتا یارب
ملا دیا ہے مجھے خاک میں یہ آہ ملے

ٹھہر نہ آہ مری جان لے کے چلتی ہو
سفر کرے جو مسافر کو زاد راہ ملے

مثل سنی ہے کہ ملنے سے کوئی ملتا ہے
ملے تو آنکھ ملے دل ملے نگاہ ملے

اس انقلاب میں ڈھونڈو جو مشاطۂ دوراں
تو یہ سفید ملے اور وہ سیاہ ملے

چھین لیں حشر کے دن تم سے نہ حوریں مجھ کو
اُن کو حسرت ہے کہ ہم کو یہ ملے ہم میں رہے

غیر کا غم اُسے اشکوں میں ڈبوئے رکھے
جو نزاکت سے گھڑی بھر بھی نہ شبنم میں رہے

حور کے واسطے پریاں نہ چھٹیں گی زاہد
اُس کی امید کہ جو دوسرے عالم میں رہے

دل میں مہمان، دل آزار بہت رہتے ہیں
کوئی ایسا نہیں جو دل کی طرح ہم میں رہے

ہر بات ہے شوخ فتنہ گر کی
شوخی ہے مزاج میں نظر کی

تاثیر ہوئی ہے کس نظر کی
وہ آنکھ نہیں ہے نامہ بر کی

بے چین ہے جان ہر بشر کی
چٹکی ہے غضب تری نظر کی

رویا ہے مجھی کو خواب میں بھی
جب آنکھ لگی ہے [illegible] گر کی

خاطر سے تری عدو کی خاطر
گو اپنے خلاف تھی مگر کی

زانوں پہ تری رہا تھا جب سے
لیتا ہوں بلائیں اپنے سر کی

کیوں آئی صبا تری گلی میں
پھرنے والی ہزار گھر کی

کچھ کہتی ہے اپنی بدگمانی — سن لی ہے انھوں نے نامہ بر کی
سب اس کی نظر کو دیکھتے ہیں — تعریف کریں مری نظر کی
اب میرے عوض اسے سنبھالو — ملتی نہیں نبض چارہ گر کی
کیا بات ہے خیر ہو الٰہی — رکتی ہے زبان نامہ بر کی
تلوار مجھی کو ہے مری آہ — وہ بجلی ظالم تری کمر کی
کچھ صبر کئے سے بن نہ آیا — یوں بھی تو بہت دنوں بسر کی
کیوں رحم نہ آئے بے کسی پر — جب مجھ سے گئی، رہی ادھر کی
اے شمع ہمارا ساتھ دینا — تکلیف ہے اور دوپہر کی

اے داغ وہ لطف کیا کریں گے
احسان کیا جفا اگر کی

بدنصیبی کو نکلنا اس سے اک اشکال ہے — میرے ماتھے کی لکیر کس بلا کا جال ہے
راہ میں لیتا ہے تیرے تیر کو میرا جگر — پیشوائی نام اس کا ہے یہ استقبال ہے
جم گئی ہے آنکھ کی پتلی کسی مشتاق کی — میں نہ مانوں گا کہ عارض پر تمھارے خال ہے
تجھ کو اے ناصح خبر کیا عشق کے انجام کی — کوئی کاہن ہے منجم ہے کہ تو رمال ہے
ایک میں تو مدعی اک کم ہزاروں جاں نثار — عشق کا یہ حال دیکھا حسن کا وہ حال ہے
نامہ بر ان کا تو وعدہ اور تیرا اعتبار — مکر ہے فقرہ ہے عیاری ہے دم ہے چال ہے
میں نے ان سے عرض کی آنا جنازے پر مرے — پہلے تو بولے وہ اچھا پھر کہا اشکال ہے
وہ یہ سنتے ہی رہے اور لے گئے دل چھین کر — ہم یہ کہتے ہی رہے دیکھو پرایا مال ہے

فرض ہی کیا ہے کہ ہر مرنے پہ ہوتا ہو عذاب
بلکہ ہستی سے عدم میں داغ تو خوش حال ہے

شوق میں ایک فتنہ قامت کے — ہم گلے لگ گئے قیامت کے
یہ بھی احسان ہے جو عدو سے ہوں — دوسرے تیسرے قیامت کے
بت کدہ ٹوٹ کر بنے کعبہ — کارخانے ہیں اس کی قدرت کے

کچھ عدو کو تو کچھ فلک کو ملے
حصے ہو جائیں میری قسمت کے

یا وہ جائے گی جفا تیری
دن گزر جائیں گے مصیبت کے

اُس نے پوچھا مزاج کیسا ہے
رنگ اب دیکھنا طبیعت کے

رشک ہے دیکھے ستم تیرے
بعد میرے ہوں کسکی قسمت کے

وہ نزاکت سے تھم گئے چل کر
لو قدم گڑ گئے قیامت کے

ہم ترے جور سب اُٹھائیں گے
اے ستمگر علاوہ فرقت کے

آئنہ دیکھ کر یہ پھر سے کہا
دو نہیں ہوتے ایک صورت کے

آئی تیشے سے یہ صدا پیہم
کوہکن کام ہیں یہ فرصت کے

اپنے بدلے رقیب کو بھیجا
یہ نئے ڈھنگ ہیں عیادت کے

داغ سا دوسرا نہ پاؤ گے
گل ہزاروں میں ایک صورت کے

گر ایک بھی ہزار میں وہاں جائیں گے
ہم اے پیام بر ترے قربان جائیں گے

کیجئے گا قتل ہم کو تو قربان جائیں گے
پر سر کے ساتھ آپ کے احسان جائیں گے

مجنوں کا حال سن کے پریشان ہو گئے
میری اگر سنو گے تو اوسان جائیں گے

کافر ہو گر رقیب تو وہ حور وش چھٹے
جنت میں تو تمام مسلمان جائیں گے

بجا نہیں وہ غیر کے گھر جائیں غم یہ ہے
ہمراہ اُن کے سب مرے ارمان جائیں گے

پھر جنبہ آج کل سے زیادہ ہے سادگی
تیور یہ کہہ رہے ہیں کہ مہمان جائیں گے

تنہا وہ کیا خیال میں میرے نہ آئیں گے
دیکھوں کہاں تک اُن کے نگہبان جائیں گے

ایضاً

مری خبر کو وہ آئیں تو جلد آئیں کہیں
فرشتے کہتے ہیں کیا حکم ہے قضا کے لئے

بڑا مزہ ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

غرض جہاں سے کیا اے فلک مرے ہوتے
غریب خانہ ہے موجود ہر بلا کے لئے

زباں جلائی گئے قطع ہاتھ پہنچوں سے
یہ بندوبست ہوئے ہیں مری دعا کے لئے

مرے مزار کو تو وہ کیا ہے تیروں سے
بہانہ یہ ہے کہ روزن کئے ہوا کے لئے

شریر آنکھ، نگہ بے قرار، چتون شوخ — تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لئے
صفت کا رتبہ یہاں ذات سے سوا دیکھا — دعا ہے تجھ سے زیادہ تری دعا کے لئے
نیا ستم ہے ستم گر نے قتل پر میرے — کیا ہے جمع رقیبوں کو مرحبا کے لئے

ترے کہے سے ہم اے داغ چھوڑ دیں گے عشق
خدا کے واسطے دیتا ہے کیوں خدا کے لئے

پوچھتا جا مرے مرقد سے گزرنے والے — کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے
یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا — او دغاباز فسوں ساز مکرنے والے
چارہ گر لاکھ کا منہ خاک سے بھرنا ہے محال — مشک زخموں میں مرے بھرتے ہیں بھرنے والے
کھولتا کوئی تو چوری سے ترے دل کی گرہ — ہم نے دیکھے ہی نہیں گانٹھ کترنے والے
آپ محشر میں بنیں قول کے سچے کیا خوب — انگلیاں اٹھیں گی وہ آئے مکرنے والے
گالیاں غیر کو دیتا ہوں سنو تم خاموش — میں بھی دیکھوں تو بڑے بات نہ کرنے والے

داغ کہتے ہیں جنھیں دیکھئے وہ بیٹھے ہیں
آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے

دیکھتا جا ادھر اودھر سے ڈرنے والے — نیچی نظریں کئے محشر میں گزرنے والے
راہ دیکھیں گے نہ دنیا سے گزرنے والے — ہم تو جاتے ہیں ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے
اس گزرگاہ سے پہنچیں تو کہیں منزل تک — جیسی گزرے گی گزاریں گے گزرنے والے
ایک تو حسن، بلا اس پہ بناوٹ آفت — گھر بگاڑیں گے ہزاروں کے سنورنے والے
قتل ہوں گے ترے ہاتھوں سے خوشی اس کی ہے — آج اترائے ہوئے پھرتے ہیں مرنے والے
حشر میں لطف ہو جب ان سے ہوں دو دو باتیں — وہ کہیں کون ہے تم ہم کہیں مرنے والے
خوش نوائی نے رکھا ہم کو اسیر اے صیاد — ہم سے اچھے رہے صدقے میں اترنے والے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے — جو رنج کی گھڑی بھی خوشی میں گزار دے
اترے جو تن سے سر تو زہے سرفرازیاں — ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے دل سے اتار دے
سنتے ہو داستان مری جانتے ہو جھوٹ — ہو بات کا مزا تو خدا اعتبار دے

لے جاؤں جب بہشت میں اُس حور دش کو میں
پہلے فرشتہ دور سے پردہ پکار دے

جنت بغیر حور کے درکار ہے مجھے
دنیا میں دیکھ لوں جو خدا استعداد دے

دل یہ کہتا ہے بنے گی یہیں تربت میری
اک زمیں ہے مرے سینے میں کدورت میری

مر گیا میں تو نہ جاؤ کہ بلا سے چھوٹے
بندہ پرور یہ محبت ہے محبت میری

دل بری شے ہے کہ اغیار سے میں کہتا ہوں
تمہیں للہ نکالو کوئی صورت میری

میں نہ کہتا تھا کہ لے لیجئے دل کھلتا ہے
دیکھئے آپ کی غفلت ہے کہ غفلت میری

مرے پہلے وہ زباں کاٹ لیا کرتے ہیں
کہ خدا سے نہ کرے کوئی شکایت میری

خوب تقدیر کی خوبی نے کیا ہے برباد
جا بجا مجھ کو لئے پھرتی ہے شہرت میری

جب ترے چال کا انداز صبا میں دیکھا
پس گئی خاک مری مٹ گئی تربت میری

ناتواں دیکھ کے افسوس نہ آیا مجھ پر
وہ خفا ہیں کہ اڑائی ہے نزاکت میری

حشر میں تجھ سا جفاکار خدا سا منصف
دل سا انصاف طلب اور شہادت میری

جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اٹھتا ہے
وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری

اس کے کوچے سے جنازہ نہ اٹھائیں احباب
میں نہ نکلوں گا نہ نکلے گی جو حسرت میری

جس طرح تو مری آغوش سے نکلا اے شوخ
یوں ہی ہاتھوں سے نکلتی ہے طبیعت میری

کہیں دنیا میں نہیں اس کا ٹھکانا اے داغ
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جائے مصیبت میری

رحم آیا جو اسے دیکھ کے حالت میری
غم یہ کہتا ہے کہ اب دیکھئے فرحت میری

دوست کیوں عشق میں کرتے ہیں شکایت میری
مجھ پہ کیا زور کسی کا ہے طبیعت میری

کون جانے گا ترا چاہنے والا مجھ کو
حشر کے روز بدل جائے گی صورت میری

بے حیا ہوتے ہیں مہمان کہیں ایسے بھی
کہ نکالے سے نکلتی نہیں حسرت میری

عمر بھر آئنہ اس غم میں رہا چشم پر آب
کیسے سکتے ہیں دکھا دی اسے صورت میری

جور وہ جور تغافل وہ تغافل ان کا
دل یہ دل اور طبیعت یہ طبیعت میری

صبح سے کج وہ تیوری نہیں ان کے
آئنہ دیکھ کے دیکھی ہے جو صورت میری

یوں تو برسوں نہ پیوں اے زاہد
توبہ کرتے ہی بدل جاتی ہے نیت میری

تم نہیں غیر سہی غیر نہیں چرخ سہی
اک نہ اک فتنہ لگا رکھتی ہے قسمت میری

بن گئی جی پہ کچھ ایسی کہ الٰہی توبہ
سانس لینے سے بگڑتی ہے طبیعت میری

وہ دبے پاؤں چلیں حشر کے ڈر سے توبہ
فکر ہے چال اڑا لے نہ قیامت میری

کون سا لب ہے کہ جس پر نہیں شکوہ تیرا
کون سا دل ہے کہ جس میں نہیں حسرت میری

اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمھارا کیا ہے
آنکھ نرگس کی دہن غنچے کا حیرت میری

موت آئی ہوئی ٹل جائے یہ آئی نہ رکے
الاماں داغ قیامت ہے طبیعت میری

کیا جانے خط میں کیا ہے کہ قاصد کا ہے یہ حال
پوچھی جو صبح کی تو کہی اس نے شام کی

جس خط پہ یہ لگائی اسی کا ملا جواب
اک مہر میرے پاس ہے دشمن کے نام کی

اللہ رے غرور کہ آئینہ دیکھ کر
اپنے بھی عکس سے ہے شکایت سلام کی

رکھا الگ بچا کے رقیبوں سے اے فلک
آزار میرے حق کا جفا میرے نام کی

تیری ہی یاد ہے انھیں تیرا ہی ذکر ہے
دل اپنے کام کا نہ زبان اپنے کام کی

میرے مرنے کی خبر سن کر کیا مشکل سے ضبط
ان کے ہونٹوں پہ ہنسی بے اختیار آنے کو تھی

آسماں پھرتا رہا ہے مضطرب وعدے کی رات
کون سی مجھ تک خوشی پروردگار آنے کو تھی

نالہ کرنا تو قیامت تھا کہ پہلی آہ میں
آسماں پر سے فرشتوں کی پکار آنے کو تھی

ہر ایک بے نمود کی اس سے نمود ہے
موجود ہے وہی جو عدیم الوجود ہے

کیا قبر ناتواں کی ترے بے نمود ہے
افسوس فاتحہ ہے نہ جس کی درود ہے

پوشیدہ اس کا حسن ہوا کب نقاب سے
پردے میں بھی ہزار طرح کی نمود ہے

دھوکا نہ دو کہ پہلے عداوت تھی اب نہیں
ایسے محل میں ہونے کے معنی میں بود ہے

دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھلی
چمپا کھلی گلاب کھلا موتیا کھلی

نرگس نہ اس کی آنکھ سے شرمائی باغ میں
اللہ رے ڈھٹائی کہ یہ بے حیا کھلی

مہتاب پر گماں ہوا آفتاب کا
رنگت جو تیری لیٹے ہیں اے مہ لقا کھلی

ملے کیا کوئی اُس پردہ نشیں سے — چھپائے منہ جو صورت آفریں سے
مرے لاشے پر اُس نے مسکرا کر — ملیں آنکھیں عدو کی آستیں سے

اثر تک دسترس کیوں کر ہو یارب — دعا نے ہاتھ باندھے ہیں یہیں سے
اُنھوں نے دل لیا ہے مفت وہ بھی — بڑی حجت سے نفرت سے نہیں سے

بنایا تجھ کو اور ایسا بنایا — کہے کیا کوئی صورت آفریں سے
تمھیں بیداد گر، اللہ کی شان — جفا کی داد میں چاہوں تمھیں سے

گئے ہیں اور یہ کہتے گئے ہیں — بہل جاؤ گے اپنے ہم نشیں سے
قیامت کا تو وعدہ اُس پہ انکار — کلیجا پک گیا تیری نہیں سے

عدو کی بات آیت جانتے ہو — خدا محفوظ رکھے اس یقیں سے
مری بربادیوں کی مشورت کو — فلک جھک جھک کے ملتا ہے زمیں سے

لگا دو تیر بھی انکار کے ساتھ — چلے گا کام کیا خالی نہیں سے
ڈھلا سارا بدن سانچے میں گویا — ذرا اترا نہیں ظالم کہیں سے

ہمارے سامنے شکوہ عدو کا — ہماری گھات اے ظالم کہیں سے
بتاؤں نام اے درباں تجھے کیا — یہ کہہ دے کوئی آیا ہے کہیں سے

مرا احمد ملے محشر میں مجھ کو — کروں گا عرض رب العالمیں سے

کبھی دیکھا ہے اتنا داغ کو خوش
چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے

قبر میں گر مرے ارمان سمانے پائے — تو یہ جانوں گا غریبوں نے ٹھکانے پائے
پاسباں نے مرے دھوکے میں عدو کو روکا — حکم تھا اُن کا یہ آئے وہ نہ آنے پائے
ہاتھ آیا پائی ہوئی مے خانے میں زاہد کو کہیں — ہم نے تسبیح کے بکھرے ہوئے دانے پائے
یہ مرے واسطے تاکید ہے دربانوں پر — کہ اسے میں بھی بلاؤں تو نہ آنے پائے
حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہے — سیر تو جب ہے کہ جنت میں نہ جانے پائے
شوق مٹ جائے گا کیا میرے چلے جانے سے — دل کی تدبیر کرو کچھ یہ نہ آنے پائے

وہ جو بولیں تو بات جاتی ہے — چپ رہوں میں تو رات جاتی ہے
ساتھ حوروں کے ہے شہید ترا — کیا عدم کو برات جاتی ہے

کیا کروں داغ وصل میں شکوہ
بات کہنے میں رات جاتی ہے

ان کے خیال میں جو ذرا ہم بہل گئے — کیا رشک ہے وہ اپنے تصور سے جل گئے
سب حسرتوں کا پاس نے کھٹکا مٹا دیا — جن سے خلش تھی دل میں وہ کانٹے نکل گئے
ہم کیا کہیں گزرتی ہے کس طرح زندگی — دو چار یار آ گئے تو ہم بہل گئے
اب تک وہی زمیں ہے وہی آسماں ہے — دو چار دن میں وہ نہ رہے تم بدل گئے
بیزار جس سے تھے یہ وہی دل ہے میری جاں — اب کیا ہوا کہ دیکھتے ہی تم مچل گئے
اب کیا ہے گر کسی سے ملاتے نہیں نظر — لاکھوں ہماری آنکھ سے چلتے نکل گئے
مرنے کے ساتھ کوئی بھی مرتا نہیں کبھی — فرقت میں رفتہ رفتہ سب احباب ٹل گئے

احباب ڈھونڈھتے ہیں پریشان ہیں رفیق
کیا جانے آج داغ کدھر کو نکل گئے

دل چرا کر نظر چرائی ہے — لٹ گئے لٹ گئے دہائی ہے
ایک دن مل کے پھر نہیں ملتے — کس قیامت کی یہ جدائی ہے
میں یہاں ہوں وہاں ہے دل میرا — نارسائی عجب رسائی ہے
پانی پی پی کے توبہ کرتا ہوں — پارسائی سی پارسائی ہے
وعدہ کرنے کا اختیار رہا — بات کرنے میں کیا برائی ہے
کب نکلتا ہے اب جگر سے تیر — یہ بھی کیا تیری آشنائی ہے

داغ ان سے دماغ کرتے ہیں
نہیں معلوم کیا سمائی ہے

لکھا تھا خط انھیں مرتے ہیں دیکھ لو آ کر — ملا جواب کہ اب تو ضرور ہم آئے
ہزار بھیج چکے ایک نامہ بر نہ پھرا — گئے تھے کہہ کے یہ سب اب حضور ہم آئے

ہزار شکر ہمیں داغؔ حج نصیب ہوا
قصوروار گئے بے قصور ہم آئے

جس کے پہلو میں ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے
میری دانست میں تم سے بھی رقیب اچھا ہے
بیٹھے ناوک کی طرح اُٹھے قیامت کی طرح
یہ ادب جس نے سکھایا وہ ادیب اچھا ہے
اس کے معنی تو یہی ہیں کہ ہنرمند نہیں
کیوں مجھے دیکھ کے کہتے ہیں نصیب اچھا ہے
جو مصاحب ہوں وہ اس رمز کو سمجھیں اے داغؔ
دور رہنا ہے بُرا اور قریب اچھا ہے

آئینے میں عکس سے وہ اپنے لڑ جاتے مگر
بس نہیں چلتا کہ خود باہر مقابل گھر میں ہے
مضطرب اس فکر میں پھرتا ہے جاؤں یا نہیں
روز قاصد کو مرے کوسوں کی منزل گھر میں ہے
در پہ آکر جلد سن لو جو کہ ہے میرا سوال
گر لگائی دیر تو جانو کہ سائل گھر میں ہے

افسوس میری قدر نہیں آسماں سے تجھے
تجھ سا تجھے نصیب ہے مجھ سا کہاں تجھے
ظاہر کے لطف نے یہ بڑھایا ہے اعتبار
نامہرباں بھی ہو تو کہیں مہرباں تجھے
گو دادخواہ ہوں نہیں محشر کی آرزو
اس واسطے کہ ہو نہ کوئی غم وہاں تجھے
دل کو نکال کر مرے سینے سے دیکھ لے
میں خوب جانتا ہوں اے بدگماں تجھے
وحشت میں کوچہ گرد کہاں تک رہے گا تو
اے داغؔ کھا نہ جائے گا تیرا مکاں تجھے

دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں ناکام مجھے
اپنے حصے کی پلاتے ہیں مئے آشام مجھے
رشک کس کو ہے نہ دو مفت کا الزام مجھے
تم سے جب کام نہیں غیر سے کیا کام مجھے
لوگ جانیں گے قصور ان کا نہیں اس کا ہے
حشر میں آپ دیئے جائے الزام مجھے
آج بگڑے ہوئے تیور ہیں خدا خیر کرے
کہتے ہو رات پھر آیا نہیں آرام مجھے
کس کے نالوں نے جگایا [illegible] ری رات
کون تھا اُس کا بتاؤ تو سہی نام مجھے
خود فراموش کیا یاد نے تیری ایسا
اُس کا احسان بتا دے جو مرا نام مجھے
کچھ رقیبوں کا نہ کر ذکر [illegible] نامہ بر [illegible]
ایسا نہ ہو الزام اُدھر کا اِدھر آ سکے

وہ اپنے تصور سے یہاں پیشتر آئے
ارمان بھرے دل میں الٰہی اتر آئے

حوروں سے ملالوں میں کسی شوخ کی صورت
دم بھر کو اگر چرخ سے جنت اتر آئے

کوئی ہو ترا شیفتہ ہو، یہ نہ ہو وہ ہو
دل جائے اگر، دل کی طرح سے جگر آئے

رہ رہ کے وہ پچھتائیں کہ کیوں اس کو ستایا
تھم تھم کے مری آہ میں یارب اثر آئے

تجھ سے تو ستم گر ترے ارمان ہی اچھے
تو جا کے نہ آیا کبھی یہ عمر بھر آئے

فرصت ملی جو دفن سے پھر رنج کسے تھا
چپکے ہی سے ساتھ ان کے مرے نوحہ گر آئے

اے داغ گلہ غیر کا کیا بزم میں تم کو
جب دوست کے آپ کے دشمن کدھر آئے

چارہ گر بھی ہمنشیں تھا رات کو ناصح بھی تھا
ورنہ بے تابی میں ہم کیا جانے کیا کر بیٹھتے

ہو گئی محفل تری کیا بے ادب بے قاعدہ
جو کھڑے رہتے تھے وہ اب ہیں برابر بیٹھتے

غیر کے ہمراہ پھرتے ہو خدائی خوار تم
عار آتی ہے ہمارے پاس دم بھر بیٹھتے

جب کیا شکوہ کہ محفل میں رہے ہم تم سے دور
اُس نے جھنجلا کر کہا کیا میرے سر پر بیٹھتے

گھر سے باہر ہی نہیں آتے وہ خلوت دوست ہم
بیٹھتے چھپ کر تو میرے دل کے اندر بیٹھتے

جس کی قسمت میں ہو گردش کسطرح بیٹھے کہیں
ہم سے آوارہ ترے کوچے میں کیوں کر بیٹھتے

داغ تم نے کیوں کیا ہے نام وحشت کا خراب
اس سے بہتر تو یہی تھا چین سے گھر بیٹھتے

اوّل تو ہے دور وہ نالوں سے ہمارے
پاس آئے تو گھبرائے سوالوں سے ہمارے

یہ کہتے ہیں بلبل سے وہ گل ہاتھ میں لے کر
تو دیکھ ملا کر اسے گالوں سے ہمارے

کیا برہنہ پا دشت میں لاکھوں بھی نہ ہونگے
کانٹوں کو مگر چھیڑ ہے چھالوں سے ہمارے

اتنا تو رہے پاس کہ محشر میں کہو تم
بدلے نہ کوئی چاہنے والوں سے ہمارے

ہر وقت نئی دھن ہے ہمیں تازہ تصور
جاؤ گے کہاں بچ کے خیالوں سے ہمارے

وصل میں بھی اُس سراپا ناز سے کیوں کر بنے
ہر نگہ تلوار جس کی ہر مژہ خنجر بنے

کیا خبر تجھ کو ستم کرتا ہے کیا تیرا بگاڑ
اُس کے دل سے پوچھ جس کم بخت کا جی پر بنے

خانہ ویرانی مری منظور ہے تو اے فلک ۔۔۔ روز بگڑے روز اُس کے دل میں میرا گھر بنے
رشک تو دیکھو مصوّر کے قلم کرتا ہے ہاتھ ۔۔۔ اُس کی صورت سے اگر تصویر بھی بہتر بنے

گو وہ منہ آیا کئے تا دیر بیٹھے تو رہے
داغ اُن کی بزم میں دانستہ ہم اکثر بنے

کیا بات دل ہے فکر کسی تازہ جور کی ۔۔۔ کہتے ہیں اپنی آپ نہ سنتے ہیں اور کی
کیا ناگہاں جفائیں تری یاد آ گئیں ۔۔۔ بھولے سے اپنے حال پہ جب میں نے غور کی
آزردگی جو دل سے نہ ہو تو گلہ نہیں ۔۔۔ رنجش بھی ایک ادا ہے مگر طور طور کی
اُس فتنہ گر کو رحم تو کیسا ضد آ گئی ۔۔۔ جب ہم نے آہ کی تو جفا اس نے اور کی
دنیا میں ایک ایک کا معشوق ہے جدا ۔۔۔ میں اُس کا خواستگار طلب اُس کو اور کی

معشوق آسماں تو نہیں جس سے لیں عوض
تدبیر داغ خاک کریں اس کے جور کی

وہ ظالم غیر کے ہمراہ بن ٹھن کر نکلتا ہے ۔۔۔ بن آتی بھی نہیں کچھ اور اپنا جی بھی جلتا ہے
فقط وعدے پہ دو بوسوں کے دل لیکر وہ کہتے ہیں ۔۔۔ ہمارا ہی کچھ آتا ہے تمہارا کیا نکلتا ہے
وہ خلوت دوست ہوں گھبرا کے میں تعظیم کرتا ہوں ۔۔۔ اگر دشمن کبھی اس کی بزم میں زانو بدلتا ہے
نہیں ہوتی کسی کو بھی گوارا اپنی ناکامی ۔۔۔ جسے تو بخشش دیتا ہے جہنم اس سے جلتا ہے
ترا کوچہ ہے محشر یا یہ جنت کیا کہیں اس کو ۔۔۔ وہ جی اُٹھتا ہے جو اس راہ سے مردہ نکلتا ہے

وہ سن کر نالہ گھبرائے تو غیروں نے تسلی دی
نہیں یہ داغ کی فریاد کوئی راہ چلتا ہے

دیکھیں گے وہ جب ناز سے میں نالہ کروں گا ۔۔۔ فتنے یہ برابر کے برابر سے اُٹھیں گے

ہم لطف کے بندے ہیں خدا کی قسم اے داغ
ہم سے نہ کبھی ناز ستمگر کے اُٹھیں گے

چکھا دیتے مزا منہ پھیر کر رک رک کے چلنے کا ۔۔۔ جو بس چلتا تو اپنے ہاتھ سے خنجر کو سمجھاتے
اگر یہ جانتے دعویٰ کریں گے بت خدائی کا ۔۔۔ تو اوّل ہی سے ہم کیا جانے کیا بات کر کے سمجھاتے

سودا ہے زاہدوں کو بھی اُس بت کے عشق کا
ہونے لگے ہیں چاک گریباں نئے نئے

بیداد کو وہ داد کہیں ظلم کو کرم
کیا کیا جتائے جاتے ہیں احساں نئے نئے

ہے اُن کو وہم داغ سے یہ لوگ مل نہ جائیں
ہر روز بدلے جاتے ہیں درباں نئے نئے

بےچین ہو کے شوخ وہ معشوق ہو گیا
جس پر پڑی نگاہ ترے بےقرار کی

دشمن کی بات کا بھی تو ہونے لگا یقیں
کچھ حد نہیں رہی ہے مرے اعتبار کی

اُس بت پر احتمال ہے تصویر کا مجھے
عادت گئی نہ وصل میں بھی انتظار کی

مجھ سے گناہ گار کو کیا کیا عطا کیا
اے داغ کیا ہی شان ہے پروردگار کی

آشفتگی کسی کی اثر کچھ تو کر گئی
بن بن کے رخ پہ زلف تمھاری بکھر گئی

کیا کہیے کس طرح سے جوانی گزر گئی
بدنام کرتے آئی تھی بدنام کر گئی

دم بھر میں کچھ بھی یاد نہیں اس کو کیا کریں
ناصح نے جو کہی مرے دل سے اتر گئی

تمکین جو اس کی شوخ نگاہی میں رہ گئی
کچھ دیر میرے دل کی تباہی میں رہ گئی

ہر آبلے میں خار ہے ہر خار نیشتر
وحشت کی نوک خوب تباہی میں رہ گئی

پیدا ہو کوئی کام مصیبت زدوں سے کیا
جو رہ گئی مراد تباہی میں رہ گئی

شیریں ادائی آپ کی میٹھی چھری سہی
چل کر ہمیشہ تلخ نگاہی میں رہ گئی

وصل کی آرزو کیے نہ بنی
نہ بنی جستجو کیے نہ بنی

شوق نے ہم کلام کر ہی دیا
اُن سے بے گفتگو کیے نہ بنی

اس نے جب شکوہ کر لیا تسلیم
ہم کو بے سرفرو کیے نہ بنی

پاک ہونا ہے رند کو لازم تھا
مے کشی بے وضو کیے نہ بنی

اُس کی تصویر سے بھی تھا یہ خوف
داغ کو گفتگو کیے نہ بنی

رنج میں رنج کا راحت میں ہوں راحت کا شریک
خاک ساحل میں کبھی موج ہوں طوفاں میں کبھی

وار کرتے ہی بھرا زخم میں قاتل نے نمک
تیغ پر ہاتھ کبھی ہے تو نمک داں میں کبھی

اللہ اللہ ہے تری شوخ بیانی اے داغ
سست اک شعر نہ دیکھا ترے دیوان میں کبھی

آگے تو نہیں نہیں سنی تھی
اب کچھ کلام ہو گئی ہے

جاتے جاتے پیام بر کو
ہر صبح سے شام ہو گئی ہے

پہنچے ہیں جب اس کی بزم میں ہم
مجلس ہی تمام ہو گئی ہے

اس بت کے ہمیں نہیں ہیں بندے
مخلوق غلام ہو گئی ہے

جاگیر جنوں کی قیس کے بعد
اب داغ کے نام ہو گئی ہے

وفا شعار یہ معشوق ہے خدا رکھے
کہ چھوڑتا نہیں دم بھر ترا خیال مجھے

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے
سمجھ لیا کسی مردے کا اس نے مال مجھے

کسی کے دل سے کسی کی نظر سے گرتا ہوں
سنبھالنا ہے تو اے آسماں سنبھال مجھے

شکایتوں سے محبت کی اور کیا حاصل
کچھ انفعال تمھیں ہو کچھ انفعال مجھے

وہ کہتے ہیں کہ یہ صورت نہ ہوگی محشر میں
کہا جو میں نے دکھانا ہے کل یہ حال مجھے

کئے ہیں دشت میں پامال سیکڑوں کانٹے
سکھا گئی تری رفتار خوب چال مجھے

شمع روشن ہے ہماری آہ سے
لو لگائے بیٹھے ہیں اللہ سے

چلتے ہیں کیا کیا وہ رستہ کاٹ کر
جب گزرتے ہیں ہماری راہ سے

کیوں نہ رکھوں میں تبرک کی طرح
غم ملا ہے عشق کی درگاہ سے

ایک بوسے پر ہمیں ٹالیں نہ آپ
کچھ علاوہ دیجئے تنخواہ سے

مانگ کر تجھ کو بہت نادم ہوا
مانگتا تھا اور کچھ اللہ سے

چاہنے والوں کی صورت دیکھ لی
موت بہتر ہے تمھاری چاہ سے

قبر پر میری پڑھے کیا فاتحہ
جو نہ ہو آگاہ بسم اللہ سے

تو نے واعظ زندگی دشوار کی
کیوں کیا واقف خدا کی راہ سے

داغ اُس کافر کی نخوت دیکھنا
غیر کیا کم ہے زمرّد شاہ سے

جور کے بعد ہے کیوں لطف یہ عادت کیا ہے
تم تلافی جو کرو اس کی ضرورت کیا ہے

ایک دن مان ہی جاؤ گے ہمارا کہنا
تم کہے جاؤ یہی تیری حقیقت کیا ہے

پوچھ لیتے ہیں یہ دستور ہے جلّادوں کا
مجھ سے قاتل نے نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے

بوسہ مانگا تو کہا اُس نے بدل کر چتون
آپ کو بھی خبر ہے مری عادت کیا ہے

اُس پہ آتی ہے کہ جو لاکھ میں اک اچھا ہو
مجھ کو سمجھا کہ مری ہی حقیقت کیا ہے

ہائے کیا تھا وہ زمانہ کہ تم آگاہ نہ تھے
شکر کس چیز کو کہتے ہیں شکایت کیا ہے

حشر تک وہ تو نہ آئیں گے کبھی وعدے پر
نہیں آتی جو قیامت تو یہ آفت کیا ہے

کیا کہوں کس سے کہوں دل کی حقیقت اے داغ
سب ہی پوچھتے ہیں کہئے تو حضرت کیا ہے

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

ہم نکمے ہوئے زمانے کے
کام ایسا سکھا دیا تو نے

کچھ تعلق رہا نہ دنیا سے
شغل ایسا بتا دیا تو نے

کس خوشی کی خبر سنا کے مجھے
غم کا پتلا بنا دیا تو نے

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے
کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے

بے طلب جو ملا ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا دیا تو نے

کہیں مشتاق سے حجاب ہوا
کہیں پردہ اُٹھا دیا تو نے

جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی
اُس سے مجھ کو سوا دیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

داغ کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا دیا تو نے

وہ گھبرا اٹھتے ہیں کیا کیا جب ہمارا دم نکلتا ہو
گماں یہ ہے کہ دم کے ساتھ اُن کا غم نکلتا ہے

وہ میرا ذکر یوں کرتے ہیں غیروں سے جلانے کو — اگر ڈھونڈو تو ایسا آدمی بھی کم نکلتا ہے

تلون اس قدر اے داغ پھر یہ صبر کے دعوے
گھڑی میں توبہ کرتے ہو گھڑی میں دم نکلتا ہے

زمانہ ہے خفا مجھ سے کہ تم سے — گلے پر ہے گلہ مجھ سے کہ تم سے
ستم سے باز آؤ ورنہ اک دن — یہ پوچھے گا خدا مجھ سے کہ تم سے
مجھے معلوم تھا یا تم کو معلوم — وہ راز افشا ہوا مجھ سے کہ تم سے

مرا کہنا نہ مانا داغ تم نے
انھوں نے کی دغا مجھ سے کہ تم سے

فسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں رہے — بہار ہو کے رہے ہم تو جس چمن میں رہے
مجھے یہ ڈر ہے کہ ایمان سلے نہ آئیں لوگ — خدا کرے غلطی کچھ مرے سخن میں رہے
ملے جو بے وطنی میں ذرا بھی آسائش — عقیق جا کے عدن میں گہر یمن میں رہے
ترا وہ حسن ہے اے شعلہ رو جو تو چاہے — بغیر شمع کے پروانہ انجمن میں رہے
جنوں سے کیا ہمیں عقبیٰ میں شرمساری ہے — کہ پیرہن سے جو نکلے تو ہم کفن میں رہے
زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے — ترے دہن میں رہے یا مرے دہن میں رہے

مسافری میں جب آرام پاؤ گے اے داغ
کہ تم سفر میں رہو آسماں وطن میں رہے

ذکر میرا اگر آ جاتا ہے — سن کے وہ صاف اڑا جاتا ہے
غم ترا حصہ ہے میرا لیکن — دل چرا کر اسے کھا جاتا ہے
تھک گیا درد بھی اٹھتے اٹھتے — اب کلیجے میں رہا جاتا ہے
کیا نزاکت ہے کہ آئینے میں — عکس کے ساتھ کھچا جاتا ہے
ناز سے کھینچ نہ مجھ پر تلوار — غیر مشتاق ہوا جاتا ہے
ایک ہے تیری نگہ میری آہ — کہیں ایسوں سے رہا جاتا ہے
حسرتیں دل کی مٹی جاتی ہیں — قافلہ ہے کہ لٹا جاتا ہے

داغ کو دیکھکے بولے یہ شخص
آپ ہی آپ جلا جاتا ہے

سُن کر مرا فسانہ انھیں لطف آ گیا
سنتا ہوں اب کہ روز طلب قصہ خواں کی ہے

پیغامبر کی بات پر آپس میں رنج کیا
میری زباں کی ہے نہ تمھاری زباں کی ہے

حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر
کہتے ہیں سب یہ قبر کسی نوجواں کی ہے

فرصت کہاں کہ ہم سے کسی وقت تو ملے
دن غیر کا ہے رات ترے پاسباں کی ہے

قاصد کی گفتگو سے تسلی ہو کس طرح
چھپتی نہیں وہ بات جو تیری زباں کی ہے

دامن سنبھال باندھ کمر آستیں چڑھا
خنجر نکال دل میں اگر امتحاں کی ہے

کیوں کر نہ آتے خلد سے آدم زمین پر
موزوں وہیں وہ خوب ہے جو سنتے جہاں کی ہے

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

غم اٹھانے کے واسطے دم ہے
زندگی ہے اگر تو کیا غم ہے

آئے ہیں وہ رقیب کے گھر سے
اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے

کہتے ہو کچھ کہو، کہوں کیا خاک
جانتا ہوں مزاج برہم ہے

کیا نئے دوستوں سے بگڑی آج
دشمنوں کا کچھ اور عالم ہے

مجھ کو دیکھا تو غیر سے یہ کہا
عمر اس نوجواں کی کم ہے

گر خوشی ہے تو وصل کی ہے خوشی
غم اگر ہے تو ہجر کا غم ہے

اک جہاں مہرباں ہوا تو کیا
مہربانی تری مقدم ہے

سنتے ہیں داغ کل وہ آئے تھے
بارے اب تو سلوک باہم ہے

تلوار تری رواں بہت ہے
تھوڑا ابھی تو امتحاں بہت ہے

کچھ آہ کے حوصلے نکلتے
نیچا مگر آسماں بہت ہے

بگڑا ہے ترے مزاج کا رنگ
بے تاب مزاج داں بہت ہے

اے نامہ بر آنہ جائے آفت ۔ چالاک تری زباں بہت ہے
دامن پہ ترے لگی رہے خاک ۔ اتنا ہی مرا نشاں بہت ہے
دل تنگ سہی پر اے تمنا ۔ مر رہنے کو یہ مکاں بہت ہے
جنت میں کہیں گے تیرے عاشق ۔ تکلیف ہمیں یہاں بہت ہے
انکار رقیب سے بھی ہوگا ۔ یہ فقرہ تمہیں رواں بہت ہے
الفت میں نہیں ہے صبر نایاب ۔ یہ چیز مگر گراں بہت ہے

باطن کی خبر خدا کو ہے داغ
ظاہر میں وہ مہرباں بہت ہے

رباعی

لبریز ہے حسرتوں سے میرا سینا ۔ ہر روز مجھے خون جگر کا پینا
کرتا ہوں دعا کہ یا الٰہی اب تو ۔ منظور نہیں ہے اسطرح کا جینا

— ایضاً —

بیگانہ یہاں ہر اک یگانہ دیکھا ۔ اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
دیکھا جس کو غرض غرض کا اپنی ۔ دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

— ایضاً —

دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی ۔ حسرت ہی رہی کوئی نہ حسرت نکلی
جیتے تھے قیامت کی توقع پر ہم ۔ خود وقت کی محتاج قیامت نکلی

— ایضاً —

کیا جانے کوئی زاہد کی گھاتوں کو ۔ کچھ فکر ذرا چاہیئے ان باتوں کو
دن کیوں نہ بڑھے رات نہ کیونکر کم ہو ۔ روزوں کے عوض کھاتے ہیں راتوں کو

شہاب

ہر چند شوخیوں کی حیا پردہ دار ہے ۔ آنکھوں میں تیری فتنہ بہت بیقرار ہے
بیٹھا وہ مہرباں ہے یہ بے قرار ہے ۔ دل کا معاملہ بھی عجب پیچ دار ہے
سب کچھ تو ہو چکا یہ فقط انتظار ہے ۔ کہہ دیں بگڑ کے آپ تجھے اختیار ہے
اس فتنہ گر سے ہم سے تو رہتے ہیں توڑ جوڑ ۔ شامت تو اس کی ہے کہ جو ناکردہ کار ہے
قیمت سوائی ہوگئی ہے پہلے کشیدہ سے ۔ جنت فروش ہے وہ مرا قرض دار ہے

بے وجہ یوں ہو آپ کی تصویر حیرتی ‏ ‏ مشتاق ہے کسی کا اسے انتظار ہے
دل میں ہیں نامہ بر سے جہت بدگمانیاں ‏ ‏ مجھ پر یہ کہہ رہا ہوں ترا اعتبار ہے
جب تک وفا ہو وعدہ یہاں زندگی کہاں ‏ ‏ مجھ سے زیادہ عہد تمہا پائدار ہے

یہ آپ جانیں داغ میں جو ہیں برائیاں
اتنا تو ہم کہیں گے بڑا وضع دار ہے

آرزو ہے وفا کرے کوئی ‏ ‏ جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی
گر مرض ہو دوا کرے کوئی ‏ ‏ مرنے والے کا کیا کرے کوئی
کوستے ہیں جلے ہوئے کیا کیا ‏ ‏ اپنے حق میں دعا کرے کوئی
اُن سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں ‏ ‏ میرا مطلب ادا کرے کوئی
چاہ سے آپ کو تو نفرت ہے ‏ ‏ مجھ کو چاہے خدا کرے کوئی
اُس گلے کو گلہ نہیں کہتے ‏ ‏ گر مزے کا گلہ کرے کوئی
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں ‏ ‏ ایسی جنت کو کیا کرے کوئی
اس جفا پر تمھیں تمنا ہے ‏ ‏ کہ مری التجا کرے کوئی

منہ لگاتے ہی داغ اترایا
لطف ہے پھر جفا کرے کوئی

چھوڑوں گا میں نہ ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ ‏ ‏ نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں سہی
ظاہر تو اختلاط کی باتیں ہوا کریں ‏ ‏ دل میں اگر نہیں ہے محبت نہیں سہی
اقرار کر کے گھورتے ہو کیوں مری طرف ‏ ‏ باور سہی یقین سہی دل نشیں سہی
بے داد کر کے چاہتے ہو پھر جفا کی داد ‏ ‏ بہتر بجا، درست، صحیح آفریں سہی

بے دل لگی بھی داغ گزرنی محال ہے
وہ دل نہیں سہی وہ تمنا نہیں سہی

دیکھ کر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے ‏ ‏ چٹ پٹا حسن نمک دار سلونا کیا ہے
چار باتیں بھی کبھی آپ نے کھل مل کے نہ کیں ‏ ‏ انھیں باتوں کا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے

تیغ کھینچے ہوئے وہ ترک پھر اس پر یہ غضب — ہم تڑپی دیتے ہیں بس آپ سے ہوتا کیا ہے
تم پہ مر جائیں گے اس آس پہ ہم جیتے ہیں — زندگی شرط ہے تو جان کا کھونا کیا ہے
چمپئی رنگ پھر اس رنگ میں بجلی کی چمک — مات کندن ہے ترے رنگ سے سونا کیا ہے

فاتحہ پڑھنے کو آیا تھا مگر وہ شمع رو — آج میری قبر کا جو پھول ہے پروانہ ہے
درد سے بھرتے ہیں آنسو ضبط سے پیتے ہیں ہم — آنکھ کی سے آنکھ یہ پیمانے کا پیمانہ ہے
جب پڑا ہے وقت کوئی ہو گئے ہیں سب الگ — دوست بھی اپنا نہیں بیگانہ تو بیگانہ ہے
اس کے در پہ جا کے ہوتا ہے گدا کو بھی یہ ناز — لوگ کہتے ہیں مزاج اس شخص کا شاہانہ ہے
مجھ کو لے جا کر کہا ناصح نے اُن کے روبرو — آپ کے سر کی قسم یہ آپ کا دیوانہ ہے
اس کو دیوانہ بنا لوں تو کروں جھک کر سلام — میں تو بھولا ہوں مگر دشمن بڑا فرزانہ ہے

کلیجا کرے خون وہ دل یہی ہے — تمہارے برابر کا قاتل یہی ہے
جو لے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے — جو لے زخم تڑپے وہ بسمل یہی ہے
نہیں یک دلی سخت مشکل یہی ہے — کہ وہ دل وہی اور یہ دل یہی ہے
بُرائی نہ چاہے بُروں سے نباہے — اگر ہے تو دنیا میں مشکل یہی ہے
نہ ٹھہرا وہ ناوک تو دل یہ پکارا — ٹھہرا اے مسافر کہ منزل یہی ہے
کرے مجھ سے ہر چند وہ بھولی باتیں — مگر پھر کہوں گا کہ قاتل یہی ہے
طبیعت کا آنا ہے آفت کا آنا — کرے صبر انسان مشکل یہی ہے
بھری بزم میں تجھ کو آتا ہے کیسا — یہ پہچان جانا کہ مائل یہی ہے
تڑپنے سے جس کے تسلی ہو تجھ کو — مری جان اُس کام کا دل یہی ہے
خدا نے بنایا ہے دنیا نے بگاڑا — نہ کعبہ نہ بت خانہ وہ دل یہی ہے
دوا کا ہم کو عشق کہہ لے — اگر موت سے ہے تو قاتل یہی ہے

جفا پہ آجائے گنہگار رکھا گھر کر — اللہ کی رحمت نے کیوں دیر لگائی ہے
وہ سنگ دل آتا ہے کیسے جتانے کو — جانے میں خلقت نے کیوں دیر لگائی ہے
لڑتی نہیں آنکھ ان کی گر سامنے بیٹھے ہیں — شوخی نے شرارت نے کیوں دیر لگائی ہے

کم ظرف نہیں مے کش ہے اُن کو حیا مانع
ساقی تری ہمت نے کیوں دیر لگائی ہے

تم کہہ نہ سکے جلدی اشعار بہت اچھے
اے داغؔ طبیعت نے کیوں دیر لگائی ہے

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی
چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

پیرزن کے ساتھ بول اٹھی اجل
اس نے اب کے فریاد کیوں کیسی کہی

تم نے دل کی بات کیوں کیسی سنی
ہم نے یہ روداد کیوں کیسی کہی

عاشقوں کے قتل پر اتنی خوشی
آپ ہیں جلاد کیوں کیسی کہی

مانگتے تھے میرے ملنے کی دعا
وہ بھی دن ہیں یاد کیوں کیسی کہی

حشر میں پوچھوں گا کہہ کر سرگذشت
یہ کہانی یاد کیوں کیسی کہی

میں کروں تیری طرح تجھ پر ستم
اے ستم ایجاد کیوں کیسی کہی

دل لگایا اب تو ہم نے پند گو
ہر چہ بادا باد کیوں کیسی کہی

ہم نے تجھ سے آج اپنی آرزو
بے کئے فریاد کیوں کیسی کہی

تو بھی اے ناصح کسی پر جان دے
ہاتھ لا اُستاد کیوں کیسی کہی

کس طرح کہوں قیس ترے دل کو لگی ہے
نالوں سے کہیں آگ بھی محمل کو لگی ہے

انصاف سے دشمن نے کبھی حق میں ہمارے
اچھی بھی کہی ہے تو بری دل کو لگی ہے

میں تیرے سوا اور نہ اللہ سے مانگوں
مدت سے یہی دُھن ترے سائل کو لگی ہے

جب سے یہ سُنا داغؔ نے کی عشق سے توبہ
گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں کیا دل کو لگی ہے

کہا تھا ہم نے جو کچھ رازداں سے
سُنا وہ آج دشمن کی زباں سے

ملا تھا یا نہیں اس دل ستاں سے
ترا آنا ہوا قاصد کہاں سے

برستے ہیں وہ فتنے آسماں سے
قیامت مٹ گئی تیرِ فغاں سے

نکالو داغؔ کو اپنے مکاں سے
چلا آیا یہ دیوانہ کہاں سے

وہی کہتا ہوں میں سنتا ہوں جو کچھ
ملی ہے یوں زباں اُن کی زباں سے

انھیں غصہ ہمیں ہے شوق قاصد — چلیں گے وہ وہاں سے ہم یہاں سے
میری آہیں رقیبوں کی دعائیں — یہ فوجیں لڑ رہی ہیں آسماں سے
ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک — تمھیں اچھے سہی سارے جہاں سے
سنا ہے آئی کچھ اُس پر بھی آفت — مزا ملنے کا ہے اب پاسباں سے

کہاں لے داغ اب اپنا ٹھکانا
اٹھا بیٹھے ہیں دل دونوں جہاں سے

کس نے یوں پیار کیا کس نے وفا کی ایسی — کیوں کریں قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے
پھول تھے غیر کی قسمت میں اگر اے ظالم — تو نے پتھر ہی مجھے پھینک کے مارے ہوتے
جور کے لطف تھے جب بد مزگی کرتے — جو تمھارے تھے وہی ڈھنگ ہمارے ہوتے
زلفیں بکھری ہوئی تم نے جو سنواریں تو کیا — کام بگڑے ہوئے عاشق کے سنوارے ہوتے
چار دن بھی نہ رقیبوں سے نبھی دیکھ لیا — جو ہمارے نہ ہوئے کب وہ تمھارے ہوتے

بے نیازی کی ادا ان میں نہ ہوتی ہرگز
داغ یہ بت جو نہ اللہ کے پیارے ہوتے

وہ قتل کیا اس نے یہ شہرت ہو کسی کی — کیا لطف ہو محشر میں بھی تربت ہو کسی کی
ہم اپنے ہی سر لیں گے مصیبت ہو کسی کی — آئے گی اسی جان پر آفت ہو کسی کی
پیغام دیا تھا کوئی مرتا ہے خبر لو — قاصد سے کہا گر یہی عادت ہو کسی کی
وہ صدمے اٹھائے ہیں کہ ہر دم یہ دعا ہے — دنیا میں کسی کو نہ محبت ہو کسی کی
ہم لطف کے رتبے کو ابھی جانچ رہے ہیں — دل دیں اگر ایسی ہی عنایت ہو کسی کی
بے دل ہیں یہ معشوق بھی عاشق سے زیادہ — دل ہو تو ضرور اس میں محبت ہو کسی کی
کیوں وصل کی شب ہاتھ لگانے نہیں دیتے — معشوق ہو یا کوئی امانت ہو کسی کی
انصاف اُسی روز تو ٹھہرا ہے ہمارا — ایسا نہ ہو شرمندہ قیامت ہو کسی کی
دشمن کی کبھی تم سے برائی نہ کروں گا — کیا فائدہ کیوں صفت میں غیبت ہو کسی کی
دیکھی ہے وہ شوخی کہ یہ جی چاہ رہا ہے — مٹی کے بھی پتلے میں شرارت ہو کسی کی

راحت طلبی نے مجھے رکھا نہ کہیں کا — طاعت ہو کسی کی نہ اطاعت ہو کسی کی
لڑنا کبھی ملنا کبھی آنا کبھی جانا — تم شوخ ہو یا شوخ طبیعت ہو کسی کی
لو رہنے دو تسکیں کے لئے غیر کی تصویر — شاید جو نہ ہوں میں تو ضرورت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہیں سنتا نہیں سنتا
ایسی بھی الٰہی نہ بری مت ہو کسی کی

عشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی — پھنس گئی جان مصیبت میں الٰہی کیسی
چاہتے ہو مری چاہت کا رقیبوں سے ثبوت — جب ہو مجرم کو خود اقبال گواہی کیسی
دل نہیں مال تو اس کا تمھیں لالچ کیسا — تم نہیں چور تو دزدیدہ نگاہی کیسی
پارسا جان کے وہ مجھ سے ملے دھوکے میں — آ گئی کام مری پاک نگاہی کیسی
اس سے بڑھ کر تو گنہگار نہ دیکھا نہ سنا — جب کیا عشق تو ناکردہ گناہی کیسی

کیا بری چیز ہے الفت کا برا ہو اے داغ
دل سے ہمدم نے برائی مری چاہی کیسی

پسند آتی اگر اس شوخ کو اس دل کی بیتابی — یہ حسرت برق کو یہ آرزو سیماب کو ہوتی
رہا پردے میں وہ بت ورنہ ابرو کے اشارے سے — قیامت تھی کہ جنبش کعبے کی محراب کو ہوتی

پھول دو دن میں تر و تازہ کہاں رہتا ہے — آدمی تیس برس تک ہی جواں رہتا ہے
دل میں رہتا ہے جو آنکھوں سے نہاں رہتا ہے — پوچھتے پھرتے ہیں وہ داغ کہاں رہتا ہے
کون سا چاہنے والا ہے تمھارا ممنون — سر تو رہتا نہیں احسان کہاں رہتا ہے
میں برا ہوں تو برا جان کے ملئے مجھ سے — عیب کو عیب سمجھئے تو کہاں رہتا ہے
ہم تو سمجھے تھے کہ دربان ہے تمھارا لڑکا — کیا خبر تھی ملک الموت یہاں رہتا ہے
ان کے آتے ہی مجھے حور کا آیا جو خیال — بولے گھبرا کے کوئی اور یہاں رہتا ہے
جیسی دو آنکھیں ہیں دو دل بھی ملے ہیں مجھ کو — وقت پر ایک یہاں ایک وہاں رہتا ہے
کچھ تجھے وہم نہ ہو جاکرتے ہیں تنہائی میں — کچھ انھیں بھی مری جانب سے گماں رہتا ہے

زخم آئے تو سبھی خشک ہوا کرتے ہیں
داغ مٹتا ہی نہیں اس کا نشاں رہتا ہے

یہ چرچے ہیں ہمیں دونوں کے دم سے
نہ تم سے پھر زمانے میں نہ ہم سے

اگر مر جائیں تو چھوٹ جائیں غم سے
مگر یہ ہو نہیں سکتا ہے ہم سے

ہمیں ہے کس کی حسرت تیری حسرت
محبت کس کے دم سے تیرے دم سے

نہ ہو کیوں اُن کی گھبرائی ہوئی چال
کہ فتنے لپٹے جاتے ہیں قدم سے

غلط ہر وعدہ پھر ہر بار کہنا
ہماری توبہ ہے جھوٹی قسم سے

ملا یہ خامہ فرسائی پہ الزام
ہمیں لکھا ہے خط ٹوٹے قلم سے

زمانے کو فلک کو ساتھ لے لو
یہ جی بھرتا نہیں تھوڑے ستم سے

کہیں گے ہم کہ ہم کو چاہتے ہو
اگر تم ہاتھ اٹھا بیٹھے ستم سے

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے
تو نے دل اتنے ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے

سادگی بانکپن اغماض شرارت شوخی
تو نے انداز وہ پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

انھیں قدموں نے تمھارے انھیں قدموں کی قسم
خاک میں اتنے ملائے ہیں کہ جی جانتا ہے

تم نہیں جانتے اب تک یہ تمھارے انداز
وہ مرے دل میں سمائے ہیں کہ جی جانتا ہے

دوستی میں تری درپردہ ہمارے دشمن
اس قدر اپنے پرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

تعجب ہے کہ اس بیداد پر بھی
ترے آگے برائی کیوں نہ آئی

محبت میں جو دل پر آئی تھی چوٹ
جگر پر وہ سوائی کیوں نہ آئی

عدو کو پھیر لاتا تیرے در سے
مجھے یہ رہ نمائی کیوں نہ آئی

ترا شفاف چہرہ تن بدن صاف
طبیعت میں صفائی کیوں نہ آئی

مجھے بھولا سمجھ لے ورنہ واعظ
تجھ میں پارسائی کیوں نہ آئی

ہزاروں چاہتے ہیں داغ تم کو
تمھیں پھر بے وفائی کیوں نہ آئی

خالی نہیں فساد سے یہ تیوری کے بل — آتے ہو تم کہیں سے مری جاں بھرے ہوئے

اے داغ دل ترا نہ شگفتہ ہوا کبھی
عالم میں ہیں گلوں سے گلستاں بھرے ہوئے

پوچھتے ہیں وہ مزاج اچھا تو ہے — مار رکھنے کا علاج اچھا تو ہے
سینہ کوبی دل خراشی چاہیئے — ہو سکے جو کام کاج اچھا تو ہے
دل نہ ٹھہرے گا تو کیا ٹھہرے گا عشق — قلب کا یہ اختلاج اچھا تو ہے

داغ کو دی ہے تسلی آپ نے
واقعی وہ کل سے آج اچھا تو ہے

بیچتا ہوں جو خریدے مرے ارماں کوئی — مفت دیتا ہوں اگر مان لے احساں کوئی
عشق جس کو نہ ہوا ایسا نہیں انساں کوئی — آگے تقدیر ہے خوش ہو کہ پشیماں کوئی
لا سکے کیوں کہ نہ یقیں دل سے مسلماں کوئی — بے قسم کھائے وہ کرتے نہیں پیماں کوئی
دیر ہو جائے بلا سے انہیں آرائش میں — رہ نہ جائے کسی کم بخت کا ارماں کوئی
رکھئے پیکاں مرے زخموں میں لگا تار کئے — ہو نہیں دیکھ کے انگشت بدنداں کوئی
جانتے بھی ہو اس ارمان بھرے کو کہ نہیں — شب کو بیٹھا تھا کسی گوشے میں پنہاں کوئی
حسرتیں یوں تو محبت میں بہت ہوتی ہیں — دل میں رکھنے کا نکل آتا ہے ارماں کوئی
ایک مہماں نے آتے ہی یہ گھر لوٹ لیا — وہ جو ہیں دل میں تو باقی نہیں ارماں کوئی
دل تڑپ کر ادھر آتا ہے تو بڑھتی ہے خلش — ہے مگر دوسرے پہلو میں بھی پیکاں کوئی
طبع حاضر ہے صفائی بھی ہے نیت بھی درست — اب تو کر لیجئے خدا کے لئے پیماں کوئی
ہے حسینوں کی عدالت میں اسی کی بخشش — ہو جو ناکردہ خطا دل سے پشیماں کوئی
جب سے کی عشق سے توبہ نظر آتے ہیں بہی خواہ — کھینچتا ہے کوئی دامن تو گریباں کوئی
آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم — دل میں دل ڈال دے کسی طرح سے انساں کوئی

تم لبھاتے ہو بار بار کسے — ایسی باتوں کا اعتبار کسے
جب تلون مزاج وہ ٹھہرے — بے وفائی کا اعتبار کسے

مانگتا ہے دعا رقیب آ کر / کھینچ لایا مرا مزار کسے
میرے مرنے کے بعد رو کے کہا / اب کہیں گے وفا شعار کسے
تاک میں دل کی ہے نشیلی آنکھ / اور کہتے ہیں ہوشیار کسے
دیکھئے رنگ لائے کیا جوبن / لوٹتی ہے تری بہار کسے
اک زمانے میں پڑ گئی ہلچل / کر دیا تم نے بے قرار کسے
داغ کو دو ہی دن میں بھول گئے
آپ کہتے تھے جاں نثار کسے

کیا بن پڑے گا کوئی نہ دل کا مسودہ / اکثر مٹائیں گے ابھی اکثر بنائیں گے
باعث بگاڑ کے ہیں وہی جن سے تھی امید / ان سے بنیں گے کام یہ اکثر بنائیں گے
افسوس ہے کہ ٹوٹ پڑے گا وہیں فلک / ہم جان توڑ کر جو کہیں گھر بنائیں گے
جب دل بگڑ چکا تو بنا سے ہے کب بنا / کیا خاک وہ بنائیں گے پتھر بنائیں گے
دشمن ہمارے واسطے تکلیف کیوں کریں / ہم اپنے آپ قتل کا محضر بنائیں گے
تیرے بگاڑنے تو بگاڑا ہے دل مرا / تیرے بناؤ بھی مرے دم پر بنائیں گے
کہتے ہیں وہ جلائیں گے ہم تجھ کو حشر تک / دشمن کی قبر تیرے برابر بنائیں گے
عادت ہی ہو گئی ہے وہ دیکھیں گے جب تجھے / چتون غضب کی قہر کے تیور بنائیں گے
منہ دیکھتے ہیں وہ جسے بھی نظر کرے / پلکوں سے آئینے میں وہ جوہر بنائیں گے
کچھ تجھ کو بھی تو خانہ خرابی کی قدر ہو / خانہ خراب دل میں ترے گھر بنائیں گے
ہر وقت داغ کا یہی تکیہ کلام ہے
میرے حضور مجھ کو تو نوکر بنائیں گے

دل کے رہنے کا اعتبار کسے / اور کہنے کا اختیار کسے
یاد بھی ہے کہ آج بھول گئے / کل کیا تھا امیدوار کسے
جب کہا میں نے ہائے لوٹ لیا / دل پکارا کہ میرے یار کسے
غیر کو بھی ملا لیا ہم نے / وہ بنائیں گے رازدار کسے

دل دعا کیا کرے مرے حق میں — بخشوالے گناہ گار سے کیے
بجلیاں ہیں یہ شوخیاں تیری — اور کہتے ہیں بے قرار کیے

داغ سے وہ اگر نہیں ملتے
ذلیل ہے یہ افتخار کے

جاتے تھے منہ چھپائے ہوئے کعبہ کو ہم — آتے ہوئے اُدھر سے کئی پارسا ملے
جنت سے عار حور کی صحبت سے اجتناب — کیا جانے بندگی کا صلہ ہمکو کیا ملے
اللہ دے تو فقر کی دولت ہے سلطنت — جتنے فقیر مجھ کو ملے بادشا ملے
جو اپنے دل سے آپ کرے بد مزاجیاں — ایسے اُکھل کھرے سے بھلا کوئی کیا ملے
دنیا میں دل لگی کے لئے کچھ تو چاہیے — ہم ان بتوں سے ملتے ہیں جبتک خدا ملے
اک بات ہم کہیں تو ابھی کھوئے جاؤگے — اس طرح سے کہ تم کو نہ اپنا پتا ملے
لو آؤ دل ملائیں تمھاری نگاہ سے — شوخی سے شوخی اور حیا سے حیا ملے
اس دلستاں کا ہے وہی دروازہ نامہ بر — دربان بھی تجھ سے دل کو لبھاتا ملے
یہ بھید کیا ہے مجھ سے ملا آج یوں رقیب — جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ملے
اس واسطے اُٹھائی ہیں تیری برائیاں — ڈرتا ہوں میں کہ اور نہ تجھ سا برا ملے

اے داغ اپنی وضع ہمیشہ یہی رہی
کوئی کھچا کھچے کوئی ہم سے ملا ملے

ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے — روئے ہم غیر سے گلے مل کے
عرش سے آگے ملتے ہیں — کچھ کچھ آثار اپنی منزل کے
عشق پر زور حسن زور شکن — رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے
بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے — ہونٹ ملنے نہ پائیں سائل کے
قطع اُمید ہو گئی آخر — اور ٹکڑے کرو مرے دل کے
ہاتھ گردن میں ڈال کر بولے — کس سے ملئے تم گلے مل کے
شوق سے آپ آئنہ دیکھیں — ہوش اُڑ جائیں گے مقابل کے

ہم تو اُس آنکھ کے ہیں دیکھنے والے دیکھو جس میں شوخی ہے بہت اور حیا تھوڑی سی
تم مرے جرم کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سے کہ خطاوار تو اتنا ہے خطا تھوڑی سی
ابھی بت خانے کے سجدوں سے تو فرصت لے لے جا کے مسجد میں بھی کر لیں گے ادا تھوڑی سی
آئے ہمسائے میں وہ گو نہ یہاں تک آئے آج مقبول ہوئی میری دعا تھوڑی سی
منصفی شرط ہے آخر کوئی کب تک بخشے روز ہو جاتی ہے مجھ سے خطا تھوڑی سی

تری محفل میں یہ کثرت کبھی تھی ہمارے رنگ کی صحبت کبھی تھی
اس آزادی میں کیا وحشت کبھی تھی مجھے اپنے سے بھی نفرت کبھی تھی
ہمارا دل ہمارا دل کبھی تھا تری صورت تری صورت کبھی تھی
دکن میں آئے ہم ہندوستاں سے تصور میں بھی یہ صورت کبھی تھی
جہاں تو حسرتوں کی لوٹ ہے اب یہیں اک شخص کی تربت کبھی تھی
ذرا انصاف کیجے کون ہوں میں ذلت تھی یا کچھ مری عزت کبھی تھی
اُسی حسرت میں اب دل مبتلا ہے کہ جس اُمید میں حسرت کبھی تھی
ابھی باقی ہے کچھ آزاد کا شوق وہ پھر ہو جو مری حالت کبھی تھی
نہ دی گز بھر زمیں مرقد کو میرے کہاں اس کوچے میں تربت کبھی تھی
محبت سے تری ہوتا ہے اب رنج عداوت سے تری الفت کبھی تھی
مزا آتا نہیں وہ قتل میں اب ترے خنجر کے لبوں میں جو لذت کبھی تھی
شکایت سن کے یہ ہوتا ہے ارشاد تری تقدیر میں راحت کبھی تھی!
بہت دن کے ہم اُن سے ملیں گے ہماری آپ کی صحبت کبھی تھی
جو دل حاضر ہے لیجے اس سے کیا بحث نہ تھی یا آپ کی نیت کبھی تھی
نہ گھبراؤ ہوا اب نہیں ہے معاف فرمائیے کبھی تھی مجھ کو ہاں چاہت کبھی تھی

تم اترائے کہ بس مرنے لگا داغ
بناوٹ تھی جو وہ حالت کبھی تھی

تم سلامت ہو آزار کے دینے والے کون سنتا ہے مبارک مری فریاد مجھے

بندگی ایسی غلامی کو اگر قید رنہ ہو / قتل کر ڈال جو کرتا نہیں آزاد مجھے
آسماں ٹوٹ پڑا ایسا جو تری الفت میں / پہلے ہی سی نظر آتی تھی یہ افتاد مجھے
کچھ تو امید بندھے اُن سے وفاداری کی / کاش دشمن ہی سمجھ کر وہ کریں یاد مجھے

بھولے ہی بن سکے کام نکلتا ہے گاہ گاہ / بن جاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی
اقرار سے زیادہ ہے انکار آپ کا / ہر دم نہیں نہیں ہے تو ہاں ہاں کبھی کبھی
ہر وقت اُن کی شرم سے اُٹھتی نہیں پلک / ہوتا ہے دل کے پار یہ پیکاں کبھی کبھی
وہ ہاتھ رکھکے سر پہ مرے کھاتے ہیں قسم / ہوتے ہیں جھوٹ موٹ کے احساں کبھی کبھی
رہ رہ کے یاد آگئے اپنے ستم انہیں / ہوتے ہیں دل ہی دل میں پشیماں کبھی کبھی
اس جبر پر بھی ہے وہی آفت لگی ہوئی / ہوتا ہے شوق سلسلہ جنباں کبھی کبھی
سنتے ہیں کان رکھکے فرشتے بھی اسکی بات / کہتا ہے درد دور کی انساں کبھی کبھی

صبا اٹکھیلیاں کرتی ہے کیا کیا راہ میں آکے / کبھی کاکل سے الجھی کبھی دامن سے جا الجھی
کبھی لپٹا نہ تو میرے گلے سے کیوں نہ رشک آئے / رہی لے بے وفا ہر دم ترے تن سے قبا الجھی
قیامت تک کی الجھن [illegible] / تو آخر مضطرب ہو کر ترے قدموں سے جا الجھی
وہ ہوں گردش نہ دوں میں چھو لیا جب پیچ دامن کو / تو چکرائی ہوئی پھر دوں گلے میں ہوا الجھی

اس تیر کا زخمی ہے مرا دل بھی جگر بھی / اچھوں کی بری ہوتی ہے [illegible] نظر بھی
اقرار سے پہلے تو ہاں کرتے تھے پیغام / جب وعدہ کیا پھر نہیں ہوتی ہے خبر بھی
بیٹھو بھی مرے قتل پہ کیا باندھ کے تلوار / دیکھوں تو سہی باندھنی آتی ہے کمر بھی
پیکاں کا نکلنا ہی گھڑی ہو کہ کبھی ہو / رک جائے گی کیا تیر کی طرح تری نظر بھی
بیتاب تری بزم میں دیکھا جسے دیکھا / ہوش اڑتے ہیں سنتے ہیں اڑتی ہے خبر بھی
کیا ایک ہی ڈورے میں بندھی اُن کی نزاکت / جب ملتی ہے گردن تو لچکتی ہے کمر بھی
کہتے ہیں وہ دنیا کے جو سب چاہنے والے / پوچھے تو کوئی ہے تمہیں دنیا کی خبر بھی

فرماتے ہیں وہ سنتے ہیں جب داغ کی اشعار
اللہ زباں دے تو زباں میں ہو اثر بھی

شب کو جو حال رہا ہے وہ خدا پر روشن — تجھ سے اُمید مجھے بے خبر ایسی تو نہ تھی
کٹ گئی گھڑی اور جیوں گا یہ بتا دے کم بخت — فکر تجھ کو کبھی اے چارہ گر ایسی تو نہ تھی

داغ صاحب کی محبت نہ چھپائے سے چھپی
ایسی مشہور ہوئی یہ خبر ایسی تو نہ تھی

ترقی کر رہی ہے اُن کی شوخی — ابھی تڑپے گا دل تڑپا ہی کیا ہے
بڑی آنکھیں تمھاری ہیں اگر ہوں — ان آنکھوں نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے
حقیقت میں جو تم دنیا سے اچھے — حقیقت میں مگر دنیا ہی کیا ہے
ہمارے دل میں ہے ساری خدائی — خدا کے گھر میں اب رکھا ہی کیا ہے
ملے گی حشر میں کیا داد مجھ کو — مری فریاد سے ہوتا ہی کیا ہے
تجھے دنیا میں لوں عقبیٰ میں چاہوں — بجز اس کے مرا دعویٰ ہی کیا ہے
ہمیشہ دیکھتی ہیں دل کی آنکھیں — ہمارا آپ کا پردا ہی کیا ہے
فقط اک جان وہ بھی تجھ پہ قرباں — محبت نے یہاں چھوڑا ہی کیا ہے

کبھی ہم سے نہ کہنا ہم نہ مانیں گے — جو ضد آئی تو بے منوائے اصلاً ہم نہ مانیں گے
ترا ثانی کہاں پیدا فقط کہنے کی باتیں ہیں — اگر سارا زمانہ مان لے گا ہم نہ مانیں گے
ہم ایسے ہی تو ہیں وہ ہم کو پوچھیں اس [illegible] سے — یقیں آتا نہیں قاصد ہے جھوٹا ہم نہ مانیں گے
بلا سے گر کوئی اس بات کا دل میں برا مانے — مگر معشوق پر وعدے کا سچا ہم نہ مانیں گے
سوال اُن کا یہ ہے دنیا میں کر لو فیصلہ ہم سے — اُٹھا دو گے اگر عقبیٰ میں جھگڑا ہم نہ مانیں گے
نکل جائے اگر پہلو سے دل یہ بھی یقیں ہم کو — نکل جائے کبھی دل سے تمنا ہم نہ مانیں گے
بڑھے تکرار کیوں پہلے ہی اس کا فیصلہ کر لو — یہ کہنا مان لیں گے ہم یہ کہنا ہم نہ مانیں گے

کسی کے ہیں جلوے یہاں کیسے کیسے — [illegible] کیسے کیسے
دیے داغ نے امتحاں کیسے کیسے — [illegible] کیسے کیسے
وہ جب اور ہی دل سے کہتے ہیں [illegible] — تو [illegible] زباں کیسے کیسے
بنایا ہے [illegible] وہ ناحق — [illegible] کیسے کیسے

چھٹے قافلے والے اوّل ہی منزل
پڑے رہ گئے ناتواں کیسے کیسے

نہ مانی نہ مانی مری بات اُس نے
ہوئے دوست ہم داستاں کیسے کیسے

سکھانے پڑھانے کو ہیں دوست دشمن
یہاں کیسے کیسے وہاں کیسے کیسے

نہیں حیدرآباد پیرس سے کچھ کم
یہاں بھی سجے ہیں مکاں کیسے کیسے

مرے ساتھ غیر دلی پہ بھی آفت آئی
نکالے گئے میہماں کیسے کیسے

شکایت حکایت ہی میں رات گزری
رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے

پھنسا کر زلف میں دل عمر بھر اُن کی بلا رکھے
اسیری ہوتی جاتی ہے رہائی ہوتی جاتی ہے

مبارک باد اب صیّاد کو مژدہ اسیری کا
بہت مشہور میری خوش نوائی ہوتی جاتی ہے

بڑھایا شوق نے آگے ہٹایا خوف نے پیچھے
رسائی میں بھی اُن تک نارسائی ہوتی جاتی ہے

نکل جائیں گے بل ملنا نہ چھوڑو دست بازو کے
بہت سیدھی تمھاری کج ادائی ہوتی جاتی ہے

ہمیں بھی صبر آئے صاف کہہ دو ہم نہیں رہتے
الگ ہر چیز کیوں اپنی پرائی ہوتی جاتی ہے

مخاطب ہوں کسی سے بزم میں وہ چوٹ ہو مجھ پر
میرے ہی سامنے میری برائی ہوتی جاتی ہے

خدا جانے یہ ہے کیا بھید کیا ہوتا ہے اے کافر
جدھر تو ہے اُدھر ساری خدائی ہوتی جاتی ہے

نہ ہیں آتش نہ وہ سیماب یا رب کیا سبب اس کا
جہاں تک دل ملاتا ہوں جدائی ہوتی جاتی ہے

کدورت سی کدورت تھی مٹایا داغ کو جس نے
بحمد اللہ اب اُن سے صفائی ہوتی جاتی ہے

قیامت ہے اگر میں نے فغاں کی
فرشتے خیر مانگیں آسماں کی

مرے مرنے سے گو اس کو ہوئی عید
خوشی جو چاہیے تھی وہ کہاں کی

خدا کے سامنے بھی بت بنے وہ
ہمیں نے اُن کی کیفیت بیاں کی

یونہیں رہ جائے وہ بیٹھا کا بیٹھا
کھلی رہ جائیں آنکھیں پاسباں کی

دل اُس کا ہے کہ جس نے اپنی حالت
بیاں کی اور پھر مجھ سے بیاں کی

قبر میں نیند اڑاتے ہیں نکیرین عبث
ان سوالوں سے تو دشمن کی حکایت اچھی

آدمیت سے علاقہ ہے نہ دنیا کا مزا
پھر جہنم سے ہے کس بات میں جنت اچھی

پھوٹ کر روئے بظاہر جو کہ پر دشمن / اس بہانے سے بہائی مری تربت اچھی
ہم نشینوں کو مشیروں کو ترے دیکھ لیا / بُری صحبت ہے بُری اچھی ہے صحبت اچھی

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے / اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے
نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی / بہت دیر کی مہرباں آتے آتے
سنا ہے کہ آتا ہے سر نامہ بر کا / کہاں رہ گیا ارمغاں آتے آتے
سنانے کے قابل جو تھی بات ان کو / وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے
مجھے یاد کرنے سے یہ مدعا تھا / نکل جائے دم ہچکیاں آتے آتے
ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں / انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
چلے آتے ہیں دل میں ارمان لاکھوں / مکاں بھر گیا میہماں آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا تھکے سب پیامی / وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے
تری آنکھ پھرتے ہی کیسا پھرا ہے / مری راہ پر آسماں آتے آتے
پڑا ہے بڑا پیچ پھر دل لگی میں / طبیعت رکی ہے جہاں آتے آتے
مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے / چمن اُڑ گیا آندھیاں آتے آتے
کسی نے کچھ اُن کو اُبھارا تو ہوتا / نہ آتے نہ آتے یہاں آتے آتے
قیامت بھی آتی تھی ہمراہ اس کے / مگر رہ گئی ہم عناں آتے آتے
نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو / کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

جا کر اُس بزم میں آجاتی ہے شامت کیسی / میرے اللہ نے رکھ لی مری عزت کیسی
آدمی مر کے جئے ہے یہ مصیبت کیسی / یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی
ایک دل لاکھ خیال ایک نظر لاکھ جمال / کوئی دیکھے تو یہ وحدت میں ہے کثرت کیسی
اپنی آنکھوں میں سمایا ہے کچھ ایسا جلوہ / نہیں تصویر سی ہوتی ہے یہ صورت کیسی
مجھ پہ الزام ہے کیوں تو نے مرا غم کھایا / اور ہوتی ہے امانت میں خیانت کیسی
امتحاں اور جو باقی ہیں وہ یوں ہو چکیں / نئے انداز ہیں مجھ سے انہیں نفرت کیسی
ساتھ غیروں کے وہ کیا چھوڑ گئے چنگاری / میرے ہمراہ جلی ہے مری تربت کیسی

اس تجاہل کا کیا ٹھکانا ہے — جان کر جو نہ مدعا جانے

جانتے جانتے ہی جانے گا — مجھ میں کیا ہے ابھی وہ کیا جانے

کیا ہم اس بدگماں سے بات کریں — جو ستائش کو بھی گلا جانے

تم نہ پاؤ گے سادہ دل مجھ سا — جو تغافل کو بھی حیا جانے

جو ہوا اچھا ہزار اچھوں کا — واعظ اس بت کو تو برا جانے

داغ سے کہدو اب نہ گھبرائے — کام اپنا بنا ہوا جانے

کمر کی طرح بے نشاں ہے دہن بھی — دہن کا ہے دعویٰ تو کیجے سخن بھی

سنبھل کر ذرا پانوں رکھئے زمیں پر — اگر چال بگڑی تو بگڑا چلن بھی

نہ خط بھیجتا ہے نہ آتا ہے کوئی — عدم ہو گیا ہے ہمارا وطن بھی

اگر دل ملا ہے تو مل جائے باہم — زباں سے زباں بھی دہن سے دہن بھی

وہاں کچھ نہ بولا گیا نامہ بر سے — خدا نے دئے تھے زباں بھی دہن بھی

نہ مانا برا میرے شکوے کا اس نے — بڑے کام آیا یہ دیوانہ پن بھی

شرارت سے خالی نہیں ان کی باتیں — جہاں سادگی ہے وہاں بانکپن بھی

سیکڑوں ملتے ہیں الزام کے دینے والے — ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے

میرے قاصد کو دیا اس نے یہ جھنجھلا کر جواب — کون ہوتے ہیں وہ پیغام کے دینے والے

جاں نثاروں کو دعا کرتے ہیں اکثر دشنام — تم سلامت رہو انعام کے دینے والے

ناتوانی پہ نہ جا تو کہ ابھی باقی ہیں — سو دعائیں تجھے دل تھام کے دینے والے

وہی اچھے وہی دانا ہیں تمہارے نزدیک — مشورے تم کو برے کام کے دینے والے

آپ ہیں جان کے ایمان کے لینے والے — آپ ہیں درد کے آلام کے دینے والے

دل کا سرمایہ وہ دزدیدہ نظر کیا لے گی — اتنا دینا بھی پڑے گا اسے جتنا لے گی

ایک مدت سے ہے برباد ہماری مٹی — دیکھئے کب ترے دامن کا سہارا لے گی

چارہ گر ہوں گے تجھے کیوں نہ چھڑانے مشکل — آڑے ہاتوں مری وحشت کبھی پیسا لے گی

دل کا سودا تری زلفوں سے نبا رکھا تھا — کیا خبر تھی کہ نگہ مفت میں ہتیا لے گی

اوری دل ہی سے اس دل کی خریدار ہو
جس کو تم لوگے اسی چیز کو دنیا لے گی
کام بگڑا نہ بنا ہے سے بنے گا ہرگز
میری تدبیر نہ تقدیر سے بدلا لے گی

محبت ہے مجھے اُس رہ گزر سے
جنازہ بھی مرا جائے ادھر سے
نگہ دل سے لڑی شرماں جگر سے
بندھا ہے مورچہ کیا گھر کے گھر سے
ٹپکتا ہے یہ صاف اُس کی نظر سے
بہت باتیں ہوئی ہیں نامہ بر سے
ہم اپنی جان پر کھیلے ہوئے ہیں
لڑائی ہو پڑی ہے چارہ گر سے
خدا کی دین ہے غم ہو کہ شادی
یہ بندے لائے ہیں کیا اپنے گھر سے
تمہارا دیکھنا کیوں کر نہ دیکھوں
نظر کی چوٹ رکتی ہے نظر سے
نرالی وضع زاہد نے بنائی
یہ ہے انسان کیا جانے کدھر سے
نہ دیکھا کر مجھے غصے سے ظالم
تری آنکھوں سے بھی کیوں خون ٹپکے
مزا آتا ہے اُن کے روٹھنے میں
ہمیشہ چھیڑ ہوتی ہے ادھر سے
انھیں تو حور ہی سے لاگ ٹھہری
الٰہی تاؤں جنت کس کے گھر سے

گذشتہ اس ستم پہ بھی ہنستے ہیں سیکڑوں
میری وفا کا رنگ تمہاری جفا میں ہے
خالی نہیں ہے اُن کی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بھی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے
گزری کبھی نہ چین سے ہم کو کوئی گھڑی
جو ابتدا میں غم تھا وہی انتہا میں ہے
چٹکی ہیں اُن کی تیز نگاہوں میں اُن کی قہر
کیا جانے کتنی دیر ہماری قضا میں ہے
مر جاؤں میں اگر ہو وہاں ناز میں کمی
اپنی تو جان ایک سراپا ادا میں ہے
سر پھوڑنا فضول ہے دم توڑنا عبث
دل چھیڑتے بتوں کا یہ قدرت خدا میں ہے
دل کچھ اور رنگ تو شب کچھ اور ڈھنگ
تاثیر دو طرح کی ہماری دعا میں ہے

ہم اس جہاں سے ایمان لے کے جائیں گے
خدا کے گھر بھی سامان لے کے جائیں گے
یہ ولولے تو مری جان لے کے جائیں گے
یہ ذوق شوق تو ایمان لے کے جائیں گے
بیاں کریں گے ترے ظلم ہم قسم کھا کر
خدا کے سامنے قرآن لے کے جائیں گے
ہمیں یہ فکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں
انھیں یہ ضد کہ اسی آن لے کے جائیں گے

صنم کدے کے ہوئے ہم نہ کعبے کے ہوئے
یہ داغ دل میں مسلمان لے کے جائیں گے

لگا کے لائے ہیں غیروں کو آپ اپنے ساتھ
یہاں سے کیا یہ نگہباں لے کے جائیں گے

بغیر وصل کا وعدہ لئے ٹلیں گے نہ ہم
یہ عہد لے کے یہ پیمان لے کے جائیں گے

کچھ آگیا مرے آگے دیا لیا میرا
یقین تھا وہ مری جان لے کے جائیں گے

خدا کے سامنے جب آپ کی طلب ہوگی
وہاں بھی آپ نگہبان لے کے جائیں گے

کیا ہے سخت پریشان ناصحوں نے مجھے
جب آئیں گے مرا ارمان لے کے جائیں گے

وعدے پہ اُن کی بات بنائی ہوئی سی ہے
کھائی ہے وہ قسم کہ جو کھائی ہوئی سی ہے

کس بوالہوس کے خون میں رنگے ہیں تم نے ہاتھ
اُتری ہوئی حنا یہ لگائی ہوئی سی ہے

افسردہ خاطری میں بھی ہے آگ شوق کی
پوری بجھی نہیں یہ چھپائی ہوئی سی ہے

دھویا ہے تم نے تیغ کو باقی ہے نم ابھی
یہ خون میں کسی کے نہائی ہوئی سی ہے

رنگت اُڑی ہوئی سی ہے کیا آج داغ کی
چہرے پہ مردنی بھی تو چھائی ہوئی سی ہے

ہر دم اسی کی دھن ہے اُسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط یہ اب تک محال ہے

جب ہو نہ اعتبار تو کہنے سے فائدہ
اللہ جانتا ہے جو اس دل کا حال ہے

سن کر مری زباں سے بُرائی رقیب کی
غصے کو تم نے ضبط کیا یہ کمال ہے

قسمت سے نبھ گئی ہے چلو فیصلہ ہوا
میرا کمال ہے نہ تمہارا کمال ہے

دل لے ہی چکے ناز سے شوخی سے ہنسی سے
اب اُن کی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

مانی ہیں نیازیں بھی مانگی ہیں دعائیں
اللہ بچائے مجھے تیری خفگی سے

آئینے میں کیا دیکھتے ہو اپنی ادائیں
اس ناز اس انداز کو پوچھو مرے جی سے

ارشاد ہوا ہے کہ تجھے قتل کریں گے
پھر یہ بھی ہے تاکید کہ کہنا نہ کسی سے

معشوقوں کو عشاق نے بے درد بنایا
انصاف تو یہ ہے کہ ہوئی چوک سبھی سے

ہم کیوں اُنھیں سمجھا کے عبث رنج اٹھائیں
کچھ بات ہو مطلب نہ بُری سے نہ بھلی سے

ایسا ہو نشانہ تو وہ کیوں غیر کو تاکیں
الفت بھی مجھی سے ہے عداوت بھی مجھی سے

دیکھی نہ بہار اور ثمر عشق کا پایا
اس باغ میں پھل پیشتر آتا ہے کلی سے

در پردہ تو ہوتے ہیں گلے اُن کے ہزاروں
دیکھا تو دعا صاف نکل جاتی ہے جی سے

مہمان کہیں جانے کو ہیں آپ بھی تیار
بس لیجیے سلام اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے

گستاخ ہوا جب نہ پڑا ہوئی منت
نکلا تو سہی کام مگر بے ادبی سے

بھولے سے پیا بھی کوئی ساغر تو گنہ کیا
اک عمر ہوئی توبہ کیے بادہ کشی سے

میں وصل کا سائل ہوں مجھے اب اس کا تو دیجے
کیوں چپ ہوئے کیا پوچھنے جاتا ہے کسی سے

اے داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک
کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے

تقریر سنے کوئی کہ تعریف تمہاری
انداز کو دیکھے کہ ادا کو کوئی دیکھے

گو وصل ہو لیکن مجھے باور تو نہیں ہے
ہاں دل میں نہ ہو اُن کی زباں پر تو نہیں ہے

پھر جائے تو پھر جائے بلا سے نہیں پروا
کچھ آپ کا دل میرا مقدر تو نہیں ہے

چبھتی ہے تری بات مرے دل میں ہمیشہ
آخر یہ زباں ہے کوئی نشتر تو نہیں ہے

معشوق کا جب ذکر کیا مجھ سے کسی نے
گھبرا کے یہ پوچھا وہ ستمگر تو نہیں ہے

کرتا ہے امام آج بہت سہو کے سجدے
پوشیدہ جماعت میں وہ کافر تو نہیں ہے

احسان ہو ہم پر جو ہمیں آپ بتا دیں
دنیا میں کوئی آپ سے بہتر تو نہیں ہے

کٹتی ہے رگ رگ ہمارے حلق کی
دم میں جب تک دم رہے خنجر چلے

راہ ہے دشوار منزل دور تر
پاشکستہ کیا کرے کیوں کر چلے

جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے رہے
جس طرف کو لے چلا رہبر چلے

دیکھیے پس ماندگاں پر کیا بنے
ہم تو اپنی سی بہت کچھ کر چلے

مجھ کو کیا جانے کہ پردے پڑے ہیں
واہ وہ جس پر چلے اس پر چلے

حسرتوں سے کیوں نہ ہو دل پائمال
اس زمیں پر سیکڑوں لشکر چلے

کیا دھرا تھا اس میں ہم خمخانے میں
ہم بھی آ کر اپنا بھرنا بھر چلے

ٹکنے دیتی ہے کہیں وحشت ہمیں
چھان کر جنگل پھر اپنے گھر چلے

داغ کے لب پر یہ مصرع درد کا
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

داد کس کی دوں جو ہوں دونوں برابر سامنے
وہ جب آتے ہیں تو آتا ہے مقدر سامنے

حور سے بحث نہیں ہاں یہ بتا اے زاہد — لاکھ دو لاکھ میں ہو ایک وہ صورت کیسی
کبھی آتی ہیں تصور میں جو دو تصویریں — کیا کہوں میں کہ کھٹکتی ہے طبیعت کیسی
لے ہی تو لیں گے گنہگاروں کے جھگڑے زاہد — یہ تو دوزخ کے بھی قابل نہیں جنت کیسی
چل کے دو چار قدم آگ لگا دی کس نے — تلملاتی ہوئی پھرتی ہے قیامت کیسی
بے محل بات بھلی بھی تو بری ہوتی ہے — شکر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں شکایت کیسی
اپنے جینے کی دعا بھی تو نہیں کی جاتی — سی دیئے ہونٹ خموشی نے شکایت کیسی

کیا خوف ہے ان کو جو ملے داد کسی کی — کچھ کہا ئے تو جاتی نہیں فریاد کسی کی
منصف ہو اگر دو ہی گے تم داد کسی کی — سنتی ہی پڑے گی تمہیں فریاد کسی کی
اب قطع تعلق ہے تو پھر پاس کہاں کا — رکھتا لگی لپٹی نہیں آزاد کسی کی
یہ حسن کا فتنہ ہے بنا بڑھ کے قیامت — تعمیر کسی کی ہے تو بنیاد کسی کی

دل لے کے پوچھتے ہو تری چیز کیا ہوئی — اچھی کہی یہ ایک ہی لے دل ربا ہوئی
بے دود ہو سکے نہ نکلتا کبھی غبار — آج ان سے صاف صاف مری برملا ہوئی
پوری ابھی سنی بھی نہیں تم نے داستاں — اک بات میں بگڑ گئے کیا بات کیا ہوئی
رحمت کے کارخانے میں واعظ کچھ اور ہی — بخشش اسی کی ہو گئی جس سے خطا ہوئی
خنجر میں تیرے خون کی بو آ رہی ہے آج — کیا جانے کس غریب کی حاجت روا ہوئی
دل ہاتھ سے گیا ہے تو پھر دل ہی جائے گا — یہ جان تو نہیں کہ پھر آئی جب جدا ہوئی
مشہور ہے زمانے میں دونوں کی لاگ ڈانٹ — مہری فغاں ہوئی کہ تمہاری ادا ہوئی

اے داغ کس کو دیکھ لیا تو نے خیر ہے
اب تک تو ہوش میں تھا تجھے کیا بلا ہوئی

دنیا میں ہیں سب عیش کے ساماں کوئی دن کے — یہ جلوے نظر آتے ہیں نادان کوئی دن کے
بے باک ہوئے جاتے ہیں یہ کوئی دن میں — دربان کوئی دن کے ہیں نگہباں کوئی دن کے
دل دے کے اب اس شوخ پہ جاتی ہے مری جاں — ہیں اور بھی تقدیر میں نقصان کوئی دن کے
پھر اپنے مقدر میں کہاں وصل کی راتیں — ہم پر ہیں یہ سب آپ کے احسان کوئی دن کے

مجھ کو جلوے سے غش آیا اُسے گزرا یہ گماں
نیند غفلت کی ہے یا چھائی ہوئی مستی ہے

زہر چڑھتا ہے تری زلف کے نظارے سے
مار رکھتی ہے یہ ناگن نہ نہیں کب ڈستی ہے

ہے یہ اب بے اثری غیر کے طعنے کیسے
ہم پہ آواز سے ہماری ہی فغاں کستی ہے

نعمتیں سارے جہاں کی ہوں تو پروا نہ کرے
فاقہ مستی تری کیا بات ہے کیا مستی ہے

حوصلہ چاہیے انسان کو پاسے جو عروج
پست ہمت کو بلندی بھی جو ہے پستی ہے

آدمی روح کو آرام سے رکھتے ہر دم
ورنہ پھر اور ہی عالم کو یہ چل بستی ہے

حیدرآباد ہے تا بہ قیامت قائم
یہی اب داغ مسلمانوں کی اک بستی ہے

اطاعت میں اغیار خامی کریں گے
ہمیں بندہ پرور غلامی کریں گے

ہوئے آپ بدنام جن کے پیچھے
وہی آپ کی نیک نامی کریں گے

کریں ہم وفا آپ سے توبہ توبہ
یہ کوئی کریں گے یہ شامی کریں گے

کہاں تم اٹھاؤ یہ نازک مزاجی
کسی اور کی اب غلامی کریں گے

رہے گا جو دشمن تو مجھ کو خوشی کیا
وہ خود اپنی قائم مقامی کریں گے

قیامت بھی مٹ جائے گی ہر قدم پر
قیامت کی وہ خوش خرامی کریں گے

مرے قتل کے روز میلا لگے گا
یہ جلسہ وہ اک دھوم دھامی کریں گے

نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمہارا
ادا سب پیامی سلامی کریں گے

دل پریشان ہوا جاتا ہے
اور ساماں ہوا جاتا ہے

موت سے پہلے مجھے قتل کرو
اُس کا احسان ہوا جاتا ہے

دم ذرا لو کہ مرا دم تم پر
ابھی قربان ہوا جاتا ہے

گریہ کیا ضبط کروں اے ناصح
اشک پیکان ہوا جاتا ہے

بے وفائی سے بھی رفتہ رفتہ
وہ مری جان ہوا جاتا ہے

چھائی جاتی ہے یہ وحشت کیسی
گھر بیابان ہوا جاتا ہے

شکوہ سن کر جو [illegible] ظالم
کیوں پشیمان ہوا جاتا ہے

عذر جانے میں نہ کر اے قاصد
تو بھی نادان ہوا جاتا ہے

مضطرب کیوں نہ ہو ارمان دل میں — قید احساں ہوا جاتا ہے
داغ خاموش! نہ لگ جائے نظر — شعر دیوان ہوا جاتا ہے

غیر سے میری طرف داری ہے — یہ نئی طرح کی عیاری ہے
اُن کو وعدے میں بھی دشواری ہے — مجھ کو یاں ایک گھڑی بھاری ہے
میرے دل میں وہ جدائی فرقت — اک چھپی ہوئی چنگاری ہے
کم نہیں موت سے دل کا آنا — سخت مجبوری و ناچاری ہے
آنکھیں بھرتی ہیں ہزاروں قصے — اُن کی مژگاں کا قلم جاری ہے
اتنی ہی رات ہے جتنی سمجھو — یہی آدھی ہے یہی ساری ہے
یہ رہے جان رہے یا نہ رہے — وضع داری مجھے پیاری ہے
داغ دشمن سے بھی جھک کر ملئے — کچھ عجب چیز ملنساری ہے

دیکھیے عشق میں اب جان رہے یا نہ رہے — جان کیا چیز ہے ایمان رہے یا نہ رہے
کیا مصیبت ہے کہ تم وعدہ کرو اور نہ آؤ — کوئی کم بخت پریشان رہے یا نہ رہے
اب تو کھائی ترے ملنے کی قسم اے ظالم — آن رہ جائے مری جان رہے یا نہ رہے
ہوش میں آؤ نہ گھبراؤ جواب اس کا دو — شب کو جا کر کہیں مہمان رہے یا نہ رہے
آج یاروں نے مری موت کی تیاری کی — پھر کوئی کل دیکھیے مہمان رہے یا نہ رہے
تو تو اک بار مرے دل کی تمنا بر لا — پھر یہاں کوئی بھی ارمان رہے یا نہ رہے
تیری تصویر نے دیکھی ہے کب ایسی صورت — پھر دکھا دو اسے حیران رہے یا نہ رہے

خوش کسی حال میں انسان رہا ہے نہ رہے — ہو سکے بے فکر کسی آن رہا ہے نہ رہے
نہ کیا قتل مجھے سب کو جلا کر مارا — مرتے مرتے کوئی ارمان رہا ہے نہ رہے
میری ہی قتل کی حسرت ترے دل میں تو رہی — بجز اس کے کوئی ارمان رہا ہے نہ رہے
جو حقیقت سے خبردار ہوا یا ہو گا — پھر حقیقت میں وہ انسان رہا ہے نہ رہے
کرتے ہیں عشق میں ہم جان لگا کر سودا — اس میں انجام کو نقصان رہا ہے نہ رہے
دخل کیا ہم سے محبت میں جو بازی لے جا — غیر کے ہاتھ یہ میدان رہا ہے نہ رہے

قیامت ہیں بانکی ادائیں تمہاری
ادھر آؤ لے لوں بلائیں تمہاری

پھڑک جائے کیوں کر نہ انسان سن کر
رسیلی سریلی صدائیں تمہاری

تجلی کی موسیٰ سے ہوں دو دو باتیں
اگر شکل ہم دیکھ پائیں تمہاری

ہر اک داستاں ہے نہایت فرح کی
ہم اپنی کہیں یا سنائیں تمہاری

کریں آنکھ سے ہم نظارے تمہارے
سنیں کان سے ہم صدائیں تمہاری

تری خاطر سے کہہ دوں آرزو لے نازنیں نکلی
نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے تیر مارا زباں سے آفریں نکلی

کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں آپ نے مجھ پر
ابھی کم بخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

مجھے خوش دیکھ کر تم کیوں مبارک باد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی؟

نکل کر تم مری آغوش سے اس حال کو پہنچے
کہیں سے چل دیا دامن کہیں سے آستیں نکلی

یہ اُن کو لاگ ہے وہ پوچھتے ہیں ہر اک سے
ہماری سی کوئی صورت کہیں دیکھی کہیں نکلی

وعدہ کرنا پھر اس خوشی کے ساتھ
ہم تو اس کو بھی اک ادا سمجھے

چلتے چلتے وہ کہہ گئے مجھ سے
ہم تجھے مطلب آشنا سمجھے

پردے پردے میں گالیاں دے کر
مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا سمجھے

اپنے بے چین دل سے آ گئے ہم
اُس کی شوخی کو بھی حیا سمجھے

ان کنایوں کو اپنے تم سمجھو
بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے

خط کو دیکھا نہ دیکھا چاک کیا
اُس کو مطلب ہو جو وفا سمجھے

کیا یقیں ہے مری محبت کا
وہ شکایت کو التجا سمجھے

جب کہا اس نے تجھ سے سمجھیں گے
میں نے بھی طعن سے کہا سمجھے

دل نے سمجھا ہے دوست دشمن کو
ایسے نافہم سے خدا سمجھے

آدمیت کی شرط ہے اے داغ
خوب اپنا برا بھلا سمجھے

دل کو کیا ہو گیا خدا جانے
کیوں ہے ایسا اُداس کیا جانے

اپنے غم میں بھی اس کو صرفہ ہے
نہ کھلا جانے وہ نہ کھا جانے

ہم کو حاصل کیا حسینوں میں ہو گر تم آفتاب
شب کو ہاتھ آتے نہیں لیتے ہو دن بھر سامنے

لیں مرے دل میں کسی کافر نے کیا کیا چٹکیاں
جب نظر آیا مجھے اللہ کا گھر سامنے

ہم اگر مانگیں تو اے زاہد یہ بے شک ہے گناہ
بے طلب رکھ دے جو کوئی بھر کے ساغر سامنے

سُن چکے بس لن ترانی ہو چکا ہم سے حجاب
آئیے اب آئیے اے بندہ پرور سامنے

یا الٰہی خیر ہو بیٹھے ہیں وہ یوں بزم میں
تیغ رکھی ہے برابر اور خنجر سامنے

جس طرح جی چاہتا ہے اس طرح ہو بے حجاب
یوں تو ہونے کو وہ ہو جاتا ہے اکثر سامنے

بت پرستی سے تو کی توبہ مگر یہ حال ہے
سر پٹکنے کے لئے رہتا ہے پتھر سامنے

اسے بھی مجھ کو بھی ضد آپڑی ہے
خرابی بیچ والوں کی بڑی ہے

کریں کیا رند توبہ مے سے زاہد
کہ یہ تو ان کی گھٹی میں پڑی ہے

قدم جمتا نہیں تیری گلی میں
کسی بے تاب کی ہیبت گڑی ہے

عدو بھی تنگ ہے اُن کے ستم سے
اُسے اپنی مجھے اپنی پڑی ہے

ابھی میں نے کیا تھا یاد اس کو
وہ آیا عمر قاصد کی بڑی ہے

بنا ہے مدعی پیغام بر بھی
بڑی ہے جب مری کھوٹی جڑی ہے

وہ روٹھیں غیر سے تو ہم منائیں
پرائی آفت اپنے سر پڑی ہے

تجھے دیتا ہوں اپنی جان بھی میں
مرے دل سے مری ہمت بڑی ہے

بگڑ کر ہم نے سو الزام پائے
اب اُن کی ہر طرح سے بن پڑی ہے

غزل اک اور بھی اے داغؔ لکھو
طبیعت اس زمیں میں کچھ لڑی ہے

نظر کعبے میں اس بت پر پڑی ہے
کہاں جا کر مری قسمت لڑی ہے

ترے در پر تڑپتے کس کو دیکھا
کہ ہر دیوار سکتے میں کھڑی ہے

پرائے مال پر اتنا تقاضا
ابھی دل دیں گے کیا جلدی پڑی ہے

مروت بھی ہو تیری آنکھ میں کاش
نشیلی ہے رسیلی ہے بڑی ہے

حسینوں کو بُرا کہتا ہے ناصح
انھیں باتوں پہ مجھ سے ہو پڑی ہے

خدا سے التجا ہے ناخدا کیا
مری کشتی بھنور میں جا پڑی ہے

ادھر وحشت لئے جاتی ہے مجھ کو — اُدھر جلاد لے بیڑی کھڑی ہے
دل اپنا بیچتے پھرتے ہیں لاکھوں — محبّت آج کل پیسے دھری ہے
جنازہ دیکھ لو عاشق کا در پر — سواری اس مسافر کی کھڑی ہے
گھڑی ہے سو بلاؤں میں مری جاں — یہ تنہا ہے اکیلی ہے چھڑی ہے
وہی اک بات ہے لیکن تری بات — عدو سے نرم ہے مجھ سے کڑی ہے

کل کچھ طبیعت اپنی جو مشکوک ہو گئی — آج اُن سے دو ہی باتوں میں دو ٹوک ہو گئی
کیوں غیر کی طرح سے نہ ہم بے وفا ہوئے — اِس عاشقی میں ہم سے بڑی چوک ہو گئی
برسات ہی میں مست ہے ارگن کی بھی صدا — کوئل کی کوک اس کے لئے کوک ہو گئی

ناوک لگا جگر پر تو دل پر سناں لگی — کاری لگی نظر تری کافر جہاں لگی
ہم بھی دعا کے ساتھ پہنچتے تو خوب تھا — کیوں چرخ تک زمیں سے نہ اک نردباں لگی
اچھا کہا جو حور کو کہنا قہر ہو گیا — ایسی تمھارے دل کو بُری مہرباں لگی
میرا فسانہ تو نے جو اے بندہ گوش سنا — کچھ تیرے ہاتھ بات بھی لے نکتہ داں لگی
پوشیدہ دل کی چوٹ قیامت کی چوٹ ہے — فرہاد کے تو سر پہ لگی یہ کہاں لگی
تقدیر نے نہ جمنے دیا اس جگہ سے مجھے — اکھڑے قدم وہاں سے طبیعت جہاں لگی
رو رو کے کہہ رہے ہیں وہ مردے پہ غیر کے — کس کی بری نظر تجھے اے نوجواں لگی

بے تاب مجھ کو دیکھ کے وہ پوچھتے ہیں داغؔ
کم بخت تیرے چوٹ بتا تو کہاں لگی

رہتی ہے اطلاع انھیں دل کے حال سے — ملتی ہیں گالیاں مجھے پہلے سوال سے
دل کو بچا رہا ہوں بتوں کے خیال سے — اللہ تو علیم ہے بندے کے حال سے
جانا کہ یہ بھی ایک طرح کا لگاؤ ہے — ناخوش ہوا نہیں کبھی ان کے ملال سے
بخشش نہ ہو گی غیر سے یہ مجھ سے پوچھئے — بندے کو اطلاع ہے عقبیٰ کے حال سے
احوال چارہ گر سے کہاں تک بیاں کروں — دم ناک میں ہے روز کی اس دیکھ بھال سے
دو چار وہ ہمیں نے تو لٹکے بتا دئے — مشہور تم جہاں میں ہوئے جس کمال سے

کہتے ہیں کیوں خدا کو کیا یاد ہجر میں — فرصت بڑی ملی تجھے میرے خیال سے
سچ ہے کسی کا چاہنے والا ہو کوئی ہو — دوزخ کو عید ہوگئی کافر کے حال سے
حیرت ہے اس نے صبح کو مجھ سے بیاں کیں — باتیں جو کی تھیں رات کو اس کے خیال سے

کیجئے انصاف یہ ناحق کا جھگڑا ہم سے ہے — دل دیا ہے غیر کو اس کا تقاضا ہم سے ہے
وصل کا وعدہ کسی سے ہو وہ گویا ہم سے ہے — کیا یقیں ہے جانتے ہیں ہم یہ ایما ہم سے ہے
دل میں کبھی آئے تصور میں کبھی آئے بے حجاب — اُن کو ظاہر ہیں فقط آنکھوں کا پردا ہم سے ہے
ہم سے جو ملتے نہ تھے اب ان سے ہم ملتے نہیں — جن سے تھی ہم کو شکایت اُنکو شکوا ہم سے ہے
دل میں وہ گھبرا رہے ہیں اور مجھ سے حشر ہیں — کہتے ہیں کہہ ڈال جو کچھ تجھ کو کہنا ہم سے ہے
یارب اُس سے ہیں بہت و البتہ اپنی خواہشیں — آسماں کو بھی کسی شے کی تمنا ہم سے ہے

کوئی کافر ہی کرے اے **داغ** اُن کی آرزو
اے تری شان اب تمنا کی تمنا ہم سے ہے

تو مرے سر پر کھڑی رہتی ہے ہر دم لے اجل — اور پھر سارا جہاں کہتا ہے ہرجائی تجھے
چھیڑ کا موقع کوی ملتا نہ تھا اچھا ملا — میرے دل میں آئی شوخی جب حیا آئی تجھے
بے حجابی کا بہانہ کوئی تجھ سے سیکھ جائے — غیر کے آتے ہی ظالم آئی انگڑائی تجھے
جستجو جس کی ہے اپنے آپ میں تو دیکھ لے — دیکھنے کو وی ہے اے غافل یہ بینائی تجھے
تو اگر سُن لے تو کیا جانے کرے کیسا غرور — دیکھ کر سمجھا ہے جو تیرا تماشائی تجھے
کاش تھمنے دے ٹھہرنے دے مرے دل کی تپش — گو بمشکل کھینچ کر میری کشش لائی تجھے
دوست کو دشمن سمجھ لیتا ہے تو دشمن کو دوست — آگئی ہے بانکپن کے ساتھ کج رائی تجھے
ہم کریں گے مرتے مرتے آپ ہی اپنا علاج — چارہ گر آتی نہیں ہے چارہ فرمائی تجھے

تیری دانائی کے قائل تھے سب افلاطوں منش
شاعری نے کر دیا اے **داغ** سودائی تجھے

جمع ہیں پاک اک زمانے کے — ہائے جلسے شراب خانے کے
ذکر بے فائدہ نہ کر واعظ — اُس زمانے میں اس زمانے کے

ہے مری داستاں بھی کیا مرغوب — حرف بکتے ہیں اس فسانے کے

رکھ دیں اگر شیشہ بھی مجھ بادہ نوش کی — خالی بھری دکان کرے مے فروش کی

کیوں ناصحوں کو فکر ہے مجھ بادہ نوش کی — صدقہ وہ دیں حواسوں کا بنوائیں ہوش کی

تربت پہ میری ڈال دیں اسکی گلی کی خاک — حاجت نہیں ہے اسکے لئے قبر پوش کی

وہ دل کے ولولے وہ جوانی کے زور شور — اک داستاں ہے اپنی طبیعت کے جوش کی

زاہد کی سرخ آنکھوں سے معلوم ہو گیا — رندوں سے جو بچی تھی وہ حضرت نے نوش کی

ہر خوب رو کو داغ جتاتا ہے عاشقی
عیار ہے بھلی کہی اس خود فروش کی

دل میں عاشق کے تصور سے کھٹک ہوتی ہے — ان حسینوں کی غضب نوک پلک ہوتی ہے

جلوہ بے پردہ تو ہوتا ہے فقط ہوش ربا — وہ قیامت ہے جو چلمن کی جھلک ہوتی ہے

سہمے جاتے ہیں ڈرے جاتے ہیں وہ عاشق سے — کم سنی ہے ابھی اس سن میں جھجھک ہوتی ہے

جس نے سونگھی ہے یہ خوشبو کوئی اس سے پوچھے — باسی ہاروں کے جو پھولوں میں مہک ہوتی ہے

سادہ دل ہیں جو انھیں آئنہ رو کہتے ہیں — آئنے میں کہیں بجلی کی چمک ہوتی ہے

جھومنا اور وہ ہنسنا ترے دیوانوں کا — عجب انداز کی کچھ ان میں کٹک ہوتی ہے

اس نزاکت پہ سنے کیا وہ ہماری فریاد — غنچہ چٹکے تو کہے سر میں دھمک ہوتی ہے

دل اندھا دھند ہی آتا ہے ہمیشہ اے داغ
چھان بین اس میں نہ کچھ چھان پھٹک ہوتی ہے

پی کر نہ توبہ کی ہو تو واعظ زباں چلے — یہ اعتراض کیا ہے کہ مے خوار کیوں ہوئے

کیا یہ شریر آنکھ لڑائی کا گھر نہیں — تم اس کے بدلے لڑنے کو تیار کیوں ہوئے

کس کی مجال اُن سے کہے میرے باب میں — اقرار کیوں کئے تھے اب انکار کیوں ہوئے

غفلت میں خوب چین سے سوتے تھے اپنی نیند — کس نے جگا دیا ہمیں بیدار کیوں ہوئے

دیکھا نہیں یہ شان یہ جلوہ کچھ اور ہے — بُت کہکے تجھ کو لوگ گنہگار کیوں ہوئے

یہ کیا کہا فلک کو جلانا نہ آگ سے — اپنی تو کہئے آپ ستمگار کیوں ہوئے

کہتا ہے عاشقوں کو وہ کافر یہ طنز سے — بندے خدا کے میرے طلب گار کیوں ہوئے
ہم کو دکھا کے جلوہ یہ آواز کس نے دی — چل دور یہاں سے نقش بدیوار کیوں ہوئے
ہونا ہی تھا وصال جو ہونا نہ تھا وصال — یہ مرحلے تو سہل تھے دشوار کیوں ہوئے
خجلت تو کہہ رہی ہے نہایت بُرا کیا — رحمت نہ یہ کہے گی، گنہگار کیوں ہوئے
اپنا سا دوسرا نظر آنے لگا مجھے — جلتا ہوں میں وہ آئنہ رخسار کیوں ہوئے
کیا جانے کیا دکھائی دیا اُن کو خواب میں — بے وقت آج شب کو وہ بیدار کیوں ہوئے

اے داغ اک زمانے کے دل میں ہے گھر ترا
وہ نام سن کے نام سے بیزار کیوں ہوئے

ہوتے ہیں ادا عشق کے انداز ہمیں سے — یہ سحر ہمیں سے ہیں یہ اعجاز ہمیں سے
ہر چند کچھ ایسی بھی ہیں باتیں کہ نہ سُنئے — کیا کیجئے کہتے ہیں وہ سب راز ہمیں سے
تم دیکھنے والے ہوں تو یہ آنکھ کہاں ہے — تصویر تری کیوں نہ کرے ناز ہمیں سے
اشک آنکھ کے پردے میں ہیں باہر نہیں آتے — غمزے کی لیا کرتے ہیں غماز ہمیں سے
دیکھیں تری طاقت تری تلوار کی بُرِش — دو چار اگر اور ہوں سرباز ہمیں سے

میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں — کس بُری آنکھ کس بُرے دل سے
تیر تیرا ہے اور دل میرا — اب چھٹے گا یہ ساتھ مشکل سے
کس نے مذکور کر دیا میرا — بگڑے بیٹھے ہیں ساری محفل سے
اب زباں سے وہ پھر نہیں سکتیں — جو دعائیں نکل گئیں دل سے
کیوں نہ ہوتا خدا کو اطمینان — ابھی کشتی ہے دور ساحل سے
اب ادھر رخ کرے تو میں جانوں — تیر تیرا اٹک گیا دل سے
بات بگڑی بنی ہے قاصد کی — کام آساں ہوا ہے مشکل سے
ہے اک آندھی غبار مجنوں کا — سارباں ہوشیار محمل سے
مٹ گئے ہم تو جب یہ اس نے کہا — تو نے شکوے کئے تھے کس دل سے
محتسب آ گیا تو اے ساقی — ہم اذاں دیں گے اُٹھ کے محفل سے

آئنہ رکھ دیا مرے آگے ——— کہ اسے رشک ہے مقابل سے

وہ دل پہ چھری پھیر گئے ناز و ادا سے
اب کوئی مرے کوئی جئے ان کی بلا سے

ہم تیرے سوا اور ہوں کس چیز کے طالب
کیا چھوڑ دیا مانگنے والوں نے خدا سے

شکوہ ہو بہانہ ہو کچھ اس کی نہیں پروا
جو بات ہو وہ کیجئے انداز و ادا سے

کیا خاک لڑیں گی مرے دل سے تری آنکھیں
جو شرم سے جھکتی ہیں جو چھپتی ہیں حیا سے

بے تاب ہوں بے ہوش نہیں ہوں جو نہ سمجھوں
دم دیتے ہیں یہ آپ جو دیتے ہیں دلاسے

میں بزم سے اُٹھ جاؤں نکل جاؤں چلا جاؤں
کیا بات ہوئی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے

اب دوش پر اُن کے ہے کماں ہاتھ میں ہے تیر
اس عہد میں مرنے کا نہیں کوئی قضا سے

جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے

عاقبت میں بھی دل کو چین نہیں
اس محبت کی انتہا بھی ہے

زندگی اور اس زمانے کی
ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے

تیری امداد کے لئے اے آہ
پیچھے پیچھے مری دعا بھی ہے

کیا اُنہیں مر گئے ترے عاشق
بخشوایا کہا سُنا بھی ہے

میں سُناؤں تو داستاں اپنی
آپ کو بات کا مزا بھی ہے

رشک پر صبر ہو سکے کیونکر
یہ کسی سے کبھی ہوا بھی ہے

تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے
کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے

چار دن کے شباب پر یہ غرور
ابتدا ہے تو انتہا بھی ہے

دیکھ کر دل کو پوچھتے ہیں وہ
اس مکاں میں کوئی رہا بھی ہے

کچھ ہے بے جا عتاب بھی اُن کا
کچھ نہیں سی مری خطا بھی ہے

ہاں ذرا پھر قسم تو کھا لیجئے
آج کل جھوٹ میں مزا بھی ہے

نہیں سنتے وہ اپنے مطلب کی
یہ کسی نے کہیں سنا بھی ہے

کیوں تجھے چپ لگی ہے اے قاصد
منہ سے تو پھوٹ کچھ کہا بھی ہے

ڈھونڈھتی ہیں تجھے مری آنکھیں
اے وفا کچھ ترا پتا بھی ہے

چتونیں شوخ چلبلی تقریر
اس میں پھر شرم بھی حیا بھی ہے

اس کو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں
داغؔ کا نام دوسرا بھی ہے

کہاں دل میں اب آرزو رہ گئی
وہ مدت سے بن کر لہو رہ گئی

بہت چل بسے یار اے زندگی
کوئی دن کی مہمان تو رہ گئی

کہاں سے کہاں لے گیا ہم کو شوق
مگر رہ گئی جستجو رہ گئی

مرا سر گیا ایک ہی وار میں
ہوس تجھ کو اے جنگ جو رہ گئی

دکھا کر جھلک کون چلتا ہوا
نظر ڈھونڈھتی چارسو رہ گئی

گیا دل گیا داغؔ اُس بزم میں
غنیمت ہوا آبرو رہ گئی

کہتے ہیں مجھ سے مر نہ گئے میرے نام پر
کیا چاہ ہیں وہ چاہ جو منہ دیکھ کر ہوئی

کیا امتحاں کروں کہ نہ چھوٹے گی جان پھر
اس کو خدا نخواستہ الفت اگر ہوئی

اب کہہ رہا ہوں اس کے تصور سے مدعا
پیغام بر کی یاد بھی پیغام بر ہوئی

دل کو بغل میں پال کے مجبور ہو گئے
دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی

جا تو سہی دکھا تو سہی اس کو خط مرا
آگے سے آگے فکر تجھے نامہ بر ہوئی

ہمسائے میں یہ شور ہے لو داغؔ کی خبر
کم بخت کو تڑپتے ہوئے رات بھر ہوئی

دم بھر میں پار آہ تھی اک نوجوان کی
پیری کسی طرح نہ چلی آسمان کی

قاصد بھی اس کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

سر کاٹ کر لگاتے ہیں گردن کے ساتھ پھر
کچھ رہ گئی ہے اُن کو ہوس امتحان کی

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں
کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

آہٹ نہیں سنی کہ مجھے دور سے لیا ۔ پسلی پھڑک اُٹھی تھی مگر پاسبان کی

کیا پھر بھی دل کے دینے میں اے داغ عذر کیا
گر وہ قسم دلائے تمھیں اپنی جان کی

کب تک کھچے رہوگے کہاں تک تنی رہے گی ۔ کس کی بنی رہی ہے کس کی بنی رہے گی
اُس کی نگہ سے ہردم جی پر بنی رہے گی ۔ برچھی ہیں دل رہے گا دل میں انی رہے گی
مل کر تو اُن سے دیکھیں آئندہ جو مقدر ۔ یا دوستی رہے گی یا دشمنی رہے گی
تنگ آکے دل کے ہاتوں چاہا تھا ہمنے مرنا ۔ یہ کیا خبر تھی برسوں یوں جاں کنی رہے گی
جلوہ اگر دکھاؤ تو پھر نہ منھ چھپاؤ ۔ اک صاعقے کی باقی کیا روشنی رہے گی
نبھ جائے ان سے اپنی جسطرح ہے غنیمت ۔ یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی بنی رہے گی
مر مر کے ہم جیئے ہیں سنلو امتحاں دیئے ہیں ۔ اے بدگمان کب تک یہ بدظنی رہے گی

اے داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منھ پر یوں مُردنی رہے گی

جور کی خو ترے دل سے نہ ستمگار گئی ۔ عمر بھر اپنی وفا سب نہیں بیکار گئی
جس کو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے ۔ کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی
جان کیا رکنے کی شے ہے کہ جسے روک سکیں ۔ نہ گئی آج اگر کل یہ چلن ہار گئی
میرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا ۔ روز کا قصہ گیا روز کی تکرار گئی
تم کو نفرت ہو تو دل سے یہ گھر ایسا ہے ۔ چھوڑ کر اس کو مری روح نہ زنہار گئی

جلا تھا دل جب کیا تھا نالہ جلیں گے لب جب دعا کرینگے ۔ جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے
مزا اسی میں ہے دل لگی کا کہ شوخیاں ہوں شرارتیں ہوں ۔ جو آپ ہم سے حیا کریں گے تو چھیڑ کر ہم خفا کریں گے
عجب طرح کا معاملہ ہے وہ سوچتے ہیں یہ بات پھر کر ۔ کبھی طمع ہے کہ لیجئے دل کبھی یہ ہے فکر کیا کریں گے
عداوت ان کو ہے آج جس سے اسی پہ کل مہربانیاں ہیں ۔ جو دشمنی کر سکیں نہ پوری وہ دوستی ہم سے کیا کریں گے
ہزار ہیں رنگ عاشقی کے جو ان کو برتے وہ انکو جانے ۔ تمھیں کو ہم بیوفا کہیں گے تمھیں سے ہم التجا کریں گے
پیامبر کی مجال کیا تھی جو اُن سے کہکر جواب لاتا ۔ بہت سی ہم نے ایسی باتیں بہت سی اپنی سنا کے بیٹھے

خطا کرو گے جو بوسہ مانگا یہ کیا کہا پھر نہ ہم سے کہنا — خطا کریں گے خطا کریں گے خطا کریں گے خطا کرینگے

وہ دل لے کے چپکے سے چلتے ہوئے — یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

الٰہی وہ نکلے تو ہیں سیر کو — چلے آئیں مجھ تک ٹہلتے ہوئے

نہ اترائیے دیر لگتی ہے کیا — زمانے کو کروٹ بدلتے ہوئے

عدم میں بھی ہم نیند بھر کر نہ سوئے — گئے حشر میں آنکھ ملتے ہوئے

محبت میں ناکامیوں سے اخیر — بہت کام دیکھے نکلتے ہوئے

گلا کاٹ لوں میں ہی خنجر تو دو — تمھیں دیر ہو گی سنبھلتے ہوئے

کریں وعدے پر وعدہ وہ ہم کو کیا — یہ چکمے یہ فقرے ہیں چلتے ہوئے

ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہاتھ
بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

اے شوخ غضب ہے ترے ابرو کا اشارہ — کیا دیکھئے کرتی ہے یہ تلوار ذرا سی

زاہد مری خاطر سے مسلمان سمجھ کر — دل توڑ نہ تو پی لے مرے یار ذرا سی

سنو ٹکڑے کروں دل کے تو لے کوئی خریدار — وہ کہتے ہیں یہ جنس ہے درکار ذرا سی

کھل جاتے ہیں اکثر ترے فقرے تری چالیں — باقی ہے کسر تجھ میں یہ عیار ذرا سی

ہمسائے میں وہ آئے تھے جب جھانکنا چاہا — اونچی رہی سر سے مرے دیوار ذرا سی

اکثر تو رقیبوں سے مرے ہوتے ہیں شکوے — تعریف بھی ہو جاتی ہے اک بار ذرا سی

کہتا ہے وہ ہم داغ کو دل میں نہیں رکھتے
میں چاہوں جگہ دے مجھے دلدار ذرا سی

رہے گا عشق ترا خاک میں ملا کے مجھے — کہ ابتدا میں ہوئے رنج انتہا کے مجھے

ہوا ہے مدنظر اس طرح سے ترسانا — بناؤ کرتے نہیں بدگماں بنا کے مجھے

عدو کے شکوے پہ یہ انفعال بھی ہے نیا — وہ منہ ہی منہ میں سناتے ہیں سر جھکا کے مجھے

ارادہ قتل کا ہے یا ہیں شکل کے مشتاق — وہ گھورتے ہیں بہت سامنے بلا کے مجھے

عجیب غیر کے افسانے میں ہے کیفیت — یہ حال سنئے ذرا سی کبھی پلا کے مجھے

بغیر موت کے کس طرح کوئی مرتا ہے — یقیں نہ آئے تو وہ دیکھ جائیں آ کے مجھے
ہر ایک شخص کو حاصل جدا ہے کیفیت — جفا کے لطف تجھے ہیں مزے وفا کے مجھے
ستم تو یہ ہے کہ پھر اس خوشی کی قدر نہیں — تم اپنے دل میں ہو خوش کس قدر ستا کے مجھے
عضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا
تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے

کہتے ہیں لوگ تیری طبیعت الٹ گئی — یہ جانتے نہیں مری قسمت الٹ گئی

ساقیا چاٹ لگی چاہیئے پیمانے کی — ہم تو لے ڈالیں گے مٹی ترے میخانے کی

اے داغ یہ کیا بات ہے ہم کو تو بتاؤ — رہتا ہے وہاں ذکر تمھارا کئی دن سے

خاک میں تم ملانے آئے ہو — یوں بھی کوئی کسی سے ملتا ہے

رنج دیتے ہیں اسی کو آپ جو رنجور ہے — یہ کہاں کی رسم ہے کس ملک کا دستور ہے

ہر رنگ میں ہے داغ سا ہمرنگ کہاں ہے — بوڑھوں میں وہ بوڑھا ہے جوانوں میں جواں ہے

جو بیٹھی آنکھیں تو پلکیں بھی کوئی پل کی ہیں — رہی ہیں بس یہی آنکھوں کی سوئیاں باقی

رقیبوں سے ہے دوست داری تمھاری — بنے گی نہ ہرگز ہماری تمھاری

محبوبیت کی شان نہیں ہے ستم گری — محبوب ہو کے آپ دل آزار کیوں ہوئے

غیر پر اُن کی طبیعت آئی — گر یہ سچ ہے تو قیامت آئی
دل پر اور ایک یہ آفت آئی — یہ گئی اور قیامت آئی

باطن میں کینہ اور بظاہر یہ بات ہے — دنیا کہے کہ داغ پہ کیا التفات ہے

تنہا جو آیئے مری آنکھوں پر آیئے — ساتھ اپنے غیر کو نہ کبھی لے کر آیئے

اُن سے نگاہ ملتے ہی دل پر لگی وہ چوٹ — بجلی سی اپنی آنکھوں کے نیچے چمک گئی

دل کو چرا لیا ہے نگاہوں سے اور پھر — آنکھوں میں بیٹھتے ہیں ڈھٹائی تو دیکھئے

کیا تڑپنے ہی کو خالق نے طبیعت دی ہے — صبر دے گا وہی جس نے تری الفت دی ہے
بادشاہوں کو یہی لوگ ہیں دینے والے — یہ فقیروں ہی کو اللہ نے ہمت دی ہے

تو کرے الطاف دشمن پر ستم یہ بھی تو ہے
غم غلط ہو غیر کا مجھ کو الم یہ بھی تو ہے

چھپکے بیٹھے ہو مرے دل میں یہ پردا کیا ہے
دیکھنے والے سے پوچھے کوئی دیکھا کیا ہے

جو گھڑی عیش کی گزرے وہ غنیمت جانو
زندگانی کا مری جان بھروسا کیا ہے

بھرے بیٹھے ہو تم محفل میں اے داغ
کہے دیتی ہے خاموشی تمھاری

یادگار

نہ تھی تاب دل کو تو کیوں چاہ کی
بُرا تیر مارا اگر آہ کی

خدا جانے کیا بن گئی دل پر آج
صدا ہے جو اللہ اللہ کی

اُڑاتے ہو بے پر کی تعریف میں
بندھی ہے ہوا کس ہوا خواہ کی

وہ پیغام الفت کا منہ پھیر کر
وہ شرمیلی آنکھیں سحرگاہ کی

اُجاڑے ہیں گھر تو نے کافر بہت
کہاں جائے مخلوق اللہ کی

تم آنا ہمارے جنازے کے ساتھ
یہ تکلیف کرنا خدا راہ کی

کبھی دو کبھی سنو ملیں گالیاں
مقرر ہماری نہ تنخواہ کی

فلک سا بھی ظالم کوئی اور ہے
مگر عمر اس کی نہ کوتاہ کی

اُسے ہم نے دیکھا جسے دیکھکر
نگہ نے تری شرم ناگاہ کی

گیا دل ترے پاس اک آن میں
مسافت بہت کم ہے اس راہ کی

نہیں بے سبب ان بتوں کو غرور
کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی

نہ لیتے گئے بے وفا جان کو
اگر جان بھی اُن کے ہمراہ کی

مرے دل میں برچھی چبھو کر کہا
خبردار تو نے اگر آہ کی

یکایک ڈسا تیری کاکل نے دل
اس افعی نے کیا چوٹ ناگاہ کی

یہ سمجھائے دیتے ہیں اے داغ ہم
اطاعت کئے جاؤ تم شاہ کی

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی
کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی

قاصد کا انتظار عبث یہ یقیں ہے — مجھ تک تو اُس طرف کی ہوا بھی نہ آئے گی
آنکھیں خدا نے دی ہیں مروت کے واسطے — یہ کیا خبر تھی تجھ کو حیا بھی نہ آئے گی
خوش ہوں کہ وہ خیال میں لاتے نہیں مجھے — اُن کی سمجھ میں میری خطا بھی نہ آئے گی
کہنے گئے تھے حال مگر یہ خبر نہ تھی — مطلب کی بات لب پہ ذرا بھی نہ آئے گی
وعدے کی رات کیوں نہ بہانہ کریں گے وہ — جب تک نہ ہو بہانہ قضا بھی نہ آئے گی

قتل پیغام بر نہ ہو جائے — آخری یہ سفر نہ ہو جائے
خوش بہت اُن کے گھر نہ ہو جائے — پھول کر دل جگر نہ ہو جائے
ہو صفائی اگر تو کیا ممکن — دل کی دل کو خبر نہ ہو جائے
اپنی آنکھیں نکال ڈالوں گا — تجھ کو میری نظر نہ ہو جائے
لڑ رہا ہے مرض طبیعت سے — خون اسے چارہ گر نہ ہو جائے
آتی جاتی حیا میں شوخی ہے — پردگی پردہ در نہ ہو جائے
آنے جانے نہ دو رقیبوں کو — کہیں بازار گھر نہ ہو جائے
خستگی دل کی دیکھتا کیا ہے — ٹکڑے ٹکڑے جگر نہ ہو جائے
اک زمانہ ہے آج میری طرف — کل ادھر سے اُدھر نہ ہو جائے
نامہ بر ہے بنی بنائی بات — چوک تجھ سے اگر نہ ہو جائے
ذکر سے غیر ہی کے دل بہلاؤں — منفعل تو مگر نہ ہو جائے
یہ تو آثار ہیں قیامت کے — عشوہ گر فتنہ گر نہ ہو جائے
دیکھنے والوں کو نہ دیکھا کر — اس نظر کو نظر نہ ہو جائے
ہیں قیامت کے خواستگار بہت — وقت سے پیشتر نہ ہو جائے
زلف رکھنے لگی ہے بل مجھ سے — یہ بلا میرے سر نہ ہو جائے
شب کو چوری سے ہم وہاں پہنچے — تھا یہ کھٹکا سحر نہ ہو جائے
ہم تو دشمن نہیں ہیں قاصد کے — خوف اُس کو اگر نہ ہو جائے

ادا سے دیکھ لیا پہلے مسکرا کے مجھے — پھر اور تیر لگایا نظر ملا کے مجھے

عدو کے غم میں منایا بٹھا بٹھا کے مجھے
تسلیاں بھی تو کر دیں الگ بٹھا کے مجھے

اثر نہ کیوں ہو وہ ہے اپنے بائیں ہاتھ کا داؤ
کہ ہو گئے ہیں رواں ہتھکنڈے دعا کے مجھے

دبا کے خاک میں جاتے کہاں ہو سنتے جاؤ
بٹھا دیا ہے نکیرین نے اُٹھا کے مجھے

یہ تیرے تیر کے پر کی صدا سنی میں نے
رکھا اپنے پاس کلیجے سے تو لگا کے مجھے

بنا ہوں عشق میں ان گل رخوں کے گلدستہ
بٹھائیں بزم میں بھی سامنے ہو لے کے مجھے

نہیں ہے بزم میں بے وجہ دیکھنا اُن کا
وہ آنکھیں سینکتے ہیں رشک سے جلا کے مجھے

نکالے اپنی ہی تلووں سے خار گھڑیوں میں
ابھی تو پاؤں دبانے ہیں رہ نما کے مجھے

قیامت آئی یہ خط کا جواب آیا ہے
پرائے بس میں ہوں لے جائے کوئی آ کے مجھے

ہزار پردہ کروں کوئی عشق چھپتا ہے
وہ دیکھ لیں کسی طرح آزما کے مجھے

کہیں گے سب تمہیں نادان اور کیا ہوگا
یہی نا، اپنے پہ ہنسواؤ گے رُلا کے مجھے

وہاں عاشقوں کو سزا مل رہی ہے
محبت کی لو داد کیا مل رہی ہے

وفا پر مجھے بد دعا مل رہی ہے
خطا کی تھی اُس کی سزا مل رہی ہے

تری آنکھ تو ہے بڑی لڑنے والی
یہ غیروں سے کیوں بے حیا مل رہی ہے

کوئی دن کے ہیں یہ جدائی کے صدمے
اثر سے ہماری دعا مل رہی ہے

یہ کس کو غش آیا وہ دامن سے اپنے
ہوا دے رہے ہیں ہوا مل رہی ہے

مجھے داد دیتے ہیں بیداد گر کے
سزا مل چکی تھی جزا مل رہی ہے

چبانے لگے ہونٹ وہ بوسہ دے کر
یہ جھوٹے کو اچھی سزا مل رہی ہے

رقیبوں سے کر لی ہے سازش جو میں نے
مجھے آفریں مرحبا مل رہی ہے

غنی کر رہی ہے محبت کی دولت
مرے حوصلے سے سوا مل رہی ہے

ہمارے لئے ہے قراول لگی کا
خطا کر رہی ہیں سزا مل رہی ہے

سنی ہے جو ظالم نے تاثیر اُلٹی
ہماری دعا کو دعا مل رہی ہے

بہت ہجر میں بے کسی کا ہے احسان
یہی اک شریک اور شامل رہی ہے

باہم ہو جب نفاق بڑھے کیوں نہ گفتگو
دل کو ہے دل سے لاگ زباں کو زباں سے ہے

کھولے ہیں میرے بھید رقیبوں کے سامنے — وہ شکوہ غیر سے نہیں جو راز داں سے ہے
اس گھر سے ہم نکلتے ہی مر جائیں گے ضرور — جنت بھی دو قدم پہ تمھارے مکاں سے ہے

زمانہ بتوں پر فدا ہو رہا ہے — خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے
دھڑکتا ہے دل کانپتا ہے کلیجا — ادا اس طرح مدعا ہو رہا ہے
یہ آ کر کہا مجھ سے پیغام بر نے — وہاں دشمنوں کا کہا ہو رہا ہے
گھلی جاتی ہے ہجر میں جان اپنی — قضا کا جو حق تھا ادا ہو رہا ہے
مجھی کو محبت ہے غیروں سے گویا — مجھی سے اب الٹا گلا ہو رہا ہے
تڑپنے کو میرے نیا کھیل سمجھے — کہا دور ہی سے یہ کیا ہو رہا ہے
ستم ہو جو کم کم تو ہم سہتے جائیں — مگر وہ تو بے انتہا ہو رہا ہے
ادھر غیر دشمن ادھر دوست بدظن — ستم یہ جدا وہ جدا ہو رہا ہے
کہوں تجھ سے کیا اپنے دل کی حقیقت — برا حال اے دل ربا ہو رہا ہے
تغافل سے اس کے اچٹنے لگا دل — برائی میں میرا بھلا ہو رہا ہے
تری خفگیوں کی کروں کیا شکایت — مرا دل بھی مجھ سے خفا ہو رہا ہے

جگت آشنا داغ ملتا تھا سب سے
مگر اب تو وہ آپ کا ہو رہا ہے

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے بولتے — جان بھی نکلے تو میری جان ہنستے بولتے
تم مرے گھر میں رہو مہمان ہنستے بولتے — خوب نکلیں وصل کے ارمان ہنستے بولتے
یہ تو ان کی دل لگی ہے یہ تو ان کی بات ہے — وعدہ اٹھتے بیٹھتے پیمان ہنستے بولتے
پھر تو ساری رات ہوگا مجھ کو رونا پیٹنا — دن تو گزرے ہیں ترے قربان ہنستے بولتے
میں ہنسا بولا اگر تم سے تو کیوں برہم ہوئے — کیا نہیں انسان سے انسان ہنستے بولتے
عار آتی ہے انھیں اب زہر بھی دیتے مجھے — پہلے دیتے تھے بنا کر پان ہنستے بولتے
نکتہ چیں ہے غیر اے دل اور وہ نازک مزاج — ایسے موقع پر نہیں نادان ہنستے بولتے
جور سے کیا ان کو مطلب ظلم سے کیا فائدہ — وہ تو لیتے ہیں پرائی جان ہنستے بولتے

مجھ کو مجبوری نہ تھی اُس کی زبردستی نہ تھی　　لے گیا کافر مرا ایمان ہنستے بولتے
آسماں برسوں رُلاتا ہے لگا دیتا ہے چُپ　　دیکھ لیتا ہے اگر اک آن ہنستے بولتے
غیر کے گھر شب کو وہ مہمان ہمسائے میں تھے　　سُن رہے تھے ہم لگا کر کان ہنستے بولتے
غیر کا مذکور خلوت میں یکایک آگیا　　ناگہاں آفت میں آئی جان ہنستے بولتے

ہو رہے خاموش کیوں مجھ کو یہ اُمید تھی
دیکھکر تم داغؔ کا دیوان ہنستے بولتے

اپنے دل کا مکان اور ہی ہے　　اس میں اک میہمان اور ہی ہے
ملک الموت اس کو کیا لے گا　　دل میں عاشق کے جان اور ہی ہے
گرچہ ہے وہ کریم بندہ نواز　　بے نیازی کی شان اور ہی ہے
یاد سے تیری ذکر سے تیرے　　اور ہے دل زبان اور ہی ہے
تو مٹائے گی اے قیامت کیا　　مرمٹوں کا نشان اور ہی ہے
دل مرا کہہ رہا ہے اور ہی کچھ　　واعظوں کا بیان اور ہی ہے

اے فلک تیری مہربانی کیا
داغؔ کا مہربان اور ہی ہے

گر ہو سلوک کرنا انسان کرکے بھولے　　احسان کا مزا ہے احسان کرکے بھولے
نشتر سے کم نہیں ہے کچھ چھیڑ آرزو کی　　عاشق مزاج کیوں کر ارمان کرکے بھولے
وعدہ کیا پھر اُس پر تم نے قسم بھی کھائی　　کیا بھول ہے کہ انساں پیمان کرکے بھولے
وعدے کی شب رہا ہے کیا انتظار مجھ کو　　آنے کا وہ یہاں تک سامان کرکے بھولے
اپنے کئے پہ نازاں ہو آدمی نہ ہرگز　　طاعت ہو یا اطاعت انسان کرکے بھولے
خود ہی مجھے بلایا پھر بات بھی نہ پوچھی　　وہ انجمن میں اپنی مہمان کرکے بھولے
یہ بھول بھی ہماری ہے یادگار دیکھو　　دل دے کے مفت اپنا نقصان کرکے بھولے
تم سے وفا جو کی ہے ہم سے خطا ہوئی ہے　　ایسا قصور کیوں کر انسان کرکے بھولے
آخر تو آدمی تھے نسیان کیوں نہ ہوتا　　میری شناخت شب کو دربان کرکے بھولے

اب یاد ہے اُسی کی نہ فریاد ہے اُسی کی ۔۔۔ سارے جہاں کو جس کا ہم دھیان کر کے بھولے
اب عشق کا صحیفہ یوں دل سے مٹ گیا ہے ۔۔۔ جس طرح یاد کوئی قرآن کر کے بھولے

اے داغؔ اپنا احساں رکھے گا یاد قاتل
وہ اور میری مشکل آسان کر کے بھولے

کس کی طاقت ہے کرے کوئی برائی آپ کی ۔۔۔ ساری دنیا آپ کی ساری خدائی آپ کی
کم نہیں تلوار سے یہ کج ادائی آپ کی ۔۔۔ مار ڈالا آپ نے ہم کو دہائی آپ کی
آستیں میں سے بھی ظاہر انگلیوں کے ہیں نشاں ۔۔۔ کس نے پکڑی زور سے نازک کلائی آپ کی
دل نہ ٹھہرا ہے ٹھہرتا تھا کسی تدبیر سے ۔۔۔ پھر نہ تڑپا جب قسم ہم نے دلائی آپ کی
ہم تو دنیا سے چلے حسرت لئے حسرت بھرے ۔۔۔ یاد رہ جائے گی لیکن بے وفائی آپ کی
کیا کہوں جو نزع کی حالت میں دل کا حال تھا ۔۔۔ ایک تو عقبیٰ کا غم اُس پہ جدائی آپ کی

قرینے سے عجب آراستہ قاتل کی محفل ہے ۔۔۔ جہاں سر چاہیے سر ہے جہاں دل چاہیے دل ہے
ہر اک کے واسطے کب عشق کی دشوار منزل ہے ۔۔۔ جسے آسان ہے آساں ہے جسے مشکل ہے مشکل ہے
مجھے تجھ سے رکاوٹ اور تو غیروں پہ مائل ہے ۔۔۔ مرا دل اب ترا دل ہے ترا دل اب مرا دل ہے
اسے کیوں چھینتے ہو آپ تو کیا اس سے حاصل ہے ۔۔۔ خدا کے واسطے چھوڑو خدا کے نام کا دل ہے
بھلا دیکھیں تو بازی کون لے جائے محبت میں ۔۔۔ تم اپنے نام کے دلبر یہ اپنے نام کا دل ہے
قدم رکھو جو آنکھوں پر تو ان کا وصل ہو جائے ۔۔۔ ہماری آنکھ میں تل ہے تمہارے پاؤں میں تل ہے
کبھی بے گانہ ہے سب سے کبھی وہ آشنا سب کا ۔۔۔ کبھی محفل میں خلوت ہے کبھی خلوت میں محفل ہے
سنی جب آہ مجنوں کی تو دی آواز لیلیٰ نے ۔۔۔ تجھے ہم سے غرض کیا ہے یہ ناقہ ہے یہ محمل ہے
بھروسا ہے خدا پر نا خدا سے التجا کیسی ۔۔۔ مری کشتی ہی ساحل ہے مری کشتی میں ساحل ہے
مسافر بھی مسافر ناتواں راہیں بھی سخت ایسی ۔۔۔ جہاں ہم کھا کے ٹھوکر گر پڑے اپنی وہ منزل ہے
اُٹھایا شوق نے اُٹھے بٹھایا ضعف نے بیٹھے ۔۔۔ یہی رستے کا رستا ہے یہی منزل کی منزل ہے
خدا سے بھی دعا مانگو تو یہ کہتا ہے وہ کافر ۔۔۔ ذرا غیرت نہیں کیا بے حیا بے صبر سائل ہے
یہ اے صیاد اک پہلو نکل آیا رہائی کا ۔۔۔ اسیر دل میں تیرے جو چھوٹ جائے وہ مرا دل ہے

تری تلوار کے قربان اے سفاک کیا کہنا
ادھر کشتے پہ کشتہ ہے ادھر بسمل پہ بسمل ہے

ستم بھی ہو تو مجھ پر ہو جفا بھی ہو تو مجھ پر ہو
مجھے اس رشک نے مارا وہ کیوں عالم کا قاتل ہے

مسیحا نے ترے بیمار کو دیکھا تو فرمایا
نہ یہ جینے کے قابل ہے نہ یہ مرنے کے قابل ہے

زبردستی تو دیکھو ہاتھ رکھ کر میرے سینے پر
وہ کس دعوے سے کہتے ہیں ہمارا ہی تو یہ دل ہے

ہمارے دل میں آ کر سیر دیکھو خوب رویوں کی
کہ اندر کا اکھاڑا ہے پری رویوں کی محفل ہے

مدارج عشق کے طے ہو سکیں یہ ہو نہیں سکتا
زمیں سے عرش تک اے بے خبر منزل ہی منزل ہے

جھڑکتے ہو مجھے کیوں دور ہی سے پاس آنے دو
بڑھا کر ہاتھ دل دیتا ہوں تم سمجھے ہو سائل ہے

سنا بھی تو نے اے دل کیا صدا آتی ہے محشر میں
یہی دن امتحاں کا ہے ہمارے کون شامل ہے

شہادت میری فریادوں کی اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
فرشتے لکھتے ہیں بیٹھے ہوئے آواز سائل ہے

کبھی کہتا ہے اس کی سی کبھی کہتا ہے میری سی
یہ اس کا ہے مرے پہلو میں یا رب یا مرا دل ہے

ستم دیکھو وہ مشکیں باندھتے ہیں اپنے بسمل کی
کہ اپنا دم چرانا بھی وہاں چوری میں داخل ہے

کیا دیوانگی میں قید جب سے چارہ سازوں نے
مجھے یہ دھن بندھی ہے میرے پھندے میں سلاسل ہے

عدو کو بھی عدو میں بیٹھ پیچھے کہہ نہیں سکتا
وہ فرماتے ہیں توبہ کر کہ یہ غیبت میں داخل ہے

تجھے کیا دوست جانوں کیا مسیحا تجھ کو مانوں میں
نہیں ہے تو بھی دشمن ہے نہیں ہے تو بھی قاتل ہے

مری تصویر سے یوں چھیڑ کی باتیں وہ کرتے ہیں
ذرا کم بخت منہ سے بول تو کس بت پہ مائل ہے

اڑاتے ہیں مزے دنیا کے ہم اے داغ گھر بیٹھے
دکن میں اب تو افضل گنج اپنی عیش منزل ہے

طبع بگڑی ہوئی ظالم کی سنبھالی نہ گئی
جو گرہ دل میں پڑی پھر وہ نکالی نہ گئی

کب مجھے دیکھ کے تلوار نکالی نہ گئی
جب نکالی تو نزاکت سے سنبھالی نہ گئی

غیر کے سامنے بے پردہ ہوئے تھے اک بار
پھر نقاب ان سے کبھی چہرہ پہ ڈالی نہ گئی

تو بھی بے چین ہوا دل کے ستانے والے
دردمندوں کی دعا دیکھ لے خالی نہ گئی

زلف میں رکھ کے مرے دل کو گرا آئے کہاں
یہ رقم بیش بہا جیب میں ڈالی نہ گئی

ناتوانی میں ہوا سے مرے پر اڑتے ہیں
چھوٹ کر دام سے بھی بے پر و بالی نہ گئی

نور منہ پر مری میت کے جو دیکھا تو کہا
قبر میں بھی ترے چہرے کی بحالی نہ گئی

نامہ بر خط میں مری آنکھ بھی رکھ کر لے جا
کیا گیا تو جو یہی دیکھنے والی نہ گئی

بات مطلب کی رہی دل ہی میں اُسکے آگے
لب تک آئی تو سہی منہ سے نکالی نہ گئی

ساقیا تو نے سبو بھر کے دیئے رندوں کو
شیخ صاحب کی طرف ایک پیالی نہ گئی

خوب دنیا ہی میں ارمان نکلتے اپنے
حور جنت سے مگر کوئی نکالی نہ گئی

دن قیامت کا گزاروں گا الٰہی کیونکر
ہجر کی سخت گھڑی ایک بھی ٹالی نہ گئی

ہمیں ٹھہرے تری اک اک برائی دیکھنے والے
دکھائی بے وفائی کج ادائی دیکھنے والے

رہے حیرت میں تیری آشنائی دیکھنے والے
برائی دیکھنے والے بھلائی دیکھنے والے

نہیں کیوں لن ترانی طور پر کیوں جائیں کیا حاصل
کہ مستغنی ہیں تیری خود نمائی دیکھنے والے

ہماری جان کی پروا ہے کس کو دیکھ لے قاتل
بہت ہیں ہاتھ کی تیرے صفائی دیکھنے والے

کہاں ہے اب ترا ثانی ذرا انصاف سے دیکھیں
مری آنکھوں سے تیری دلربائی دیکھنے والے

اس آئینے کا جوہر اور ہی جلوہ دکھاتا ہے
مرا دل دیکھ عارض کی صفائی دیکھنے والے

ہوا کیوں نبض میری دیکھ کر بے چارہ گر سکتہ
غضب ہے کیا تجھے بھی موت آئی دیکھنے والے

ہوا سے اڑ گئی ہوگی کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے
بجا ہے تو نے کب چلمن اٹھائی دیکھنے والے

بھلائی سے تری ہم کو غرض ہے وہ عدو ہونگے
بُرائی سننے والے یا بُرائی دیکھنے والے

ذرا اپنے گریباں میں تو وہ منہ ڈال کر دیکھیں
ہوئے ہیں دوسروں کی وہ بُرائی دیکھنے والے

جھجکتا کیوں ہے میرے قتل سے کیا سخت جاں ہم ہیں
لگا تو ہاتھ لے نازک کلائی دیکھنے والے

وہ شوخ پردوں میں بھی بیٹھیں تو ہرگز چھپ نہیں سکتے
وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

حسد سے نکتہ چیں یا عیب بیں غیروں کے ہوتے ہیں
بہت کم دیکھتے اپ اپنی برائی دیکھنے والے

ہوش آتے ہی حسینوں کو قیامت آئی
آنکھ میں فتنہ گری دل میں شرارت آئی

کیا تصور سے نہایت مجھے حیرت آئی
آئینے میں بھی نظر تیری ہی صورت آئی

اب اُسی پر تو ہے تاکید وفاداری کی
جب گیا جان سے میں غیر کی شامت آئی

کہہ گئے طعن سے وہ آ کے مرے مرقد پر
سونے والے تجھے کس طرح سے راحت آئی

بن سنور کر جو وہ آئے تو یہ میں جان گیا ۔ اب گئی جان گئی، آئی طبیعت آئی
گرچہ از حد ہوں گنہگار مسلمان تو ہوں ۔ پیچھے پیچھے مرے دوزخ میں بھی جنت آئی
میں ہوا شیفتہ اُن پر وہ عدو پر شیدا ۔ ساتھ کے ساتھ ہی دونوں کی طبیعت آئی
عمر بھر اس کو کلیجے سے لگائے رکھا ۔ تیرے بیمار کو جس درد میں لذت آئی
اپنے دیوانوں کو دیکھا تو کہا گھبرا کر ۔ یہ نئی وضع کی کس ملک سے خلقت آئی
روٹھنا بھی تو ادا ہے وہ بناوٹ ہی سہی ۔ پیار پر پیار محبت پہ محبت آئی
یوں تو پامال ہوئے سیکڑوں مٹنے والے ۔ پہلے گنتی میں جو آئی مری تربت آئی
حشر کا وعدہ بھی کرتے نہیں وہ کہتے ہیں ۔ فرض کر لو جو کبھی بار قیامت آئی

داغ گھبراؤ نہیں اب کوئی دم کے دم میں
لو مبارک ہو ترقی کی بھی ساعت آئی

لگاوٹ میں بھی اکھڑی اُن سے آفت کی لیتا ہے ۔ اُچک لیتا ہے جب دل نئی صورت کی لیتا ہے
حنائی فندقی اس کی یاد آتی ہے جو فرقت میں ۔ ہمارے دل میں چٹکی درد کس آفت کی لیتا ہے
یہاں تک خود پرستی اور خود بینی ہے اُس بت کو ۔ مصور سے بھی تصویر اپنی ہی صورت کی لیتا ہے
کسی کی ٹھوکریں کھا کر بڑھا ہے اسقدر رتبہ ۔ کہ جو آتا ہے وہ مٹی مری تربت کی لیتا ہے
نہ کیوں افسوس آئے کو وہ کس کی بد نصیبی پر ۔ ہر اک مزدور اجرت کام کی محنت کی لیتا ہے
سمجھتا ہوں کہ اس کو دیر ہو جاتی ہے برسوں کی ۔ مرا قاصد جو مہلت ایک ہی ساعت کی لیتا ہے

مقابل میں پری رویوں کے کوئی داغ کو دیکھے
یہ بن جاتا ہے دیوانہ عجب وحشت کی لیتا ہے

وہ مجھ کو دیتے ہیں گالی سلام سے پہلے ۔ سلام کرتی ہے دنیا کلام سے پہلے
اگرچہ تھا وہ برائی سے رشک اس کا ہے ۔ عدو کا نام لیا میرے نام سے پہلے
خط ان کے ہاتھ میں قاصد نیک بیک دیدے ۔ کرے خوش ان کو زبانی کلام سے پہلے
لیا ہے بوسہ خطا کی ہے بدلہ کیا ہو گا ۔ بتا دیں آپ مجھے انتقام سے پہلے
سوال جانے کا جلدی نہ ہو یہ دھڑکا ہے ۔ وہ آج وعدہ پہ آئے ہیں شام سے پہلے

کریں وہ کس لئے تکلیف پائمالی کی — مٹائے دیتی ہیں نظریں خرام سے پہلے
وہ دفن کرکے مجھے پھر کریں گے حشر بپا — انھیں فراغ تو ہو ایک کام سے پہلے
جو گھونٹ گھونٹ کے رکھا تو دل کو کیا رکھا — مصیبت اتنی نہ تھی روک تھام سے پہلے
سنی ہے خوش خبری شب کو ان کے آنے کی — چراغ گھی کے جلاتا ہوں شام سے پہلے

دل لے ہی چکے بوسے کے دینے میں ہے کیا عذر — ایسا نہ ہو تکرار خریدار سے ہو جائے
تم نیم اشارے پہ تو آنکھیں نہ نکالو — ایک آدھ خطا کیا جو خطاوار سے ہو جائے
رستے میں بھی گھٹتا نہیں زاہد کا وظیفہ — مڈبھیڑ الٰہی کسی مے خوار سے ہو جائے
تم لطف کرو جان دیئے دیتے ہیں عاشق — جو قہر سے ہو کام وہی پیار سے ہو جائے

ہوا جب سامنا اس خوب رو سے — اڑا ہے رنگ گل کا پہلے بو سے
یہ آنکھیں تر جو رہتی تھیں لہو سے — وہ گزرے عشق کے دن آبرو سے
دھواں بن کر اڑی رنگت مسی کی — یہ کس نے جل کے تیرے ہونٹ چوسے
رقیبوں کو تمنا ہے تو باشد — تمھیں مطلب پرائی آرزو سے
نئی ضد ہے کہ دل ہم مفت لیں گے — بھلا کیا فائدہ اس گفتگو سے
عدو بھی تم کو چاہے لے تری شان — لڑاتے ہیں ہم اپنی آرزو سے
ہوا ہے تو تو شاہد بازاے دل — بچاؤں تجھ کو کس کس خوب رو سے
لگا رکھی ہے خاک اس رہ گزر کی — تیمم اپنا بڑھ کر ہے وضو سے
ہمارا دل اسے اب ڈھونڈھتا ہے — تھکے ہیں پاؤں جس کی جستجو سے
خدا جانے چھلاوا تھا کہ بجلی — ابھی نکلا ہے کوئی روبرو سے

ہوا ہے داغ آصف کا نمک خوار
گزر جائے الٰہی آبرو سے

افسوس ہے جو چاہئے آتی نہیں آتی — جا کر یہ وفا بازجوانی نہیں آتی
افسانہ مرا سن کے وہ بولے تو یہ بولے — کچھ اپنی سمجھ میں یہ کہانی نہیں آتی
دل فکر کے دریا میں یہ جب تک نہ ڈبوئے — شاعر کی طبیعت میں روانی نہیں آتی

مانا کہ وہ قاصد کو نہ دے ہاتھ کا چھلّا — خط میں بھی تو ملفوف نشانی نہیں آتی
اس پردے کی ہم وجہ جو سمجھے تو یہ سمجھے — تم کو ابھی صورت ہی دکھانی نہیں آتی
ہے مختصر اتنا ہی سخن عشق میں تم سے — جھوٹی تو مجھے رام کہانی نہیں آتی
وہ شمع کی تعریف کریں بزم میں صد حیف — اے آہ تجھے شعلہ فشانی نہیں آتی
اس درد سے رونا تھا کہ وہ پونچھتے آنسو — آنکھوں کو مری اشک فشانی نہیں آتی
اس داغ کو مرجھائے ہوئے پھول سے پوچھو — پیری میں کسے یاد جوانی نہیں آتی

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے — دل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے
یا جگر میں یا رہے گا دل میں تیر — یہ ہی دو گوشے تو ہیں آرام کے
آگیا ہے بھول کر خط اس طرف — وہ تو عاشق ہیں مرے ہم نام کے
ہاتھ سے صیاد کے گر کر چھری — کٹ گئے حلقے ہمارے دام کے
قاصدوں کے منتظر رہنے لگے — پڑ گئے ان کو مزے پیغام کے
کیا کسی درگاہ میں جانا ہے آج — صبح سے سامان ہیں حمام کے
اب اتر آئے ہیں وہ تعریف پر — ہم جو عادی ہو گئے دشنام کے
بن سنور کر کب بگڑتا ہے بناؤ — صبح تک رہتے ہیں جلوے شام کے
جور سے یا لطف سے پورا کیا — آپ پیچھے پڑ گئے جس کام کے

داغ نے سب حرف لکھتے ہیں جدا
ٹکڑے کر ڈالے ہمارے نام کے

بھولے بھالے ہیں فرشتوں کو کوئی بہلالے — مانتا ہے مگر انسان بڑی مشکل سے
دل ہی مجبور ہو کر دے تو کرے کیا کوئی — اٹھتے ہیں غیر کے احسان بڑی مشکل سے
پہلے تکرار پھر انکار الٰہی توبہ — وصل کے نکلے ہیں ارمان بڑی مشکل سے
مجھ کو محفل سے اٹھایا تو رقیبوں سے کہا — ایسے ہوتے ہیں پشیمان بڑی مشکل سے
گھر سے جاتے ہیں ہمارے بڑی آسانی سے — اور آتے ہیں وہ مہمان بڑی مشکل سے
دم میں دم ہے جو مرے دل میں تو اے تیر فگن — ٹوٹ کر نکلیں گے پیکان بڑی مشکل سے

ہر گرہ میں جو گرفتار رہا اک اک دل
زلف پھر ہوگی پریشان بڑی مشکل سے

اُن کے دروازے کی زنجیر لگی ہو نہ کہیں
کچھ پسیجا تو ہے دربان بڑی مشکل سے

جاں نثاروں میں ہمیں ہیں یہ تمھیں یاد رہے
ورنہ دیتا ہے کوئی جان بڑی مشکل سے

اس سے بہتر ہے وہ دن رات تصور میں رہیں
بیٹھے پہلو میں تو اک آن بڑی مشکل سے

لے گئے کھینچ کے بت خانے سے ہم مسجد میں
کل ہوا داغ مسلمان بڑی مشکل سے

چل سکے گا کیا نہ جس میں دم رہے
تم چلے اے جانے والو ہم رہے

وہ رہیں خوشیاں نہ ویسے غم رہے
یاد کرنے کے لئے اب ہم رہے

آتے آتے وہ ادھر کو تھم رہے
دم الٰہی اور کوئی دم رہے

کیوں نہ تیری یاد تیرا غم رہے
جب ذرا سے دل میں اک عالم رہے

اس کو کھو کر پائی ہے راحت بہت
دل رہا جب تک ہزاروں غم رہے

شکر ہو ہر حال میں غم ہو کہ عیش
جس طرح رکھا خدا نے ہم رہے

شوق میں جنت کے مٹی ہے خراب
چین سے دنیا میں کیا آدم رہے

مر کے چھوٹے مل گئی ہم کو نجات
خوش رہو تم خوش تمھارا غم رہے

شرط تھی دیکھیں وفا کرتا ہے کون
اس میں بیٹھے تم رہے یا ہم رہے

یوں محبت میں بسر اوقات کی
دشمنوں سے بھی تو مل کر ہم رہے

زندگی کا لطف ہے اس شخص کو
رات دن جس کا تجھی میں دم رہے

ہو چکا چہلم بھی عاشق کا مگر
حکم ہے برسوں یہیں ماتم رہے

شوق میں ارمان میں آزار میں
ہم نہ دنیا میں کسی سے کم رہے

دیکھ کر دن بھر کسی کو حشر میں
دیکھئے عالم کا کیا عالم رہے

ایسے رہنے سے نہ رہنا ٹھیک تھا
جب نہ رہنے کو جہاں میں ہم رہے

کیا دکھاؤں اشک اے خورشید رو
دھوپ میں کس طرح سے شبنم رہے

ان کو لانے کو گئے تھے ہم نشیں
کیا غضب ہے وہ بھی جا کر تھم رہے

ہاتھ جوڑے پاؤں پر ان کے گرا — پھر بھی وہ برہم ہی کے برہم رہے
پھر ہمیں ہم تھے ہمارا پاس تھا — سامنے آنکھوں کے جب تک ہم رہے

کوستے تھے پیشتر تم داغ کو
اب دعا دیتے ہو تیرا دم رہے

برپا نہ ہو کیوں فتنہ ہر اک شوخ حسیں سے — ان پتلوں کی خلقت ہے قیامت کی زمیں سے
تو دور نہ کھینچ آپ کو بس اے فلک اتنا — سب کام زمانے کے نکلتے ہیں زمیں سے
وہ شوق وہ ارمان وہ حسرت وہ تمنا — اک آن میں سب خاک ہوئے تیری نہیں سے
برپا ہے ترے دل کی کدورت سے قیامت — یہ خاک مگر آئی ہے محشر کی زمیں سے
کیوں جھوٹی قسم کھا کے مجھے دیکھ رہے ہو — آئے کہ نہ آئے تمھیں کیا میرے یقیں سے
اس وجہ سے آپس کا یہ جھگڑا نہیں چکتا — رہتی ہے کوئی بات ہمیں سے کہ تمھیں سے

مرے کلام سے پیدا ہیں شوخیاں کیسی — ترے دہن میں ہے موزوں مری زباں کیسی
مرے کلیجے میں لیتے ہیں چٹکیاں کیسی — وفا کے نام پہ کہتے ہیں وہ کہاں کیسی
شباب آنے نہ پایا کہ عشق نے مارا — یہاں بہار کے لالے پڑے خزاں کیسی
سنی نہ ہم نے کوئی بانکپن سے خالی بات — ہمیشہ نوک کی لیتی ہے وہ زباں کیسی
ہوا جو پیر بھی تھک کر نہ بیٹھنے پایا — ترے نصیب میں گردش ہے آسماں کیسی
ہوا ہوں ذبح نزاکت بھرے جو ہاتوں سے — وہ نرم نرم اٹھائی ہیں سختیاں کیسی
بھرا ہوا ہے مرے دل میں اور کیا کیا کچھ — فغاں کو آپ لئے پھرتے ہیں فغاں کیسی
ہلا رہی ہیں فلک عاشقوں کی فریادیں — یہ تو نے دھوم مچائی ہے داستاں کیسی

وہ چھیڑ چھاڑ سے کیا باز آنے والا ہے
یہ آپ داغ کو دیتے ہیں دھمکیاں کیسی

نزاکت سے حیا سے نشے سے جھک کر نہیں اٹھتی — وہ نشوا چھوں کی اچھی آنکھ ہے بیمار کیسی ہے
تمھاری چال کی ہم مٹنے والے داد کیا دیں گے — قیامت ہے ذرا پوچھو مری رفتار کیسی ہے
مرے سینے پہ رکھ کر ہاتھ دل سے پوچھتے ہیں وہ — بتا تیری طبیعت اے مرے بیمار کیسی ہے

جب اس کوچے میں جاتا ہوں اچھلتا ہے یہی سودا
ذرا سر پھوڑ کر دیکھوں تو یہ دیوار کیسی ہے

کدورت پر کدورت جم گئی ہے میرے سینے میں
چھپی یہ عشق نے دیوار پہ دیوار کیسی ہے

مجھے تم دیکھتے ہی گالیوں پر کیوں اتر آئے
بھرے بیٹھے تھے کیا محفل میں بھرمار کیسی ہے

ہوا ہے اس قدر مغرور اپنے زہد پر زاہد
یہ توبہ توبہ کیسی ہے یہ استغفار کیسی ہے

تغافل سے نہ ہو پرسش تو پھر اے داغ کیا کہئے
بتاؤں حالت ایسی ہے جو پوچھے یار کیسی ہے

فائدہ کیا ان بتوں کی چاہ سے
خیر مانگو داغ تم اللہ سے

شب کو کیوں جاگے تھے کیا تھا خیر ہے
آنکھیں ملتے اٹھے خلوت گاہ سے

ہائے اس کے پائمالوں کے نصیب
بھاگتے ہوں فتنے جس کی راہ سے

اُن کا میرا کس طرح جھگڑا چکے
واسطہ ہے ایک ہی اللہ سے

گالیاں بھی جب مجھے دیتے ہیں وہ
کرتے ہیں آغاز بسم اللہ سے

بے وفائی اس قدر اچھی نہیں
چاہنے والے ڈریں گے چاہ سے

یہ ہے بجلی بھی یہ ہے تلوار بھی
بچتے رہنا تم ہماری آہ سے

اب رقیبوں کی وہ سنتے ہی نہیں
بھر گئے ہیں کان میری آہ سے

عشق میں آنے لگا ہے کچھ مزا
زندگی کی ہے دعا اللہ سے

بچ سکے ایمان کیونکر عشق میں
اس کو پوچھیں کس خدا آگاہ سے

داغ سے کہتے ہیں سب دیدو مجھے
جو ملا ہے تم کو آصف جاہ سے

عشق میں تیرے مصیبت سی مصیبت دیکھی
جو دکھائی ہمیں اللہ نے حالت دیکھی

کب تری طرح میسر ہوئے دنیا کے مزے
کھول کر آنکھ فقط حور نے جنت دیکھی

عشق کی فتنہ گری سے نہیں خالی کوئی
ہم نے مٹی کے بھی پتلے میں شرارت دیکھی

منہ دکھانے کی جگہ اب مجھے باقی نہ رہی
آئنہ دیکھ کے اس نے مری صورت دیکھی

سب حسیں ایک ہی سیرت کے ہوا کرتے ہیں
تم کو دیکھا اگر ایک اور کی خصلت دیکھی

کئے خنجر سے دو ٹکڑے جگر کے بنائے تم نے دو گھر ایک گھر کے
مژہ پر آ بچے ٹکڑے جگر کے مسافر رک گئے دریا اتر کے
وہ کیسا دن قیامت کا کٹے گا وہ کیسی رات ہوگی دن گزر کے
چلیں کیوں کر نہ وہ اب ٹیڑھی چال قدم تک آ گئے ہیں بل کمر کے
وہی پھر ولولے ہیں اور ہم ہیں کہیں مٹتی ہیں یہ چوٹیں ابھر کے
نہیں معلوم کیا کہتی ہے خلقت یہ ہیں چرچے ادھر کے یا ادھر کے
جدائی ہو گئی دو دن میں اُن سے یہ جانا تھا کہ ہم چھوٹیں گے مر کے

آپ آئے چھٹے میں صبح کو گھبرا کے کیا رہ گیا در بھی کھلا ہلتی رہی زنجیر بھی
کیا کہوں کس وقت میں کیا دل سے مانگی ہے دعا جس کو سنتے ہی دعا دینے لگی تاثیر بھی
مل گیا غیروں سے قاصد وہم آتا ہے مجھے نامہ بر بدلا گیا بدلی گئی تحریر بھی
یہ نزاکت کیوں اسی برتے پہ دعویٰ قتل کا کھول دو خنجر کمر سے پھینک دو شمشیر بھی
جو دکھانے کی نہ ہوں چیزیں دکھائے کس طرح اس نے چہرے ہی کی کھنچوائی فقط تصویر بھی
تو نے دیکھا کچھ تماشا دیکھ کر اپنی شبیہ مٹ گئی ہے تیری شوخی پر مری تصویر بھی

دیکھ کر وہ داغ کی تصویر یہ کہنے لگے
آدمی اچھا ہے اچھی ہو اگر تقدیر بھی

حسن کی تم پر حکومت ہو گئی ضبط آنکھوں کی مروت ہو گئی
یہ نہ پوچھو کیوں یہ حالت ہو گئی خود بدولت کی بدولت ہو گئی
لے گئے آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ دل ہوشیاری اپنی غفلت ہو گئی
وہ جو تجھ سے دوستی کرنے لگا مجھ کو دشمن سے محبت ہو گئی
اس قدر بھی سادگی اچھی نہیں عاشقوں کی پاک نیت ہو گئی
مان کر دل کا کہا پچھتائے ہم عمر بھر کو اب نصیحت ہو گئی
کیا عجب ہے گر ترا ثانی نہیں اچھی صورت ایک صورت ہو گئی
غیر بھی روتے ہیں تیرے عشق میں کیا مری قسمت کی قسمت ہو گئی

اس کی مژگاں پر ہوا قربان دل
تیر تکوں پر قناعت ہو گئی

جب ریاست اپنی آبائی مٹی
نوکری کی ہم کو حاجت ہو گئی

شاعروں کی بھی طبیعت ہے ولی
جو نئی سوجھی کرامت ہو گئی

تیری زلفوں کا اثر تجھ پر نہیں
دیکھتے ہی مجھ کو وحشت ہو گئی

کھیل سمجھے تھے لڑکپن کو ترے
بیٹھتے اٹھتے قیامت ہو گئی

مفت کی پیتے ہیں وہ ہر قسم کی
جن کو مے خانے کی خدمت ہو گئی

میرے دل سے غم ترا کیوں دور ہو
پاس رہنے کی محبت ہو گئی

کہتے ہیں کب تک کوئی گھبرا نہ جائے
دل میں رہتے رہتے مدت ہو گئی

نقشہ بگڑا رہتے رہتے غصہ ناک
کٹ کھنی قاتل کی صورت ہو گئی

داغؔ کا دم ہے غنیمت بزم میں
دو گھڑی کو گرم صحبت ہو گئی

صلح میں تکرار باقی رہ گئی
کچھ کسر ہر بار باقی رہ گئی

بارہا اس نے صفائی ہم سے کی
کچھ خلش ہر بار باقی رہ گئی

دل میں کیا چھوڑا ہے اب غم نے ترے
کچھ ہوس اے یار باقی رہ گئی

چل دیے شکل دکھا کر وہ کوئی کیا دیکھے
دیکھنے کا یہ مزا ہے کہ سراپا دیکھے

کیا سریلی ہیں صدائیں تری کیا جلوہ ہے
سننے والا یہ سنے دیکھنے والا دیکھے

وہ دوپٹے کا سرکنا وہ کسی کا کہنا
آنکھیں پھوٹیں جو کوئی سینہ ہمارا دیکھے

بے سبب جس نے نکالا مجھے اپنے گھر سے
کاش وہ آکے مرا دم بھی نکلنا دیکھے

دوست دشمن کو وہ کیا جانیں ابھی کم سن ہیں
ہم سے پوچھے کوئی بیٹھے ہیں زمانا دیکھے

بات وہ کیجئے جس بات کو سب دل سے سنیں
کام وہ کیجئے جس کام کو دنیا دیکھے

جس نے دیکھا ہو نہ عاشق کو مصیبت میں کبھی
دیکھ کر پاؤں ترا منہ نہ کسی کا دیکھے

پہلے تو شوق سے منگوائی ہماری تصویر
پھینک کر پھر یہ کہا کوئی اسے کیا دیکھے

گو حسیں لاکھ ہوں دنیا میں مگر داغؔ کبھی
دیکھ کر پاؤں ترا منہ نہ کسی کا دیکھے

آپ کی روک تھام کون کرے
غیر کا انتظام کون کرے

وہ تجھے سجدہ کرتے ہیں جو کہیں
بادشہ کو سلام کون کرے

گالیاں اس نے دیں جو میں نے کہا
بے دہن سے کلام کون کرے

کس نزاکت کے ساتھ شوخی ہے
اس ادا سے خرام کون کرے

بڑھتی جاتی ہے روز دل کی ہوس
ساری دنیا کا کام کون کرے

بندہ ٹھہرا ہوں بندگی کے لئے
بندگی کو سلام کون کرے

شوق رہبر ہے پاس ہے منزل
بیچ رستے میں شام کون کرے

داغ کی بندگی نہیں مقبول
بے وفا کو غلام کون کرے

ہمارے دل کی کدورت وہاں نکلتی ہے
نئی زمیں ہے کہ بے آسماں نکلتی ہے

برائے نام نکالے فلک مرے ارماں
جو بے نکلنے کی حسرت کہاں نکلتی ہے

ہوا ہوں میں ہمہ تن تیرے لطف کا شاکر
کہ رونگٹوں کے عوض بھی زباں نکلتی ہے

تری گلی میں ہے کیا جمع دل جلوں کی خاک
کہ خلق راہ سے دامن کشاں نکلتی ہے

بشر کی موت ہو دنیا میں حشر عقبیٰ میں
کہاں یہ گڑتی ہے میت کہاں نکلتی ہے

ترا جمال جو دیکھا تو آئینے نے کہا
ہزار میں بھی یہ صورت کہاں نکلتی ہے

وہاں گیا بھی نہیں ان سے کچھ کہا بھی نہیں
ابھی سے جان تری پاسباں نکلتی ہے

یہ بات کیا ہے کہ جس بات کا ہے اندیشہ
وہی زباں سے مری ناگہاں نکلتی ہے

جبیں کے بل بھی مٹیں پیچ زلف کے بھی کھلیں
گرہ پڑی ہوئی دل کی کہاں نکلتی ہے

رواج پائے نہ پائے کچھ اس سے بحث نہیں
وفا کی رسم نئی ان کے ہاں نکلتی ہے

نکالتے ہیں اسی وقت وہ بھی مانگ اپنی
اندھیری رات میں جب کہکشاں نکلتی ہے

پری جمال بھی انسان ضرور ہوتا ہے
پھر اس پہ آنکھ ہو اچھی تو حور ہوتا ہے

قصور وار ہوں مجھ سے قصور ہوتا ہے
مگر کبھی کہ یہ دل ناصبور ہوتا ہے

ہزار دل آتے ہیں کعبے سے پھر کے زاہد کیوں
خدا کے گھر میں ٹھکانا ضرور ہوتا ہے

ہمیشہ عذر ہی کرتے ہوئے نہیں بنتی
وہاں سوال یہ ہے کیوں قصور ہوتا ہے

وہ میرے واسطے کرتے ہیں جب ستم ایجاد
ستم شریک زمانہ ضرور ہوتا ہے

پڑی ہے جان عجب کشمکش میں کیا کیجیے
نہ دل سے عشق نہ دل مجھ سے دور ہوتا ہے

پیام بر کوئی لاتا ہے کیا خوشی کی خبر
کہ خود بخود مرے دل کو سرور ہوتا ہے

دکھا دو جلوہ کہ دل پر جو ہے یہ غم کا پہاڑ
ذرا سی دیر میں جل بھن کے طور ہوتا ہے

جو مے پیوں تو گنہگار کیا کروں واعظ
مجھے تو نام لئے سے سرور ہوتا ہے

یہ عاشقی میں نئی بات ہے کہ اے ظالم
ترا قصور بھی میرا قصور ہوتا ہے

ہزار رنگ میں ہے اور پھر نظر میں نہیں
اسی کا پردہ اسی کا ظہور ہوتا ہے

بٹھا دیا ہے محبت نے آپ کی سکہ
یہ دل سے داغ کے اب کوئی دور ہوتا ہے

یہ رشک دل میں ترے یہ غرور رہتا ہے
کہ عکس آئینے سے دور دور رہتا ہے

کچھ اس کو وہم کچھ اس کو غرور رہتا ہے
الگ تھلگ وہ بہت دور دور رہتا ہے

زہے نصیب طبیعت میں ہو جو آزادی
بہت بلاؤں سے انسان دور رہتا ہے

ہمارے دل کو عبث ڈھونڈتے ہو پہلو میں
یہاں نہیں ہے یہاں سے وہ دور رہتا ہے

خدا کے واسطے ناصح علاج کر اپنا
ہمیشہ عقل میں تیری فتور رہتا ہے

اسی لئے تمھیں دی ہیں خدا نے دو آنکھیں
کسی میں ناز کسی میں غرور رہتا ہے

خطا تو ہم سے ہو دنیا میں حشر میں ہو سزا
ہمارے ذمہ کہاں تک قصور رہتا ہے

تم اپنے عیش کے بندے ہو کیا خبر تم کو
کہ نامراد کوئی ناصبور رہتا ہے

اثر تو دیکھیے جب دیکھتا ہوں مینا
تو دیکھ کر مجھے پہروں سرور رہتا ہے

ہر اک کمال کو نقصان ہو گیا لازم
ہمیشہ کوئی نہ کوئی قصور رہتا ہے

ڈھلا نہ حسن تمہارا تو ہم نے پہچانا
زمانہ ایک طرح پر ضرور رہتا ہے

خدا نہ ڈالے کسی بد مزاج سے پالا
کہ پاسبان بھی اب ان سے دور رہتا ہے

ہمارے دل میں وہ آئے تو یہ گمان رہے
کہ اور بھی کوئی اس میں ضرور رہتا ہے

وہ بات کرتے ہیں محفل میں جب رقیبوں سے　　یہ بندہ کان لگائے ضرور رہتا ہے
بہت سے شعر ہیں داغ میرے لئے گل رو
مگر ہے پاس تمھارا کہ دور رہتا ہے

مارا ہے جلا یا ہے دہائی ہے خدا کی　　برچھی سی نگہ نے تری بجلی سی ادا نے
پریاں بھی تو مشتاق ہیں حوریں بھی تو مشتاق　　اک دھوم مچادی ہے ہماری بھی قضا نے
مرجاؤں اگر میں تو ستم کون اٹھائے　　زندہ مجھے رکھا ہے رقیبوں کی دعا نے

پھرتی ہے وہ نگاہ مرے دل کے سامنے　　تلوار چل رہی ہے مقابل کے سامنے
خاک اس لئے اڑائی کہ دیکھے نہ کوئی غیر　　پردہ کیا یہ قیس نے محمل کے سامنے
جس کو خدا بچائے نہیں ڈوبنے کا خوف　　موجیں ہزار اٹھتی ہیں ساحل کے سامنے
گھیرا ہے رہزنوں نے کہاں مجھ غریب کو　　اک بھیڑ لگ گئی مری منزل کے سامنے
یا رحم آگیا اُسے یا قتل ہو گئے　　ہم سر جھکائے بیٹھے ہیں قاتل کے سامنے
قاتل تجھی کو رحم نہ آیا ہزار حیف　　ٹھکرا گئی اجل ترے بسمل کے سامنے
عاشق تڑپ رہے ہیں نہیں بزم میں گزر　　یہ رقص ہے نیا تری محفل کے سامنے
لینے کو دوست آتے ہیں یا راہ زن یہاں　　ہیں منتظر ہوں ویرے منزل کے سامنے
کم بخت مانتا ہی نہیں اس کو کیا کروں　　ہیں ہاتھ جوڑتا ہوں بہت دل کے سامنے
اچھا ہے بخشوا لوں جو اپنا کہا سنا　　ٹھہرا ہوا ہے دل ابھی قاتل کے سامنے

حق تعالیٰ کی بڑی سرکار ہے　　عشق اس سرکار کا مختار ہے
کیا محبت میں تری پھیلا ہے رشک　　آدمی سے آدمی بیزار ہے
مبتلا ہے اپنے غم میں اک جہاں　　کس کو میں سمجھوں مرا غمخوار ہے
کوئی ویرانے میں رہ کر کیا کرے　　میرے دل سے درد بھی بیزار ہے
بے خودانہ میں جو قدموں پر گرا　　کہتے ہیں وہ آدمی ہشیار ہے
جب کوئی بیمار ہو بچتا نہیں　　وا لیٰ صحبت بڑا آزار ہے
ایک دم بھی قتل سے فرصت نہیں　　کس مصیبت میں تری تلوار ہے

کیوں مسیحا آسماں پر ہیں مقیم
کیا فرشتوں کو بھی کچھ آزار ہے

بے خودی میں آستاں پر رہ گیا
در کو میں سمجھا کہ یہ دیوار ہے

میں تو مرتا ہوں بتوں پر واقعی
تجھ پہ اے زاہد خدا کی مار ہے

اور سب آسانیاں ہیں عشق میں
آدمی کو زندگی دشوار ہے

بوسے لیتے زخم ابرو جان کر
کیا کریں سیدھی تری تلوار ہے

مجھ کو یہ کہہ کر نہ قتل اس نے کیا
تو تو اپنی جان سے بیزار ہے

راہ میں ٹوکا تو جھنجھلا کر کہا
دور ہو کم بخت یہ بازار ہے

اس چمن کی داغ تم لوٹو بہار
حیدرآباد آج کل گلزار ہے

جان جائیں گے وہ اس پردے میں کچھ راز ہے
آہ کی یہ آہ ہے آواز کی آواز ہے

بیک لی جب ہو خبر دل کی نہ کیونکر دل کو ہو
وہ مرے دل میں ہے جو کچھ تیرے دل میں راز ہے

اللہ ہی اللہ ہے صنم خانے میں کیا ہے
لو برہمن جانتے ہیں اپنا بھی خدا ہے

اب داغ کے احوال سے مطلب نہیں کیا ہے
اچھا ہے تو اچھا ہے برا ہے تو برا ہے

تو ہاتھ ذرا کھول کہ میں آنکھ سے دیکھوں
دل ہے کہ ستمگر تری مٹھی میں قضا ہے

مے خانے میں جاتا تھا چھپ چوری سے زاہد
للکار کے جب نے بھی کہا دیکھ لیا ہے

سب عیش کے سامان بگڑ جاتے ہیں بن کر
کیا خانہ خرابی نے یہ گھر دیکھ لیا ہے

گھیرے ہیں رقیبوں کے تو کچھ غم نہیں ہم کو
نکلیں گے سبک ہو کے کوئی دن کی ہوا ہے

چپ کھڑے ہیں وہ ہتھیلی پہ ہمارا دل ہے
سوچتے ہیں اسے کیا کیجیے کس قابل ہے

تم بھی ناراض خفا ہم بھی ہیں کیا مشکل ہے
نہ ہمارا نہ تمہارا تو یہ کس کا دل ہے

جا بجا نصب ہیں غیروں کی یہاں تصویریں
تیری خلوت ہے کہ حیرانوں کی یہ محفل ہے

جان دل میں تو ہوا کرتی ہے سب کے لیکن
تو جو ہے جان مری جان میں میرا دل ہے

نامرادوں کی کبھی پوری کہیں ہوتی ہے مراد
میری کشتی وہیں ڈوبی ہے جہاں ساحل ہے

زندگی عشق میں دشوار ہے سب کہتے ہیں
بدنصیبوں کو تو مرنا بھی بہت مشکل ہے

کام لیتا ہے قضا کا وہ ادا سے اپنی
جو کبھی تیغ نہ باندھے وہ مراقاتل ہے

وہ اس انداز سے پہلو میں مرے آ بیٹھا
میں نہ سمجھا اسے دلبر ہے کہ میرا دل ہے

شوق کہتا ہے بہت پاس ہے اب آ پہنچے
پانوں کہتے ہیں بڑی دور ابھی منزل ہے

موج زن ہوتی ہے شاعر کی طبیعت کیا کیا
اس سے کیوں فیض نہ جاری ہو کہ دریا دل ہے

بزم آرا ہیں وہ اس انداز سے
بھر گئی ہے ساری محفل ناز سے

التجا بھی ہے تو اک انداز سے
مانگتے ہیں وہ دعا کس ناز سے

لاگ ہے انداز کو انداز سے
اُن کے غمزے کی ہے اَن بَن ناز سے

مجھ کو محفل میں بلا کر کیا کہوں
پیش آتے ہیں وہ کس اعزاز سے

دیکھتا جاتا ہوں تیور ان کے میں
شکوہ کرتا ہوں دبی آواز سے

میں تو اس سے بھی چھپاتا کیا کروں
ہے خدا آگاہ دل کے راز سے

عشق سے دل یوں ہو روشن جس طرح
آئنے کی روشنی پرداز سے

یہ سفارش غیر کی کرنے لگا
مل گیا دم ساز اُس دم باز سے

چیخ کر آیا وہاں سے نامہ بر
بات کی بیٹھی ہوئی آواز سے

سیکڑوں ہوں گی جلو میں حسرتیں
جاؤں گا محشر میں اس اعزاز سے

رکھ لیا اس سنگدل نے دل پہ ہاتھ
ہائے میری درد بھری آواز سے

دل پہ آئینے کے بھی لگتی ہے چوٹ
جب وہ جوتن کھیلتے ہیں ناز سے

نالہ اس کے سامنے کیا کر سکوں
اُف بھی کرتا ہوں دبی آواز سے

چال چلنا فقرہ دم جھانسا فریب
سیکھ جائے کوئی اس دم ساز سے

گرچہ بے خود ہوں نہیں اپنی خبر
لیکن آگاہی ہے تیرے راز سے

اس نے یہ لکھا مرے خط کا جواب
تم نظر آتے ہو دنیا ساز سے

داغ کو دیکھا تو اس نے یہ کہا
بچ سکیں کیا ایسے شاہد باز سے

نہیں جاتی فلک تک آہ قسمت کی برائی سے
بڑی سرکار ہے وہ کام نکلے گا رسائی سے

زمانے میں نہیں رسوا رہے گر بیوفائی سے — وہ ہو جائیں گے سیدھے آپ اپنی کج ادائی سے

گرے ہی تھے دیا اس نے سہارا نشے میں ہم کو — ہماری دستگیری ہو گئی نازک کلائی سے

پلا دے اور تھوڑی سی نہ گھبرائے فروش اتنا — چکوتا اب کئے دیتے ہیں تیرا آنہ پائی سے

جو تم ہو تند خو نازک مزاج اپنا بھی ہے سن لو — لڑائی ہے لڑائی سے صفائی ہے صفائی سے

جہاں جاتے ہو تم دشمن مرے پیدا ہی کرتے ہو — لڑے یہ ایک بندہ کس طرح ساری خدائی سے

ہزاروں رنگ میں دیکھا جہاں دیکھا تجھے دیکھا — پریشاں ہے نظر عالم کی تیری خود نمائی سے

بگڑتے ہو عبث رہ جاؤ گے اپنا سا منہ لے کر — اگر آئینہ منہ پر صاف کہہ بیٹھا صفائی سے

ہمارے ہو کے ہم کو راہ پر لیجائیں کیا ممکن — نہیں فرصت خضر کو دشمنوں کی رہنمائی سے

چھٹا ہے مجھ سے تو تجھ سے عدو صدمہ ہے دونوں کو — مجھے تیری جدائی سے تجھے اس کی جدائی سے

رقیبوں نے تری عادت بگاڑی گالیاں کھا کے — جئے تو کیا جئے بے غیرتی سے بے حیائی سے

سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ مذہب داغ کا کیا ہے
غرض رندانہ مشرب سے نہ مطلب پارسائی سے

کھلتا نہیں ہے راز ہمارے بیان سے — لیتے ہیں دل کا کام ہم اپنی زبان سے

اس دن سے مجھکو نیند نہ آئی تمام عمر — اک شب لگی تھی آنکھ ترے پاسبان سے

یہ خاک میں ملائے تو وہ ہو ستم شریک — مجھ کو زمیں سے لاگ انہیں آسمان سے

لینا سنبھالنا کہ مرے ہوش اڑ چلے — آتا ہے کوئی مست قیامت کی شان سے

مجھ سے نظر لڑا کے تم ابرو میں بل نہ دو — سیدھا چلے گا تیر نہ ٹیڑھی کمان سے

ہیں تم کو ناگوار ہوں دل مجھ کو ناگوار — تم مجھ سے تنگ اور ہوں میں تنگ جان سے

ہاں ہاں ترا رقیب سے بے شک ہے ربط و ضبط — رنجش یقین کا ہے زیادہ گمان سے

دانستہ آتے جاتوں سے لڑتا ہے رات دن — کچھ بڑھ چڑھی ہی آج ترے پاسبان سے

اے داغ اس کی خیر مناتا ہے آدمی
کوئی عزیز بڑھ کے نہیں اپنی جان سے

ہلچل یہ کس کی آہ سے ہے میری آہ سے — کس کی نگاہ سے ہے تمھاری نگاہ سے

جلوہ جو وہ دکھائے تو پھر دل کو دیکھئے
آگے رہے گا چار قدم یہ نگاہ سے

مستی نے اپنا رنگ وہاں بھی جما دیا
ہو حق کا شور اُٹھنے لگا خانقاہ سے

دیکھا ہے دیکھنے کی طرح اک جہان کو
گزرا ہے اک زمانہ ہماری نگاہ سے

رندوں کا کیا قصور ہے واعظ سمجھ ذرا
دنیا میں کوئی آکے بچا ہے گناہ سے

برسا جو خون آنکھ سے میری تو کیا ہوا
پہلے ٹپک رہا تھا تمہاری نگاہ سے

نکلے گا اپنا کام کہ آپس میں لاگ ڈانٹ
فریاد کو فغاں سے ہے نالے کو آہ سے

دشمن کا دل جلا کے گئی آہ جس رخ پر
رہ رو کو دیر لگ گئی جس کی راہ سے

یہ دل لگی بھی قیامت کی دل لگی ہو گی
خدا کے سامنے جب میری آپ کی ہو گی

تمام عمر بسر یوں ہی زندگی ہو گی
خوشی میں رنج کہیں رنج میں خوشی ہو گی

وہاں بھی تجھ کو جلائیں گے تم جو کہتے ہو
خبر نہ تھی مجھے جنت میں آگ بھی ہو گی

تری نگاہ کا لڑنا مجھے مبارک ہے
یہ جنگ وہ ہے کہ آخر کو دوستی ہو گی

سلیقہ چاہئے عادت ہے شرط اس کیلئے
اناڑیوں سے نہ جنت میں مے کشی ہو گی

مزا ہے اُن کو بھی مجھ کو بھی ایسی باتوں کا
جلی کٹی نہیں باہم کٹی چھنی ہو گی

ہمارے کان لگے ہیں تری خبر کی طرف
پہنچ ہی جائے گی جو کچھ بُری بھلی ہو گی

مجھے ہے وہم یہ شوخی کا رنگ کل تو نہ تھا
رقیب سے تری تصویر بھی ہنسی ہو گی

ملیں گے پھر کبھی اے زندگی خدا حافظ
خبر نہ تھی یہ ملاقات آخری ہو گی

رقیب اور وفادار ہو خدا کی شان
بجا ہے اُس نے جفا پہ وفا ہی کی ہو گی

بہت جلائے گا حوروں کو داغ جنت میں
بغل میں اُس کی دہاں ہند کی پری ہو گی

اُنھیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے
نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے

کھُلا کب مدعا اُن کے بیاں سے
زبانی خرچ تھا خالی زباں سے

ملا تھا یا نہیں اُس دل ستاں سے
ترا آنا ہوا قاصد کہاں سے

وہ توڑیں عہد لیکن فکر یہ ہے
خدا نکلے گا کیوں کر درمیاں سے

تمھاری بات لگتی ہے مجھے تیر — نگہ کا کام لیتے ہو زباں سے
ذرا نرمی بھی کر اے سخت جانی — تھکا جاتا ہے قاتل امتحاں سے
کہوں کیوں کر تری باتیں ہیں جھوٹی — زباں پکڑی نہیں جاتی زباں سے
خبر ادنیٰ کی ہے اعلیٰ کو معلوم — زمیں کی پوچھتا ہوں آسماں سے
جہاں کے ہو رہے بے بس ہو رہے ہم — قفس بھی کم نہیں ہے آشیاں سے
عدو بھی اب تو مجھ پر رحم کھا کر — سفارش کر رہے ہیں آسماں سے
تم آئے میہماں کیوں غیر کے ساتھ — لگا لائے یہ پیچھا لا کہاں سے
نظر پر کیوں چڑھا کر مجھ کو ٹپکا — گرایا کیوں زمیں پر آسماں سے
بنا دے کوئی مسجد بت کدے پر — کہ دہرا فیض ہو دہرے مکاں سے
مزا ہے اُن سے ہو گی گفتگو ترش — زباں کے لیں گے چٹخارے زباں سے
رسائی کی اگر قسمت نے اپنی — ملیں گے خلد میں خلد آشیاں سے
وہی کہتا ہوں میں سنتا ہوں جو کچھ — ملی ہے یوں زباں اُنکی زباں سے
تری محفل سے یہ میں جا کے لایا — کہ چلکارے ملے مجھ کو وہاں سے
گئی بے کار سازش میری افسوس — کہ خدمت چھن گئی اُس پاسباں سے
اُنھیں جس بات سے تھی سخت نفرت — وہی بے ساختہ نکلی زباں سے
گیا ہوں پہلی منزل تک تو مر کر — اب آگے جاؤں گا کیوں کر وہاں سے
نظر آتی نہیں کچھ موت کی راہ — یہ آ جاتی ہے کیا جانے کہاں سے

ترے در پر جگہ ہے داغؔ کی گرم
گیا ہے وہ ابھی اُٹھ کر یہاں سے

نہیں فرصت جنوں سے ایک دم کی — ہمارے سر میں گردش ہے قدم کی
چلیں گے سر کے بل اُس رہ گزر میں — نہ ہو گی ہم سے پابندی قدم کی
خدا جانے اُسے کیا لکھ دیا حال — زباں پکڑی نہیں جاتی قلم کی
تری آنکھوں سے کیا نرگس کو نسبت — کہ وہ کم بخت اندھی ہے جنم کی

پڑے ہیں نیم جاں عاشق ہزاروں
نہ کرنی تھی جفا اُس نے نہ کم کی

ان آنکھوں کی ذرا مستی تو دیکھو
نگاہوں میں بھی لغزش ہے قدم کی

مرے دل میں حسینوں کا ہے مجمع
یہی جنّت تو روکش ہے ارم کی

یہاں آئے ہیں جانے کیلئے ہم
یہ ہستی پہلی منزل ہے عدم کی

جو یہ نکلا تو گویا جان نکلی
بڑی دولت ہے دنیا میں بھرم کی

مری مشکل ابھی ہوتی ہے آسان
الٰہی دیر ہے تیرے کرم کی

کئی دن سے خوشامد کر رہا ہے آسماں میری
الٰہی دل ہی دل میں گھٹ کے رہ جائے فغاں میری

وہ سنتے ہیں جو دل سے کان رکھکر داستاں میری
مزے لیتی ہے میرے نطق کے کیا کیا زباں میری

یہ قسمت ہے کہ ہو شہرت کسی کی کوئی رسوا ہو
جہاں مذکور ہے اُن کا وہیں ہے داستاں میری

سلیقہ بات کا جب تجھ کو اے پیغام آئے
ترے دل میں ہو دل میرا زباں میں ہو زباں میری

ہزاروں آتے جاتے ہیں کسی سے کچھ نہیں مطلب
فقط اک چوکسی کرتا ہے اُن کا پاسباں میری

محبت کا ہو جس دم قحط گاہک دل کے آتے ہیں
گراں ہوتا ہے جب سودا تو چلتی ہے دکاں میری

پسند آئی تھی جو اُن کو وہی میں بات بھولا ہوں
اب اک اک حرف کو اُس کے ترستی ہے زباں میری

وہ ابرو تان کر بیٹھے تھے جب میں نے سبب پوچھا
تو جھنجھلا کر کہا کیا تیر ہو جائے کماں میری

تمھیں دل دینے والا کون ہے پھر کر وہی اک ہیں
یہ شامت اور کس کی آئی ہے اے مہرباں میری

یہ نذرانہ عجب شے ہے کہ دشمن دوست بنتے ہیں
سفارش اُن سے اب کرنے لگا ہے پاسباں میری

وہ جس دن وصل کی شب بن سنور کر پاس بیٹھے ہیں
بلائیں لیتے لیتے تھک گئی ہیں انگلیاں میری

عدو سے اُن سے ان بن ہے وہ آپس میں لڑے بیٹھے
مری تقصیر کیا کیوں آئی شامت ناگہاں میری

تری بے داد کی جب میں خدا سے داد چاہوں گا
طرف داری قیامت میں کرے گا پاسباں میری

جو تم روکو نہ مجھ کو تو کہوں پھبتی ہوئی ایسی
کلیجے میں عدو کے نیل ڈالے چٹکیاں میری

وہ کہتے ہیں کہ ہیں ہم تلخ گو بوسے نہ مانگو تم
نہ شیریں ہے دہن میرا نہ میٹھی ہے زباں میری

تجھے فرصت کہاں ہے اے اجل عالم کے جھگڑے سے
بُرا کیا تھا جو ہوتی ہجر کی شب میہماں میری

کہا جب وصل کے وعدے کو تو مجبور ہو ہو کر
وہ کہتے ہیں اُلٹتی ہی نہیں اِس پر زباں میری

فقط اک خوب روئی سے بنا کرتا ہے کیا انساں
تمہیں سانچے میں ڈھالا ہے یہ ساری خوبیاں میری

خدا بھی یاد کرتا ہے وہ بت بھی یاد کرتا ہے
گواہی دے رہی ہیں دو طرح کی ہچکیاں میری

گئے تھے سیر گلشن کی دونوں لٹ کے آئے ہیں
ادا اُن کی اڑا لی گل نے بلبل نے فغاں میری

سناؤں کس کو جو کچھ عمر بھر آنکھوں سے دیکھا ہے
کہ طولانی بہت اے داغ ہے یہ داستاں میری

نہ لکھی جائے جب بھی شرح غم کی
زباں گر ہاتھ بھر کی ہو قلم کی

بڑی حجت سے ٹھہری تھی قسم کی
جو وقت آیا تو اب دیتے ہیں دھمکی

کرے کس کس سے کوئی بدگمانی
وہاں ہیں سیکڑوں قسمیں قسم کی

حنائی فندق اُن کی لائے کی رنگ
یہ چنگاری اگر چمکی تو چمکی

فغاں بھی دے رہی ہے شادیانے
مچی ہے دل میں شادی کس کے غم کی

ہمارے ساتھ کھانے کی نہ کھانا
قسم میں بھی آمیزش ہے ستم کی

مجھی پر لطف ہے تیرے غضب کا
مجھی پر مہربانی ہے ستم کی

مزا کیا زندگی کا عاشقوں کو
کہ ہستی میں ہے کیفیت عدم کی

ہوا جنت میں بھی نعمت کا خواہاں
کہیں پوری نہیں پڑتی شکم کی

ملے گر اس کے ملنے کی نئی راہ
کروں طے اک قدم میں سو قدم کی

کیا مزا دیتی ہے وحشت میں خلش آزار کی
توڑ کر دل میں چبھو لیتا ہوں نوکیں خار کی

صبح مسجد کو گئے ہم شام کو مے خانے میں
رات کو ہم نے اڑائی دن کو استغفار کی

اس کو کھلتے ہی نہ دیکھا بارہا آئی بہار
میرے دل کی ہے کلی کیا جانے کس گلزار کی

آ ہی جاتی ہے طبیعت لوٹ ہی جاتا ہے دل
کیوں بنا دی ہے خدا نے تیری صورت پیار کی

یا الٰہی کوئی محشر میں نہ ہو میرا رقیب
ورنہ لٹ جائے گی دولت حسرت دیدار کی

اس کی صورت دیکھ کر لیں گے وہ مجھ پر فدا
اپنے بدلے بھیج دوں تصویر میں غمخوار کی

اس زمیں میں اور بھی اے داغ تم لکھو غزل
جب طبیعت راہ دے پھر کیا کمی اشعار کی

یہ نئی صورت نکالی آپ نے تکرار کی
صلح میں بھی آنکھ لڑنے کے لئے تیار کی

نازکی نے اُن کی آسانی مری دشوار کی
دُہرے ہو جاتے ہیں اکثر جھک کے تلوار کی

سر سے جاتی ہے کب دیوانگی بیمار کی
میرے دل کو تیر لگتی ہے ہوا گلزار کی

ہر نگہ میں فتنہ ہے ہر فتنے سے محشر بپا
شوخیاں چُن لیں تری آنکھوں نے بھی رفتار کی

سخت جانوں کا کیا ہے فیصلہ ہر وار میں
نوک اچھی رہ گئی قاتل تری تلوار کی

کوئی کہہ دے اُن سے جا کر اب نہ غفلت چاہیے
مرنے والے کو ہے حسرت آخری دیدار کی

سر میں سودا بھر گیا جب زلف اُس کی دیکھ لی
دل میں برچھی گڑ گئی جب آنکھ اُس بیمار کی

چھن گئی ہو عمر یا رب ہو گئی ہو سلطنت
میرے آقا کی مرے شہ کی مرے سرکار کی

عشق کے ہاتھوں ہوئی ہیں داغ کی بربادیاں
کیا حقیقت پوچھتے ہو اس خدائی خوار کی

اس چوٹ کو پوچھے کوئی اس خستہ جگر سے
اُترا جو ترے دل سے گرا تیری نظر سے

اس طرح گزرتے ہیں تری راہ گزر سے
جو پانوں کا ہے کام وہ ہم لیتے ہیں سر سے

محفل میں رقیبوں کی بلایا تو ہے اُس نے
جائیں گے وہاں ہم بھی کفن باندھ کے سر سے

دم لے کے چلا جاؤں گا مے خانہ ہے نزدیک
اے شیخ بہت دور ہے مسجد مرے گھر سے

وہ کون گھڑی دید کے قابل تھی لڑائی
جب چھوٹ لڑائی اُن کی نظر مری نظر سے

آمادہ ہیں کرتے ہیں کیوں قتل پہ اپنے
تلوار ہیں باندھتے ہیں اُن کی کمر سے

اپنے ہی پہ قربان کیا آپ نے اُس کو
دشمن کا اُتارا نہ اُتارا مرے سر سے

انداز اُڑاتے ہیں لگاتے ہیں نظر بھی
وہ اس لئے چھپتے ہیں حسینوں کی نظر سے

بت خانے سے گو ہم کو برہمن نے نکالا
بُت بھی تو نکالے گئے اللہ کے گھر سے

معشوق چلے دھوپ میں عاشق اُسے دیکھے
بلبل نے کیا گل پہ نہ سایہ کبھی پر سے

کعبے سے نکل کر رہے بُت دل میں کسی کے
اللہ کے گھر میں گئے اللہ کے گھر سے

جانا کہ جلائے گا رقیبوں سے یہ مل کر
وہ بزم میں جا بیٹھے الگ داغ کے ڈر سے

پر اسے واسطے جو اپنی جان کھوتا ہے
وہ جان نثار ہزاروں میں ایک ہوتا ہے

نصیب سوئے تو بیدار کوئی ہوتا ہے
کہ شرط باندھ کے مرنے سے وہ تو سوتا ہے

جگر کے داغ پہ دل زار زار روتا ہے
اُسی کو ہوتا ہے غم جس کا کوئی ہوتا ہے

تمھیں نکالو گے چُن چُن کے تم سے ہے اُمید
ہمارے حق میں جو کانٹے رقیب بوتا ہے

کہاں ہے زندہ کو مردے کی طرح سے آرام
لحد میں چین سے وہ اپنی نیند سوتا ہے

چراغ شام کا ہوتا ہے صبح کو خاموش
تمام رات کا جاگا سحر کو سوتا ہے

کہا جو غیر کو خارج ہے آدمیت سے
کہا اُنھوں نے کہ آدم کا وہ بھی پوتا ہے

عجیب عشق کی دیکھیں دو رنگیاں ہم نے
یہی تو داغ لگاتا ہے یہی دھوتا ہے

خدا کا مال ہے جان اور دل ہے دلبر کا
دھرا ہی کیا ہے جو عاشق گرہ سے کھوتا ہے

ہمیشہ ہم نے یہ دیکھا ہے بادہ خواروں میں
کہ چاند عید کا انتیسویں ۲۹ کو ہوتا ہے

کسی کی سعی سے ملتا ہے پھل کسی کو کبھی
کوئی نصیب سے کھاتا ہے کوئی بوتا ہے

وہ گھولتا ہے تخلص کو لکھ کے پانی میں
وہ میرے نام کو اس طرح سے ڈبوتا ہے

نہیں مجال اُٹھائے جو عشق کی سختی
اگر پہاڑ کے پتھر بھی کوئی ڈھوتا ہے

وہ پوچھتے ہیں مرا حال کس تجاہل سے
یہ داغ کون ہے یہ کس کا ذکر ہوتا ہے

یہ سنتے ہیں اُن سے یہاں آنے والے
جہنم میں جائیں وہاں جانے والے

ترس کھا ذرا دل کو ترسانے والے
ادھر دیکھتا جا اُدھر جانے والے

وہ جب آگ ہوتے ہیں غصے سے مجھ پہ
تو بھڑکاتے ہیں اور چمکانے والے

مرا دل، مرے اشک، غصہ تمھارا
نہیں رُکتے روکے سے یہ آنے والے

وہ جاگے سحر کو تو لڑتے ہیں مجھ پہ
کہ تھے کون تم خواب میں آنے والے

وہ میرا کہا کس طرح مان جاتے
بہت سے ہیں شیطان بہکانے والے

ادھر آؤ اس بات پر بوسے لو لا
مرے سر کی جھوٹی قسم کھانے والے

ہمیں پہ اُترتا ہے غصہ تمھارا
ہمیں بے خطا ہیں سزا پانے والے

وہ محفل تمہاری مبارک ہو تم کو
سلامت رہیں بے طلب آنے والے

تری بزم میں میں نہ جاؤں گا تنہا
مجھے ساتھ لے جائیں گے لانے والے

جو واعظ کے کہنے سے توبہ بھی کر لو
نہ کوسیں گے کیا مجھ کو مے خانے والے

اُٹھائیں گے کیا غیر الفت کے صدمے
ذرا سی مصیبت میں گھبرانے والے

تمہیں نے چرایا ہے دل وہ تمہیں ہو
پرائی رقم لے کے اترانے والے

نہیں مانتا ایک کی بھی مرا دل
نئے روز آتے ہیں سمجھانے والے

مجھے کھائے جاتے ہیں اب طعنے دیکھو
مرے حال پر تھے جو غم کھانے والے

برستا نہیں مینہ الٰہی کہاں تک
پئیں خون کے گھونٹ ستانے والے

جہاں دیدہ ہیں ہم نے دیکھی ہے دنیا
نہیں آپ کے دم میں ہم آنے والے

زباں سے تو کہہ کیا ارادہ ہے تیرا
اشاروں اشاروں میں دھمکانے والے

سلامی ہیں اے داغؔ اُس کے ہی در کے
نہ ہم کعبے والے نہ بت خانے والے

دنیا کا مال اور ہے کس کام کے لئے
کرتا ہے خرچ آدم آرام کے لئے

ہے سادگی غضب کی قیامت کا ہے بناؤ
وہ صبح کے لئے ہے تو یہ شام کے لئے

اُس بت کا دل ملے گا مرے دل سے کس طرح
وہ کفر کے لئے ہے یہ اسلام کے لئے

وعدہ کرے وہ رات کا اپنا یہ حال ہو
مانگیں دعائیں صبح سے ہم شام کے لئے

میں خوش ہوا کہ ہے یہی قاصد جو ہے سنا
حاضر ہے کوئی آدمی انعام کے لئے

تعریف میں کسی کی نہ آیا کبھی وہ لطف
عاشق نے جو مزے تری دشنام کے لئے

سن کر کہا ہر اک نے نہیں جان ہے عزیز
یارب فرشتہ دے مرے پیغام کے لئے

دل سا نہیں ہے کوئی بھی ہرکارہ اپنے پاس
موجود مستعد ہے یہ ہر کام کے لئے

اچھا ہو یا برا ہوا ہمیں اس سے بحث کیا
احوال پوچھتے ہیں وہ الزام کے لئے

جب مل گئی تو اوک سے چلو سے پی ہی لی
ہم منتظر کبھی نہ رہے جام کے لئے

اُس فتنہ گر کی بزم ہو کیوں کر نہ فتنہ خیز
یہ کام تھا فلک کو سر انجام کے لئے

مرے بجھائے بجھے گی نہ یہ لگی دل کی — بجھاتے جاؤ کہاں آگ تم لگا کے چلے
تمھیں ہو چور بھری بزم میں ادھر آؤ — نظر چرائے ہوئے دل کہاں چرا کے چلے
ہماری خاک کی ڈھیری تمھارے کوچے میں — ذرا لگی تھی کہ جھونکے وہیں ہوا کے چلے
وہ میہماں نہیں ایسے کہ جائیں خالی ہاتھ — کہ جب چلے تو مرے دل کو بھی لوا کے چلے
بچائیں دل کو کہاں تک ہم ایسے تیروں سے — نگہ نگہ کے سے چلے ہیں ادا ادا کے چلے
پڑی جو اُس کی نظر دل تڑپ کے یوں نکلا — کہ جس طرح کوئی نخچیر تیر کھا کے چلے
خبر نہیں کہ کوئی تاک میں بھی بیٹھا ہے — چھپے چھپے ہیں کہاں آپ منہ چھپا کے چلے
ادھر تو آؤ مجھے دو دو باتیں کرنی ہیں — یہ کیا کہ دور سے صورت فقط دکھا کے چلے

وہ رحم کھائیں گے کیا داغ ہوش میں آؤ
تم اُن کے آگے بُرا حال کیوں بنا کے چلے

تعجب ہے کہ اس بیداد پر بھی — مجھے اچھا کہا سارے جہاں نے
لیا جب نام اُس شیریں دہن کا — مزے لئے ہیں کیا کیا میری زباں نے
ملی یہ داد میرا قصہ سن کر — اُڑائی نیند تیری داستاں نے
وہ یہ سمجھے سبھی عاشق ہیں سچے — بچایا سب کو میرے امتحاں نے
نہ گڑنے دی مری میت کئی دن — نہ چھوڑی بدگمانی بدگماں نے
مرا رونا کہا اُس بدگماں سے — ڈبویا مجھ کو میرے رازداں نے

چارہ گر سے مجھے تکلیف سوا اور ہوئی — دل کو تھا اور مرض اُس کی دوا اور ہوئی
راہ پر آئے تو ہیں گھر یہ کبھی آ جائیں گے — ایک مقبول اگر میری دعا اور ہوئی
آدمی کیلئے جنت بھی نہ دوزخ ہو جائے [illegible] — راس کب آئی اگر آب و ہوا اور ہوئی
ہر دم پہ جُرم کروں [illegible] — تھک کے نہ جائیں گے [illegible] خطا اور ہوئی
[illegible] مجھ پہ جفا اس کی [illegible] — یاد آیا [illegible] نہ ہوئی [illegible] یا اور ہوئی
کرو [illegible] آزاد یا مصطفیٰ — [illegible] یا مصطفیٰ
[illegible] حال مجھ کو [illegible] — [illegible] یا مصطفیٰ

زباں پر ترا نام جاری رہے کرے دل تری یاد یا مصطفیٰ
عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰ
مجھے گھیر رکھا ہے امراض نے مٹے ان کی بنیاد یا مصطفیٰ
مجھے رات دن فکر ہے قرض کی اسی سے ہوں ناشاد یا مصطفیٰ

عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے داغؔ دل شاد یا مصطفیٰ

یہ شکل اتحاد کی صورت میں مل گئی تصویر آپ کی مری حیرت میں مل گئی
پورا دیا جواب نہ قاصد نے جب مجھے آدھی امید یاس میں حسرت میں مل گئی
بیداد گر کو آئے گا بیداد کا مزہ گر داد عاشقوں کو قیامت میں مل گئی
برگشتہ اس سے دل جو ہوا اور غم ہوا برگشتگی وہی مری قسمت میں مل گئی
دنیا میں جانتا ہوں کہ جنت ملی مجھے راحت اگر ذرا سی مصیبت میں مل گئی
اس پر بھی ہم کو نازِ ہے مشہور تو ہوئے رسوائی اپنی آپ کی شہرت میں مل گئی
بلبل کا نالہ کیوں مری فریاد میں ملا کیوں گل کی رنگت آپ کی رنگت میں مل گئی

لینے والے کی تو کوئی حد بھی ہے دینے والے کو بہت سا چاہیے
اب تو دیکھی ہے بری حالت مری پھر کبھی دیکھیں گے وہ دیکھا چاہیے
عاشقی ہیں جو نہ کرنا تھا کیا اب ہمیں کیا کام کرنا چاہیے
اس کو مل جائے اگر چاہت کی داد چاہنے والے کو پھر کیا چاہیے
لکھ رہے ہیں کیا کراما کاتبیں میرے دل کا حال لکھنا چاہیے

چلے آتے ہی ایسے بیقرار آئے تو کیا آئے کہ گھوڑے پر ہوا کے تم سوار آئے تو کیا آئے
کسی نے مڑ کے کب دیکھا چلے دیکھ کے مجھے مٹی گئے تو کیا گئے پھر سوگوار آئے تو کیا آئے
کسی میں کچھ بہانا ہے کسی میں ضد ہے کوئی لگاتار آج میرے نام تار آئے تو کیا آئے
بہت تکلیف پائی ہے بہت صدمے اٹھائے ہیں طبیعت اب کہیں بے اختیار آئے تو کیا آئے
زمانہ جانتا ہے تم ہو جھوٹے اک زمانے سے زمانہ کو تمہارا اعتبار آئے تو کیا آئے

تسلی ہے نہ تسکین یہ کوئی آنے میں آنا ہے
عیادت کو مری وہ چند بار آئے تو کیا آئے

لگا رکھنا تمھیں آتا نہیں بس ہے کسر اتنی
تمھارے دم میں کوئی بار بار آئے تو کیا آئے

بڑھی آتی ہے آگے نا امیدی پیشوائی کو
ترے اوپر کوئی امیدوار آئے تو کیا آئے

نہیں اٹھتیں نگاہیں شرم سے کیا تیر مارو گے
تمھارے ہاتھ اب دل کا شکار آئے تو کیا آئے

تمھاری بزم میں دیکھا نہ ہم نے داغؔ سا کوئی
جو سو آئے تو کیا آئے ہزار آئے تو کیا آئے

دل میں فرحت جو کبھی آتی ہے
اپنے رونے پہ ہنسی آتی ہے

کیوں صبا کو نہ بناؤں قاصد
ابھی جاتی ہے ابھی آتی ہے

کیا ہے گنتی مرے ارمانوں کی
فوج کی فوج چلی آتی ہے

یہ سبب کیا ہے جدھر جاتا ہوں
سامنے تیری گلی آتی ہے

جانِ عاشق کی ترے وعدے پر
کبھی جاتی ہے کبھی آتی ہے

اس کی باتوں پہ مرے ماتم میں
رونے والوں کو ہنسی آتی ہے

کیا عدم سے ہمیں آنے کی خوشی
موت بھی ساتھ لگی آتی ہے

رہوں ستم سے بھی محروم یہ ستم کیا ہے
وہ دیکھ کر مجھے کہتے ہیں اس میں دم کیا ہے

جب آپ عہد شکن اور بدگماں میں ہوں
جو ہے خدا کی قسم بھی تو وہ قسم کیا ہے

کھلیں گے راز تمھارے سنو گے کیا کیا کچھ
نہ پوچھنا کبھی مجھ سے کہ تجھ کو غم کیا ہے

تمھاری آنکھ تمھاری نگہ تو ہے بے مہر
تمھارے دل میں نہیں جانتے ہیں ہم کیا ہے

دیا جو داغؔ نے ظاہر وہ سب کو ہے معلوم
ملی ہے تم کو جو چپکے سے وہ رقم کیا ہے

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی
دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

یاد ہے وعدہ کیا تھا وصل کا
اور پھر تم نے قسم بھی کھائی تھی

وہ زمانہ یاد آتا ہے ہمیں
ہائے کس کس پر طبیعت آئی تھی

اور بھی عاشق تھے کیا میرے سوا
تم نے گنتی ان کی کیوں گنوائی تھی

سن کے عاشق کی خبر کہنے لگے | کیا کریں ہم موت اس کی آئی تھی

دیکھ آئے ہم ترے بیمار کو | مُردنی چہرے پر اس کے چھائی تھی

اس ادا سے صبح کو وہ گھبر گئے

تیغ تھی اے داغ یا انگڑائی تھی

عاشقی میں یہ بری بات ہوا کرتی ہے | رنج سے ترک، ملاقات ہوا کرتی ہے

آئینہ رکھ کے یہی بات ہوا کرتی ہے | آمنے سامنے دن رات ہوا کرتی ہے

دینے والے کا بھی منہ آپ نے دیکھا ہے کبھی | ایک بوسے کی بھی خیرات ہوا کرتی ہے

اے سہی قد تجھے کہتے ہیں جو طوبیٰ قیامت | یہی دنیا میں بڑی بات ہوا کرتی ہے

غم کھلاتے ہیں وہ مہمان بلا کر مجھ کو | یہ ضیافت یہ مدارات ہوا کرتی ہے

عشق کیا جرم ہے انساں کیلئے اے واعظ | اس گنہ کی بھی مکافات ہوا کرتی ہے

دل نکل کر مرے پہلو سے پھنسا گیسو میں | کیا مسافر کو یہیں رات ہوا کرتی ہے

داغ صاحب سے کبھی گرم تھی صحبت دن رات

اب تو برسوں میں ملاقات ہوا کرتی ہے

یہ تماشا دیکھئے یا وہ تماشا دیکھئے | دی ہیں دو آنکھیں خدا نے ان سے کیا کیا دیکھئے

چھیڑ کر مجھ کو ذرا میرا تماشا دیکھئے | دیکھتے ہی دیکھتے ہوتا ہے کیا کیا دیکھئے

ہیں ادائیں سی ادائیں اس سراپا ناز کی | اک نیا انداز پیدا ہوگا جتنا دیکھئے

اس کا ثانی ہے کہاں پیدا ان آنکھوں سے اگر | ساری دنیا دیکھئے سارا زمانا دیکھئے

یہ چھری میرے ہی دل پر چل رہی ہے ورنہ اب | دیکھنے والا تو کوئی اس ادا کا دیکھئے

بعد میرے یوں وفا کوئی کرے گا کیا مجال | سوچئے دل میں سمجھئے آپ اتنا دیکھئے

مجھ کو بسمل کرکے ظالم نے کہا منہ پھیر کر | یہ تماشا ہے پرانا پھر اسے کیا دیکھئے

داغ دیکھے چاند کو کیوں دیکھ کر چہرہ ترا

جو ہو صورت دیکھی بھالی پھر اسے کیا دیکھئے

دل جو لیتا ہے عشق کا رستہ | جان بھی اپنی راہ لیتی ہے

تم خبر لو مری وگرنہ خبر　　آسماں کی یہ آہ لیتی ہے
خوں عاشق کے دل کا پی پی کر　　کیا مزے تیری چاہ لیتی ہے
کیوں نہ بے تاب ہو ہمارا دل　　صبر تیری نگاہ لیتی ہے
دیکھیں کس کس اہل سخن سے داغ
یہ غزل واہ واہ لیتی ہے

اب تیرے کام کی بھی نزاکت نہیں رہی　　دل توڑنے کے واسطے طاقت نہیں رہی
دیکھو جفا کے بعد تو دل چیر کر مرا　　باقی رہی کہ اس میں محبت نہیں رہی
جب یہ سمجھ لیا کہ جفا کام ہے ترا　　پھر مجھ کو تجھ سے کوئی شکایت نہیں رہی
ایسی جفا اٹھا کے تری چاہ پھر کروں　　مجبور ہو گیا مری ہمت نہیں رہی
اب تمکنت سمائی تمھارے مزاج میں　　وہ چلبلی ادا وہ شرارت نہیں رہی
انسان کے لئے ہے بڑی چیز آبرو　　کیا عاشقی کا لطف جو عزت نہیں رہی
محفل میں ان کی رات کو یہ رعب داب تھا　　پروانے کی بھی شمع سے صحبت نہیں رہی
وحشت سے اس قدر ہیں مرے پیرہن میں چاک　　پیوند بھی لگانے کی صورت نہیں رہی

عشق پر تکلیف کا الزام ہے　　درد میرے واسطے آرام ہے
بزم سے مجھ کو اٹھانے کے لئے　　پوچھتے ہیں آپ کو کچھ کام ہے
جس کے دل کو دیکھئے تیرا ہے عشق　　جو زباں ہے اس پہ تیرا نام ہے
لیجئے پکڑا گیا خط آپ کا　　یہ لگانے پر عدو کا نام ہے
کر لیا نکہت سے اپنی دل اسیر　　ان گلی اندا موں کا اچھا دام ہے
کیوں بناتے ہو رقیبوں کو مشیر　　تم کو مجھ سے مجھ کو تم سے کام ہے
ایک شکوہ کر کے پچھتاتا ہوں میں　　رات دن دشنام پر دشنام ہے
دل نے پونچھوں آنکھ میں آنسو نہیں　　شیشہ ہے لبریز خالی جام ہے
ان سے قاصد نے کچھ ایسی بات کی　　میں نے جانا موت کا پیغام ہے
وہ جلاتا بھی ہے خود جلتا بھی ہے　　جانتے ہو داغ کس کا نام ہے

دل میں ہمارے آکے ترا جی بہل گیا — کیوں کیا کہا تھا ہم نے یہ کیسا مقام ہے
جھوٹی ہمیشہ کھاتے ہو قرآن کی قسم — تم جانتے نہیں یہ خدا کا کلام ہے
تم کس کے میہمان مرے میہمان ہو — دل کس کا ہے مقام تمہارا مقام ہے
آئیں نہ خواب میں بھی تو کیا وصل کا مزا — حوروں کو دور ہی سے ہمارا سلام ہے
جو چھید ڈالے دل کو تمھاری نگاہ ہے — جو پیس ڈالے دل کو تمھارا خرام ہے
وہ رنج اٹھائے ہم نے، اگر کوچہ آپ کا — دارالسلام ہے تو ہمارا سلام ہے
اس چپقلش میں فاتحہ کو وہ نہ آئیں گے — خلقت کا میری قبر پہ کیوں اژدحام ہے
جو شکل ہے تری وہی اک شوخ کی ہے شکل — جو نام ہے ترا وہی اس کا بھی نام ہے

ہوتا ہے اور جلوہ فروشوں سے کیا نصیب — دو چار گالیاں ہیں خریدار کے لئے
انکار کیجے آپ مگر شکل آپ کی — کہتی ہے میں بنی ہوں ترے پیار کے لئے
مجرم بتوں کا بھی ہوں خدا کا بھی چور ہوں — دونوں میں ضد ہے ایک گنہگار کے لئے
یہ جان کس کے واسطے جاناں کے واسطے — یہ دل ہے اور کس کے لئے یار کے لئے
حصہ وفا کا اور جفا کا ہوا ہے یوں — یہ دل کے واسطے وہ دل آزار کے لئے
نازک کلائی پھول ہی اس کام کی نہیں — مشتاق ہاتھ چاہیے تلوار کے لئے
خانہ خرابیاں بھی ہیں رسوائیوں کے ساتھ — یہ گھر کے واسطے ہیں وہ بازار کے لئے
ہرجائی ایسی توبہ کو کیا منھ لگائیں ہم — زاہد کے واسطے کبھی مے خوار کے لئے
یہ حال دیکھ کر ملک الموت کیا عجب — مانگے اگر دعا ترے بیمار کے لئے
یہ داغؔ کی دعا ہے کہ پروردگار دے — دنیا کی خوبیاں مرے سرکار کے لئے

دل میں کیا مہرباں نہیں آتی — بات کہنے میں ہاں نہیں آتی
بڑھ گیا تجھ سے وہ ستم ایجاد — شرم اے آسماں نہیں آتی
کس طرح قول کے ہوں وہ سچے — میرے منھ میں زباں نہیں آتی
اس ستم گر کو یاد بھی میری — بھول کر ناگہاں نہیں آتی
ہے طبیعت بھی اپنی ہرجائی — کس جگہ یہ کہاں نہیں آتی

گو بلا ہے مفارقت تیری
نہیں آتی جہاں نہیں آتی

بے خودی میں کہا تھا ان سے حال
یاد وہ داستاں نہیں آتی

وہ اشاروں سے کام لیتے ہیں
گفتگو درمیاں نہیں آتی

ہے نزاکت بھری خبر اُن کی
کہ وہاں سے یہاں نہیں آتی

تجھ کو ہوگا ثواب فرقت میں
اے اجل کیوں یہاں نہیں آتی

ہمت کا ہارنا نہ مصیبت میں چاہیے
تھوڑا سا حوصلہ بھی طبیعت میں چاہیے

باہم یہ میل جول محبت میں چاہیے
میری طبیعت اس کی طبیعت میں چاہیے

رکھے جو ہوشیار وہ صحبت میں چاہیے
میرا رقیب ہی مری خدمت میں چاہیے

دل دو طرح کا تیری محبت میں چاہیے
راحت میں ایک، ایک مصیبت میں چاہیے

کچھ لاگ کچھ لگاؤ طبیعت میں چاہیے
دونوں طرح کا رنگ محبت میں چاہیے

میں تجھ سے پوچھتا ہوں مرے دل کا فیصلہ
دنیا میں چاہیے کہ قیامت میں چاہیے

انصاف سے کہو کہ یہ بیداد کا طریق
تم کو نہ چاہیے کہ محبت میں چاہیے

دیکھ کچھ ان کے چال چلن اور رنگ ڈھنگ
دینا دل ان حسینوں کو مدت میں چاہیے

یہ عشق کا ہے گھر کوئی دار الاماں نہیں
ہر روز واردات محبت میں چاہیے

حاضر یہ بدنصیب ہے بدلے رقیب کے
کوئی نہ کوئی آپ کی خدمت میں چاہیے

مے خوار کو ہو مژدہ کہ قاضی نے کہہ دیا
پینا شراب کا بھی ضرورت میں چاہیے

فرقت میں کیوں عذاب کی بھرمار مجھ پہ ہے
کافر کے واسطے یہ قیامت میں چاہیے

خوں گشتہ آرزو بھی مرے ساتھ دفن ہو
تربت اک اور بھی مری تربت میں چاہیے

دل آئے آپ کا تو بڑے بول آگے آئیں
کچھ تو کمی غرور میں نخوت میں چاہیے

جنت کی ہو ہوس تجھے دنیا میں جس قدر
دنیا کی آرزو نہیں جنت میں چاہیے

بت گر سے التجا ہے کہ دے دے بنا کے وہ
پتھر کا دل کسی کی محبت میں چاہیے

عاشق کے دل پہ زور تمہارا ہے کس قدر
انصاف سے کہو یہ نزاکت میں چاہیے

اٹکھیلیاں ہوں گرد سے کانٹوں سے چھیڑ چھاڑ
سامان دل لگی کا یہ وحشت میں چاہیے

انساں عیش میں نہ مصیبت کو بھول جائے
دوزخ کی تاک جھانک بھی جنت میں چاہیے

یہ کیا کہ بت بنے ہوئے بیٹھے ہو بزم میں
کچھ بے تکلفی بھی تو خلوت میں چاہیے

اپنا بھی کام نکلے وہ ناراض بھی نہ ہوں
ایسے مزے کی بات شکایت میں چاہیے

تجھ پہ ہی جان دیجے اگر جان دیجیے
تجھ کو ہی چاہیے کسی حالت میں چاہیے

معشوق کے کہے کا برا مانتے ہو داغؔ
برداشت آدمی کی طبیعت میں چاہیے

حیرت ہے کہ یہ خاک د باقی ہے ہوا کو
اس دل کی کدورت میں رہی سانس بھی بچ کے

اللہ رے کیا پاس رقیبوں کا ہے تم کو
محشر میں طرفدار ہوئے جاتے ہو سب کے

ڈرتے نہیں اب آہ سے وہ دن بھی ہیں کچھ یاد
بجلی کے چمکتے ہی بغل میں مری دبکے

وہ زندے کو مردہ کرے یہ مردے کو زندہ
وہ چشم کے جادو ہیں یہ اعجاز ہیں لب کے

جو بھید کی باتیں ہیں رقیبوں سے ملیں گی
وہ ہیں مرے مطلب کی وہی ہیں مرے ڈھب کے

وہ چاند سا چہرہ ہے تصور میں ہمارے
ہیں ہجر میں بھی ہم کو مزے وصل کی شب کے

گالوں پہ بنے کچھ نیل کے دھبے مری شامت
پوچھا یہ نشاں کب کے ہیں کہنے لگے اب کے

اللہ رے ترا بانکپن اُف رے تری سج دھج
قربان تری گھات کے صدقے تری چھب کے

کافی ہے زمانے کی اسیری کو یہ زنجیر
دل زلف کے حلقوں میں گرفتار ہیں سب کے

مسجد میں تو گنتی کے مسلمان ہی دیکھے
مے خانے میں جلوے نظر آئے ہیں سب کے

رندوں کا ہوں میں دوست تو زہاد کا خادم
وہ کام کا انسان ہے کام آئے جو سب کے

سن سن کے مرا حال وہ بولے تو یہ بولے
یہ جھگڑے ہیں کس وقت کے یہ قصے ہیں کب کے

منہ لگتے ہی اللہ رے غیروں کا تکبر
شیطان نے کیا پھونک دیا کان میں سب کے

کیا سخت گھڑی تھی کہ مری آنکھ لڑی تھی
یہ درد یہ آزار یہ آلام ہیں جب کے

دیکھا نہ کہ آخر کو خراش آئی دہن پر
آئینے میں بوسے لئے کیوں آپ نے لب کے

دل جو ناکام ہوا جاتا ہے
شوق کا کام ہوا جاتا ہے

نہ مٹاؤ کسی عاشق کا نشاں
نام بدنام ہوا جاتا ہے

داغؔ کے پاس جو آؤ تو ابھی
دور الزام ہوا جاتا ہے

بات پوری کرو تمھاری بات ۔ پیچ میں سے تو لی نہیں جاتی
کیوں کئے تھے ستم جو کہتے ہو ۔ یہ دُہائی سنی نہیں جاتی
اڑتی رہتی ہے گو ہماری خاک ۔ چھوڑ کر وہ گلی نہیں جاتی
وہ نہ جائیں عدو کے گھر جب بھی ۔ بدگمانی مری نہیں جاتی
اب وہ آتے ہیں آرزو میری ۔ مر کے کم بخت جی نہیں جاتی

غم جگہ دل میں پا ہی جاتا ہے ۔ آدمی کو یہ کھا ہی جاتا ہے
صاف دیکھی نہ بادہ خوار کی آنکھ ۔ کچھ نہ کچھ رنگ آ ہی جاتا ہے
کبھی پورا ہوا نہ کام کوئی ۔ میں سنے جا نا ہوا ہی جاتا ہے
بدگماں ہے تری طرف سے دل ۔ کچھ نہ کچھ وہم آ ہی جاتا ہے
میرے سر کی قسم تجھے قاصد ۔ جلد تر تو بھی کیا ہی جاتا ہے
دیکھتا ہوں جو خوب رو کوئی ۔ وہ تصور میں آ ہی جاتا ہے
تم کو گھر کس طرح سے جانے دوں ۔ کہ مرا مدعا ہی جاتا ہے
نامہ بر کو دیا ہے خط لیکن ؛ ۔ دل ہمارا جدا ہی جاتا ہے
سرد مہری سے بھی تری ظالم ۔ داغ دل میں جلا ہی جاتا ہے

میرے پیام بر سے انھیں برہمی ہوئی ۔ یارب کسی کی بات نہ بگڑے بنی ہوئی
دل کی لگی ہوئی بھی کوئی دل لگی ہوئی ۔ بجھتی نہیں بجھائے سے ایسی لگی ہوئی
میت پہ میری آکے دل ان کا دہل گیا ۔ تعظیم کو جو لاش مری اُٹھ کھڑی ہوئی
سلگائے سے سلگتی نہیں آگ عشق کی ۔ ایسی کچھ آج کل ہے طبیعت بجھی ہوئی
ہاں ہاں ذرا نگہ سے نگہ دل سے دل لڑے ۔ یا چوٹ آپ پر ہوئی یا آپ کی ہوئی
کہتا ہوں آج اور نئی اپنی داستاں ۔ تم کو مزا نہ دے گی کہانی سنی ہوئی
خلقت کا اژدحام ہے کیوں میری قبر پر ۔ بربادان کی وجہ سے کیا بے کسی ہوئی
تم ذکر پر رقیب کے شرمائے جاتے ہو ۔ یہ بات کہہ کے خود مجھے شرمندگی ہوئی
اس بدگماں کو دے کوئی جا کر مبارکی ۔ دشمن کے ساتھ آج مری دوستی ہوئی

کی چھیڑ چھاڑ داغ نے تم سے بڑا کیا
اب درگذر کرو کہ خطا جو ہوئی ہوئی

جس وقت میں نے توبہ کا سامان کر لیا — کچھ بادل آسمان پہ آ کر برس گئے
کھوٹے کھرے کی عشق میں پہچان ہو گئی — اچھے ہم امتحاں کی کسوٹی پہ کس گئے
لکھیں جو اور کچھ یہ ہماری مجال کیا — اتنا ہی لکھ کے بھیج دیا ہے ترس گئے

سب آئے اس کی بزم سے ان کا پتا نہیں
کیا جانے جا کے داغ کس آفت میں پھنس گئے

شوخی سے قرار اس کو کہیں دل میں نہیں ہے — یہ چاند وہ ہے جو کسی منزل میں نہیں ہے
کہتے ہو کوئی میرے مقابل میں نہیں ہے — دیکھو تو ذرا غور سے اس دل میں نہیں ہے
اللہ مددگار ہے رہبر ہے ہمارا — رہزن کا خطر عشق کی منزل میں نہیں ہے
خورشید کے مانند ہیں روشن ترے رخسار — کچھ شمع کی حاجت تری محفل میں نہیں ہے
اس دام سے کاکل کے نہ نکلے گا مرا دل — جکڑا ہوا وہ ہے کہ سلاسل میں نہیں ہے
جو جس کی ہے قسمت میں وہ ملتا ہے اسی کو — جو داغ جگر میں ہے مرے دل میں نہیں ہے
ہر رنگ میں ہے اور جدا رنگ ہے تیرا — ہر دل میں ہے تو اور کسی دل میں نہیں ہے
تمکیں اسے روکے تو کشش قیس کی کھینچے — محمل میں ہے لیلیٰ کبھی محمل میں نہیں ہے
چھیڑ عجب چیز ہے یہ لطف عجب لطف — جینے کا مزا کیا جو مزا دل میں نہیں ہے
ایذا طلب ایسا ہوں جو ہو درد کسی کے — کہتا ہوں یہ افسوس مرے دل میں نہیں ہے
تو دل میں نہیں ہے تو مرے دل میں ہے کیا کچھ — تو دل میں ہے میرے تو کوئی دل میں نہیں ہے

آساں وہ کرے گا دعا وصل کی مانگو
اے داغ یہ مشکل کسی مشکل میں نہیں ہے

ہونے کو تو کیا ان سے ملاقات نہ ہو گی — جس بات کی خواہش ہے وہی بات نہ ہو گی
دل صاف نہ ہوگا تو کوئی بات نہ ہو گی — جھگڑے کی ملاقات ملاقات نہ ہو گی
کیا حور سے جنت میں ملاقات نہ ہو گی — یہ روپ یہ سج دھج یہ پری گات نہ ہو گی

لکھا ہے مرے خط کا جواب اس نے بہت کچھ — آخر میں یہ فقرہ ہے ملاقات نہ ہوگی
سو بار بلا کر مجھے محفل سے نکالا — مہمان کی ایسی بھی مدارات نہ ہوگی

وقت معلوم اگر ہو تو سنبھل جائے کوئی — کیا قیامت ہے کہ چپکے سے قضا آتی ہے
ہاتھ سے دوستوں کو کھو بیٹھے — ہنسنے والوں کو ہم تو رو بیٹھے

ابھی آئے ابھی تم آ کے چلے — اور میری نظر بچا کے چلے
الاماں الاماں کہے گا فلک — تیر جس دم مری دعا کے چلے

عاشق بچائے جان کو کس کس عذاب سے — تیرے عتاب سے کہ خدا کے عتاب سے
مے خوار مفلسی میں مٹاتے ہیں خواہشیں — ٹوٹے ہوئے پیالے سے جھوٹی شراب سے
سب پوچھتے ہیں کس پہ دل آیا وہ کون ہے — آتی ہے مجھ کو شرم تمہارے حجاب سے
مشکل سے اختیار کیا جبر عشق میں — دل کو دیا ہے صبر بڑے اضطراب سے

جو داغ پر گزرتی ہے تم جانتے نہیں
روشن ہے اس کا حال سوا آفتاب سے

عاجز جو طبیب آ گیا ہے — اب وقت قریب آ گیا ہے

جو کہا میں نے سمجھ سوچ کے وہ مان گئے — شکر ہے آج مری بات اکارت نہ گئی

سائل سے خفا یوں مرے پیارے نہیں ہوتے — کیا مانگنے والوں کے گزارے نہیں ہوتے

اب تو بنتی نظر آتی نہیں پیارے تم سے — ہم سے بیزار ہمارے ہیں تمہارے تم سے

حشر پر تم نے ملاقات اٹھا رکھی ہے — آج کی کل پہ عجب بات اٹھا رکھی ہے

رات مصیبت کی بسر ہو گئی — آنکھوں ہی آنکھوں میں سحر ہو گئی

اس سے ملنے کی آس ٹوٹی ہے — اب مصیبت سے جان چھوٹی ہے

فرش سے تا عرش ڈھونڈھا ہے اسے — اور بس آگے خدا کا نام ہے

ہم نے دیکھا نہ محبت میں اثر دیکھیں گے — ہائے نالہ بھی کیا آہ بھی کر دیکھیں گے
ہم سے بیزار اگر ہو تو خدا حافظ ہے — تم سلامت رہو ہم اور ہی گھر دیکھیں گے

تمت

کہتے ہیں اُسے زبان اُردو
جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا

منتخب داغ

حصہ دوم

جس میں

نواب فصیح الملک مرزا داغ کی غزلوں کے کئی ہزار ایسے اشعار ہیں

جو

فارسی عطف و اضافت سے خالی نہیں

منتخبہٗ

احسن مارہروی

اور جس کو

مطبع انوار احمدی الہ آباد نے شائع کیا

۴۸۶

منتخب داغ

حصہ دوم

فصیح الملک مرزا داغ کے کلام کا پہلا حصہ اُن اشعار کا حامل ہے جن میں فارسی عطف و اضافت کا وجود نہیں۔ مگر اس دوسرے حصے میں یہ قید اٹھا دی گئی ہے اور ایسے اشعار منتخب کر لئے گئے ہیں جن میں فارسی عطف و اضافت موجود ہے۔ پہلے حصے میں باعتبار مضامین ہر قسم کے اشعار لے گئے ہیں، لیکن اس حصے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ بہتر سے بہتر اشعار پیش کئے جائیں۔ ہر طبیعت کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے۔ جن اشعار کو صوفیانہ ذوق پسند کرتا ہے اس کو رندانہ شوق پسند نہیں کرتا۔ اس لئے اشعار کا انتخاب ہر مذاق کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اکثر رطب و یابس اشعار آ گئے ہیں لیکن دوسرے حصے میں ایسے اشعار کمتر ملیں گے جو ذوق سلیم کو مرغوب نہ ہوں۔

اب تک فصیح الملک مرزا داغ کے چاروں دیوان اور اُن کے انتخاب بکثرت شائع ہو چکے ہیں مگر یہ انتخاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت دلچسپ اور متنوع کا مجموعہ ہے۔ اردو شاعری میں ابتدا سے اب تک جتنے مشہور اساتذہ گزرے ہیں ان کی شہرتیں محدود اور مخصوص طبقات میں پائی جاتی ہیں مثلاً سودا۔ میر۔ درد۔ آتش۔ ذوق۔ مومن۔ غالب۔ یہ سب آسمانِ شہرت کے چمکتے ستارے ہیں لیکن ان کے جاننے اور ماننے والے خصوصی اہل مذاق سے آگے نہیں بڑھتے۔ اس کے برخلاف داغ کی مقبولیت اور شہرت خاص سے عام اور خواص سے عوام تک پہنچی ہوئی ہے۔ خانقاہ کے رہنے والے۔ درس گاہ کے بیٹھنے والے۔ ادبی مجلسوں کے گرمانے والے۔ مے خواروں میں جھومنے والے اور بازاروں میں گھومنے والے سب اپنے اپنے مذاق اور حوصلے کے مطابق ان کے کلام سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جب تک اُردو کا گلشن اپنی شہرت و شان کے ساتھ ابرِ رحمت برساتا رہے گا لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

شراب ناب ہے ہر رنگ کی اپنے پیالے میں
وہ مزہ کون سا گل میں ہے کیا ہے شاخ لالے میں

راقم
احسن مارہروی

حصّۂ دوم

ردیف (الف)

گلزارِ داغ

صبر لے زاہدِ نا فہم نہ مے خواروں کا
بخشنے والا بھی دیکھا ہے گنہگاروں کا

ڈر گئے نامِ شفا سن کے زہے خواہشِ مرگ
منہ ذرا سا نکل آیا ترے بیماروں کا

دوش پر اپنے جو صیّاد نے زلفیں چھوڑیں
اور جی چھوٹ گیا آج گرفتاروں کا

اشک خوں آنکھ سے جلتے ہوئے اتنے ٹپکے
کہ جہاں میں ہوں وہاں فرش ہے انگاروں کا

صبر ایوب کی اے داغ نہ کرنا خواہش
کہ محبت میں تو یہ کام ہے بیکاروں کا

کہ میرے بُتِ ہوش ربا کو نہیں دیکھا
اُس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا

سمجھا ہے شبِ ہجر عدو کو وہ قیامت
ظالم نے ابھی روزِ جزا کو نہیں دیکھا

جس شکل سے ہنستے ہیں مرے حال پہ احباب
روتے ہوئے یوں اہلِ عزا کو نہیں دیکھا

اغیار کے نالے تو بہت تم نے سنے ہیں
مظلوم کی تاثیرِ دعا کو نہیں دیکھا

افسوس کہ فرصت میں کبھی غور سے تم نے
افسانۂ اربابِ وفا کو نہیں دیکھا

جب داغ کو ڈھونڈھا کسی بت خانے میں پایا
گھر میں کبھی اُس مردِ خدا کو نہیں دیکھا

ثبات بحر جہاں میں اپنا فقط مثالِ حباب دیکھا
نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھی نہ آب دیکھا

سرور و عیش و نشاط کیسے بدل گئے رنگ ہی جہاں کے
سنا نہ کانوں سے تھا جو ہم نے وہ آنکھ سے انقلاب دیکھا

جو راہ میں تیری آ کے بیٹھے وہ فکر دیر و حرم سے چھوٹے
کہ تیرے کوچے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا

کیا جانے چپ ہوں کیوں تری صورت کو دیکھ کر — آئینہ میں نہیں ہوں کہ حیران ہو گیا
کیا حالِ دل کہیں کہ دمِ عرضِ مدعا — تیر اعتاب حلق کا دربان ہو گیا
امید ہے کہ بہرِ عیادت وہ آئیں گے — آزار میری جان کو ارمان ہو گیا

اے حشر امتیاز کہ ہم ہیں شہیدِ ناز — مُردوں کی طرح ہم کو اُٹھایا نہ جائے گا

شبِ ہجراں سے موت بہتر ہے — خواب، آرام سے تو آئے گا
کبھی اپنا بھی دور خوش اے داغ
دورِ ایام سے تو آئے گا

ستم وہ چشمِ کافر سے تری، چلنا اشاروں کا — غضب وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا دل فگاروں کا
ترا اک وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر — پھر اُس پر صبر آتا ہائے دل اُمیدواروں کا
سنو افسانۂ فرہاد دیکھو قصۂ مجنوں — غرض کیا تم تو پوچھو حال ہم حسرت کے ماروں کا

ہائے مہماں کہاں یہ غمِ جاناں ہو گا — خانۂ دل تو کوئی روز میں ویراں ہو گا
جس قدر آج ستاتا ہے ستالے ہم کو — روزِ محشر بھی تو کل اے شبِ ہجراں ہو گا
اب کہاں لختِ جگر سینے میں اے دیدۂ تر — اور ہو گا تو سرِ گوشۂ داماں ہو گا

روتے روتے چشمِ تر کو دل کا ماتم ہو گیا — روز کا مہمان اپنے گھر محرّم ہو گیا
عشق کیا شے ہے یہ وہ شے ہے کہ ذوقِ وصل و — خون ہو کر آ گیا غم بن گیا سم ہو گیا

کی ترک مے تو مائلِ پندار ہو گیا — میں توبہ کر کے اور گنہگار ہو گیا
اک حرفِ آرزو پہ وہ مجھ سے خفا ہوئے — اتنی سی بات کہکے گنہگار ہو گیا

کچھ ہوگا مجھکو نالۂ شبگیر سے حصول — کچھ مدعا دعائے سحر سے نکل گیا
اللہ رے جوش گریہ کہ اس جذب وضبط پر — دریا ہمارے دیدۂ تر سے نکل گیا

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمھیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاسِ آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمھیں بھی اُس انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھکر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

وہ ہے ہمارا طریقِ الفت کہ دشمنوں سے بھی ملکے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

ہم ایک رستہ گلی کا اُس کی دکھاکے دل کو ہوئے پشیماں
یہ حضرتِ خضر کو جتا دو کسی کی تم رہبری نہ کرنا

بیانِ دردِ فراق کیسا کہ ہے وہاں اپنی یہ حقیقت
جو بات کرنی تو نالہ کرنا نہیں تو وہ بھی کبھی نہ کرنا

بُری ہے اے داغ راہِ الفت خدا نہ لے جائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

عدوے نیش زن کی آپ سنتے ہیں وہ کہتا ہے — کہ جب آنا اُسے کانٹے ہمارے حق میں بو جانا

بہت باغِ جہاں میں سیر کی اے داغ کیا کہئے
نہ دیکھا ہم نے جو دیکھا نہ جانا ہم نے جو جانا

ہوا ہے جب سے شہرہ اُس عدوے دین و ایماں کا — کوئی دل چیر کر دیکھے عقیدہ ہر مسلماں کا
نہیں معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ واں کا — مزاج اچھا تو ہے یادش بخیر اُس آفتِ جاں کا
ہوا رونے سے دل خالی کہاں اب تک بھی باقی ہے — خزینہ شوق و ارماں کا دفینہ یاس و حرماں کا
یہ کیا ہے آج غیروں سے مری تعریف ہوتی ہے — یہ کیا ہے خود بیاں ہوتا ہے اپنے جورِ پنہاں کا

کوئی یہ بستر راحت چھوڑ کر کیوں جائے اے قاتل
دل بیتاب گہوارہ بنا ہے تیرے پیکاں کا

سرشکِ تلخ کی تلخی گوارا ہے تو ہم کو ہے
زمیں پیتی نہیں آنسو ہماری چشم گریاں کا

کیا ہے ایک دستِ آرزو نے وار دو جانب
زلیخا کے جگر تک چاک ہے یوسف کے داماں کا

مریض جاں بلب دیکھے ہیں پر ایسے نہیں دیکھے
خدا حافظ نہیں ہوتا ترے بیمار ہجراں کا

دلِ آشفتہ ذکرِ زلف سے کیا کیا اُلجھتا ہے
سنا جاتا نہیں قصہ پریشاں سے پریشاں کا

سرِ محفل مجھی سے تجھ کو ظالم پردہ کرنا تھا
پھر اُس پہ یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ ڈھانکا

بہت آنکھیں ہیں فرشِ راہ چلنا دیکھ کر ظالم
کفِ نازک ہیں کانٹا چبھ نہ جائے کوئی مژگاں کا

ہوئی تھیں دیدۂ مشتاق سے گستاخیاں کیا کیا
سبھی کو رخ نہ تھا میری طرف اُن کے نگہباں کا

تری آتش بیانی داغ روشن ہے زمانے پر
پگھل جاتا ہے مثلِ شمع دل ہر اک سخنداں کا

کیا ہے وعدۂ فردا انھوں نے دیکھئے کیا ہو
یہاں صبر و تحمل آج ہی سے ہو نہیں سکتا

پئے مشتاقِ شہادت کس جگہ جائیں کسے ڈھونڈیں
کہ تیرا کام قاتل جب تجھی سے ہو نہیں سکتا

فراجو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے
وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا

ہوا ہوں اس قدر محجوب عرضِ مدعا کر کے
کہ اب تو عذر بھی شرمندگی سے ہو نہیں سکتا

کب سے شبِ فراق ہوں مشتاق دید کا
خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا

چھوٹا ہے قفلِ میکدہ اے مے کشو نوید
رہنے دو محتسب کو محافظ کلید کا

پھر سہو ہو گئیں تری وعدہ خلافیاں
پھر اعتبار ہے مجھے عہدِ جدید کا

بلبل کی داستاں سنی گوشِ گل نے کب
انساں ہی کو لطف ہے گفت و شنید کا

ہم ایک کہتے سنتے ہیں منہ سے ترے ہزار
لپکا پڑا ہوا ہے یہ گفت و شنید کا

حلقۂ زنجیر سے کم دورِ پیمانہ نہ تھا
قید خانہ تھا ہمیں بے یار مے خانہ نہ تھا

تم سے کیا شکوہ کہ دل بھی دشمنِ جاں ہو گیا
یہ تو اپنا دوست ہی تھا کوئی بیگانہ نہ تھا

کم اگر ہوتے تو لاتے شب [illegible]
[illegible] تم سا کوئی شیدا [illegible] فرزانہ نہ تھا

[illegible] تھا [illegible]
[illegible] کے سلام کرتا تھا

دشمنوں کو امان نہ دیتی تھی ۔۔۔ گر تمھیں قتلِ عام کرنا تھا

داغ مہمان سرائے دنیا میں

اور چندے قیام کرنا تھا

بلا سے اضطرابِ درد ہی بن کر ٹھہر رہنا ۔۔۔ کسی صورت سے تم رہنا مرے دل میں مگر رہنا

گزاری میں نے ساری رات یہ کہکر وہ اب آئے ۔۔۔ ذرا اے چشمِ تر تھمنا ذرا دردِ جگر رہنا

گیا تھا کہکے اب آتا ہوں قاصد کو تو موت آئی ۔۔۔ دلِ بیتاب واں جا کر کہیں تو بھی نہ مر رہنا

* * *

ترے خرام سے برپا ہے شور و شر کیسا ۔۔۔ اُٹھا یہ فتنہ قیامت سے پیشتر کیسا

تری تو برشِ تیغِ نظر کا کیا کہنا ۔۔۔ ہمیں تو دیکھ کہ رکھتے ہیں ہم جگر کیسا

یقین تھا کہ پسِ مرگ چین آئے گا ۔۔۔ قرار اس دلِ بیتاب کو مگر کیسا

وہ پا شکستہ ہوں گم کردہ راہ و خانہ خراب ۔۔۔ کہ دشت بھی نہیں مجھ کو نصیب گھر کیسا

کمال عشق ہے اے داغ محو ہو جانا

مجھے خبر ہی نہیں نفع کیا ضرر کیسا

تم کو میں عشق میں غمخوارِ دل و جاں سمجھا ۔۔۔ رنج کو راحت اور آزار کو درماں سمجھا

کچھ تو تھی بات کہ ناصح کی نہ مانی کچھ بات ۔۔۔ کچھ تو سمجھا جو نہ کچھ یہ دلِ ناداں سمجھا

* * *

یہ سیرِ عجب صید گہِ عشق میں دیکھی ۔۔۔ ہشیار وہی تھا جو ترے زیرِ نگیں تھا

زندہ نہ مسیحا سے ہوا کشتۂ الفت ۔۔۔ مُردوں کو جِلانا تو کچھ اعجاز نہیں تھا

* * *

رہا مقتل میں بھی محرومِ آبِ تیغِ قاتل سے ۔۔۔ یہ ناکامی کہ میں دریا پہ جا کر تشنہ لب آیا

شروعِ عشق میں گستاخ تھے اب ہیچ شامد گو ۔۔۔ سلیقہ بات کرنے کا نہ جب آیا نہ اب آیا

نوشتہ میرا بے معنی تو دل بے مدعا میرا ۔۔۔ مگر اس عالمِ اسباب میں میں بے سبب آیا

بسر کیوں کر کریں گے خلد میں ہم واعظِ ناداں ۔۔۔ ہمارے جدِ امجد کو نہ واں رہنے کا ڈھب آیا

* * *

چال زلفِ سیاہ نے مارا ۔۔۔ تیر کافر نگاہ نے مارا

کھا گیا مغز ناصحِ ناداں ۔۔۔ مجھکو اس خیر خواہ نے مارا

ضبط کر دردِ عشق کو اے دل ۔۔۔ اس تری آہ آہ نے مارا

زیرِ خنجر بھی ضبطِ عشق رہا　　دم نہ اس بے گناہ نے مارا
چرخ سے عمرِ خضر مانگی تھی　　جان سے کینہ خواہ نے مارا

دیکھ اے داغ اہلِ دنیا کو
ہوسِ عزّ و جاہ نے مارا

اے اہلِ بزم چشمِ مروّت کو کیا ہوا　　کیوں دیکھتے نہیں مری صورت کو کیا ہوا
تلوار بے تکان اُٹھاؤ نہ ہاتھ میں　　دنیا کہے گی ناز و نزاکت کو کیا ہوا
یاں فرطِ غم سے دل پہ بنی، واں وہ تمکنت　　پوچھا نہ جھوٹے منہ بھی طبیعت کو کیا ہوا
بے جستجو ملے گا نہ اے دل سراغِ دوست　　تو کچھ تو قصد کر، تری ہمّت کو کیا ہوا
منظور ذکرِ غیر سے تھا امتحانِ دل　　دیکھیں تو آپ اپنی طبیعت کو کیا ہوا
جاتا ہے کوئے یار میں لے دل خلافِ عقل　　آتے ہوئے بلا و مصیبت کو کیا ہوا

جس راہ سے وہ گزرے ڈالی بنائے محشر　　فتنہ بنا نگہباں ہر چشم نقشِ پا کا
ہے سرنوشت میری کیا مشقِ بے سروپا　　تا حشر بھی نہ پایا اک حرف مدّعا کا
دستِ ہوس بڑھا کر کیوں مرتبہ گھٹایا　　سمجھی نہ یہ زلیخا دامن ہے پارسا کا

ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اشکبار کیا　　تسلّیاں مجھے دے دے کے بے قرار کیا
تجھے تو وعدۂ دیدار ہم سے کرنا تھا　　یہ کیا کیا کہ جہاں کو امیدوار کیا
بھلا بھلا کے جتایا ہے اُن کو رازِ نہاں　　چھپا چھپا کے محبّت کو آشکار کیا
ہم ایسے محوِ نظارہ نہ تھے کہ ہوش آتا　　مگر تمھارے تغافل نے ہوشیار کیا
زبانِ خار سے نکلی صدائے بسم اللہ　　جنوں کو جب سرِ شوریدہ پر سوار کیا
غضب تھی کثرتِ محفل کہ میں نے دھوکے میں　　ہزار بار رقیبوں کو ہمکنار کیا
جب اُن کو طرزِ ستم آ گئی تو ہوش آیا　　بُرا ہو دل کا بُرے وقت ہوشیار کیا
فسانۂ شبِ غم اُن کو اک کہانی تھی　　کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا
فلک سے طورِ قیامت کے بن نہ پڑتے تھے　　اخیر اب تجھے آشوبِ روزگار کیا

بنے گا مہرِ قیامت بھی ایک خالِ سیاہ
جو چہرہ داغؔ سیہ رو نے آشکار کیا

چشمِ صنم نے یوں تو بگاڑے ہزار گھر — اک کعبہ چند روز کو آباد رہ گیا
محشر میں جائے شکوہ کیا شکرِ یار کا — جو بھولنا تھا مجکو وہی یاد رہ گیا
اُن کی تو بن پڑی کہ لگی جان مفت ہاتھ — تیری گرہ میں کیا دلِ ناشاد رہ گیا
اے داغؔ دل ہی دل میں گھلے ضبطِ عشق سے
افسوس شوقِ نالہ و فریاد رہ گیا

جو ڑ کے شہبازِ نظر پر گرا — ٹوٹ کے ہر خستہ جگر پر گرا
نالہ و فریاد و فغاں اس قدر — آہ یہ لشکر نہ اثر پر گرا
صاعقہ اُس کی نگہِ شوخ کا — دل جو بچایا تو جگر پر گرا
بزم سے گلدستے سب اُٹھوا دئے
داغؔ کا نزلہ گلِ تر پر گرا

دلِ سادا نا خضر کو جو عشق میں رستہ بتائے — دیدہ و دانستہ تیری چاہ میں کیوں کر گرا
نکلی بسم اللہ اُس کافر کے منہ سے بے دھڑک — آج اس انداز سے یہ عاشقِ مضطر گرا
کیا غضب توڑا نگاہِ خانماں برباد نے — خانۂ دل کیا گرا گویا خدا کا گھر گرا
کم نصیبی اس کو کہتے ہیں کہ میرے وار پر — دستِ ساقی سے ادھر شیشہ اُدھر ساغر گرا

—

نہ پایا کوئی بحرِ عشق میں رستہ گزارے کا — نہ پہنچا اُس کنارے تک شناور اس کنارے کا
مرے اشکوں میں ہے یا تیرے دندانِ مصفا میں — گہر کی آب ہیرے کی تجلی نور تارے کا

—

دلِ سوزاں نے کہیں آگ نہ چھوڑی شبِ ہجر — صبح خورشید کے بدلے مہِ تاباں نکلا
قول پورا تھا پر اُس عہد شکن کے منہ سے — ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سخنِ وعدہ و پیماں نکلا

—

ہم بھی دیکھیں تو کہاں تک ہے تری ہمراہی — قدم اپنا بھی اب اے گردشِ دوراں نکلا
مجھے کیوں کر یقیں ہو آگ ظالم کو جلائے گی — کسی دن آتشِ رنگِ شفق سے آسماں نکلا
بجھی کب عندلیبِ سوختہ دل کی لگی تجھ سے — چراغِ گل کو کیا پھونکا جو اے بادِ خزاں نکلا

کہاں صیّاد کیسا باغباں کس پر گری بجلی　　چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آشیاں پھونکا
ترے دزدِ حنا نے مایۂ صبر و خرد لوٹے　　تری برقِ نگہ نے خرمنِ تاب و تواں پھونکا
کہوں منہ سے نہ گو میں سوزِ پنہاں دمِ پرسش　　اشارے کرتی ہیں دل کی طرف آنکھیں یہاں پھونکا

سنا جاتا نہیں اے داغ تیرا سوزِ دل ہم سے
تری آتش بیانی نے تو اے آتش زباں پھونکا

رہے مشتاقِ جلوۂ دیدار　　ہم نے مانا نظر نہیں آتا
لے چلو مجکو رہروانِ عدم　　یاں ٹھکانا نظر نہیں آتا

شبِ فراق جو دستِ دعا بلند ہوا　　ندا یہ آئی کہ بابِ قبول بند ہوا
مجھے تو شیوۂ آزاد کی کمند ہوا　　کہ دامِ قطعِ تعلق میں پاے بند ہوا
سپہر صرف مرے درپئے گزند ہوا　　غضب ہوا کہ زمانے کا کام بند ہوا
مزا تو یہ ہے کہ آزاد ہو کے سیر کرے　　خضر کو رشتۂ عمرِ ابد کمند ہوا

علاج نشۂ الفت کا داغ ہو نہ سکا
گھڑی گھڑی میں دو بالا ہوا دو چند ہوا

عرض دو قافیہ دیکھنا اُس کی اداے دلفریب　　دل میں کچھ اعتبار سا آنکھ میں کچھ ملال سا

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہاں سر نکلا　　قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا
ہم تو بے نام و نشان آپ کی الفت میں ہوے　　آپ کا نام نکلنا تھا ستمگر نکلا
زلف برہم ہے عرق آلودہ جبیں، دامن چاک　　کس کی آغوش سے تو جان چھڑا کر نکلا
جذبِ دل کا ہو بُرا کھینچ بُلایا اُس کو　　جو نہ در تک کبھی آیا تھا وہ باہر نکلا

آفریں داغ تجھے خوب نباہی تو نے
مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

کہن سے کسوں کا پردہ یہ چرخِ کہن ہوا　　جیتوں کا پیرہن نہ مروں کا کفن ہوا
جوشِ جنوں نے ساتھ دیا جوشِ حسن کا　　ٹکڑے اُدھر نقاب اِدھر پیرہن ہوا

جس نے کچھ ہوش سنبھالا وہ جواں قتل ہوا　　عہدِ پیری نہ ترے عہد میں قاتل آیا

طور کیوں خاک ہوا نور ترا نار نہ تھا — ناز تھا حضرت موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا
ہمیں چوکے غمِ دل قابلِ اظہار نہ تھا — بات میں یار یہ بگڑا کہ کبھی یار نہ تھا
ذکرِ مجنوں سے مجھے آگ لگی جاتی ہے — گرچہ ظاہر میں تمھارا وہ طلبگار نہ تھا
یا نہ آتے تھے حسینوں کو یہ اندازِ جفا — یا کوی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا
آسماں پانوں پڑا ہے کہ قیامت ظالم — یوں تو چلتا ہوا ہر فتنۂ رفتار نہ تھا
شب کو کیوں کر خلشِ دل نہ دکھائی لذت — تیر اارمان تھا پیکان نہ تھا خار نہ تھا
سحر بھی چشمِ فسوں ساز کہ ملتے ہی نظر — میں نے پہلو میں جو دیکھا تو دلِ زار نہ تھا

دل کا سودا اور اس اغماض سے اور ایسی جگہ
داغ وہ انجمنِ ناز تھی بازار نہ تھا

آپ کی برہم مزاجی کا ٹھکانا ہی نہیں — یہ تو مجھ کم بخت کا حالِ پریشاں ہوگیا
سینۂ صد چاک سے لپٹا ہی رہتا ہے مدام — تو بھی اے دستِ جنوں میرا گریباں ہوگیا
دل میں لے دے کر رہا تھا ایک قطرہ خون کا — کچھ نیازِ غم ہوا کچھ صرفِ مژگاں ہوگیا

نگاہِ شوق پر الزام بے قراری کا — تمھاری برقِ تجلی کو اضطراب نہ تھا؟
نہ پوچھئے مرے روزِ سیاہ کی ظلمت — چراغ لے کے بھی ڈھونڈا تو آفتاب نہ تھا
کہا انھوں نے شبِ غم کا ماجرا سن کر — ترے مزاج کی شوخی تھی اضطراب نہ تھا
نہ پوچھ مجھ سے مرے جرم داورِ محشر — مرے گناہوں کا دنیا میں بھی حساب نہ تھا

کیونکر اب اُس کی نگہِ ناز سے جینا ہوگا — زہر دے اُس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
خاک کر دے گی تری برقِ تجلی اک دن — طورِ سینا ترے مشتاق کا سینا ہوگا

جی کس سے لگاتے شبِ فرقت میں الٰہی — بہلانے کو دل گر غمِ دلبر بھی نہ ہوتا
آتا جو یہاں روزِ جزا نے شبِ ہجراں — بڑھکر تو کہاں تیرے برابر بھی نہ ہوتا

ذکرِ روزِ جزا پہ کہتے ہیں — اور جو ہم پر ہی انفصال رہا؟
شبِ غم بھی گزر ہی جائے گی — نہ رہے گا نہ ایک حال رہا
دل ہمارا وہ چیز ہے جس کا — لبِ معشوق پر سوال رہا

داغ نے حالِ دل کہا اُن سے
کچھ نہ کم بخت کو خیال رہا

دل میں نے دیا تھا اُسے کچھ سوچ کے اپنا
سودا تو مجھے ناصح ناداں نہ ہوا تھا

تیزی نہ کر اتنی رگِ گردن یہ کہ ہم سے
کچھ تیرا گنہ خنجرِ براں نہ ہوا تھا

نفس کے آنے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری
یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطفِ سفر پایا

دلِ گم گشتہ کے مذکور پر تم کھوئے جاتے ہو
بڑی چوری ملے گی زلفِ پُر خم میں اگر پایا

وہ میرا چھیڑنا آغازِ الفت میں شکایت سے
وہ رکھکر ہاتھ کانوں پر ترا کہنا کہ بھر پایا

نہ کھایا تھا کبھی خونِ جگر ہم نے مگر کھایا
نہ پایا تھا کبھی آزار الفت میں مگر پایا

بزمِ اغیار کا مذکور ہے میرے آگے
وہ بھی اس طرح کہ افسوس وہاں تو نہ ہوا

جب عمل اُن کے تلیں گے تو کہیں گے مے کش
آج کو رطلِ گراں سنگِ ترازو نہ ہوا

بندہ گو لطفِ ملاقات اسے کہتے ہیں؟
خوش کبھی میں نہ ہوا شاد کبھی تو نہ ہوا

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھ دیا

آتشِ دوزخ پہ ہوگا آتشِ تر کا گماں
گر کسی مے کش نے اپنا دامنِ تر رکھ دیا

دیکھئے اب ٹھوکریں کھاتی ہے کس کس کی نگاہ
روزنِ دیوار میں ظالم نے پتھر رکھ دیا

تیری مژگاں کے تصور نے دلِ بے تاب میں
ایک ترکش رکھ دیا اک گنجِ نشتر رکھ دیا

کعبہ کیسا خلد میں لے جائیں تیرا سنگِ در
اتنی محنت ہے کہ یاں سے واں اُٹھا کر رکھ دیا

داغ کی شامت جو آئے اضطرابِ شوق میں
حالِ دل کم بخت نے سب اُن کے منہ پر رکھ دیا

یار کے غم میں پریشان یہی بار رہا
صبرِ مرحوم کا اک دل ہی عزادار رہا

تھی شبِ قدر سے بھی قدرِ شبِ وعدہ سوا
کیا بتاؤں کہ کس امید پہ بیدار رہا

یاں بھی مشتاق کی قسمت میں کوئی جلوہ ہے
یا فقط حشر ہی پر وعدۂ دیدار رہا

کیجئے عشقِ بتاں میں بھی خدا کو شامل
کیا رہا خوف جب اللہ مددگار رہا

نہ ہوا گرمیٔ وحشت سے میں ٹھنڈا نہ ہوا
دور ہی دور ترا سایۂ دیوار رہا

کب ہوا اے بتِ بیگانہ منش تو اپنا ۔۔۔ دل جو اپنا ہے نہیں اس پہ بھی قابو اپنا
ابتدائے رمضاں میں ہے مہِ عید کی دھوم ۔۔۔ کسی کافر نے دکھایا نہ ہو ابرو اپنا
بعد میرے نہ رہا دیکھنے والا کوئی ۔۔۔ تم زمانے کو دکھاؤ رُخِ نیکو اپنا

لگ گئی چپ تجھے اے داغِ حزیں کیوں ایسی
مجکو کچھ حال تو کم بخت بتا تو اپنا

اس قدر خوف ہے مجکو ستمِ پنہاں کا ۔۔۔ یک بیک لطف بھی کیجے تو دہل جاؤں گا
ناوکِ یار سے یہ دل نے کہا مجکو نہ چھوڑ ۔۔۔ سائے کے ساتھ ترے میں بھی نکل جاؤں گا
ان سے پوچھوں گا کسی پردے میں احوالِ رقیب ۔۔۔ زہر کے گھونٹ نگلتے ہیں نگل جاؤں گا
دل لگاتا نہ کبھی دارِ فنا میں ہرگز ۔۔۔ کیا خبر تھی مجھے آج آؤں گا کل جاؤں گا
جلوۂ یار سے ہے گو ہوش ربا اے ناصح ۔۔۔ میں تجھے لے کے گروں گا تو سنبھل جاؤں گا

قبر میں حسرت و ارماں ہیں غنیمت اے داغ
رفتہ رفتہ انھیں یاروں میں بہل جاؤں گا

ملا مصرِ محبت میں جو ہم کو ۔۔۔ زلیخا نے بھی وہ سودا نہ پایا
ترے دستِ حنائی میں بھی ہے چور ۔۔۔ کسی کو ہاتھ کا سچا نہ پایا
خزاں ہی خوب تھی بہرِ نشیمن ۔۔۔ چمن میں ایک بھی تنکا نہ پایا
ہوئے جس دن سے تم رشکِ مسیحا ۔۔۔ زمانے میں کوئی اچھا نہ پایا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصالِ یار ہوتا ۔۔۔ کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
غمِ عشق میں مزا تھا جو اسے سمجھکے کھاتے ۔۔۔ یہ وہ زہر ہے کہ آخر مئے خوشگوار ہوتا
یہ وہ دردِ دل نہیں ہے کہ ہو چارہ ساز کوئی ۔۔۔ اگر ایک بار مٹتا تو ہزار بار ہوتا
گئے ہوش تیرے زاہد جو وہ چشمِ مست دیکھی ۔۔۔ مجھے کیا اُلٹ نہ دیتی جو نہ بادہ خوار ہوتا

اے لبِ یار جلا دے دل کو ۔۔۔ واسطہ اپنی مسیحائی کا
روزِ دیدار خدا خیر کرے ۔۔۔ معرکہ ہے تری زیبائی کا

ڈرتا ہوں دیکھکر دلِ بے آرزو کو میں ۔۔۔ سنسان گھر یہ کیوں نہ ہو مہمان تو گیا

کیا آئی راحت آئی جو کنجِ مزار میں ۔ وہ ولولہ وہ شوق وہ ارمان تو گیا
افشاے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں ۔ لیکن اُسے جتا تو دیا جان تو گیا

ہوش و حواس و تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

ناوکِ یار کی واجب ہے تواضع اے دل ۔ پھر نہ جائے کہیں مہمان مرا گھر آیا
میرے افسانے کو پورا نہ ہوا روزِ جزا ۔ ڈھل گیا دن تو یہ جانا کہ گھڑی بھر آیا

کون سا طائرِ گم گشتہ اسے یاد آیا ۔ دیکھتا بھالتا ہر شاخ کو صیاد آیا
میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا ۔ وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
کس کے آنے کا تصور ہے کہ ہر دم ہر وقت ۔ ہے ترا تکیہ کلام اے دلِ ناشاد آیا
چھوٹ کر کنجِ قفس سے بھی یہ کھٹکا نہ گیا ۔ جب صبا آئی تو جانا وہی صیاد آیا
عید ہے قتل مرا اہلِ تماشا کے لئے ۔ سب گلے ملنے لگے جبکہ وہ جلاد آیا
دی موذن نے شبِ وصل اذاں پچھلی رات ۔ ہائے کم بخت کو کس وقت خدا یاد آیا
لیجئے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے ۔ آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

کیا چھپے رازِ الٰہی دلِ شیدائی کا ۔ عرصۂ حشر تو بازار ہے رسوائی کا
ہر گلی کوچے میں پامال اسے ہو جانا ۔ دل ہے یا نقشِ قدم ہے کسی ہرجائی کا

میرے ماتم سے مرے قاتل کو ناخوش کر دیا ۔ کیا کیا افسوس یہ اہلِ عزا نے کیا کیا
حشر میں پھرتے ہیں خوش خوش کیا وہ اترائے ہوئے ۔ اور کہتے ہیں مرا روزِ جزا نے کیا کیا
چاہ کر ہم تو حسینوں کے مزے لوٹا کئے ۔ پند گو تیرے دلِ بے مدعا نے کیا کیا
مار ڈالا آپ اپنے رنجِ فرقت میں مجھے ۔ اور پھر کہتا ہے ظالم یہ خدا نے کیا کیا

جب یقینِ عشق آیا پھر وہ بت کہاں اپنا ۔ آ گئے غضب میں ہم دے کے امتحاں اپنا
بچ رہے گا کوئی تو برق و باد و باراں سے ۔ ہر درخت پر باندھا ہم نے آشیاں اپنا
ہائے میرے قاتل کو مفت کی ہے بدنامی ۔ کام کر گئی ہوتی مرگِ ناگہاں اپنا
ہم ستم رسیدوں کو زندگی مصیبت ہے ۔ خضر پر دھرے احسان عمرِ جاوداں اپنا

دھوم صبحِ محشر کی داغ سنتے آتے ہیں
پر نہیں کچھ اندیشہ خواب ہے گراں اپنا

پاس آنے نہ دیا آہِ شرر افشاں نے | دور سے پھینک کے جلاد نے خنجر مارا
اے محبت دلِ آشفتہ کا سودا دیکھا | اُس کی زلفوں سے لیا اور مری سر مارا
قلزمِ عشق میں ہے گوہرِ مقصود اے دل | تو نے غوطہ نہ کبھی اس میں شناور مارا
چشمِ کافر کی رہی بحث لبِ جاناں سے | کہ مرے مُردے کو سو بار جلا کر مارا
رہ گئی قتل گہِ عام میں عزت میری | آج قاتل نے مجھے لاکھ میں چُن کر مارا

رازِ دل کوئی کہے لاکھ میں کیونکر اپنا | داورِ حشر جدا چاہئے محشر اپنا
توبہ کے بعد بھی خالی نہیں دیکھا جاتا | دور رہتا ہے بھرا شیشہ و ساغر اپنا
گو مری شکل سے نفرت ہے مگر پھر خبر | آدمی بھیجتے رہتے ہیں وہ اکثر اپنا
دھوم ہے کوچۂ قاتل میں قیامت آئی | فیصلہ ہم بھی کئے لیتے ہیں چل کر اپنا
داغ اُس کا الم اُس کا غمِ ہجراں اُس کا | سینہ اپنا جگر اپنا دلِ مضطر اپنا
کم نہ تھی شوخیِ رفتار سے بے تابیِ شوق | راہ میں پاؤں پڑا اُن کے برابر اپنا

ہم شکوۂ بیداد کہیں بھول نہ جائیں | دنیا میں بپا فتنۂ محشر نہیں ہوتا
کیا مر نہیں جاتا قلقِ ہجر سے کوئی | باور نہیں آتا تمہیں باور نہیں ہوتا
ہے حوصلہ مشقِ جفا اُس کو الٰہی | پر کوئی گنہگار مقرر نہیں ہوتا

راہ بر بن کر رہِ الفت میں رہزن بن گیا | دل نے کی یہ دوستی ہم سے کہ دشمن بن گیا
رہروانِ معرفت کا واں سیا جاتا ہے منہ | جادۂ راہِ حقیقت تارِ سوزن بن گیا
کشتِ دل میں دیکھ تخمِ عشق کی بالیدگی | ہم تو قائل اُس کے ہیں جو دانہ خرمن بن گیا
گل کھلاتا ہے خزاں میں بھی مرادستِ جنوں | جب چھلے زخمِ کہن اک تازہ گلشن بن گیا
مست مے کل تک تو مے خانے میں تھا اور آج داغ
داغِ مے دامن سے دھو کر پاک دامن بن گیا

یہ قیدِ محبت اک آزادگی ہے | مگر کوئی جانے بھی محبوس رہنا

یہ سیکھا ہے تو اشکِ غمّازِ کس سے   مری آنکھ میں بن کے جاسوس رہنا
کیا ہے رقیبوں نے سامانِ عشرت   خبردار اے چرخِ منحوس رہنا
اُلٹ دے ذرا روے روشن سے پردہ   یہ کیا شمع ساں زیرِ فانوس رہنا

محبت میں یوں داغ عزّت رہے گی
کہ تم دشمنِ ننگ و ناموس رہنا

کیا ہوسکے مقابلہ مژگانِ یار کا   دل ایک ہاتھ کا ہے جگر ایک وار کا
ہو گا نشانِ مہر و محبت یہیں کہیں   ڈھونڈھو چراغ لے کے ہمارے مزار کا
اے چشمِ یار دیکھ تغافل سے باز آ   دل ٹوٹ جائے گا کسی اُمیدوار کا

جب تک کسی کی چاہ نہ تھی کیا سرور تھا   میرا ہی دل بغل میں مری رشکِ حور تھا
یاں امتحانِ برقِ تجلّی ضرور تھا   کیا میں نہ تھا اِس آگ میں جلنے کو طور تھا
پاسِ ادب سے رہ گئی فریاد کچھ ادھر   میں کیا کہوں کہ عرشِ بریں کتنی دور تھا
کرنی پڑیں فراق میں تیمارداریاں   ہاتھوں میں ساری رات دلِ ناصبور تھا

اے داغ صدمۂ غمِ ہجراں بجا درست
یہ سب سہی مگر تمھیں جینا ضرور تھا

تھک گئے ہاتھ مگر کثرتِ مطلب ہے وہی   فکر ہے مجھکو خطِ شوق ہو کیونکر پورا
نہ یہ دل ہے نہ یہ جرأت نہ یہ اندازِ بیاں   نامہ بر حال کہے یار سے کیونکر پورا
قصدِ بت خانہ کیا ہے جو خدا پہنچا دے   جو کیا کام ہوا خیر سے اکثر پورا

ختم ہے شوخیِ الفاظ و تلاشِ مضموں
ہے تو یوں داغ سخن ور ہے سخن ور پورا

اُس بت کو جب خیالِ ستم ہو کے رہ گیا   میں مضطرب خدا کی قسم ہو کے رہ گیا
پورا ہوا نہ ایک بھی دل کا مسوّدہ   فرسودہ لاکھ بار قلم ہو کے رہ گیا
دل نے تری گلی سے نہ اُٹھنے دیا مجھے   سو بار قصدِ دیر و حرم ہو کے رہ گیا
اے داغ ہم نہ دیکھ سکے روزِ حشر کچھ   سر خجلتِ گناہ سے خم ہو کے رہ گیا

اے شبِ ہجر ترا خلق پر احساں ہوگا — حشر کے دن کو اگر تو نے نکلنے نہ دیا

بزمِ اغیار میں اُس شوخ نے عیاری سے
کیا ہی اعجاز کیا داغ کو جلنے نہ دیا

دمِ عشق میں گیا دلِ مہجور رہ گیا — صدمہ کسی سے اٹھ نہ سکا کوئی سہہ گیا
قاتل کے آتے آتے سب آپس میں کٹ مرے — دریا لہو کا خنجرِ غیرت سے بہ گیا

جو عرضِ تمنا پر ظالم نے کہا مجھ سے — اب تک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا
تن تن کے جو چلتا ہے وہ شوخِ کماں ابرو — ایک ایک سے کہتا ہے ہوتا ہے شباب ایسا
مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے — احسانِ ترحّم وہ اندازِ عتاب ایسا

ہمیں زمانے میں بدنام تیری خو نے کیا — دلِ فریفتہ جو کچھ کیا وہ تو نے کیا
وہ عرضِ وصل سے رکھتے ہیں ہاتھ کانوں پہ — اثر یہ خوب مری طرزِ گفتگو نے کیا
گیا رقیب کے گھر بارہا شبِ وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا

لائے تھے کوئے یار سے ہم داغ کو ابھی
لو اُس کی موت آئی وہ نادان پھر گیا

بن آئی ہے جو چاہیں کہیں حضرتِ ناصح — اندیشۂ عقبیٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
دیکھو تو ذرا چشمِ سخن گو کے اشارے — پھر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
دنیا مجھے کہتی ہے بُرا حاضر و غائب — سمجھو تو سبب کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

آفتاب

اللہ رے مرتبہ مرے عجز و نیاز کا — گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ناز کا
عالم تمام چشمِ حقیقت نگر بنا — منھ دیکھتا ہے آئنہ آئینہ ساز کا
ہر چند راہِ کعبہ و بت خانہ ایک ہے — اے راہ رو ہے کام یہاں امتیاز کا

مدعا یہ تھا کہ ہم دیکھیں تجھے — ورنہ کیوں نورِ نظر پیدا کیا
جیتے دیتا کس کو داغِ روسیاہ
پر خدا نے دیکھ کر پیدا کیا

کس کے خرام سے یہ اُڑے ہوش نقشِ پا
بیٹھی ہوئی ہے مجلسِ خاموشِ نقشِ پا

افتادگانِ خاک کا رتبہ تو دیکھئے
بادِ صبا ہے غاشیہ بردوشِ نقشِ پا

محشر میں بھی وہ فتنے نہ دیکھیں گے اہلِ حشر
جو دیکھتے ہیں آپ کے مدہوشِ نقشِ پا

آسودگانِ خاک کی کہتا وہ سرگزشت
رکھتا نہیں زبان مگر گوشِ نقشِ پا

پائی مرے سراغ سے دشمن نے راہِ دوست
لے بےخودی مجھے نہ رہا ہوشِ نقشِ پا

یہ داغ کی تو خاک نہیں کوئے یار میں
اک تشنۂ وصال ہے آغوشِ نقشِ پا

میں نویدِ وصل سُن کر مر گیا
نامبارک تھی مبارکباد کیا

کر لیا رنگِ حنا نے دل اسیر
آپ کی مٹھی میں ہے صیاد کیا

باعثِ گریہ نہ پوچھ اے ہم نشیں
کیا کہوں میں آگیا تھا یاد کیا

عرصۂ حشر میں انصاف ہمارا کیسا
دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیسا

بخشش دے اُس بتِ سفاک کو اے داورِ حشر
خون ہی مجھ میں نہیں خوں کا دعوا کیسا

ڈوبتے ہیں عرقِ شرم میں غیرت والے
ڈوب مرنے ہی پہ جب آئے تو دریا کیسا

دیکھتے ہو طرفِ سنگِ در آتے جاتے
مجکو دیکھو کہ ہوا ناصیہ فرسا کیسا

قیس و فرہاد کے قصے تو سنا کرتے ہو
داد دو اس کی کہ ہم نے تمہیں چاہا کیسا

مجکو یہ شکوہ کہ اقرارِ وفا جھوٹا تھا
اُن کو یہ ناز کیا ہم نے یہ وعدا کیسا

غیر کا ذکرِ وفا اور ہمارے آگے
داغ اس بات سے جلتا ہے کلیجا کیسا

مرگِ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجکو ملال
دشمنی کا لطف شکووں کا مزا جاتا رہا

ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرفِ مدعا جاتا رہا

حرص دامن گیرِ دنیا مالِ دنیا بے ثبات
جس قدر حاصل کیا اُس سے سوا جاتا رہا

اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے
ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

کتنی فرحت فزا تھی بوئے وفا
اس نے دل کو جلا کے دیکھ لیا

کبھی غش میں رہا شبِ وعدہ / کبھی گردن اُٹھا کے دیکھ لیا
جنس دل ہے یہ وہ نہیں سودا / ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
لوگ کہتے ہیں چپ لگی ہے تجھے / حالِ دل بھی سنا کے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کروگے مہر و وفا / بارہا آزما کے دیکھ لیا
اُس نے صبح شبِ وصال مجھے / جاتے جاتے بھی آکے دیکھ لیا
تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار / اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا

ہمیشہ اسے ہم نے سنتے ہی دیکھا / مگر دل بھی رنگِ وفا ہے کسی کا

زباں پہ اُن کی جو بھولے سے نامِ حور آیا / اُٹھا کے آئنہ دیکھا وہیں غرور آیا
کہاں کہاں دلِ مشتاقِ دید نے نہ کہا / وہ چمکی برقِ تجلی وہ کوہِ طور آیا
تری گلی میں رہی بازگشت مثلِ نفس / کہ جتنی دور گیا واپس اتنی دور آیا
کہا جب اُس نے یہ تیغ کون آتا ہے / پکار اُٹھا دلِ مشتاق و ناصبور آیا
گزار دی شبِ وعدہ اسی توقع پر / مرے بلانے کو اب آدمی ضرور آیا
خدا نے بخش دیئے حشر میں بہت عاشق / خیالِ یار میں کوئی نہ بے قصور آیا
وہیں سے داغ سیہ بخت کو ملی ظلمت
جہاں سے حضرت موسیٰ کے ہاتھ نور آیا

کیا لطفِ ستم یوں اُنھیں حاصل نہیں ہوتا / غصے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا
دل کا کوئی حامی دمِ بسمل نہیں ہوتا / کمبخت کلیجا بھی تو شامل نہیں ہوتا
چلنے کا رہِ دوست میں ساماں نہیں بنتا / پہنچیں تو ٹھکانا سرِ منزل نہیں ہوتا
کیا ناک میں دم ہے دلِ دشوار طلب سے / وہ کام بگڑتا ہے جو مشکل نہیں ہوتا
ہیں اور شبِ تیرہ و صحرائے خطرناک / رہبر کا پتا سیکڑوں منزل نہیں ہوتا
یہ داد ملی اُن سے مجھے کاوشِ دل کی / جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا

معشوق کو اگر دلِ بے مدعا دیا / پوچھے کوئی خدا سے کہ عاشق کو کیا دیا
بے مانگے دردِ عشق و غمِ جاں گزا دیا / سب کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کا دیا

مضمونِ شوق چھپ نہ سکا اس کو کیا کروں — گو میں نے خط رقیب کے خط میں ملا دیا
دنیا میں اک یہی ہے زیارت گہ جنوں — خانہ خرابیوں نے مرا گھر بنا دیا
تیرِ فراق و داغِ تمنا و رشکِ غیر — دل ہو جگر ہو کھاتے ہیں سب آپکا دیا
پیکانِ یار سینے سے کیوں کر نکال دوں — یہ ہے خدا کی دین کہ دل دوسرا دیا
تا حشر منکرینِ قیامت نہ ماننے — تجھ کو بنا کے اُس کا نمونہ دکھا دیا

سمجھیں گے خوب اُس بتِ ناآشنا سے داغ
گر ایک بار اور خدا نے ملا دیا

انکار مے کشی نے مجھے کیا مزا دیا — سینے پہ چڑھ کے اُس نے خُم مے پلا دیا
احسان مانتا ہوں ستمہائے غیر کا — بگڑا ہوا مزاج تمھارا بنا دیا
وہ نامرادِ لطفِ اسیری ہوں ہمصفیر — صیاد نے بھی مجھکو چمن سے اُڑا دیا
تعریفِ حور اور پھر اس شدّ و مد کے ساتھ — میری زبان نے مجھے جھوٹا بنا دیا

بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا
جنّت کہے گی آگ لگا دی جلا دیا

موت کا مجکو نہ کھٹکا شبِ ہجراں ہوتا — میرے دروازے پہ گر آپ کا درباں ہوتا
عشق کچھ کھیل نہیں اے دلِ آرام طلب — سیکھنا تھا تجھے وہ کام جو آساں ہوتا
حشر کے روز تجھے پاسِ عدالت ہوگا — بخش دیتا جو نہیں جرم تو احساں ہوتا
مرضِ عشق طبیبوں نے بہت اُلجھایا — آخرِ کار یہ آزار ہی درماں ہوتا
ہو گئی بارِ گراں بندہ نوازی تیری — تو نہ کرتا اگر احسان تو احساں ہوتا

دلِ پُر اضطراب نے مارا — اسی خانہ خراب نے مارا
جان بچتی نظر نہیں آتی — اب نگاہِ عتاب نے مارا
تھک گئے ہاتھ لکھتے لکھتے خط — اس سوال و جواب نے مارا
جا چکیں خلد میں کہ دوزخ میں — طولِ روزِ حساب نے مارا

اس کعبۂ دل کو کبھی ویراں نہیں دیکھا — اُس بت کو کب اللہ کا مہماں نہیں دیکھا

گو نزع کی حالت ہے مگر پھر یہ کہوں گا — کچھ تم نے مرا حالِ پریشاں نہیں دیکھا
ملتا نہیں ہم کو دلِ گم گشتہ ہمارا — تو نے تو کہیں اے غمِ جاناں نہیں دیکھا
جو دن مجھے تقدیر کی گردش نے دکھایا — تو نے بھی وہ اے گردشِ دوراں نہیں دیکھا
کیا داد ملے اُس سے پریشانیِ دل کی — جس بت نے کبھی خوابِ پریشاں نہیں دیکھا
میں نے اُسے دیکھا مرے دل نے اُسے دیکھا — تو نے اُسے اے دیدۂ حیراں نہیں دیکھا

ہاتھ آتے ہی متاعِ الفت — ہاتھ ملتے ہیں خریدار یہ کیا
خوبیاں کل تو بیاں ہوتی تھیں — آج ہے شکوۂ اغیار یہ کیا
وحشتِ دل کے سوا الفت میں — اور ہیں سیکڑوں آزار یہ کیا
ضعف رخصت نہیں دیتا افسوس — سامنے ہے درِ دلدار یہ کیا

روکنا دل کو کہ شوقِ زلفِ دلبر لے چلا — تھامنا مجھ کو کہ یہ سودا مرا سر لے چلا
وہ سدھارے اپنے گھر مجھکو رہی یہ کشمکش — ضبط نے کھینچا ادھر دل سوئے دلبر لے چلا
سیکڑوں ٹھہرے شہادت ہیں مرے داغِ گناہ — میں عدم کو خود بنا کر اپنا محضر لے چلا
خوب رضواں سے درِ فردوس پر جھگڑے ہوئے — جب بُتِ کافر کو میں دل میں چھپا کر لے چلا
منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم — ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

محجوب کر نہ جرمِ فغاں پر کہ لطف کیا — شرمِ گناہ سے جو گنہگار مر گیا
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پسِ مرگ اس لئے — جانے کوئی کہ طالبِ دیدار مر گیا

ترس رہے تھے شرابی کہ انگلیاں اٹھیں — وہ ابرِ رحمتِ پروردگار سے اُٹھا
رہی وہ حسرتِ دنیا کہ صبحِ محشر بھی — میں اپنے ہاتوں کو ملتا مزار سے اُٹھا

دل مبتلائے لذّتِ آزار ہی رہا — مرنا فراقِ یار میں دشوار ہی رہا
احسانِ عفوِ جرم سے وہ شرمسار ہوں — بخشا گیا میں تو بھی گنہگار ہی رہا

حسن تیرا عشق میرا ہے بلا سے روزگار — آفت آ جائے گی یہ چرچا جہاں ہو جائیگا
دل کو مدت میں کیا تھا خوگرِ طرزِ ستم — کیا خبر تھی وہ یکایک مہرباں ہو جائیگا
چپ رہوں میں حشر میں یہ آپ نے اچھی کہی — ہو سکے گا حالِ دل اپنا بیاں ہو جائیگا

ارمان بھرے دل کا نہ یوں نام نکلتا ناکامیِ جاوید سے بھی کام نکلتا
ہوتا ہے حسینوں کا یہی وقتِ نمائش ورنہ مہِ کامل نہ سرِ شام نکلتا
کیا حضرتِ زاہد ہی بنے پیرِ مغاں آج مے خانے سے باہر نہیں اک جام نکلتا

تصویرِ رُخِ یار کو دیکھا اُسے دیکھا خورشیدِ پُر انوار کو دیکھا اُسے دیکھا
مشتاق سے کھل جاتے ہیں محبوب کے انداز جب طالبِ دیدار کو دیکھا اُسے دیکھا
کیا فتنۂ محشر میں ہے جو اِن میں نہیں ہے ظالم تری رفتار کو دیکھا اُسے دیکھا

کہہ گیا ساقیِ سرشار یہ چلتے چلتے آپ جو رنگ میں ڈوبے گا ڈوب جائے گا
داغ تم داغِ جدائی کے گلے کرتے ہو
چار چھینٹوں میں وہ چلتے ہوئے دھو جائے گا
مریضِ غم سے چلے پیش کیا طبیبوں کی بغیر حکمِ الٰہی نفس نہیں چلتا

حال میرا دوسرا گویا مزاجِ یار ہے یہ سنبھالے سے نہ سنبھلے گا اگر برہم ہوا
آگے آگے رنگ لائے گا ابھی مضمونِ غم نامہ بر کہتا ہے اک اک لفظ پر ماتم ہوا
بے اثر ہو تو کبھی طوفاں ہو نہیں دریا تو ہو حسرت اُس آنسو پہ ہے جو قطرۂ شبنم ہوا
صبحِ ہجراں میں ادھر غمگیں اُدھر اُن کا یہ حال آئنے سے کہتے ہیں یہ کیا مرا عالم ہوا
داغ پھر اُس آفتِ جاں سے بڑھائی رسم و راہ
پہلے تھوڑا رنج پایا پہلے تھوڑا غم ہوا؟
یہی دل باعثِ آزار میرا یہی غم خوار میرا یار میرا
پیامِ شوق بھی قاصد ادا ہو نہ آئے نام بھی زنہار میرا
خدا سے حشر کے دن وہ پکارے کہاں ہے طالبِ دیدار میرا

داستانِ عشق جب ٹھہری غلط پھر کہانی کا مزا جاتا رہا
غیر پر لطف و کرم ہونے لگا مہربانی کا مزا جاتا رہا
داغ ہی کے دم سے تھا لطفِ سخن
خوش بیانی کا مزا جاتا رہا

غبار آلودہ ہیں پائے حنائی
مٹا کر آئے ہو مدفن کسی کا

دلِ ویراں کو جب دیکھا تو بولے
یہ ہے اُجڑا ہوا مسکن کسی کا

گیا ہے عرشِ معلیٰ پہ شور نالوں کا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

ماہتاب

نگہِ یار نے کی خانہ خرابی ایسی
نہ ٹھکانا ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا

نگہِ شرم کو بے تاب کیا کام کیا
رنگ لایا تری آنکھوں میں سمانا دل کا

وہ عذرِ جرم کو بدتر گناہ سے سمجھے
کوئی محل نہ رہا اب قسم بھی کھانے کا

بتنگ آ کے جو کی میں نے ترکِ رسمِ وفا
ہر اک سے کہتے ہیں یہ حال ہے زمانے کا

خطا معاف تمہارے داغ اور خواہشِ دل
قصور ہے یہ فقط اُن کے منہ لگانے کا

یا ترکِ ملاقات کی خو ہو گئی اُن کو
یا یہ ہے کہ مجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا

زاہد نے اڑائیں تو صفاتِ ملکوتی
حضرت کا فرشتوں سے ابھی پر نہیں ملتا

کیا پوچھتے ہو بزم میں کیا ڈھونڈھ رہے ہو
لو صاف بتا دوں دلِ مضطر نہیں ملتا

کیوں کر نہ مریں موت پہ بیمارِ محبت
ایسا یہ مزا ہے کہ مکرر نہیں ملتا

ڈریں کیوں پرسشِ روزِ جزا سے
جو پوچھے ہم کو اُس کا پوچھنا کیا

یہ سنوایا فغانِ بے اثر نے
کرے گا اور تو اس کے سوا کیا

غمِ دنیا و دیں میں مبتلا ہوں
مرے مولا مری امداد کرنا

چھپانا رازِ وصل احباب سے داغ
پھر ارمانِ مبارک باد کرنا

غربت میں پوچھ لیتے ہیں بادِ صبا سے ہم
رہتا ہے ذکرِ خیر ہمارا وطن میں کیا

کیوں سخت گفتگو نہیں کرتے رقیب سے
کچھ چوٹ لگتی ہے لبِ پیماں شکن میں کیا

سن سن کے میری شوخیِ تقریر یوں کہا
توبہ ہے یہ زباں رہے گی دہن میں کیا

توبہ تو بہ سرِ تسلیم جھکایا جاتا
ہم جو سمجھے تھے اگر تجھ میں نہ پایا جاتا

اے نزاکت ترے قربان کہ وقتِ رفتت　　وہ کہیں ہم سے تو گھر تک نہیں جایا جاتا
میں گنہگار نہ ہوتا جو الٰہی مجھکو　　ہر برس نامۂ اعمال دکھایا جاتا

اُٹھ کے کعبے سے نہ جاتا جو صنم خانے کو
اور پھر داغ کہاں بار خدایا جاتا

کاش تو گورِ غریباں پہ نہ مضطر پھرتا　　صبر سے ناز سے تمکیں سے ٹھہر کر پھرتا
دم تڑپیں جو ذرا آنکھ تمھاری پھرتی　　مضطرب آئینے میں حلقۂ جوہر پھرتا
لطف تھا میں بھی شبِ وصل کہیں چھپ جاتا　　آدمی اُن کا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا
یہ نہ کہیئے کہ نہیں اہلِ وفا میں کوئی　　نام اک شخص کا ہے میری زباں پر پھرتا

داغ چھٹتی درِ لیلےٰ کی گدائی نہ کبھی
چترِ شاہی بھی اگر قیس کے سر پر پھرتا

پارسا کوئی اگر تا کے نے والا ہوتا　　دخترِ رز نے بڑا نام اُچھالا ہوتا
خیر گزری کہ رہی حلق میں گھٹ کر فریاد　　دلِ بے تاب نے محشر سے نکالا ہوتا

دردِ فرقت کی کھٹک وصل میں کیا مٹ جاتی
آہ کھنچتی اگر اے داغ تو نالا ہوتا

پھر کہاں تھا نہ یہاں تھا نہ وہاں تھا وہ شوخ　　دامن اُس کا جو سرِ راہ گزر چھوڑ دیا

داغ وارفتہ طبیعت کا ٹھکانا کیا ہے
خانہ برباد نے مدت ہوئی گھر چھوڑ دیا

تو خدا تو نہیں اے ناصحِ ناداں میرا　　کیا خطا کی جو کہا میں نے نہ مانا تیرا
کعبہ و دیر میں یا چشم و دلِ عاشق میں　　انھیں دو چار گھروں میں ہے ٹھکانا تیرا
ترکِ عادت سے مجھے نیند نہیں آنے کی　　کہیں نیچا نہ ہوا سے گور سرھانا تیرا
بزمِ دشمن سے تجھے کون اٹھا سکتا ہے　　اک قیامت کا اُٹھانا ہے اُٹھانا تیرا
موت سے وہ ہی دمِ نزع بہانہ کر لوں　　یاد آجائے مجھے کاش بہانہ تیرا
مدعی دیکھ ہمیں چشمِ حقارت سے دیکھ　　کل ہمارا تھا جو ہے آج زمانہ تیرا

بوالہوس کو بھی ہوا الفتِ محبت پہ غرور
یا الٰہی کوئی لٹتا ہے خزانہ تیرا

صفتِ حسن کرے کوئی کسی پردے میں
بول اُٹھتا ہے مری جان فسانہ تیرا

وعدۂ حشر پہ بے ساختہ دل لوٹ گیا
عہد کا عہد بہانے کا بہانہ تیرا

عود و مجمر کی طرح جل گئے پروانہ و شمع
ایک تو ہے کہ مجھے تو نے جلایا تنہا

قتلِ عالم کا رہا شوق مرے قاتل کو
جان سے اُس کو نہ مارا جسے پایا تنہا

اے فلک زیرِ زمیں تجھ کو سلائے اللہ
تو نے برسوں مجھے راتوں کو سلایا تنہا

خلوتِ ناز کے تم نے بھی اڑائے ہیں مزے
ہم نے بھی لطفِ تصور کا اٹھایا تنہا

عیش و عشرت میں اُدھر ہے تو مصیبت میں اِدھر
ایک ہو کر کبھی اُن کا ہے کبھی دل اپنا

باغ میں فصلِ خزاں اور نشیمن ویراں
دام سے چھوٹتے ہی چھوٹ گیا دل اپنا

پردۂ عرفاں نہیں ہے چاک کیا
چشمِ بینا کے لئے ادراک کیا

ساقی و مے خانہ و مے ایک ہے
ہم نہ سمجھے پاک کیا ناپاک کیا

صیقلِ آئینۂ عرفاں بنا
کون جانے ہے یہ مشتِ خاک کیا

شوق ہو تو منزلِ مقصود دیر
دونوں پہنچیں سست کیا چالاک کیا

ہے عجب دردِ محبت میں مزا
خاطرِ آزردہ و غمناک کیا

پائے استقلال ثابت چاہیئے
کر سکے گی گردشِ افلاک کیا

موجِ طوفاں خیز و صرصر تند و تیز
کر سکے اس جوش میں تیراک کیا

جذبِ دل آزما کے دیکھ لیا
اُس نے کچھ مسکرا کے دیکھ لیا

قابلِ آشیاں کوئی نہ ملا
تنکا تنکا اٹھا کے دیکھ لیا

اور بھی دل سے بپا گریہ و زاری رکھنا
آخری وقت ذرا شرم ہماری رکھنا

چشمِ عاشق میں پھرو یادِ دلِ شیدا میں پھرو
کیا ضرورت ہے کبھی تم نہ سواری رکھنا

جاؤ ہاں جاؤ ہوئی صبحِ شبِ وصل نمود
سلسلہ نامہ و پیغام کا جاری رکھنا

کبھی رکھنا نہ رقیبوں کو تم اپنے گھر میں
اور رکھنا تو بصد ذلت و خواری رکھنا

درہم داغ دیا داغ کو جیسا تم نے
اپنے عشاق میں سکہ یہی جاری رکھنا

دم ٹوٹتا رہا شبِ وعدہ تمام رات کیا رشتۂ حیات بھی تیری قسم ہوا
بت خانے کا نظارہ بھی گردن کا بوجھ ہے جب سامنے پڑا سرِ تسلیم خم ہوا
تیری گلی کا ایک یہ ادنیٰ نشان ہے پیدا اسی سے جادۂ راہِ عدم ہوا
مسجد میں اذنِ عام تو ہے مے کدے میں روک دنیا کا کام دین سے بڑھ کر اہم ہوا
کب شکوۂ عتاب سے بے لطفیاں مٹیں شرمندگی بڑھی جو وہاں غصہ کم ہوا
کیا دل دھڑک رہا ہے نویدِ وصال سے جس کو خوشی ہوئی اُسے آخر کو غم ہوا

اے داغ شکر کر نہ رہی اُنسے رسم و راہ
تجھ پر خدا کا فضل خدا کا کرم ہوا

میری وحشت سے جو اُس کا دلِ حیران اُلٹا بخیہ گر سینے لگا چاکِ گریباں اُلٹا
تو شبِ وعدہ نہ کر اے دلِ مضطر فریاد پھر نہ جائے کہیں دروازے سے مہماں اُلٹا
بختِ برگشتہ کی تاثیر کہاں جاتی ہے فال کھولوں تو کھلے ہاتھ میں قرآں اُلٹا
خیر سے قتل بھی کرنا نہیں آتا اب تک حلق پر پھیرتے ہو خنجرِ بُرّاں اُلٹا
دیکھ کر راہ شبِ وصل ہمیں کیوں نہ گئے کر نہ بیٹھیں وہ کہیں شکوۂ ہجراں اُلٹا
پڑ گئے لینے کے دینے سرِ محشر ہم کو ہو گیا نفع کی اُمید میں نقصان اُلٹا

روئے انوار نہیں دیکھا جاتا دیکھیں! کیوں کر نہیں دیکھا جاتا
رشکِ دشمن بھی گوارا لیکن تجھ کو مضطر نہیں دیکھا جاتا
کیا شبِ وعدہ ہوا ہوں بے خود جانبِ در نہیں دیکھا جاتا

یاس انجامِ کار ہو ہی گئی شوق خواب و خیال ہو ہی گیا
رنگ لایا ہے عشق آخرِ کار ایک دونوں کا حال ہو ہی گیا
دولتِ حسن ہو کہ دولتِ زر آخر آخر زوال ہو ہی گیا
ارنی کہکے آگ بھڑکا دی برق، نورِ جمال ہو ہی گیا
مرضِ عشق سے شفا نہ ہوئی جیتے جی کا وبال ہو ہی گیا
گو کیا ضبط ذکرِ دشمن پر رُخ سے ظاہر ملال ہو ہی گیا

کمرِ یار کے مضامیں سے
دلِ غؔ نازک خیال ہو ہی گیا

رونا ہے اب اُس ہنسی خوشی کا ماتم ہے بہارِ زندگی کا
گھیرا ہے ہجومِ غم نے اتنا ارمان ہے مجھکو بےکسی کا
بالیں پہ مری رہا شبِ غم اک معرکہ مرگ و زندگی کا
کہتے ہیں اُسے زبانِ اُردو جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا

تھی شبِ ہجر کیا گراں جانی زہر نے بھی مجھے اثر نہ کیا
شامِ غربت کو آپ کیا جانیں کوس دو کوس بھی سفر نہ کیا
کوئی دن اور صبر کرنا تھا دلِ بےتاب سے مگر نہ کیا

وجود و عدم دونوں گھر پاس نکلے نہ یہ دور نکلا نہ وہ دور نکلا
شبِ وصل ذکرِ عدو پر وہ بولے خدا کے لئے کیوں یہ مذکور نکلا

دیا دوست کو بزمِ دشمن میں خط غضب ٹوک کی نامہ بر لے گیا
منگائی تھی خاکِ درِ یار آج چُرا کر مرا چارہ گر لے گیا
وہاں تک جو پہنچا شبِ غم کا حال کوئی راہ چلتا خبر لے گیا
شبِ ہجر نالہ مرا عرش پر فرشتوں سے پہلے خبر لے گیا

آنکھوں آنکھوں میں کیا اُس نے مرا کام تمام شکر ہے کشتۂ اندازِ تغافل نہ ہوا
اہلِ فریاد سے ہے دھوم تری محفل کی انجمن شہرِ خموشاں ہے اگر غل نہ ہوا
باز آیا نہ ستمگر ستمِ پیہم سے ختم یہ سلسلۂ دردِ تسلسل نہ ہوا
کب گدا اے درمے خانہ کو عار آتی ہے اوک سے پی جو میسّر قدحِ مُل نہ ہوا
نہ کہا تھا کہ نہ کرنا کبھی اُن سے شکوہ تجھ سے اے دل نہ ہوا صبر و تحمل نہ ہوا

داغ مرتا ہے ادا پر رخ و گیسو کیسا
کبھی شیفتۂ لالہ و سنبل نہ ہوا

خدا جانے کس دن وہ دیکھیں گے آکر مرا حال کب قابلِ غور ہوگا

عبث فکرِ دنیا عبث فکرِ عقبیٰ
کہ قسمت کا ہونا بہر طور ہوگا

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا
آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

اترا رہا ہے نقدِ محبت پہ دل بہت
اوچھے کو مالدار کیا ہم نے کیا کیا

کہتے ہیں وہ شکایتِ بیداد و جور پر
تجھکو خدا نے خوار کیا ہم نے کیا کیا

کہدیں گے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف
اچھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا

یہ مجھ سے کہنے کو ظالم سرِ مزار آیا
مرے بغیر تجھے کس طرح قرار آیا

کہیں پتا نہ ملا سخت سوگوار آیا
گلی گلی دلِ گم گشتہ کو پکار آیا

یہ حال تھا شبِ وعدہ کہ تا بہ راہ گزر
ہزار بار گیا میں ہزار بار آیا

گزر گئے اسی گردش میں اپنے لیل و نہار
شبِ فراق گئی روزِ انتظار آیا

ہزار فتنے جلو میں ہیں لاکھ ہنگامے
تمھارے ساتھ تو سامانِ روزگار آیا

شکستہ دل ہوئی کس طرح مری توبہ
سیئے ہوے جو کوئی رندِ بادہ خوار آیا

کمالِ عشق کو فرہاد و قیس کب پہنچے
وہ پختہ کار ہے دل جس کا بار بار آیا

وفا شعار کو غفلت شعار کون کہے
دمِ اخیر نہ آیا سرِ مزار آیا

عجب نہیں جو معاصی ہوں وجہِ آمرزش
گنہ کیا تو خیالِ مآلِ کار آیا

یہ عقدہ عاشق و معشوق کے چلن سے کھلا
سمجھ میں مسئلہ جبر و اختیار آیا

ڈرے جو حشر میں وہ مجھکو دیکھتے ہی کہا
مرا رفیق مرا داغؔ جاں نثار آیا

فرہاد جو سے شیر سے مشہور ہوگیا
آتا ہے کام وقت پہ ادنیٰ ہنر بھی کیا

یارب شبِ فراق بسر ہو چکے کہیں
نازک خرام اُس کی طرح ہے سحر بھی کیا

تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق
کہو وہ تذکرۂ ناتمام کس کا تھا

ہمیں تو حضرتِ زاہد کی ضد نے پلوائی
یہاں ارادۂ شربِ مدام کس کا تھا

اگرچہ دیکھنے والے ترے ہزاروں تھے
تباہ حال بہت زیرِ بام کس کا تھا

وہ کون تھا کہ تمھیں جس نے بے وفا جانا
خیالِ خام یہ سودائے خام کس کا تھا

انھیں صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور　　جو لطفِ عام وہ کرتے تو نام کس کا تھا

جوابِ خط کا میں شاکی نہیں یہ تو بتا قاصد　　اُسے کس حال میں چھوڑا اُسے کس حال میں دیکھا

پھرے ہم دربدر کوچہ بکوچہ ڈھونڈتے جسکو　　وہ نقدِ دل تمھارے گوشۂ رومال میں دیکھا

ہوے ہیں داغ کے مذہب سے حیراں کافر و مومن

کبھی اس حال میں دیکھا کبھی اُس حال میں

تو یہ ہے حسینوں کو گر پاسِ وفا ہوتا　　کیا چاہئے کیا کرتے کیا جانئے کیا ہوتا

ساقی تری محفل میں چرچا ہی نہیں مے کا　　اس سے تو یہ بہتر تھا کچھ ذکرِ خدا ہوتا

ہم جان کے نامنصف ہیں دادطلب تجھ سے　　وہ فیصلہ ہی کیا تھا جو روزِ جزا ہوتا

محفل میں سنایا تھا افسانۂ غم میں نے　　الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا

فریاد و فغاں سے تم اے داغ اُٹھے تھکھر

کچھ بھی نہ کہا ہوتا کچھ بھی نہ ہوا ہوتا

گر نہیں تھا کوئی جبیں فرسا　　کیوں نشاں تیرے سنگِ در میں پڑا

ڈوبی جاتی ہے کشتیِ عشاق　　یہ سفینہ عجب بھنور میں پڑا

جب چلا داغ کوے قاتل کو

ایک کہرام اس کے گھر میں پڑا

وہ رشکِ حور شب کو کہیں گھر کے رہ گیا　　کوئی فرشتہ کان میں میرے یہ کہہ گیا

رونا تھا دل کا ہجر میں لاسے جگر کے تھے　　آنکھوں کی راہ خونِ تمنا بھی بہہ گیا

نامۂ عاشقِ ناشاد نہ دیکھا نہ سنا　　آپ نے شکوۂ بیداد نہ دیکھا نہ سنا

ہوتے آتے ہیں سلف سے یہیں عاشق کا نام　　اثرِ نالہ و فریاد نہ دیکھا نہ سنا

اگلے وقتوں کی کہانی سے انھیں نفرت ہے　　کبھی افسانۂ فرہاد نہ دیکھا نہ سنا

ناخدا سے کہو بہنے دے ہماری کشتی　　ہم نے گرداب جو دیکھا لبِ ساحل دیکھا

قابلِ دید تھیں اس وقت ادائیں اُن کی　　آئینہ دیکھ کے جب بدرِ مقابل دیکھا

بزمِ اغیار میں تعریف مری ہوتی ہے　　آج یہ طرفہ تماشا سرِ محفل دیکھا

بزمِ اغیار کا یہ حال بتا اے قاصد — تو نے کس کی طرف اُس شوخ کو مائل دیکھا
مست تھی آنکھ تری دل تھا ہمارا بے خود — ہم نے دونوں کو دمِ معرکہ غافل دیکھا

شکارِ تیرِ نظر دل ہوا جگر نہ ہوا — یہ بچ رہا ہے ذرا اس کی بھی خبر لینا
شبیہ لائیں گے یوسف کی اہلِ مصر یہاں — بڑا مقابلہ ہے تم بھی بن سنور لینا

پیامِ وصل قاصد کی زبانی اور پھر اُن سے — یہ نادانی یہ نافہمی یہ تھا دیوانہ پن اپنا
نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں اثر دونوں کھائے ہیں — لبِ معجز نما اپنا نگاہِ سحر فن اپنا

صورتِ ماہیِ بے آب ہے سینہ کش بیتاب — اس تپش میں اجل آتی ہے نہ آتی ہے گھٹا
ہجرِ محبوب میں بے تاب ہوں بسمل کی طرح — تارِ بارش یہ نہیں تیر لگاتی ہے گھٹا

آئینہ دل نے تماشا کیا — اپنی جگہ میں اُسے دیکھا کیا
تو نے بھی عاشق نہ کئے اتنے قتل — ہم نے بہت خونِ تمنا کیا
نکہتِ گل میں ہے لپٹ اور ہی — کس نے یہاں بندِ قبا وا کیا
دیکھتے ہی مجھکو کہا روزِ حشر — تو نے یہاں بھی ہمیں رسوا کیا
کس سے کہیں عمرِ گزشتہ کا حال — کیا نہ کیا ہم نے یہاں کیا کیا
حضرتِ دل عشقِ صنم سہل تھا — تم نے خدا پر نہ بھروسا کیا
مر کے ہوئیں زندہ بہت حسرتیں — شوق نے اعجازِ مسیحا کیا
قتلِ جہاں اس کے لئے کھیل تھا — کون کہے آپ نے کیا کیا کیا

اُمیدوار ہوں کرمِ بے حساب کا — پیتا ہوں ڈگڈگا کے پیالہ شراب کا
یہ بات ہے بہارِ چمن ہی کے واسطے — آتا نہیں پلٹ کے زمانہ شباب کا
مضمونِ خطِ شوق کسی میں نہیں ملا — اُلٹا ہے ایک ایک ورق ہر کتاب کا
اے زلفِ یار وجہ بھی کچھ پیچ و تاب کی — اے چشمِ یار کوئی سبب بھی عتاب کا

میں دمِ آخر سے اپنے شاد ہوں — انتہا کا رنج و غم بس ہو چکا
جانبِ گورِ غریباں وہ نہ آئے — حشر اے اہلِ عدم بس ہو چکا

کل جو اک داغِ حزیں مشہور تھا
آج وہ بیمارِ غم بس ہو چکا

عاشقِ مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا
عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا

کیا غرض تھی دیکھتے ہم عشق میں اچھا برا
دیکھتا تو یہ دلِ ناکام اپنا دیکھتا

اس پر بھی تو نہیں ہے غمِ عشق میں کمی
کھاتا ہے اک جہان تمھارا دیا ہوا

کیا عیش جاوداں کہ غمِ جاوداں نہیں
انسان کو ہے موت کا کھٹکا لگا ہوا

اے جاذبِ شوق ہو نہ ہو یہ نامہ بر ہی ہو
آتا ہے کوئی شخص ادھر کو اڑا ہوا

عذرِ ستم سے بس مجھے نادم نہ کیجیے
اس تذکرے کو چھوڑیئے جو کچھ ہوا ہوا

اس طرح کے جہان میں ہیں بے غرض کہاں
تیری نگہ ہوئی دلِ بے مدعا ہوا

کئے ہیں تو نے دلِ اہلِ انجمن بے تاب
رواروی میں ہے مصروف قافلہ دل کا

نگاہِ مست کو تم ہوشیار کر دینا
یہ کوئی کھیل نہیں ہے مقابلہ دل کا

کروں تو داورِ محشر کے سامنے فریاد
تجھی کو سونپ نہ دے وہ معاملہ دل کا

نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر
جنابِ من نہیں آسان مرحلہ دل کا

اپنی نظروں میں تو پھرتا ہے وہ قدِ بوٹا سا
سرو گلچیں کو دکھائے قدِ بالا اپنا

دل شکن اس نے تو دو حرف ہی لکھے تھے ہمیں
دفترِ شوق ہوا سب تہ و بالا اپنا

انتظارِ مے و ساغر ہو کہاں تک ساقی
کہیں لبریز نہ ہو جائے پیالا اپنا

تم گلے جب نہ ملو لطفِ ملاقات ہی کیا
مان بھی جاؤ مری بات یہ ہے بات ہی کیا

دل و دیں لے کے بھی راضی نہ ہوئے آپ کبھی
یہ تو فرمائیے میں کیا مری اوقات ہی کیا

کشتۂ ناز کو کیوں زندہ کریں آ کے مسیح
تمھیں ٹھکرا دو کہ ہے ان میں کرامات ہی کیا

عالمِ وجد میں بے خود نہیں ہوتے صوفی؟
نشے میں چور ہیں رندانِ خرابات ہی کیا

ہمت اے دیدۂ تر قطرہ فشانی کب تک
موسلا دھار نہ برسے تو وہ برسات ہی کیا

روز پیتے ہیں صبوحی بھی ادا کر کے نماز
فرق آ جائے تو پابندیِ اوقات ہی کیا

مئے انگور فرشتوں کی بھی قسمت میں نہیں
اس سے محروم ہیں اک قبلۂ حاجات ہی کیا

میرے ہمراہ پسِ مرگ ڈبونے کے لئے ۔ دیدۂ تر نہ سہی دامنِ تر جائے گا
فوجِ مژگاں نے تری گھیر لیا ہے دل کو ۔ اب کہاں جائے گا بچ کر یہ کدھر جائے گا

مایوس ہجر میں دلِ ناکام ہوگیا ۔ رخصت ہوا اے اجل مجھے آرام ہوگیا
آپ اپنے گھر کو رشکِ مسیحا سدھاریئے ۔ آرام ہوگیا مجھے آرام ہوگیا
عاشق کے ضعفِ قلب کی کچھ انتہا نہیں ۔ گویا وہ اس زمانے کا اسلام ہوگیا
رہتا نہیں ہے اپنا مقدر بھی اپنے ساتھ ۔ وہ بھی شریکِ گردشِ ایام ہوگیا

دنیا میں داغ صاحبِ اعزاز ہے تو ہو
وہ آپ کا تو بندۂ بے دام ہوگیا

نام زیرِ آسماں باقی رہا ۔ مرمٹوں کا یوں نشاں باقی رہا
اس کے در پر جبہہ سا لاکھوں ہوئے ۔ پھر بھی سنگِ آستاں باقی رہا
دیکھئے فردائے محشر کیا بنے ۔ آج کل پر امتحاں باقی رہا
حال کچھ اے داورِ محشر نہ پوچھ ۔ حال مجھ میں اب کہاں باقی رہا
دل لگی ہو جائے گی زیرِ مزار ۔ تو جو اے دردِ نہاں باقی رہا

جا چکا اے داغ سب مال و متاع
شکر ہے لطفِ زباں باقی رہا

لو محتسب کا مشربِ رندانہ کھل گیا ۔ پہلے ہی عید سے درِ میخانہ کھل گیا
ہم سے تغافل اور ہے غیروں سے تاک جھانک ۔ تیرا فریبِ نرگسِ مستانہ کھل گیا
جلنے لگے ہیں شمع سے گل سے ہیں بددماغ ۔ کیوں ان پہ عشقِ بلبل و پروانہ کھل گیا

اے داغ وقتِ مرگ ہوا امتحاں نہیں
اس وقت میں یگانہ و بیگانہ کھل گیا

کبھی ذکرِ دیدار آیا تو بولے ۔ قیامت سے بھی پیشتر دیکھ لینا
نہ دینا خطِ شوق گھبرا کے پہلے ۔ محل موقع اے نامہ بر دیکھ لینا
تماشائے عالم کی فرصت ہے کس کو ۔ غنیمت ہے بس اک نظر دیکھ لینا

دیے جاتے ہیں آج کچھ لکھ کے ہم کو ۔۔۔ اسے وقتِ فرصت مگر دیکھ لینا
مٹ گئی رسم و راہ بھی ان سے ۔۔۔ یہ نتیجہ کلام کا نکلا

واہ کیا کیا تری محبت میں ۔۔۔ حوصلہ خاص و عام کا نکلا
ہمیں گلشنِ جہاں میں یہی کام آخری ہے ۔۔۔ اُسی باغباں کو واپس ثمرِ حیات کرنا

وہ کریم کیا نہیں ہے وہ رحیم کیا نہیں ہے
کبھی داغ بھول کر بھی نہ غمِ نجات کرنا

کسی بندے کو دردِ عشق نہ دے ۔۔۔ واسطہ اپنی کبریائی کا
کیوں نہ ہو غیر کی دعا مقبول ۔۔۔ وہ خدائے کریم ہے سب کا
داغِ مے کو نہ دیکھ اے زاہد ۔۔۔ دل تو ہے پاک رند مشرب کا
ہو مئے ناب یا شرابِ طہور ۔۔۔ تشنہ ہوں ساغرِ لبالب کا
کیا کرو گے کہو تو روزِ جزا ۔۔۔ ایک دعویٰ اگر ہوا سب کا
پہلے انکار اور پھر دشنام ۔۔۔ یہ نتیجہ ہے عرضِ مطلب کا

جینا تو بلائے شبِ ہجراں میں نہ ہوگا ۔۔۔ مرنا بھی الٰہی مرے امکاں میں نہ ہوگا
بہلاؤں گا اپنے دلِ ویراں سے طبیعت ۔۔۔ یہ وحشت بلا کیا مجھے زنداں میں نہ ہوگا
کیا آئے دمِ نزع بلانے سے جو آئے ۔۔۔ محسوب یہ احساں کسی احساں میں نہ ہوگا

مقتل میں وہ سفاک جو مصروفِ ستم تھا ۔۔۔ آگے صفِ عشاق سے اپنا ہی قدم تھا
ہم مر گئے لیکن نہ اٹھایا ستمِ رشک ۔۔۔ یہ کام محبت میں تری سب سے اہم تھا
نکلا دلِ آباد کو برباد ہی کر کے ۔۔۔ غیروں کا تصور بھی بڑا نحس قدم تھا
معشوق، فلک، غیر، شبِ غم، دلِ بیتاب ۔۔۔ تا زیست مرے حال پہ کس کس کا کرم تھا

یادگار

مریضانِ الفت کی کیا بے کسی ہے ۔۔۔ مسیحا کو بھی چارہ فرما نہ دیکھا
کہاں نقشِ اوّل کہاں نقشِ ثانی ۔۔۔ خدا کی خدائی میں تجھ سا نہ دیکھا

یہ داغ مٹائے نہیں مٹتا نہیں مٹتا ۔۔۔ یہ دردِ محبت نہیں جاتا نہیں جاتا

وہ حال ہے میرا کہ مرے کاتبِ اعمال — لکھتے ہیں مگر اُن سے بھی لکھا نہیں جاتا

سرسبز کبھی برگِ خزاں ہو نہیں سکتا — جو پیر ہوا پھر وہ جواں ہو نہیں سکتا
رونے سے نہ ہر جاؤں گا میں آپ نہ ہنسیے — یہ اشکِ رواں عمرِ رواں ہو نہیں سکتا
یا پرسشِ بیداد ہوا ے داورِ محشر — یا کہدے کہ انصاف یہاں ہو نہیں سکتا
رگ رگ میں چھپاتا ہوں ترا دردِ محبت — پھر بھی تو یہ کمبخت نہاں ہو نہیں سکتا
گو دفترِ غم روز سناتا ہوں انھیں میں — پھر بھی یہ کہوں گا کہ بیاں ہو نہیں سکتا

جس شخص کو تو دردِ جدائی نہیں دیتا — ایسا کوئی دنیا میں دکھائی نہیں دیتا
صیاد کو گر رحم بھی آیا تو کروں کیا — یہ شوق اسیری تو رہائی نہیں دیتا
کس طرح سنوں عذرِ ستم اسکی زباں سے — کچھ شورِ قیامت میں سنائی نہیں دیتا
بخشے گئے محشر میں گنہگارِ محبت — زاہد تجھے کیا دن میں دکھائی نہیں دیتا
تعریف عدو کر کے عبث دادطلب ہو — کوئی صلۂ ہرزہ درائی نہیں دیتا

ہائے میری خستگی و ماندگی — چل دیا سب قافلہ میں رہ گیا
داغؔ سے اٹھا نہ اک رشکِ رقیب
جو ستم سہنے کے تھے وہ سہ گیا

صبر و قرار و ہوش گئے دل بھی کھو گیا — جو کچھ مرے نصیب کا ہونا تھا ہو گیا
کمبخت یہ بھی دے نہ سکا رات بھر کا ساتھ — میں جاگتا رہا شبِ غم بخت سو گیا
اتنا گناہگار ہے افشائے عشق میں — آنسو نکل کے دامنِ مژگاں بھگو گیا
دل کو محیطِ عشق سے چاہا نکالنا — ہم کو بھی ساتھ ڈوبنے والا ڈبو گیا
آ کر شبِ فراق مری موت ہو گئی — روزِ وصال جا کے گیا وقت ہو گیا
ہم مٹ گئے مگر خلشِ دل نہ مٹ سکی — کانٹے ہمارے حق میں ترا عشق بو گیا
اے داغؔ عشق آفتِ جاں ہے ذرا سنبھل
دو دن میں کیا سے کیا یہ ترا حال ہو گیا

لبِ عاشقِ بیمار پہ کھولا نہیں جاتا — دم بند مسیحا کا ہے بولا نہیں جاتا

جب دیکھئے وال کوچۂ قاتل میں ہے موجود کس روز یہ نادان یہ بھولا نہیں جاتا

گرتے ہیں جو اے داغ زمیں پر گہرِ اشک
ان موتیوں کو خاک میں رولا نہیں جاتا

کر گیا تاثیر نالہ بلبلِ ناشاد کا ہاتھ لینا پانوں اب جمتا نہیں صیاد کا
پر نہ باندھے پانوں باندھا بلبلِ ناشاد کا کھیل کے دن ہیں لڑکپن ہے ابھی صیاد کا
ہو اٹھا تا تو سوزِ نالہ و فریاد کا ہم تماشا دیکھ لیں گھر پھونک کر صیاد کا
کیوں اجازت کیلئے دیکھا اُدھر ہنگام قتل بس چلے تو خون پی جاؤں ابھی جلاد کا
ہم تو وحشت میں چلے دیوارِ زنداں پھاند کر جس کو رہنا ہو رہے وہ منتظر میعاد کا
چلتے چلتے یہ خزاں سے کہہ گئی بادِ بہار خاک میں ملنا نہ دیکھا جائیگا اولاد کا
یا سر ہی دستِ قاتل میں نہیں یا سر نہیں یا بہادم گیا یا خنجرِ فولاد کا
ہاتھ دل پر آہ لب پر آنکھ سے آنسو رواں اب تو یہ نقشہ ہے تیرے عاشقِ ناشاد کا
کوہ میں جب شور ہو تو گونج اٹھتا ہے پہاڑ یہ اثر باقی ہے اب تک ماتم فرہاد کا
رحم آتا ہے ہجومِ اہلِ محشر پر مجھے ایک ہی نالے کا ہے یہ ایک ہی فریاد کا
اور کچھ تم سے نہیں میں چاہتا روزِ جزا اتنا کہدینا یہ عاشق تھا مری بیداد کا
آسماں بے مہر وہ بت سنگدل تو بیزار کون پرساں ہو الٰہی عاشقِ ناشاد کا
وعدہ جھوٹا کر لیا چلئے تسلی ہو گئی ہے ذرا سی بات خوش کرنا دلِ ناشاد کا

داورِ محشر کے آگے اس نے گھبرا کر کہا
داغ کوتاہی نہ کر یہ وقت ہے امداد کا

عاشق ہوا ہوں ایک بتِ کج کلاہ کا اللہ تو ہے بخشنے والا گناہ کا
کوچے میں تیرے عرصۂ محشر کو ڈھونڈھنا بہتا پھرا ہے خون کسی بے گناہ کا
بے درد کو نصیب ہے سوز و گداز کب بے درد کو مزا ہی نہیں دل کی چاہ کا
تارِ نگاہ و سوزنِ مژگاں سے حشر میں منہ سی دیا نہ تم نے کسی دادخواہ کا
دل دیں گے ہم نہ حضرتِ ناصح ہزار بار دیتا نہیں ہے آپ کے کچھ قبلہ گاہ کا

اے داغ داغِ عشق کی تعریف کیا لکھوں
یہ آفتاب ہے مرے روزِ سیاہ کا

کیا تھا ہم نے بھی جرم محبت بخشوانے کو — زمانے میں کسی سے کیا قصور ایسا نہیں ہوتا
کسی کو اپنا کر رکھے کسی کا ہو رہے کوئی — کہیں دنیا میں کیا اے رشک حور ایسا نہیں ہوتا
تجلی جلوہ گر لاکھوں حجابوں میں بھی ہوتی ہے — چھپائے سے چھپے رنگ ظہور ایسا نہیں ہوتا

اپنے بیمارِ محبت کی نہ پوچھو حالت — پھر دکھائے نہ خدا حال کچھ ایسا دیکھا
دلِ بیتاب کلیجے سے لگا لوں تجھ کو — دیر تک اس نے تڑپنے کا تماشا دیکھا
داغ نے جب یہ کہا داغ جگر دیکھا بھی
جل کے وہ کہنے لگے تیرا کلیجا دیکھا

خارِ حسرت بیان سے نکلا — دل کا کانٹا زبان سے نکلا
کیا مروت ہے ناوکِ دل دوز — پہلے ہرگز نہ جان سے نکلا
ذکر اہل وفا کا جب آیا
داغ ان کی زبان سے نکلا

میرے بختِ سیہ نے کام کیا — صبحِ محشر کو بھی جو شام کیا
پھر وہی ذکرِ غیر ہوتا ہے — پھر وہی آپ نے کلام کیا
پائمالوں کے دل سے پوچھ ذرا — تو نے کیا کیا دمِ خرام کیا
آج کیوں باغ باغ ہے صیاد — کس کو اس نے اسیر دام کیا
تو نے صیاد غم کھلا کے مجھے — آب و دانہ مرا حرام کیا

ہستیِ شباب میں فکرِ مآل کیا — ایسے میں سوچتا ہے حرام و حلال کیا
دشنام دے رہے ہیں وہ عرض وصال پر — اُن کا جواب کیا ہے ہمارا سوال کیا
تھم تھم کے چلئے تیزیِ رفتار ہے بری — کوئی ہوا کی چال سے ہو پائمال کیا
پتھر کے بت کو لاکھ بنائے کوئی حسین — جب جان ہی نہیں تو وہ حسن و جمال کیا

اشارہ اس نگہ کا روح افزا ہو نہیں سکتا — کہ جادوگر سے اعجازِ مسیحا ہو نہیں سکتا

الٰہی کیوں غمِ فرقت میں ہم مر مر کے جیتے ہیں ‏— کہ دنیا میں تو کوئی مر کے زندہ ہو نہیں سکتا
مرے پاسِ وفا کی کاش تم مقدار ٹھہرا لو ‏— کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے اتنا ہو نہیں سکتا

سوالِ وصل پر اے داغؔ دل کی رہ گئی دل میں
کہا منہ پھیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

دلِ افسردہ کا جب حال بیان ان سے کیا ‏— پھول کو ملکے کہا ہاتھ میں ایسا ہوگا
نگہ شوق کی خواہش کو سمجھ لو دل میں ‏— ورنہ دو چار گھڑی بعد تقاضا ہوگا

چلے گی داورِ محشر کے آگے دو بدو کیا کیا ‏— کہوں گا تجھ کو میں کیا کیا کہے گا مجھکو تو کیا کیا
دمِ رخصت جگایا مجھکو دامن کی ہوا دیکر ‏— بجھا ہے صبح ہوتے ہی چراغِ آرزو کیا کیا
جفا بھی کرتے جاتے ہیں وہ ڈر کر پوچھتے بھی ہیں ‏— مرے شکوے کریگا داورِ محشر سے تو کیا کیا

ہر شکل میں تیرا رخ ہمکو نظر آیا ‏— آئینہ بھی دیکھا تو مجھے تو نظر آیا

یہ عشق کب دلِ خانہ خراب سے چھوٹا ‏— بہشت میں بھی نہ میں اس عذاب سے چھوٹا
نگاہِ مست نے سرشار کر دیا مجھ کو ‏— شراب مجھ سے چھٹی میں شراب سے چھوٹا
ہمیشہ ساتھ رہا ہے اس آب و آتش کا ‏— کبھی نہ برق کا دامن سحاب سے چھوٹا
مجھے ہو قسمتِ برگشتہ کی شکایت کیا ‏— زمانہ کون سے دن انقلاب سے چھوٹا
مجھے یہ ضد کہ نہ لکھوں گا اور کوئی خط ‏— وہ دل میں شاد کہ فکرِ جواب سے چھوٹا
مرے حساب سے دن زندگی کے تھوڑے ہیں ‏— حساب کر کے غمِ بے حساب سے چھوٹا

باعثِ شہرت ہمارا عشق ہے ‏— نام دنیا میں تمھارا ہو گیا
چھپ سکے رازِ محبت کس طرح ‏— چھپتے چھپتے آشکارا ہو گیا
منتظر تھے اک نگاہِ مست کے ‏— پھر کہاں ہم جب اشارہ ہو گیا

خرید کر دلِ عاشق کو یار لیتا جا ‏— نہ ہوں جو دام گرہ میں اُدھار لیتا جا
نہ چھوڑ طائرِ دل کو ہمارے لیے صیاد ‏— یہ اپنے ساتھ ہی اپنا شکار لیتا جا
نکل کے جلد نہ جا اس قدر توقف کر ‏— دعائے خیرِ دلِ بے قرار لیتا جا
عدم کو جانے لگا میں تو بولی یہ تقدیر ‏— کہ داغِ عشق یہ یادگار لیتا جا

فلک سے کی ہوسِ عشق جب کبھی ہم نے — ندائیں آئیں غمِ بے شمار لیتا جا
چلا تھا زخمیِ تیغِ نگاہ میں ہو کر — کہا ادا نے کہ میرا بھی وار لیتا جا
وہ جانِ لب مری افسردگی کو لے قاصد — بجھی ہوئی کوئی شمعِ مزار لیتا جا
نہ اُٹھ سکے گی یہ کل پیشِ داورِ محشر — نہ بے گناہوں کا گردن پہ بار لیتا جا
مزا جبھی ہے کہ بھر بھر کے داغؔ جامِ شراب
وہ دیتے جائیں تو اے بادہ خوار لیتا جا

کیا محبت زخمِ دل کو ہے کہ ہر اک وار پر — پیار سے منہ چوم لیتا ہے تری تلوار کا
لذتِ زخمِ جگر میں رہ گئی تھوڑی کسر — وار کچھ اوچھا پڑا قاتل تری تلوار کا
داورِ محشر کو اے قاتل دکھانا ہے مجھے — زخم ہے یہ تیر کا یہ گھاؤ ہے تلوار کا

میں نہیں کاتبِ اعمال کا قائل یارب — اور بھی کوئی ہے ان دونوں گواہوں کے سوا
نہ سنے داورِ محشر تو کروں کیا اے داغؔ
سب کے اظہار ہوئے میرے گواہوں کے سوا

ہم عشق کو سمجھے تھے کہ لڑکوں کا ہے اک کھیل — یہ کھیل تو بازیچۂ اطفال نہ نکلا

کیوں پھر گئی تجھ سے نگہ یار کیا ہوا — مجھ پر اگر ہوا بھی تو اک وار کیا ہوا
ہم بیچتے تھے دل کو جس انداز کے لئے — کیا جانیے وہ ناز خریدار کیا ہوا
نکلے جو سیر کو تو قیامت بپا ہوئی — تم کو خبر بھی ہے دمِ رفتار کیا ہوا
وہ ساتھ غیر کے مرے ہمسائے میں رہے — اے آسماں بتا پسِ دیوار کیا ہوا
اے انقلابِ دہر وہ جلسے کہاں گئے — وہ بزمِ عیش اور وہ دربار کیا ہوا
اس کے ہی دم کے ساتھ یہ ناز و نیاز ہے
پھر یہ کہو گے داغِ وفادار کیا ہوا

فتنۂ حشر اور کیا نکلا — وہ تمہارے ہی ساتھ کا نکلا
جان نکلی مریضِ فرقت کی — اب تو ارمان آپ کا نکلا

ردیف (ب)

گلزار

پہلے تو میری گذارش سن کے وہ چپ رہے — کیا کہوں پھر کیا ملا عرضِ مکرّر کا جواب
باندھ کر خط پر کبوتر پر — لکھدیا ہم نے جا بجا مطلب
مرگیا مژدہ وصال سے میں — یوں بھی نکلا رقیب کا مطلب

حضرتِ داغ توبہ کرتے ہیں
کاش پورا کرے خدا مطلب

ہم مٹ گئے تو پرسشِ نام و نشاں ہے اب — اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب
ہر گز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک — جس آسماں کی دھوم تھی وہ آسماں ہے اب
ظالم کہیں خدا نہ کرے تو سُنے اُسے — جو کچھ شبِ فراق میں وردِ زباں ہے اب
قربان جاؤں دردِ جگر کے وہ رکھکے ہاتھ — یہ پوچھتے ہیں مجھ سے بتا تو کہاں ہے اب
ملنے کے بعد رنج اٹھائے ہیں اس قدر — شکرِ وصال بھی مرے لب پر فغاں ہے اب

مدت ہوئی کہ داغ کو سنتے تھے سوے دیر
کیا جانے وہ خدائی کا مارا کہاں ہے اب

آفتاب

میرے ہی دم سے مہر و وفا کا نشاں ہے اب — تجھ سا اگر نہیں ہے تو مجھ سا کہاں ہے اب
باقی ہے آدھی رات مگر اس کا کیا جواب — گھبرا کے وہ یہ کہتے ہیں وقتِ اذاں ہے اب
بعدِ فنا بھی اور مکدر کیا اُسے — میرا غبار میرے لئے آسماں ہے اب
کیا لطف دوستی کہ نہیں لطفِ دشمنی — دشمن کو بھی جو دیکھئے پورا کہاں ہے اب
اس دور میں نصیب کہاں عیشِ جاوداں — غم بھی اگر ملے تو وہی ارمغاں ہے اب
لایا ہے مجھکو بختِ رسا بزمِ عیش میں — مجھ سے ڈرو کہ دوست مرا آسماں ہے اب

مہتاب

عمر بھر کی ہے بہت پیر مغاں کی خدمت ۔۔۔ کہیں محنت نہ ہو برباد ہماری یارب
پھر کوئی مانے نہ مانے ہمیں پروا کیا ہے ۔۔۔ ہاں لے گردِ دلِ ناشاد ہماری یارب

دلِ ناکام کے ہیں کام خراب ۔۔۔ کر لیا عاشقی میں نام خراب
زلف ہے چور چشمِ یار شریر ۔۔۔ حسن کا سب ہے انتظام خراب
دیکھ کر جنبشِ دل وہ کہتے ہیں ۔۔۔ کیوں کرے کوئی اپنے دام خراب
چال کی رہنمائے عشق نے بھی ۔۔۔ وہ دکھایا جو تھا مقام خراب

یادگار

نہ کیا تم نے امتحانِ رقیب ۔۔۔ ورنہ بچتی کبھی نہ جانِ رقیب
تم سے کیا بات کی سرِ محفل ۔۔۔ میں نے سمجھا یہ چیستانِ رقیب
اُن کے لب پر ہیں شکوہ و تسلیم ۔۔۔ میرے لب پر ہے داستانِ رقیب

اُٹھے ہیں بزمِ یار سے ہم کھل گیا نصیب ۔۔۔ آئندہ دیکھنا ہے دکھاتا ہے کیا نصیب
پایا ہے مہر و ماہ نے کیا طالعِ بلند ۔۔۔ ہوتا ہے سچ تو یہ ہے بڑوں کا بڑا نصیب
وہ آج بزمِ غیر میں یہ صاف کہہ اُٹھے
ملتا بھی ہے کسی کو کہیں داغ سا نصیب

آفتاب

عالمِ یاس میں گھبرائے نہ انساں بہت ۔۔۔ دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت
قتل ہونے نہ دیا شکرِ جفا نے مجھ کو ۔۔۔ کام آتے ہیں بُرے وقت میں احسان بہت
غیر کے واسطے سب طرزِ ستم بھول گئے ۔۔۔ کچھ دوا کیجئے ہے آپ کو نسیان بہت
کاش دو چار ہزاروں میں تو ہوں کافرِ عشق ۔۔۔ ہم نے کعبے میں بھی دیکھے نہ مسلمان بہت
نہ ہوئی بات میں اے حضرتِ واعظ تاثیر ۔۔۔ بے سمجھے پڑھا آپ نے قرآن بہت
بزمِ احباب میں اے داغ کبھی ہنس بول
دیکھتے ہیں تجھے ہر وقت پریشان بہت

گلزار

کب بات ہو بغیرِ خوشامد وہاں درست
وہ نادرست بھی جو کہیں کہئے ہاں درست

تھوڑے سے دن بہار کے ہیں کس امید پر
کرتے ہیں اپنے مرغِ چمن آشیاں درست

اس کو درستیِ چلن عاشق سے کیا غرض
جس بدزباں کی نہیں اب تک زباں درست

آتا ہے سامنے جو وہ غارت گرِ شکیب
اوسان داغ رہتے ہیں اپنے کہاں درست

ہے طرفہ تماشا سرِ بازارِ محبت
سر بیچتے پھرتے ہیں خریدارِ محبت

اللہ کرے تو بھی ہو بیمارِ محبت
صدقے میں چھٹیں تیرے گرفتارِ محبت

ابرو سے چلے تیغ تو مژگاں سے چلے تیر
تعزیر کے ہو کے ہیں خطاوارِ محبت

اس واسطے دیتے ہیں وہ ہر روز نیا داغ
اک درد کے خوگر نہ ہوں بیمارِ محبت

کچھ تذکرۂ عشق رہے حضرتِ ناصح
کانوں کو مزا دیتی ہے گفتارِ محبت

جو چارہ گر آیا مری بالیں پہ یہ بولا
اللہ کو سونپا تجھے بیمارِ محبت

واعظ کی زباں پر تو وہ کلمے ہیں کہ گویا
بخشے ہی نہ جائیں گے گنہگارِ محبت

شبِ ہجر کا ساتھ دینا پڑا
بہت عمر میری بڑھائے گی رات

شبِ وصل میری شبِ قدر ہے
ہزاروں میں ایسی نہ آئے گی رات

تو نہ کر نخوتِ شباب بہت
ہم نے دیکھے ہیں انقلاب بہت

پیرِ میخانہ کے دعا گو ہیں
یہ سلامت رہے شراب بہت

ہجرِ بت اور صحبتِ زاہد
خلد میں بھی تو ہیں عذاب بہت

مہتاب

بزمِ دشمن میں نہ کھلنا گلِ تر کی صورت
جاؤ بجلی کی طرح آؤ نظر کی صورت

در و دیوار کا جلوہ نہیں دیکھا جاتا
اُن کے آتے ہی بدل جاتی ہے گھر کی صورت

لئے جاتا ہے ہمیں جوشِ جنوں صحرا کو
دیکھتے جاتے ہیں منہ پھیر کے گھر کی صورت

حضرتِ داغ تو شاعر ہیں ہوا باندھتے ہیں
نہ دعا کی کوئی صورت نہ اثر کی صورت

بزم میں دیکھا ہے کس حسرت سے میں نے سوئے دوست
مجکو دشمن سے گلے مل کر جو آئی بوئے دوست

وہ عدو کے ساتھ آتے ہیں عیادت کو مری
اک نظر ہے سوئے دشمن اک نظر ہے سوئے دوست

غیر کے نقشِ قدم اے داغ رہبر ہو گئے
مٹنے والوں نے بنایا ہے نشانِ کوئے دوست

حشر میں کچھ نہ کچھ نکالے گی
میری شرمِ گناہ گاری بات

حال دل سن کے یہ جواب ملا
اب نہ ہوگی مری تمھاری بات

یادگار

کئے ہیں حضرتِ زاہد نے خم کے خم خالی
بنا کے آئے ہیں اب رند مے خوار کی صورت

نکل رہے ہیں مرے دل سے شعلے مرقد سے
مزار بھی ہے چراغِ مزار کی صورت

جنابِ داغ کی توبہ کا پھر ٹھکانا کیا
نظر جب آئے بتِ بادہ خوار کی صورت

وہ کرے جور تو احسان ہے اس کا یہ بھی
کرسکے شکوۂ بیداد بشر کیا طاقت

پہلی ہی بات میں بدلے ہیں تمھارے تیور
عرضِ احوال کروں بارِ دگر کیا طاقت

عشق گو آفتِ جاں ہے مگر اس دل کے سبب
میں کروں ایسی مصیبت سے حذر کیا طاقت

حلق میں نالے اٹکتے ہیں شبِ غم اکثر
سلب ہو جاتی ہے تا وقتِ سحر کیا طاقت

تڑپا دیا کسی کو کسی کو لٹا دیا
ادنیٰ سی یہ تو اس نگہِ سحر فن کی بات

پروانے کا ہو ذکر کہ مذکورِ عندلیب
یہ انجمن کی بات ہے وہ ہے چمن کی بات

جس ملک جس دیار میں جس شہر میں گئے
یاد آئی بات بات پہ اہلِ وطن کی بات

ردیف (ث)

گلزار

اب سے ہماری توبہ ہے کی جو خطا کیا عبث
عجز و نیاز و منت و خواہش و التجا عبث

میری صدا سے پیشتر آتی ہے یہ ندا کہیں
بابِ قبول بند ہے مانگتے ہو دعا عبث

سنتے ہی میرا حالِ دل بول اُٹھے یہ چارہ گر / موت کی کیا دوا کریں موت کی ہے دوا عبث
واں خیالِ شوق بھی مرا کاغذِ مشق بن گیا / کاٹ کے حرفِ مدعا اُس نے بنا دیا عبث
لطفِ قبول تو یہ ہے لطف اثر حصول ہو / لوگ اخیر وقت میں مانگتے ہیں دعا عبث

یادگار

اس کو ضرور ہے مری بربادیوں کی فکر / گردش میں رات دن نہیں چرخِ کہن عبث
پامال کر کے خاک اُڑا دو ہوا میں تم / ناحق ہے فکرِ گور تلاشِ کفن عبث

ردیف (ج)

گلزار

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج / یہ برقِ بلا دیکھئے گرتی ہے کدھر آج
انجامِ محبت پہ کریں خاک نظر آج / انسان ہے مجبور نہیں کل کی خبر آج
مہمان ہے وہ غیرتِ خورشید و قمر آج / دن آج ہے رات آج شام آج سحر آج
زاہد کا عمامہ ہو کہ ہو شیخ کی دستار / ان دونوں پہ طرہ ہے مرا دامنِ تر آج
کل تابِ فغاں تھی تو یہ تاثیر کہاں تھی / کیا کیا لبِ خاموش پہ فریاد کا اثر آج
روکا ہی کیا رشک بٹھاتا ہی رہا ضعف / بے تابیِ دل لے ہی گئی غیر کے گھر آج
ہر نقشِ قدم میں ہے اثر خونِ جگر کا / تلووں سے ترے کس نے ملے دیدۂ تر آج
لالچ بھی ہے قاصد کو مرے خوف خطر بھی / سو مرتبہ خط باندھ کے کھولی ہے کمر آج
اندیشۂ فردا ہے حضرتِ زاہد / مے خانے میں پی لیجئے تھوڑی سی اگر آج

قطعہ

وہ میں کہ میسّر تھا مجھے ساغرِ جمشید / پیتا ہوں تو کرتا ہے کمی خونِ جگر آج
وہ میں کہ مرا قصر ہر اک رشکِ ارم تھا / بستر ہے گدایانہ سرِ راہ گزر آج
وہ میں کہ مری عرش پہ تھی منزلِ عالی / کرتی ہے زمیں بھی مرے قدموں سے حذر آج
وہ میں کہ مجھے عالمِ بالا کی خبر تھی / اے بے خبری خاک نہیں اپنی خبر آج
وہ میں کہ مجھے سیرِ گلستاں سے غرض تھی / ہے خونِ جگر اور مرا دیدۂ تر آج
سامان تھا دنیا کا مرے واسطے موجود / دنیا سے گزرنے کو نہیں زادِ سفر آج

بازارِ محبت میں لیا غیر نے کیا کیا — ہم کو نہ ملا ایک بھی پتھر کا جگر آج
فریاد دردِ عشق میں کچھ آگیا اثر — ہوتی ہے اپنی آپ صدا دل کے پار آج
برسوں سے لگ رہی تھی لبِ بام ٹکٹکی — تھک تھک کے پڑی نگہِ انتظار آج

اے داغ دھن بندھی ہے تجھے کوئے یار کی
کم بخت موت ہے ترے سر پہ سوار آج

ماہتاب

جائے آسودگی کہاں ہے آج — جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج
میرے گھر تو تو میہماں ہے آج — کیوں شبِ ہجر وہ کہاں ہے آج

ردیف (چ)

گلزار

غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ — لے داغ پر زمانے سے دستِ سوال کھینچ
نازک بہت ہے رشتۂ الفت نہ ٹوٹ جائے — اتنا نہ اپنے آپ کو اے زلفِ بال کھینچ
وہ ٹھنڈے ٹھنڈے چین سے گھر کو چلے گئے — لے اور آہِ سرد دلِ پُر ملال کھینچ

ردیف (ح)

گلزار

پکارتی ہے خموشی مری فغاں کی طرح — نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل زباں کی طرح
جلا کے داغِ محبت نے دل کو خاک کیا — بہار آئی مرے باغ میں خزاں کی طرح
حیا نے روک لیا جذبِ دل نے کھینچ لیا — چلے وہ تیر کی صورت رکے کماں کی طرح
جوابِ خضر ہیں وہ مردہ دل کہ جن کو ملی — ملی ہے مرگِ ابد عمرِ جاوداں کی طرح
تلاشِ یار میں چھوڑی نہ سرزمیں کوئی — ہمارے پاؤں میں چکر ہے آسماں کی طرح
سنے جو حضرتِ واعظ سے وصف جنت کے — تو صاف پھر گئی آنکھوں میں اس مکاں کی طرح

پستِ راہ ہوا کس کا پاس میں رسوائی — رُکے ہوئے ہیں مرے اشک کارواں کی طرح
ادا سے مطلبِ دل ہم سے سیکھ جائے کوئی — اُنھیں سنا ہی دیا حال داستاں کی طرح
ہم اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا — ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستاں کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم
چلے ہو عشقِ بتاں لے کے ارمغاں کی طرح

مہتاب

رنجِ فراقِ یار میں مر جاؤں یا جیوں — میں تجھ سے پوچھتا ہوں یہ اے بیکسی صلاح
مشتاقِ تیغِ ناز ہوں لوں کس سے مشورہ — دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح

اب یوں ترے بغیر گذرتے ہیں رات دن — شامِ بلا ہے شام تو صبحِ نشور صبح
میں نے شبِ فراق یہ کہہ کر گزار دی — وہ آئی لے وہ آئی دلِ ناصبور صبح

بے صبریوں سے داغ شبِ غم میں فائدہ
کم بخت تیرے نالوں سے ہوگی ضرور صبح

یادگار

کٹ گیا ماہِ صیام اچھی طرح — کیجیے شربِ مدام اچھی طرح
موت کیوں کر آ گئی روزِ فراق — کر لیا تھا انتظام اچھی طرح
داغِ دل یہی ہے عجب روشن چراغ — جل رہا ہے صبح و شام اچھی طرح
دل بہت کرنے پڑیں گے پائمال — کیجیے مشقِ خرام اچھی طرح

داغ کیا مُہرِ دہانِ تنگ ہے
کیوں نہیں لیتے وہ نام اچھی طرح

ردیف (خ)

گلزار

ہوئی جب سے زبانِ یار گستاخ — خوشامد گو ہوئے ناچار گستاخ

نگاہِ مست کچھ یوں کہہ رہی ہے — کہ جیسے ہو کوئی مے خوار گستاخ
الٰہی حضرتِ ناصح کی ہو خیر — وہ بت ہے بے ادب اغیار گستاخ
مجھے پاسِ ادب نے روک رکھا — کیا تھا شوق نے ہر بار گستاخ

تہِ خنجر رہے پاسِ ادب داغ
نہ ہوتا مرتے دم زنہار گستاخ

ردیف (د)

آفتاب

ملاؤں ذرا آنکھ بھی زیرِ تیغ — مری جان نکلے گی حسرت کے بعد
مجھے طعنہ دے کر کیا دفن غیر — دیا اور چرکا جراحت کے بعد

تھا وردِ زباں نعرۂ یارب شبِ فرقت — آتا ہے بُرے وقت میں بندے کو خدا یاد
افسانۂ غم سن کے کہا طعن سے اُس نے — کیا ہوش ہے کیا ذہن ہے کیا حافظہ کیا یاد
بھولا نہیں ہیں قطعِ تعلق میں غم و عیش — اس کا بھی مزا یاد ہے اُس کا بھی مزا یاد
بندے سے ہے کیوں پرسشِ اعمالِ الٰہی — انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد
اُستاد نے اچھا سبقِ عشق پڑھایا — جب اُس کو بھلاتا ہوں یہ ہوتا ہے سوا یاد

تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر
مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد

آفتاب

بخشے گئے تو حشر میں ہم سیر میں رہے — آخر کو ہو گئے درِ خلدِ نعیم بند
جو خود نہ کھا سکے وہ کھلائے کسی کو کیا — رہتا ہے رات دن درِ گنجِ لئیم بند

اے داغ اُن سے جور و جفا کا گلا عبث
تیرے کہے سے ہو گی نہ رسمِ قدیم بند

گلزار

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیے — کیجے گا آپ کیا ستمِ ناروا کے بعد

بھاگوں علاجِ دردِ محبت سے کیوں نہ میں | دیں گے طبیب زہر یقیں ہے دوا کے بعد
کہتے ہیں وہ شکایت بیداد ظلم پر | عاشق وہ ہے جو چاہے کسی کو جفا کے بعد

ہے قہر اگر اب بھی نہ ہو رازِ نہاں بند | لب بند نفس بند دہن بند زباں بند
موت آئی ہمیں ہائے دمِ عرضِ تمنا | دل کھلنے نہ پایا کہ ہوئی اپنی زباں بند
مقبول نہ ہوں گی کسی مے کش کی دعائیں | مے خانہ کا دروازہ نہ کر پیرِ مغاں بند

وہ زیست نہیں موت ہے اے داغ پھر اسکو
زندانِ علائق میں جو ہو کوئی جواں بند

ہم دام میں پھنستے ہی ہوئے عاشق صیاد | یہ اور بھی اک بند پہ مضبوط لگا بند
اے حضرت دل جایئے میرا بھی خدا ہے | بے آپ کے رہنے کا نہیں کام مرا بند
اک حرف محبت پہ بگڑتے ہیں وہ سو بار | اب دفترِ افسانۂ الفت ہی ہوا بند

زاہد بڑی کریم ہے پیرِ مغاں کی ذات | واں سب عبادتیں ہیں وضو بے وضو پسند
پھر ہوں پڑھی ہے حضرت داؤد پر درود
جب آگیا ہے داغ کوئی خوش گلو پسند

ہوتی ہے جنس مہر و وفا چار سو پسند | آ گئے ترے پسند کرے جس کو تو پسند
ممکن کہ تجھ سا دیکھ لے چشمِ غلط نگر | اس کا کہاں جواب جسے آئے تو پسند
جنت میں پھول پھول کو میں سونگھتا پھرا | دنیا میں تھی کسی گلِ عارض کی بو پسند
رگ رگ سے دم نکال لیا ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے | دردِ فراق کی ہے مجھے جستجو پسند

ردیف (ر)

آفتاب

جوابِ وصل نکلا آپ کے منہ سے نہیں بن کر | شکایت بھی یہاں آئی تو لب پر آفریں بن کر
خیالِ نازکی سے کوئی نالے کر نہیں سکتا | ہزاروں آفتوں سے بچ گئے تم نازنیں بن کر
یہاں ہم بدنصیبوں کے جو حصے میں نہیں آئی | الٰہی رہ گئی کیا خوبی قسمت وہیں بن کر

شراب عشق کی ہم نے عجب تاثیر دیکھی ہے / بگڑ کر یہ کہیں دیتی ہے کیفیت کہیں بنکر

مٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویراں ہو کر / پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوراں ہو کر
سانس بیتاب قدم تیز پریشان نظر / آئے ہو کیا طرفِ گورِ غریباں ہو کر
کس خرابی میں ہیں آزارِ محبت والے / یہ بگڑتا ہے مرض قابلِ درماں ہو کر
پاس رہنے کی محبت بھی تو ہو جاتی ہے / کیوں کہیں جائے ہماری شبِ ہجراں ہو کر

دستِ جنوں کا اور کریں چارہ گر علاج / سر پیٹتا ہوں جیب و گریباں کو چھوڑ کر
اہلِ عدم سے کہدو مروت سے دور ہے / تنہا نہ جاؤں گا شبِ ہجراں کو چھوڑ کر
پوچھا جو اُن سے آؤ گے کب ہنس کے بولے / جب کر پر اپنی زلفِ پریشاں کو چھوڑ کر
دیکھی نہ ہوگی سیر کبھی اس شکار کی / دیکھو رقیب پر سگِ درباں کو چھوڑ کر
دنیا میں اور کوئی نہ ہوتا گناہ گار / بچتا رہا ہوں دامنِ عصیاں کو چھوڑ کر

ہر چند رام پور میں گھبرا رہا ہے داغ
کس طرح جائے کلبِ علی خاں کو چھوڑ کر

جو بل ہے تری زلفِ گرہ گیر سے باہر / وہ پیچ نہیں ہے مری تقدیر سے باہر
حسرت دلِ حیراں سے نہ نکلی ہے نہ نکلے / نکہت نہ ہوئی غنچۂ تصویر سے باہر
اک چشمۂ حیراں ہے تو اک چشمۂ کوثر / دو قطرے ہیں آبِ دمِ شمشیر سے باہر

دلی سے تو کلکتے میں پہنچے مگر اے داغ
کیوں کر ہوں حصارِ فلکِ پیر سے باہر

جب وہ آنکھوں میں سمائے مرے دل میں آئے / بند ہوں ناصحِ نافہم یہ راہیں کیوں کر
درد مندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے / چپکے چپکے ترے بیمار کراہیں کیوں کر

گلزار

وہی تو ہے شعلۂ تجلی کہ دشتِ ایمن سے تنگ ہو کر
جب اس نے اپنی نمود چاہی کھلا حسینوں پہ رنگ ہو کر
کھلے الٰہی نہ عقدۂ دل کہیں سے امید بندھ رہی ہے

عجب ہیں آرزوئیں نکلیں جو دل کی تنگی سے تنگ ہوکر
جھکی ذرا چشمِ جنگ جو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اُس ملاپ کا ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہوکر

نہ رکھو حشر پہ موقوف داستاں میری — کرو خدا کے لئے رحم اہلِ محشر پر
وہ چشمِ مست پھر اُس پہ وہ پنجۂ مژگاں — کہ جیسے ہاتھ کسی نازنیں کا ساغر پہ
کہاں کرشمۂ برقِ جمال و طور کہاں — پڑی تھی آہ کسی دل جلے کی پتھر پہ

شبِ ہجر آخر ہوئی پر ہے اتنی — بنی خضر کی عمر یہ رات ڈھل کر
ہوئے ایک دیر و حرم کے مسافر — کچھ اس راہ چل کر کچھ اُس راہ چل کر
رہِ عشق کی ٹھوکریں ہم سے پوچھو — کہ سنبھلے ہیں گر گر گرے ہیں سنبھل کر
نہ پوچھو شبِ ہجر کیوں کر بسر کی — یہ کروٹ بدل کر وہ کروٹ بدل کر
ہوئی بے اثر سرد مہری بتوں کی
نہ ٹھنڈے ہوئے حضرتِ داغ جل کر

عمر کیوں کر نہ بسر کیجئے غافل ہوکر — کہ ملا ہے ہمیں اک قطرۂ مے دل ہوکر
پاؤں اٹھتا ہی نہیں وحشت بھی زنداں ہے مجھے — جادۂ راہ لپٹتا ہے سلاسل ہوکر
لے گئی دل کو چرا کر تری دزدیدہ نظر — لٹ گئے ہم تو رہِ عشق میں غافل ہوکر
قدرداں کوئی نہیں اہلِ سخن کا اے داغ
کیا کریں آہ کسی کام میں کامل ہوکر

بخار اچھا نکالا سوزِ دل نے چشمِ گریاں پر — کہ ہر آنسو برنگ آبلہ ہے نوکِ مژگاں پر
نمودِ صبح تک کیا جانے کیا کیا رنگ بدلے گی — ابھی سے بے کسی چھائی ہے میری شامِ ہجراں پر
ہجومِ یاس و نومیدی و فورِ حسرت و ارماں — چڑھائی لشکرِ غم کی ہے اک جانِ پر ارماں پر
وہ پیکاں ملتفتِ خون ہے جگر میں دم نہیں باقی — غضب ہے مفلسی ثابت ہوئی جاتی ہے مہماں پر
ملا دے خاک میں اس قالبِ خاکی کو اول ہی — اگر یہ جانتے ایسی جفائیں ہوں گی انساں پر
یہ خونِ داغ ہے ہرگز نہیں چھپنے کا اے قاتل — کہ اس کا حشر تک دھبا رہے گا تیرے داماں پر

یاں دل میں خیال اور ہے واں مدِ نظر اور ہے حال طبیعت کا اِدھر اور اُدھر اور
ٹھہرا ہے وہاں مشورۂ قتل ہمارا لو حضرتِ دل ایک سنو تازہ خبر اور
ہم جانتے ہیں خوب تری طرزِ نگہ کو ہے قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور
اے داغ مئے عشق سے کیا زہر کو نسبت
ہے اس میں اثر اور وہ رکھتا ہے اثر اور

رکھتے اب ہیں عیادت نہ قدم گن گن کر لے رہا ہے یہ مریض آپ کا دم گن گن کر
یاد آتی ہے اگر اک نگہِ لطف تری بھول جاتا ہوں ترے لاکھ ستم گن گن کر
انگلیوں پر جو ہوا کرتی ہے گنتی ہر روز یاد کرتے ہیں وہ اندازِ ستم گن گن کر
ہم کو مطلب نہیں دینار و درم سے اے داغ
شاد ہیں داغِ جگر عشق میں ہم گن گن کر

کہا نہ کچھ عرضِ مدعا پر وہ لے رہے دم کو مسکرا کر سنا کئے حال چپکے چپکے نظر اٹھائی نہ سر اٹھا کر
عجب یہ تیرہ خاکداں ہے اسی کی ہے روشنی جہاں میں فلک نے اختر بنا لیے ہیں چراغِ ہستی بجھا بجھا کر
خیال میں سدِ راہ زنداں نگاہ میں دیدۂ نگہباں ہمیشہ ہاتھوں میں تولتا ہوں سلاسل اپنی اٹھا اٹھا کر
تمام ہو خاک اپنا مطلب کہ یار پر ہے قہر شوقِ بےڈھب لکھا ہے اک حرفِ آرزو اب سو وہ بھی پایا مٹا مٹا کر
وہ بدگماں نکتہ چیں ہے بےڈھب کہیں نہ قاصد کو قتل باز اگرچہ لکھا ہے حرفِ مطلب ہزار پہلو بچا بچا کر
خدنگِ دل دوز سے خدایا بچا نہ پہلو بہت بچایا اگر جگر سے میں کھینچ لایا تو دل میں بیٹھا یہ گھر بنا کر
نثار اس طرزِ گفتگو پر نہیں کہیں داغ سا سخنور
ہنسا دیا ہے رلا رلا کر رلا دیا ہے ہنسا ہنسا کر

رہے تلاش کو سرگرمِ جستجو ہو کر ملا ہوں رنگ میں رنگ اور بو میں بو ہو کر
سوالِ وصل پہ وہ گالیاں ہی دیں لیکن کوئی تو بات ٹھہر جائے گفتگو ہو کر
ہمارے جذبِ محبت کو دیکھنا قاتل کہ رہ گیا ترا خنجر رگِ گلو ہو کر

بزمِ اغیار کا ظاہر ہے اثر آنکھوں پر مہرباں آپ کی خفت سے ہے سر آنکھوں پہ
کہہ نظر جانبِ درگاہ نظر سوئے فلک شب کو صدمے یہ رہے تا بہ سحر آنکھوں پہ

امتحاں نالۂ دل کا تو دکھا دوں لیکن
یہ تو سمجھو کہ فلک ٹوٹ پڑے گا کس پر

کوئی گل باغ میں اس غیرتِ گل سا تو نہیں
آنکھ پڑتی ہے تری نرگسِ شہلا کس پر

جانبِ چرخ اشارے سے بتایا اس نے
جب کہا میں نے مرا صبر پڑیگا کس پر

تنگ ہے دل وسعتِ دامانِ محشر دیکھ کر
اے جنوں ہم پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھ کر

روز جا کر اسکے کوچے سے پلٹ آتے ہیں ہم
دیدۂ حسرت سے پھروں جانبِ در دیکھ کر

حضرتِ زاہد خدا کو آپ نے دیکھا نہیں
بندگی کرتے ہیں ہم اے بندہ پرور دیکھ کر

خوگرِ رنج و بلا ہوں مجھ کو کچھ پروا نہیں
تم کو سناٹا گذر جائے گا محشر دیکھ کر

کیسے جلسے چھوڑ کر ہم آئے ہیں اے اہلِ حشر
دل بھرے گا سیر سے دو چار محشر دیکھ کر

مہتاب

تم لگاؤ عاشقِ دل گیر پر
ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر

اس نگاہِ امتحاں کو دیکھنا
ہے کبھی مجھ پہ کبھی شمشیر پر

داورِ محشر کے آگے تو سہی
لوٹ جاؤ تم مری تقریر پر

گریۂ شب سے توقع تھی بہت
اوس الٹی پڑ گئی تاثیر پر

شوخیِ الفاظ کچھ لائے گی رنگ
آنکھ پڑتی ہے مری تحریر پر

حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر
اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر

عذر کیوں کرتے ہو اس سے فائدہ
مٹ چکے ہم لذتِ دشنام پر

تقدیر ہی میں دامنِ یوسف کے چاک تھا
پڑتا وگرنہ دستِ زلیخا ادھر ادھر

محشر میں بعد پرسشِ اعمال دیکھنا
ہم دیکھتے پھریں گے تماشا ادھر ادھر

محفل میں اس نے ہم کو بلا کر دکھائی سیر
دیکھی جمی ہوئی صفِ اعدا ادھر ادھر

ہنگامِ نزع اٹھ گئے سب بیٹھ بیٹھ کر
بالیں پہ میرے اپنے پرائے ذرا سی دیر

کچھ رہ گیا ہے قصۂ غم وہ سنا تو دوں
کاش ان کو نیند اور نہ آئے ذرا سی دیر

رکھتے ہی دل پہ دستِ حنائی اٹھا نہ تو
وہ آگ خاک ہے کہ جلائے ذرا سی دیر

میں کچھ تو خوابِ مرگ سے ہو جاؤں آشنا
فرقت کی رات نیند جو آئے ذرا سی دیر

پھرتا ہے میرے دل میں کوئی حرفِ مدعا — قاصد سے کہدو اور نہ جائے ذرا سی دیر

آئے ہیں ترے کوچے میں ہم گھر سے نکل کر — اب جائیں کہاں عرصۂ محشر سے نکل کر
سو گھر وہ پھر آکے بسنے ہیں اس گھر سے نکل کر — کیا پاؤں نکالے دلِ مضطر سے نکل کر
میں داورِ محشر سے بہت دادطلب تھا — وہ ڈانٹ گئے مجھ کو برابر سے نکل کر
گھبرائے ہوئے طور ہیں ہر نقشِ قدم کے — یہ کون گیا صبح ترے گھر سے نکل کر
پہچان لیا سب نے یہ آتے ہیں وہیں سے — ہم چھپ نہ سکے محفلِ دلبر سے نکل کر
مرنے کی بھی فرصت نہیں اے گردشِ ایام — آسودہ ہوں کیوں کر ترے چکر سے نکل کر

کہتے ہیں وہ یہ وصفِ گلِ نوبہار پر — طرہ ہے اپنی ایک جوانی ہزار پر
اس کو مٹائے دیتی ہے بے دلو آپ کی — اب کیجئے کرم ستمِ روزگار پر
تڑپائیں تا بہ حشر اگر ان کا بس چلے — لوٹے ہوئے ہیں میرے دلِ بیقرار پہ
اتنے سے دل میں ایک زمانے کی خواہشیں — بھولا ہوا ہوں زندگیِ مستعار پر
بے ڈھب گھرا ہوا ہے پھنسا ہے بری طرح — اللہ رحم کر دلِ ناکردہ کار پر
وہ رفتہ رفتہ ہاتھ کے چالاک ہو گئے — رکھ رکھ کے ہاتھ میرے دلِ بیقرار پر
پیری میں دل ہے یادِ جوانی سے داغ داغ — آئی ہوئی ہے اپنی خزاں بھی بہار پہ

امید اس کی ذات سے اے داغ چاہئے
سب منحصر ہے رحمتِ پروردگار پر

ناز ہوتا ہے انہیں مال پرایا لے کر — دونوں کی لیتے ہیں میرا دلِ شیدا لے کر
رکھ دیا ہاتھ مرے منھ پہ بت کافر نے — صبح اٹھنے نہ دیا نام خدا کا لے کر

شرطِ انصاف ہے یہ داغ کا دعوا ہے بجا
آدمی عشق کرے نام ہمارا لے کر

کوچۂ یار سے برباد بھی ہو کر نہ گیا — خاک اڑ اڑ کے مری جم گئی دیواروں پر
آگ تلووں سے لگی بزمِ عدو میں یارب — فرشِ گل پر ہیں مرے پاؤں کہ انگاروں پر
کل تمہیں داورِ محشر سے یہ کہنا ہوگا — رحم کر رحم محبت کے گنہگاروں پر

ملے تھے آج مدت میں بہت روئے بہت چپکے
وہ دردِ عشق سن سن کر ہم اپنا درد کہہ کہہ کر

ہٹا کانا کیا ہے جب جوشِ محبت جوش پر آئے
جنابِ خضر کی بھی ناؤ ڈوبے انہیں بہہ بہہ کر

کوچۂ دشمن سے یہ آتی نہ ہو یارب کہیں
جی اڑا جاتا ہے کچھ بادِ صبا کو دیکھ کر

ہم انھیں آنکھوں سے دیکھیں گے ترا حسن و جمال
گر یہی آنکھیں رہیں اپنی خدا کو دیکھ کر

گردشِ گردوں کا باعث اور کچھ کھلتا نہیں
بھاگتا پھرتا ہے یہ تیری جفا کو دیکھ کر

زندگی سے تنگ تھا فرقت میں اسلیے خوشی
جان میں جان آگئی پیکِ قضا کو دیکھ کر

خوب تھی تنہا طریقِ عشق میں آوارگی
پاؤں پھولے ہیں ہمارے رہنما کو دیکھ کر

عجب مرتبہ کافرِ عشق کا ہے
کی دولت کفر ایماں سے بڑھ کر

وہ کہتے ہیں اپنے بھی تیرِ نظر کو
چلا ہے کہاں تیری مژگاں سے بڑھ کر

نہ لے ڈینگ کی دل خدنگِ نگہ سے
نہیں بولتے ایسے مہماں سے بڑھ کر

سیرِ خزاں بھی دیدۂ عبرت نگر کرے
کیا کی جو کی بہارِ گل و گلستاں کی سیر

دل میں کبھی جگر میں کبھی ہے نگاہِ یار
دیکھے تو کوئی آنکھ سے اس میہماں کی سیر

اٹھ نہیں سکتی حیا کے بوجھ سے
رحم آتا ہے نگاہِ یار پر

ہجر میں ہر سانس ہے اک تیغِ تیز
زندگی تلوار کی ہے دھار پر

چشمِ جاناں سے الگ ہو لے حیا
یوں جھکے پڑتے نہیں بیمار پر

یادگار

بیاں کس سے کروں ماجرائے دردِ جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے دردِ جگر

اس انجمن میں اگر تھم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھ کر اٹھائے دردِ جگر

جو دردِ دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے دردِ جگر

زمیں غزل کی یہ ہے داغ یا شفا خانہ
سنا نہ کان سے ہم نے سوائے دردِ جگر

دلِ بیتاب پہ تم دستِ تسلی رکھ دو
مجھ کو ڈر ہے نہ نکل جائے تڑپ کر باہر

داغِ دل زخمِ جگر دیکھ لیں وہ ساتھ کے ساتھ
کاش دونوں ہی نکل آئیں برابر باہر

غیر نے اس کا یہاں بھی نہیں پیچھا چھوڑا
کر دے محشر سے اسے داورِ محشر باہر

شکوۂ غیر پہ اس نے جو کئے عذر بہت
نہ ہوا جیب خجالت سے مرا سر باہر

بے قراری سے کہاں تک پھروں اندر باہر
تو ہی پہلو سے نکل جا دلِ مضطر باہر

دل تو کیا مال ہے سر دینے کو حاضر ہو جائے
حکم سے تیرے نہیں عاشقِ مضطر باہر

میں سراپا ہوں خجالت پسِ مردن یارو
پاؤں باہر ہوں کفن سے نہ مرا سر باہر

بے وفا سارے حسینانِ وطن ہیں اے داغؔ
آزمائیں گے کہیں اپنا مقدر باہر

کٹ سکے سختیِ ایامِ جدائی کیونکر
غیر کو آئے الٰہی مری آئی کیونکر

تم دل آزار و ستم گر نہیں میں نے مانا
مان جائے گی اسے ساری خدائی کیونکر

ناگہاں شکوۂ بیداد تو کر بیٹھے ہم
اب یہ ہے فکر کریں ان سے صفائی کیونکر

اللہ اللہ بتوں کو ہے یہ دستِ قدرت
ان کی مٹھی میں رہی ساری خدائی کیونکر

کثرتِ رنج و الم سن کے یہ الزام ملا
اتنے سے دل میں ہے اتنوں کی سمائی کیونکر

سکتہ ہے مجھکو چہ دلدار دیکھ کر
دیوار بن گیا در و دیوار دیکھ کر

لگتی ہے آگ جوشِ خریدار دیکھ کر
جلتا ہوں تیری گرمیِ بازار دیکھ کر

ٹھوکر بھی راہِ عشق میں کھانی ضرور ہے
چلتا نہیں ہوں راہ کو ہموار دیکھ کر

ہر دل عزیز ہونے کی گھاتیں یہی تو ہیں
دیکھا مجھے بھی جانبِ اغیار دیکھ کر

ہوگی ہماری کثرتِ عصیاں ہی سے نجات
آئے گا اس کو رحم گنہ گار دیکھ کر

اب گردشِ فلک کا طریقہ ہی اور ہے
آنکھیں کھلیں زمانے کی رفتار دیکھ کر

نظر آتے نہیں ہوش میں ہرا انساں دو چار
تو دکھا دے ہمیں اے گردشِ دوراں دو چار

سخت جاں ایسے وہ عاشق تھے الٰہی توبہ
کہ گزاری ہیں جنھوں نے شبِ ہجراں دو چار

دشت وحشت سے ہے الفت کہ مرے ہو لیے والا
باندھ لوں گوشۂ داماں میں گریباں دو چار

ہو گئی دیکھئے کیسی مری حسرت [illegible] آہ
دل سے نکلے ہیں دمِ مرگ جو ارماں دو چار

حضرتِ داغ سے چھپتا ہی نہیں بت خانہ
چلئے سمجھائیں انھیں آج مسلماں دو چار

ہر بات شبِ ہجر رہی ذہن نشیں اور — وہم اور خیال اور گماں اور یقیں اور
وہ کون سی خوبی ہے جو دنیا میں نہیں ہے — کیا کون و مکاں کے ہے سوا خلدِ بریں اور
کچھ حسرتِ دیدار پہ موقوف نہیں تھا — ارمان رہا مجھ کو دمِ بازپسیں اور
یارب ہوں بہت تنگ بدل چرخ و زمیں اور — یا پھینک دے دنیا سے نکلوا کے کہیں اور
وہ آج بدلتے ہیں نیا سنگِ در اپنا — سجدے کے لئے چاہئے مجھ کو بھی جبیں اور
اس وہم سے وہ داغ کو مرنے نہیں دیتے
معشوق نہ مل جائے اُسے زیرِ زمیں اور

ہم کو آتے ہیں جو اندازِ وفا کیا حاصل — وہ نہیں سیکھتے ہم اُن کو سکھائیں کیونکر
جور کے واسطے ہے تاب و تواں بھی درکار — ہو سکے نازک وہ مرے دل کو ستائیں کیونکر
شام سے فکر ہیں صبحِ شبِ وصل کی ہے — وہ اگر جائیں تو ہم آپ ہیں آئیں کیونکر
رازِ دل گر نہ کہیں اپنی زباں سے نہ کہیں — مُہرِ ہم چشمِ سخن گو پہ لگائیں کیونکر
اک نظر دیکھتے ہی اُن کو گئے ہوش و حواس — کھوئے جاتے ہوں جو اپنے انہیں پائیں کیونکر
توبہ کرتے ہیں کہیں ایسی طبیعت والے
حضرتِ داغ قسم عشق کی کھائیں کیونکر

روز جس راز چھپاؤں محبت کا راز کیا — سب جانتا ہے داورِ محشر کہے بغیر
وہ جان جائیں ہیں نہ کہوں حالِ دل اگر — اُن پر ہوا آشکارہ کیوں کر کہے بغیر

ردیف (ز)

بیتاب

کیا جھوم کے مستانہ چلا جاتا ہے قاتل — دیکھو تو ذرا عاشقِ جانباز کا انداز
تم بات میں کر دو گے دلِ مردہ کو زندہ — ہونٹوں سے ٹپکتا ہے وہ اعجاز کا انداز
نقشِ قدمِ یار بھی کرتا ہے مسحور — رفتار میں ہے چشمِ فسوں ساز کا انداز
خط پھینک کے سہما ہوا آتا ہے کبوتر — اگلا سا نہیں ہے پرِ پرواز کا انداز

یوں زیرِ زمیں خاک میں اچھوں کو ملانا
ٹھیرا فلکِ تفرقہ پرداز کا انداز

اے داغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر میں ہو بلبلِ شیراز کا انداز

ردیف (س)

گلزار

کیوں کر دکھاؤں حالِ دل اُسکو بٹھا کر دل کے پاس
نخوت سے جو بائیں طرف بیٹھے نہ اُس سائل کے پاس

نالہ ابھی نکلا نہیں لب سے کہ پہنچا اثر
جاتے ہیں ارباب کرم خود دوڑ کر سائل کے پاس

رہبر نے راہِ عشق میں برسوں دیئے چکر مجھے
ظالم سے جب پوچھا کہا اب آ گئے منزل کے پاس

بحرِ محبت جوش پر ہیں کیا کروں نو مشق ہوں
دم ٹوٹ جاتا ہے مرا آتا ہوں جب ساحل کے پاس

ہاں اے ہوس ہمت کہ ہے دستِ ادب دامن سے دور
ہاں اے تپش جرأت کہ ہوں اک جست قاتل کے پاس

بیٹھے تھے زلفیں چھوڑ کر اک روز وہ بہرِ شکار
اُس دن سے ساری مچھلیاں ہنے لگیں ساحل کے پاس

ہے تجکو بعدِ امتحاں کیوں دم چرانے کا گماں
یہ دل سے اپنے دور کہ رکھا نہیں کچھ دل کے پاس

دیکھی ہے اس نقاب میں نورِ تجلی کی جھلک
برسوں کیا ہے امتحاں آئینہ رکھ کر دل کے پاس

دیکھے ہیں حسن و عشق کے ہم نے نرالے شعبدے
موسیٰ کی جو مٹھی میں تھا وہ داغ نکلا دل کے پاس

ردیف (ش)

گلزار

طریقِ عشق میں ہو راہ راہ کی گردش
کبھی کبھی کا سکوں گاہ گاہ کی گردش

جو اُف کروں ابھی چکرائیں آسمان و زمیں
بُری بلا ہے مرے دودِ آہ کی گردش

شبِ فراق جو میرے ہی گرد پھرتی ہے
مگر شریک ہے بختِ سیاہ کی گردش

اشارے کر کے ملا غیر سے وہ روزِ حساب
مری نظر میں ہے چشمِ گواہ کی گردش

کبھی شاد درہم داغ سے کبھی آبلوں کے گہر سے خوش
یہ بڑی خوشی کا مقام ہے غم ہجر یار ہے گھر سے خوش

انھیں بزم غیر میں تھا گماں کہ یہ سادہ لوح بہل گیا
مجھے خوف عزت و آبرو کہ رہا فقط اسی ڈر سے خوش

مجھے تجھ سے شکوہ ہے اے فلک کبھی تو نے مری خوشی کی
کوئی یہ بھی کام میں کام ہے جو کبھی ہو اہل ہنر سے خوش

یادگار

دیکھا نہ چشم شوق سے افسوس اک نظر | کی میں نے تمام سن کے تری عمر بھر تلاش
پھرتا ہے لے کے مشعل مہتاب رات بھر | کس کی ہے اے فلک یہ تجھے اس قدر تلاش
پہلو میں میرے تیر نظر تاک کر لگا | ظالم تجھے جو دل کی ہے مدِ نظر تلاش

بیٹھیں نہ مل کے عاشق و معشوق ہائے داغ
دن بھر ہے اس فلک کو یہی رات بھر تلاش

مہتاب

سر کو ہے تیرے سنگ در کی تلاش | پاؤں کو تیری رہ گزر کی تلاش
طالب وصل میں وہ در پے قتل | ہے برابر ادھر ادھر کی تلاش
منزل عشق در کنار رہی | چاہیے پہلے راہ بر کی تلاش

حضرت داغ کا یہ سن شریف
اور پھر شوخ سیم بر کی تلاش

ردیف (ص)

گلزار

ہم نے تو بہ میں یہ لذت پائی | ہو گئی بادۂ گلفام کی حرص
آنکھ پھرتی ہے تری لیل و نہار | ہے اسے گردش ایام کی حرص

دل کبھی میری سیہ بختی میں　　دیکھنا زلفِ سیہ فام کی حرص
عیش کے ڈھنگ اٹھا دے اے داغ
ہے اگر راحت و آرام کی حرص

مہتاب

تم وہی ہو جنھوں نے قتل کیا　　نہ جتا دو سرِ مزار اخلاص
داغ ان دلربایانِ پُر فن سے
نہ کرے کوئی زینہار اخلاص

جب کبھی دیکھتے ہیں عاشق و معشوق میں ربط　　جل کے وہ کہتے ہیں کس کام کا ایسا اخلاص
قصۂ لیلیٰ و مجنوں جو سنایا تو کہا　　اگلے وقتوں کا نہیں سنتے پرانا اخلاص
مجھ سے ملنا ہے اگر ملیے خلوصِ دل سے　　آپ ظاہر کا جتاتے ہیں یہ کیسا اخلاص
داغ سا مخلصِ خالص نہ ملے گا تم کو
اس کا اخلاص پھر اس درجہ کا ایسا اخلاص

ردیف (ض)

گلزار

آئے وہ بے قضا یہاں اُس کی بلا کو کیا غرض　　جائے درِ قبول تک میری دعا کو کیا غرض
موت کو اے دلِ حزیں اور بہانے ہیں بہت　　آئے جو اُس کے ہاتھ سے میری قضا کو کیا غرض
دعویٰ دِیَت اگر کیا کہنے لگا وہ بت مجھے　　بخش دے آپ کو خدا ایسی خدا کو کیا غرض
اُس کی گلی سے آئے کیوں نکہتِ زلف لائے کیوں　　مجھ کو صبا سے ہے امید مجھ سے صبا کو کیا غرض
یہ تو ہوا اسی کا کام ہے جو دے کروں [illegible]　　کیوں ترے پاؤں پر گرے زلفِ رسا کو کیا غرض
ہاتھ داغ میں شراب ہو نہ ہو اختیار ہے
[illegible] بلائیں کیوں اہلِ غرض کو کیا غرض

مہتاب

بیداد و جور و لطف و ترحم سے کیا غرض
تم کو غرض نہیں تو ہمیں تم سے کیا غرض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
کیوں دل جلائیں برقِ تبسم سے کیا غرض

لیتے ہیں جاں نثار کوئی منتِ مسیح
جو ہو شہیدِ عشق اُسے قُم سے کیا غرض

دل طرزِ انجمن ہی سے بیزار ہو گیا
مطلب ہمیں شراب سے کیا خُم سے کیا غرض

شیدائیوں کو عزتِ دنیا سے ننگ ہے
دیوانہ کو ملامتِ مردم سے کیا غرض

معشوق سے اُمیدِ کرم داغ خیر ہے
اُس بندۂ خدا کو ترحم سے کیا غرض

ردیف (ط)

گلزار

میں اور حرفِ شکوہ غلط اے صنم غلط
واللہ جھوٹ ہے یہ خدا کی قسم غلط

آتا ہے وہم لغزشِ مستانہ دیکھ کر
پڑتے ہیں نامہ بر کے ہزاروں قدم غلط

کیا کوچۂ رقیب میں چھپ کر نہیں گیا
ہو جائے گا سراغ و نشانِ قدم غلط

سن سن کے عرضِ حال کی تکرار بار بار
کہنا کسی کا ناز سے وہ دم بدم غلط

تعریفِ حسن سن کے وہ بولے بہت بجا
مضمونِ شوق پڑھ کے کہا یک قلم غلط

بولے وہ داغ آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ
معشوق سے شکایتِ جور و ستم غلط

مہتاب

ہو یہ عادت نہ باعثِ غفلت
ہے تغافل میں ہوشیاری شرط

جوشِ رحمت کے واسطے زاہد
ہے ذرا سی گنہ گاری شرط

ردیف (ظ)

گلزار

غمِ جاوید ہے ہم سے محفوظ — اور ہم تیرے ستم سے محفوظ
نامہ بر تجھ سے وہ مسرور ہوئے — یا مری طرزِ رقم سے محفوظ
وائے تقدیر کہ مر کر بھی ہم — نہ ہوئے سیرِ عدم سے محفوظ

تھوڑی سی پی ہی لی ہے بہت مجنوں کے بعد — آہی گیا ہے پیرِ خرابات کا لحاظ
اے شیخ یادِ دوست میں ہوں مست رات دن — لازم ہے مجھ سے رندِ خوش اوقات کا لحاظ

اے داغ مے کدے میں گئے کیں جنابِ شیخ
ٹوٹا ہے آج قبلۂ حاجات کا لحاظ

ردیف (ع)

گلزار

بس شوق کی نہیں بتِ قاتل کو اطلاع — افسوس ہے کہ دل کی نہ ہو دل کو اطلاع
سارے جہاں کو گردشِ مجنوں کی ہو خبر — لیکن نہ ہو تو صاحبِ محمل کو اطلاع
میں ناتواں چلا ہوں دبے پاؤں اس طرح — میری نہیں ہے رہ بہ منزل کو اطلاع
صورت دکھا کے آئنے کو نام بھی بتاؤ — ہو جائے خوب تر صفتِ دل کو اطلاع
چھپتی ہے کب چھپائے سے اہلِ کرم کی شان — ہوتی ہے خود بخود دلِ سائل کو اطلاع

مہتاب

ہیں بہت سے عاشقِ دلگیر جمع — تیرے ترکش میں ہیں کتنے تیر جمع
کوچۂ قاتل میں آفت آگئی — جب ہوئے دو چار بھی راہگیر جمع
یا لگا دو آگ یا لکھ دو جواب — ہو گیا ہے دفترِ تحریر جمع
تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں — کوڑیاں کیں تو نے چرخِ پیر جمع

ردیف (غ)

"مہتاب"

دیکھکر وہ عارضِ رنگیں ہو یوں دل باغ باغ — جیسے ہوں نظارۂ گل سے عنادل باغ باغ
بن گیا خونِ کفِ پا سے گلستاں خارزار — میں چلا صحرا میں گویا چند منزل باغ باغ
کیا کہوں اے ہم نشیں اُس بزمِ رنگیں کی بہار — زیبِ محفل تھا وہ گلرو اہلِ محفل باغ باغ
جب کوئی طوفاں زدہ کشتی کنارے پر لگی — کس قدر دل میں ہوئے سب اہلِ ساحل باغ باغ

اُس کی خوشبو جب کسی گل میں پائی آپ نے
پھر جنابِ داغ کیا پھرنے سے حاصل باغ باغ

ردیف (ف)

"گلزار"

کشتی نہ ہو تباہ کسی نامراد کی — چلتی ہے آج صبح سے بادِ سحر خلاف

وہ دیکھتے ہیں بزم میں اغیار کی طرف — میں دیکھتا ہوں چرخِ ستمگار کی طرف
سیلِ سرشک اپنے ہی گھر میں بہائیں گے — کیوں جائے یہ بلا تری دیوار کی طرف
بے کس رہیں گے حشر میں کب مجرمانِ عشق — رحمت کھنچے گی ہم ہیں گنہگار کی طرف
چاہی تھی داد ہم نے دلِ صاف کی مگر — آئینہ ہو گیا ترے رخسار کی طرف

دی جان کس خوشی سے تہِ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

"یادگار"

تری نگہ نے دلِ تنگ میں جگہ کی ہے — نہ دیکھی جائے گی اِس میہمان کی تکلیف
تمام رات اُسے کس لئے جگاتے ہو — تمہیں ہے نہ نظر پاسبان کی تکلیف

مہتاب

کافر وہ زلفِ پُرشکن اک اِس طرف اک اُس طرف — پھر اُس پہ چشمِ سحرفن اک اِس طرف اک اُس طرف
ہنگامِ رحلت دیکھیے دل کس طرف اپنا جھکے — بیٹھے ہیں شیخ و برہمن اک اِس طرف اک اُس طرف
دل کی جگر کی جائے کیا افسردگی پژمردگی — زخمِ کہن داغِ کہن اک اِس طرف اک اُس طرف
زلفوں کی یہ سرگوشیاں دل پر بلائیں لائیں گی — غماز ہے گرمِ سخن اک اِس طرف اک اُس طرف

اترا رہا ہے داغ کیا ہنگامِ گل گشتِ چمن
رنگیں قبا گل پیرہن اک اِس طرف اک اُس طرف

ردیف (ق)

مہتاب

ہے جمالِ یار سے تنویرِ عشق — حسن نے چمکائی ہے تقدیرِ عشق
تیرے عاشق کا سراپا دیکھ کر — کھنچ گئی ہے سامنے تصویرِ عشق
جھوٹے وعدے اُن کے پھر اُس پہ دلیل — رات بھر کیا کیا رہی تقریرِ عشق
داورِ روزِ قیامت دیکھ لے — اس کلیجے پر لگا ہے تیرِ عشق
انتہائے عاشقی میں ہے یہ شوق — ہم ابھی ہوں اور دامن گیرِ عشق

یہ بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں
داغ کیا ہو چارۂ تدبیرِ عشق

ردیف (ک)

گلزار

دعا مانگے دلِ غمگیں کہاں تک — کہوں میں دم بدم آمین کہاں تک
مسلمانوں سے بغض و کیں کہاں تک — کہاں تک اے بتِ بے دیں کہاں تک
مجھے چھوڑیں خدا پہ دوست میرے — یہ ہنگامہ سرِ بالیں کہاں تک

مرا منہ تھک گیا شکرِ جفا سے
کروں میں آفریں تحسیں کہاں تک

رہے گا مصطفیٰ آباد میں داغ
غریب و عاجز و مسکیں کہاں تک

کیا ٹھکانا ہے اس کدورت کا
خاک اُڑتی ہے دیدۂ تر تک

کوئی مٹتا ہے داغِ دل اے داغ
یہ جلے گا چراغ محشر تک

ساقیا ابر ہے دے جامِ شتاب ایک پر ایک
آج محفل میں گرے مستِ شراب ایک پر ایک

گر سنے بزمِ طرب میں مری آہنگِ فغاں
چڑھ کے بولے نہ کبھی تارِ رباب ایک پر ایک

کبھی پورا نہ ہوا تیری جفاؤں کا شمار
ہم بڑھاتے ہی گئے وقتِ حساب ایک پر ایک

لب جو سیر کو آیا ہے جو وہ بحرِ جمال
ٹوٹا پڑتا ہے تماشے کو حباب ایک پر ایک

جب کبھی داغ کیا ہم نے سوالِ بوسہ
سیکڑوں اُس نے دیے سخت جواب ایک پر ایک

بری ہے ابتدا بھی انتہا بھی تیری الفت کی
کہ اس میں ہیں غم و رنج و قلق اول سے آخر تک

مئے انگور تحفے میں بھیجے دیتا ہوں اے زاہد
رہے گا تیز یکساں یہ عرق اول سے آخر تک

ہزاروں دوست دشمن بزم میں اسکی ہے لیکن
رہا اک شکل پر نظم و نسق اول سے آخر تک

بہارِ عارضِ گلگوں سے تیری اسکو کیا نسبت
نہیں اک رنگ پر رہتی شفق اول سے آخر تک

لکھوں اسکو جواب اے داغ کیا میں سخت حیراں ہوں
لکھے ہیں خط میں مضمونِ ادق اول سے آخر تک

"جناب"

یہ سب جھگڑے ہیں جانِ ناتواں تک
رہے گا دم کہاں تک غم کہاں تک

زباں سے تھا نہ ممکن شکوۂ جور
اشاروں سے کہا آخر کہاں تک

دل اس کی بزم سے کس طرح اکھڑے
ٹھہر جائے جہاں عمرِ رواں تک

دمِ رخصت ہوا اندیشۂ غیر
گئے ہم راہ ہم اُن کے مکاں تک

لکھوں کیا طالعِ واژوں کی تاثیر
گرا ہوں میں پہونچ کر آسماں تک

ترے تیرِ نگہ سے کوئی بچ کر | اماں پاتا نہیں دار الاماں تک
رہا جذبِ دل کا اثر دیر تک | ملائے رہے وہ نظر دیر تک
مزا دے گیا ہو نہ پیغامِ شوق | کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغیرِ حال | وہ سوچا کئے دیکھ کر دیر تک
وہ رخصت طلب اور میں جاں بلب | رہا حشر وقتِ سحر دیر تک

ردیف (گ)

گلزار

کیوں نہ جہاں میں ہو عیاں عیب و ہنر الگ الگ | دیکھتے ہیں چشمِ غور اہلِ نظر الگ الگ
اُس کی تلاش میں مگر ایک کا ایک ہے رقیب | پھرتے ہیں روز و شب جو یوں شمس و قمر الگ الگ
تیغِ نگاہِ یار کو دیتے ہیں ہر گھڑی دعا | پارۂ دل جدا جدا لختِ جگر الگ الگ
روح فزا کسی کو ہے روح گزا کسی کو ہے | بادۂ عشق نے کیا اپنا اثر الگ الگ
رنجِ فراقِ یار بھی صدمۂ روزگار بھی | ایک دل اور اتنے غم چاہئے گھر الگ الگ

حشرؔ کو اُس نے چن لئے داغِ گناہگارِ عشق
تاڑ گئی ہزار میں اس کی نظر الگ الگ

ردیف (ل)

گلزار

ہر بار مانگتی ہے نیا چشمِ یار دل | اک دل کے کس طرح سے بناؤں ہزار دل
یہ صید گاہِ عشق ہے ٹھہرا ہے جو نگاہ | صیاد مضطرب ہے نہ ہوگا شکار دل
طوفانِ نوح بھی ہو تو دل جانے خاک آب | اللہ رے غبار ترا پُر غبار دل
پوچھا جو اس نے طالبِ روزِ جزا ہے کون | نکلا مری زبان سے بے اختیار دل
کرتے ہو عہدِ وصل تو اتنا رہے خیال | پیمان سے زیادہ ہے ناپائیدار دل

تاثیرِ عشق یہ ہے ترے عہدِ حسن میں　　مٹی کا بھی بنائیں تو ہو بے قرار دل
مشہور ہیں سکندر و جم کی نشانیاں
اے داغ چھوڑ جائیں گے ہم یادگار دل

ہوا زمانۂ پیری عذاب میں داخل　　جوان تھے تو جوانی تھی خواب میں داخل
کسی نے دستِ تسلی سے ایسی چٹکی لی　　سکونِ دل بھی ہوا اضطراب میں داخل
وہ لطفِ خاص ترا جس سے جان پر بن جائے　　نہ ہو کہیں ستمِ بے حساب میں داخل
اگر نہیں مے و مینا و ساقی و معشوق　　بہشت بھی ہے جہانِ خراب میں داخل
دکھا کے منہ جو چھپاتے ہو کوئی چھپتا ہے　　نگاہِ شوق رہے گی نقاب میں داخل
کسے مجال جو دیکھے وہ حسنِ عالم سوز　　وہاں ہے برقِ تجلی حجاب میں داخل
گئے ہیں داغ تلاشِ صنم میں کعبے کو
خدا نے مفت کیا ہے ثواب میں داخل

افسوس میں نے روزِ ازل یہ نہ کہہ دیا　　دے مجھکو سب جہان کی نعمت سوائے دل
پھر عیادت آج وہ آ کر یہ کہہ گئے　　ہو زندگی عزیز جسے کیوں لگائے دل
شکوہ کیا کہ شکر کیا تیرِ یار کا　　تھم تھم کے نرم نرم کچھ آئی صدائے دل
جورِ سپہر و ظلمِ بتاں سہہ گئے بہت　　رستم وہی ہے جس نے اٹھائی جفائے دل

یادگار

گل چیں کے ہاتھ آئے عروسِ چمن کے پھول　　یارب کسے نصیب ہوئے اس دلہن کے پھول
حسرت ہے یہ نہ کیوں دلِ افسردہ جا ملا　　دیکھے جو باسی ہار میں اُس گل بدن کے پھول
حوروں کو میں سنگھاؤں گا باغِ بہشت میں　　رکھنا مرے کفن میں کچھ اُس انجمن کے پھول
تلوے فگار دیکھ کے کانٹوں سے بار ہا　　غربت میں یاد آئے ہیں باغِ وطن کے پھول
میرے سرشکِ خوں کی نہ کیوں کر بہار ہو　　یہ دل کی لاگ کے ہیں یہ دل کی لگن کے پھول
وہ رندِ پاک مشرب و صافی نہاد ہوں　　آتی ہے درد بھی مرے ساغر میں بن کے پھول
اے داغ روشنی ہے خدا داد طبع میں　　بجھتے نہیں ہیں میرے چراغِ سخن کے پھول

وہ ہم نہیں تو رہا کون سے حساب میں دل
کہاں سے لائیں جو تھا عالمِ شباب میں دل

پڑا ہے برقِ تجلی سے اضطراب میں دل
قصور آنکھ کا تھا آ گیا عذاب میں دل

ہمارے شوقِ شہادت کی یوں کھنچے تصویر
ادھر جواب میں خنجر ادھر جواب میں دل

ستم اٹھائے مصیبت اٹھائی غم کھائے
خراب حال رہا ہستیِ خراب میں دل

گھرا ہے دودِ جگر یا ہے ابرِ روزِ فراق
تڑپ رہی ہے یہ بجلی کہ ہے سحاب میں دل

وہ بزمِ ناز ہے جانا وہاں سنبھل کر داغؔ
وگرنہ ہاتھ سے جائے گا اضطراب میں دل

تھاب

بے قراری ہوئی آخر سببِ چارۂ دل
بن گیا ہوں دلِ انجام کو گہوارۂ دل

تیر کے بدلے لگا دے کوئی برچھی ظالم
روزنِ سینہ سے کرنا ہو جو نظارۂ دل

پڑتی ہے ضربِ محبت تو نکلتی ہے فغاں
شورِ محشر سے ہم آہنگ ہے نقارۂ دل

کوئی جانے کہ خریدار نہیں چاہ نہیں
چلتے پھرتے ہی وہ کر لیتے ہیں نظارۂ دل

لعل و یاقوت کی اے داغؔ جو ہے فرمائش
بھیج دو ان کے لئے لختِ جگر پارۂ دل

ایک دن اور بھی مہمان کی خاطر کر لوں
کاش رخصت ہو مری جانِ حزیں آج سے کل

خود نمائی کے لئے وعدۂ فردا کیسا
کیا بدل جائے گا وہ پردہ نشیں آج سے کل

زندگی بھر تو قیامت کی اٹھائی تکلیف
بارے آئی ہے مجھے زیرِ زمیں آج سے کل

خوب رویوں کو نہیں کچھ غمِ فردا اے داغؔ
ہوں گے مغرور زیادہ یہ حسیں آج سے کل

الٰہی رہے بانکپن ان کا قائم
سنبھالی ہے تیغِ خوش آب اول اول

خدا سے دعا ہے کہ مظلوم تیرے
بھگت جائیں روزِ حساب اول اول

بنا ہے چلو فتنۂ حشر کو بھی
ہوا ہے ابھی ہم رکاب اول اول

وہ پیغام بر کی مدارات پیہم / وہ رسم سوال و جواب اوّل اوّل ق

وہ جلسے وہ احباب رندانہ مشرب / وہ معشوق و شربِ شراب اوّل اوّل

وہ سیرِ چمن وہ تماشائے دریا / وہ لطفِ شب ماہتاب اوّل اوّل

رہا درس و تدریس کا شوق ہم کو / نظر سے نہ سرکی کتاب اوّل اوّل

کبھی ہم سے ہوتا نہ تھا ترکِ دلی / رہے ہم مشیخت مآب اوّل اوّل

سبے رستم و سام و گیو و نریمان / رہے رشکِ افراسیاب اوّل اوّل

بیٹھے ہیں خانقاہ میں جب دو گھڑی بھی ہم / آ ہی گیا ہے پیرِ خرابات کا خیال

کیوں کر نہ یاد آئے شبِ ہجر روزِ حشر / اس دن ضرور چاہیے اس رات کا خیال

کھٹکا نہ ہو تو عیش سے گذرے کوئی گھڑی / رہتا ہے بزمِ یار میں ہر بات کا خیال

ماہِ صیام بھی اسی موسم میں آ گیا / رندوں کو اس سے بڑھ کے ہے برسات کا خیال

رنجش بھی ہو تو دل کی تسلی کے واسطے / کرتا ہوں اُن کے لطف و عنایات کا خیال

ردیف (م)

گلزار

چھک گئے ہیں آج اک ساغر سے ہم / ہاتھ دھو بیٹھے مئے کوثر سے ہم

قصدِ صحرا ہے دلِ ویراں کے ساتھ / اک بیاباں لے چلے ہیں گھر سے ہم

کس قدر کٹتی ہے راہِ شوق جلد / تیز چلتے ہیں ترے خنجر سے ہم

حضرتِ واعظ نے جو چاہا کہا / پر نہ بولے کچھ خدا کے ڈر سے ہم

جب رگِ جاں سے کمی کرتا ہے خون / چھیڑ دیتے ہیں اسے نشتر سے ہم

وہ ستم گر رو بہ رو ہوگا تو داغؔ / کیا کہیں گے داورِ محشر سے ہم

ڈرتے ہیں چشم و زلف و نگاہ و ادا سے ہم / ہر دم پناہ مانگتے ہیں ہر بلا سے ہم

گر تو کسی بہانے سے آجائے وقتِ نزع / ظالم کریں ہزار بہانے قضا سے ہم

گو حالِ دل چھپاتے ہیں پر اس کو کیا کریں
آتے ہیں خود بخود نظر اک مبتلا سے ہم

مانگی نہ ہوگی خضر نے یوں عمرِ جاوداں
کیا اپنی موت مانگتے ہیں التجا سے ہم

دیکھیں تو پہلے کون مٹے اُس کی راہ میں
بیٹھے ہیں شرط باندھ کے ہر نقشِ پا سے ہم

مجبور اپنے شیوۂ شرم و حیا سے تم
ناچار اضطرابِ دلِ مبتلا سے ہم

یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے
اے داغ خاکِ پائے رسولِ خدا سے ہم

شبِ وصال نہ بیٹھے بہ حیا کے تم
جفا کے تم سے گلے ہم کریں وفا کے تم

کہیں نہ حضرتِ دل ہم سے تم دغا کرنا
ہمارے دوست پُرانے ہو ابتدا کے تم

آفتاب

چاہیں پئے نشاط سلیماں سے تخت و بخت
مانگیں مسیح و خضر سے عمرِ دراز ہم

ہوگی فقط شریکِ دعا ایک بے کسی
میت پر اپنی آپ پڑھیں گے نماز ہم

یادگار

جورِ فلک میں خاک بھی لذّت نہیں رہی
جی چاہتا ہے تیری جفائیں اُٹھائیں ہم

ڈر ہے کہ بھول جائے نہ سفاک روزِ حشر
دنیا میں لکھتے جاتے ہیں اپنی خطائیں ہم

لالچ عبث ہے دل کا تمھیں وقتِ واپسیں
یہ مال وہ نہیں ہے جسے چھوڑ جائیں ہم

جلوہ دکھا رہا ہے وہ آئینۂ جمال
آتی ہے ہم کو شرم کہ کیا منہ دکھائیں ہم

پوچھے نہ کوئی ہم کو نہ پوچھیں کسی سے ہم
کچھ کہہ دیں جاتے ہیں کس بے کسی سے ہم

نقشِ قدم پہ آنکھیں تابیں مل کے چل دئے
کیا اور خاک لے گئے تیری گلی سے ہم

اس کا گواہ کون ہے یارب ترے سوا
مرتے ہیں ہجرِ یار میں کس بے کسی سے ہم

ناخوش ہوں شاد وصل سے وہ خوشی سے غم
حسرت سے ہم ملال سے ہم بے کسی سے ہم

واقف رموزِ عشق و محبت سے داغ ہے
ملنا اگر تو پوچھئے کچھ اس ولی سے ہم

بہت ہیں دل پہ گل داغِ عشق دنیا کے
خدا کے سامنے جائیں گے اس بہار سے ہم

فرشتے داغِ گنہ پڑھنیں گے روزِ جزا
نہ دھوئیں گے جو یہاں چشمِ اشکبار سے ہم

کئے جو ضبط کبھی آنسو تو بجھی نہ دل کی لگی
جلے ہوئے ہیں بہت چشمِ اشکبار سے ہم

لگا کے ماتھے پہ چمکائیں گے نصیب اپنا
چنیں گے ذرّے بہت خاکِ کوئے یار سے ہم

کچھ اور وجہ نہیں ترکِ عشق کی اے داغ
کرینگے توبہ مگر شرمِ روزگار سے ہم

یہ نازِ عشق ہے کہتے ہیں افتخار سے ہم
جو تم ہزار سے اچھے تو سو ہزار سے ہم

نہ ہو جو قدرِ وفا پھر کہاں کا استقلال
ملے تو لے لیں تلوّن مزاجِ یار سے ہم

یہ بات بزمِ عدو میں ہمیں ہوئی حاصل
کہ دور بیٹھے رہے چپ گناہگار سے ہم

چمن کو بلبلِ بے تاب نے نہ یوں چھوڑا
وطن کو چھوڑ کے آئے جس اضطرار سے ہم

ہمیں تھے وہ کہ بٹھاتے تھے لوگ آنکھوں پر
گرے ہیں عشق میں اب چشمِ اشکبار سے ہم

عجب ترنگ میں تھا پائے رسے لٹک اُس کی
ملے تھے راہ میں کل داغِ بادہ خوار سے ہم

جو فتنۂ یار ہو گئے ہم
سولی پہ چڑھے تو سو گئے ہم

بے خود شبِ ہجر ہو گئے ہم
قسمت کو سُلا کے سو گئے ہم

مستِ مئے حسن ہو گئے ہم
زانو پہ کسی کے سو گئے ہم

جاگے تھے بہت شبِ جدائی
جنت میں جا کے سو گئے ہم

تھی عشق کی آبرو ہمیں سے
وہ بعدِ فنا ڈبو گئے ہم

قتاب

ستم رسیدہ دل ہیں لکھے گئے روزِ ازل
تمہارے چاہنے والے تمام نام بنام

خدا کرے مرے آگے نہ آئے نامِ رقیب
پکار جائیں گے روزِ قیامت نام بنام

گئے ہیں داغ وہاں چھپ کے دیکھئے کیا ہو
لگے گئے ہیں جہاں خاص و عام نام بنام

گریہ کچھ بے جا دمِ بسمل نہیں
خنجرِ سفاک کو دھوتے ہیں ہم

حاصلِ اعمال ہیں خلد و سقر — پھل وہی پاتے ہیں جو بوتے ہیں ہم
دیکھ لیں گے فتنۂ محشر کو بھی — اب تو چادر تان کر سوتے ہیں ہم

داغ ہے کس کو میسر دردِ عشق
رنج ہوتا ہے تو خوش ہوتے ہیں ہم

یقیں تو یہ ہے وہ خط کا جواب لکھیں گے — مگر نوشتۂ قسمت کسی کو کیا معلوم
یہ رنج و عیش ہوئے ہجر و وصل میں ہم کو — کہاں ہے دوزخ و جنت کسی کو کیا معلوم
خدا کرے نہ پھنسے دامِ عشق میں کوئی — اٹھائی ہے جو مصیبت کسی کو کیا معلوم

جناب داغ کے مشرب کو ہم سے تو پوچھو
چھپے ہوئے ہیں یہ حضرت کسی کو کیا معلوم

ردیف (ن)

گلزار

بے کسی صدمۂ ہجراں کی مجھے تاب نہیں — کاش دشمن ہی چلے آئیں جو احباب نہیں
قبر میں بھی نہ بجھی آتشِ غم وائے نصیب — ہم جہاں دفن ہیں واں زیرِ زمیں آب نہیں
تجھکو اے بختِ سیہ آگ لگا کر دیکھوں — شبِ ہجراں میں اگر جلوۂ مہتاب نہیں
پوچھتے کیا ہو کہ دیکھا شبِ وعدہ کیا کیا — تم سے تعبیر بن آئے وہ مرا خواب نہیں
موت اب کوچۂ قاتل میں کھڑی رہتی ہے — یہ بھی قسمت کی تری اے دلِ بیتاب نہیں

حالِ دل جس سے کہا اس نے کہا بس خاموش
داغ اس درد کے سننے کی ہمیں تاب نہیں

کچھ شانِ مغفرت سے نہیں دور زاہدو — ڈوبیں گناہ بادہ کشوں کے شراب میں
پیرِ مغاں کی دل شکنی کا رہا خیال — داخل ہوا ہوں توبہ سے پہلے ثواب میں
جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُن سے ہم کلام — کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں
شیخ جو بتائے مئے عشق کو حرام — ایسے کو دو لگائیے ڈبکو کر شراب میں

سوز و گداز عشق کا لذت چشیدہ ہوں
مانندِ آبلہ ہمہ تن آب دیدہ ہوں
سروِ سہی ہوں اور بہ شاخِ خمیدہ ہوں
تسلیم و راستی کے لئے آفریدہ ہوں
اللہ رے کشاکشِ دیر و حرم کہ میں
ظالم ہزار ہاتھ سے دامن دریدہ ہوں
بیتابِ درد ہوں تو دلِ رازدار ہوں
لبریزِ شکوہ ہوں تو زبانِ بریدہ ہوں
اے آرزوئے تازہ نہ کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ
میں پائے شوق و دستِ تمنا بریدہ ہوں
صیاد پر ہوں بار تو ہوں باغباں کو خار
آزادِ دام و تا بہ چمن نارسیدہ ہوں

اے داغ جس کے واسطے روزِ جزا بنا
وہ کون ہے وہ میں ہی تو آفت رسیدہ ہوں

جفا پر جان دیتے ہیں ستم پر تیری مرتے ہیں
یہ ناکامِ محبت ہیچ تو یہ ہے کام کرتے ہیں
بڑھایا ہم نے دل اس کا یہ کہہ کہہ کر دمِ بسمل
لگا اک تیغ اے قاتل کہیں قاتل بھی ڈرتے ہیں
نہ کرنا منفعل اے ناخنِ غم تیغِ قاتل سے
کہ رنگِ گریہ کہتا ہے جگر کے زخم بھرتے ہیں
نہ پوچھو کچھ مصیبت دردمندانِ محبت کی
خدا پر خوب روشن ہے گزر جس طرح کرتے ہیں
کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا
اب اس میں حسرت و شوق و تمنا سیر کرتے ہیں

نہ پوچھو داغ ہم سے انتظارِ یار کی صورت
یہ آنکھیں جانتی ہیں خوب جو صدمے گزرتے ہیں

میں تو ہر اندازِ معشوقانہ کا دیوانہ ہوں
گل پہ بلبل ہوں اگر تو شمع پہ پروانہ ہوں
غفلتِ خوابیدگانِ خاک کے اٹھنے میں ہوں
میں شرابِ بیخودی سے اس قدر مستانہ ہوں
مجھ سے اے گبر و مسلماں کس لئے اتنا بگاڑ
قابلِ مسجد نہ ہرگز لائقِ بت خانہ ہوں

ہے سراسر تیرگی اے داغ میری اوقات
گو چراغِ خانہ ہوں پر آفتِ کاشانہ ہوں

درہمِ داغ دل کو ہاتھ لگا
مال آیا ہے مجھ سے مفلس میں
دلِ بیتاب کے تڑپنے سے
آ گئی جان جسمِ بے حس میں
آنکھ اس کی ضیا نے دیکھی تھی
ڈال دی خاک چشمِ نرگس میں

نہ اٹھا خوابِ عدم سے ہمیں ہنگامۂ حشر — گر پڑے چین سے ہم زیرِ زمیں اچھے ہیں
کس بھروسے پہ کریں تجھ سے وفا کی امید — کون سے ڈھنگ ترے جانِ حزیں اچھے ہیں
نہ ملا خاک میں تو ورنہ پشیماں ہوگا — ظلم سہنے کو ہم اے چرخِ بریں اچھے ہیں

بت وہ کافر ہیں کہ اے داغ خدا ان سے بچائے
کون کہتا ہے یہ غارتگرِ دیں اچھے ہیں

مطلب کی چھیڑ ان سے پنہاں سخن سخن میں — سچ ہے کہ داغ یہ فن یکتا ہے اپنے فن میں
میں سر بسر ہوں شکوہ اے تیغِ یار تجھ سے — سو سو گلے بھرے ہیں ایک ایک عضوِ تن میں
اس رنجِ بے کسی کی یارب خبر نہ پہنچے — جائے نہ شامِ غربت سمجھے جلی وطن میں
یہ شوقِ خود نمائی کیا کچھ جنوں سے کم ہے — بیتاب تجھ کو لایا خلوت سے انجمن میں

اے داغ ہم نہایت سمجھے اسے غنیمت
جو دم خوشی سے گزرا یارانِ ہم وطن میں

شمع رو آپ گو ہوئے لیکن — لطفِ سوز و گداز کیا جانیں
جو رہِ عشق میں قدم رکھیں — وہ نشیب و فراز کیا جانیں
پوچھئے مے کشوں سے لطفِ شراب — یہ مزا پاکباز کیا جانیں
حضرتِ خضر جب شہید نہ ہوں — لطفِ عمرِ دراز کیا جانیں

تھم تھم کے وار کر کہ مزا درد مٹ نہ جائے — جب میں نہیں تو لذتِ زخمِ جگر کہاں
بھولا ہوں راہ فرطِ محبت میں دیکھئے — ہوتی ہے آج شامِ غریبی سحر کہاں
اس طرح بیٹھے ہیں سر کاٹ کے ایک بار جو ہم — مجھ پہ گویا کہ وہ احسان کئے بیٹھے ہیں
دیکھ اے دشمنِ ایماں کہ جفا پر تیری — کس قدر صبر مسلمان کئے بیٹھے ہیں
دیکھئے کون گرفتارِ بلا ہوتا ہے — آج وہ زلف پریشان کئے بیٹھے ہیں
اب ہے کیا ہم میں جو بے نگہِ ناز تری — پہلے ہی جان کا نقصان کئے بیٹھے ہیں
حسرت و یاس و تمنا کے لئے گھر اپنا — ہم اسے پہلے ہی ویران کئے بیٹھے ہیں

حضرتِ داغ کو پھر کیا کہیں وحشت اچھلی
آج گھر کو جو بیاباں کئے بیٹھے ہیں

ہو تسلی تو گزاروں شبِ ہجراں ساری
طور میرے تو سرِ شام بُرے ہوتے ہیں

چھیڑ معشوق سے کیجے تو ذرا تھم تھم کر
روز کے نامہ و پیغام بُرے ہوتے ہیں

راہ پر حضرتِ زاہد کو لگا ہی لائے
سچ تو یہ ہے کہ مے آشام بُرے ہوتے ہیں

درہم داغ نہ ہو داغ کو کس طرح عزیز
چارہ گر مفت کے کیا دام بُرے ہوتے ہیں

یہ سچ ہے راہِ محبت بڑی ہے ٹیڑھی کھیر
نہ آئے خضر کبھی اس خراب رکھتے ہیں

وہ گھر پہ آکے مرے عرضِ حال بھول گئے
زیادہ رستے کا سارا حساب رکھتے ہیں

گلی سے یار کی ہم اُٹھ کے چل چکے تھے مگر
مچل گیا دلِ پُر اضطراب رکھتے ہیں

بغل میں داب کے لے چل عدم کو شیشۂ مے
ملے بھی داغ نہ تجھکو شراب رکھتے ہیں

جب داورِ قیامت پوچھے گا تم پہ رکھ کر
کہدیں گے صاف ہم تو بیگانے آدمی ہیں

شاباش داغ تجھکو کیا تیغِ عشق کھائی
جی کرتے ہیں وہی جو مردانے آدمی ہیں

کس کی زلفیں مجھے یاد آئیں شبِ ہجراں میں
کہ بلائیں مری لینے کو بلائیں آئیں

کوئے قاتل کی زمیں پہ جو رکھا میں نے قدم
آسماں سے مرے ماتم کی صدائیں آئیں

داورِ حشر سے اب تک ہے اُمیدِ انصاف
کیا کریں گے جو پسند اُس کی جفائیں آئیں

دردِ دل کچھ نہ کھلا داغ مگر وقتِ اخیر
وا ویلے وائے کی دو چار صدائیں آئیں

اُس کا کوچہ ہے کہ ہے عرصۂ محشر یارب
سیکڑوں طالبِ دیدار چلے جاتے ہیں

حضرتِ دل کی قضا آئی ہے اُس کوچے میں
کہ یہ دو روتے ہوئے ہر بار چلے جاتے ہیں

ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حرم کا رستہ
ہم مئے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں

بڑھتا ہوں آگے پوچھکر اُس سے مقامِ عشق جو فتنہ مجھ غریب کو ملتا ہے راہ میں
راتیں مصیبتوں کی جو گزری تھیں آج تک ماتم کو آئی ہیں مرے روزِ سیاہ میں
تاثیر چکے سنگِ حوادث سے آئے کیا میری دعا بھی ٹھوکریں کھاتی ہے راہ میں

تجھ میں تاثیر ہو گر اے کششِ دل کچھ بھی تو وہ دوڑے ہوئے دم بھر میں چلے آتے ہیں
چشمِ بد دست سے پھر ہم کو نہ دیکھو دیکھو غش یہاں ایک ہی ساغر میں چلے آتے ہیں
آپ عشرت ہی نہ ارماں ہیں نہ ہیں سوز و گداز کس لئے پھر دلِ مضطر میں چلے آتے ہیں
داغ جا کر نہ پھرے سوئے عدم اپنی طرح
ہم یہ سمجھے تھے کہ دم بھر میں چلے آتے ہیں

کشتۂ یاس ہوں مقتولِ تمنا ہوں میں اور اس زندگیٔ عیش پہ مرتا ہوں میں
ظالم و قاتل و سفاک و غضبناک ہو تم عاشق و شیفتہ و والہ و شیدا ہوں میں
میں اگر ہوں تو طرف غیر نگاہیں اُٹھیں گر اس بزم میں اُس چشم کا پردا ہوں میں
شمع ساں جلتے ہی جلتے سحر آ جائے گی اے شبِ ہجر تری منھ کا نوالا ہوں میں
داب کر مجھکو بغل میں دلِ مضطر لے جا پھر یہ ڈر ہے نہ رقیبوں میں تماشا ہوں میں
آپ کی جنبشِ لب نے تو کیا کام تمام اسی اعجاز پہ کہتے تھے مسیحا ہوں میں

دل جو مجھ کو آزردہ جو پاتا ہوں میں اپنے رونے پہ تو شب و روز ہنستا ہوں میں
ایک نظارۂ گلشن کی ہوس باقی ہے رخصت اے کنجِ قفس پھر ابھی آتا ہوں میں
دیکھنا شوقِ شہادت کہ جو وہ بھول گیا جرم اپنا اسے خود یاد دلاتا ہوں میں
آسماں ٹوٹ پڑا ہے ستمِ بے جا کا یہ ہے میرا ہی کلیجا کہ اُٹھاتا ہوں میں
دیکھ کر شکلِ زبوں اس سے نہ دل پھر جائے اس لئے آئینے سے آنکھ چراتا ہوں میں

دیر قاصد کو لگی اے دلِ مشتاق خیال دیکھئے ہم کو بلاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
دل و جاں پاس سے جاتے ہیں جو وہ جاتے ہیں صبر و ہوش و خرد اُٹھتے ہیں کہ جاتے ہیں
نہیں منظور جو بچنا تو دمِ جاں دو گھڑی ہم مسیحا کو ڈراتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

وہی خیال وہی انتظارِ یار اُٹھیں یہ چشم و دل کوئی میرا بھی کام کرتے رہیں

کہاں وہ زہرہ جبیں داغ پاکباز کہاں
فرشتے پر بھی یہ لوگ اتہام کرتے ہیں

جوشِ گریہ سے یہ آنکھیں ابرِ نیساں ہو گئیں — اب مری بیتابیاں مشہورِ دوراں ہو گئیں
جب دیا اُس نے دلاسا شب کو وقتِ اضطراب — دل کی وہ بیتابیاں سب راحتِ جاں ہو گئیں
واہ رے جوشِ جنوں آخر اُلجھ کر ضعف سے — انگلیاں ہاتھوں کی بھی تارِ گریباں ہو گئیں

داغ اب یوسف کہاں لیلیٰ کہاں شیریں کہاں
جو حسیں شکلیں تھیں زیرِ خاک پنہاں ہو گئیں

چمنِ دہر میں یہ عاشقِ ناکام ترا — وہ شجر ہے کہ کبھی پھولتا پھلتا ہی نہیں
نالہ نکلا کبھی دل سے تو کبھی آہ و فغاں — پر ترے وصل کا ارمان نکلتا ہی نہیں
ہیں تری راہِ محبت میں ہزاروں فتنے — دیکھ مجھکو بجز اس راہ کے چلتا ہی نہیں

کس طرح دل خمِ ابرو سے نکالوں اے داغ
پڑ گیا پیچ کچھ ایسا کہ نکلتا ہی نہیں

حضرتِ دل آپ ہیں جس دھیان میں — مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں

برسوں ترساتے ہیں جب تیغِ علم کرتے ہیں — کس تکلف سے وہ تکلیفِ ستم کرتے ہیں
اشکِ خوں خجلتِ عصیاں سے نہیں بے تاثیر — نارِ دوزخ کو یہ گلزارِ ارم کرتے ہیں
بانکپن کرتی ہیں فتنوں سے نگاہیں تیری — چال محشر سے ترے نقشِ قدم کرتے ہیں

جن کو تم داغ بڑا عہد شکن کہتے تھے
لو مبارک ہو وہ پھر قول و قسم کرتے ہیں

گو نہیں بندگی قبول پر ترا آستاں ملے — کعبہ و دیر میں ہے کیا خاک کوئی اڑائے کیوں
لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہ ہو تو کچھ نہیں — بنکے فرشتہ آدمی بزمِ جہاں میں آئے کیوں
جرأتِ شوق پھر کہاں وقت ہی جب نکل گیا — اب تو ہیں یہ ندامتیں صبر کیا تھا ہائے کیوں
ہاں نہیں غیرتِ رقیب خیر ہیں بے حیا سہی — جو نہ دوبارہ آسکے بزم میں تیری جائے کیوں
فکر میں ہم تو رہ گئے اور وہ آج کہہ گئے — عیب نہیں تو رازِ دل ہم سے کوئی چھپائے کیوں

بعد دعشق ہو چکا داغ نہی قرار تھا
صبر پہ آہ کیا ضبط پہ ہائے ہائے کیوں

کیا کہا پھر تو کہو دل کی خبر کچھ بھی نہیں
کیوں یہ کیا ہے خم گیسو میں اگر کچھ بھی نہیں

نہ بصارت نہ اشارت نہ خجالت نہ حیا
تجھ میں تو دیکھنے کو دیدۂ تر کچھ بھی نہیں

رات کی رات کا مہماں ہے مریض ہجراں
صبح تم آئے تو کیا آئے سحر کچھ بھی نہیں

اُن کو بیتاب کیا کچھ نہ کیا نالۂ دل
یہ تو کچھ بھی نہ ہوا یہ تو اثر کچھ بھی نہیں

حشر میں دستِ جنوں سے نہ خجل ہوں داغ
کہ مرے پاس بجز دامنِ تر کچھ بھی نہیں

دشتِ وحشت کیلئے تاب رگِ جاں میں نہیں
ہاتھ اُس تار میں اُلجھا جو گریباں میں نہیں

لختِ دل کون سے دن پنجۂ مژگاں میں نہیں
میں نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

پہلے تھی دل میں کھٹک اب تو ہے رگ رگ میں کسک
چین اے درد تجھے بھی شبِ ہجراں میں نہیں

جلوۂ ہوش ربا دیکھ لیا اے موسیٰ
یاں تحیر میں وہ لذت ہے جو عرفاں میں نہیں

رنگِ گل نغمۂ بلبل اثرِ بادِ بہار
جب سے ہم قید ہوئے کوئی گلستاں میں نہیں

اب تغافل ہی سے ہم چھیڑ کریں گے ناچار
آج لڑتی ہوئی نظریں صفِ مژگاں میں نہیں

داغ ہم تربتِ مجنوں پہ چڑھاتے چادر
یہ بہاں تارِ کفن کو بھی گریباں میں نہیں

کہاں وہ گئے عیش و عشرت کے دن
مصیبت کی راتیں ہیں آفت کے دن

فزوں روزِ محشر سے ہے ہر گھڑی
کٹیں کس طرح تیری فرقت کے دن

دستِ گل چیں سے چھٹا آیا کفِ صیاد میں
میں بھی بازی ہوں کیا اس گلشن ایجاد میں

کون سی خوبی نہیں تیرے قدِ آزاد میں
شاخ ہے کیا سرو میں طرہ ہے کیا شمشاد میں

حشر میں اُن کا مرا اس دھوم کا جھگڑا ہے
اہلِ محشر کہتے گا دن مبارکباد میں

یارب انداز ستم کوئی سکھا کر آج
شش ہے وہ بے داد گر خود لذتِ بیداد میں

ناتوانی، ناتمامی، نا امیدی، نارسی
ہم نے بھر رکھا ہے کیا کیا دامنِ فریاد میں

ہم اسیروں کی ہے اک بادِ صبا پرسانِ حال — پوچھ جاتی ہے کہ کیا باقی رہا میعاد میں
آنکھ کی یہ گردش کہاں تھی پر کوئی گردش نہ تھی — آ گیا تیری نگاہِ خانماں برباد میں
ہے یہی ذوقِ اسیری تو اسیری ہو چکی — میں نہیں پھولا سمانے کا کفِ صیاد میں
عشق کے کوچے نے ہم کو وہ دکھائی بہشت — حضرتِ آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد میں

میں کہاں اور بزمِ خواب کہاں — لائی اے ہستیِ خراب کہاں
وعدۂ حشر آپ کرتے ہیں — چار دن بعدِ شباب کہاں

کعبہ و دیر میں جو داغ نہیں
پھر ہے وہ خانماں خراب کہاں

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں — مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں
کرتے ہیں قتل وہ طلبِ مغفرت کے بعد — جو تھے دعا کے ہاتھ وہی امتحاں کے ہیں
جس دن سے کچھ شریک ہوئی میری مشتِ خاک — اُس روز سے زمیں پہ ستم آسماں کے ہیں
کیسا جواب حضرتِ دل دیکھئے ذرا — پیغامبر کے ہاتھ میں ٹکڑے زباں کے ہیں
کیا اضطرابِ شوق نے مجھکو خجل کیا — وہ پوچھتے ہیں کہئے ارادے کہاں کے ہیں

مجھکو تباہ چشمِ مروت نے کر دیا — دل جائے تو چرالوں کسی کی نظر کو میں
مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب — جور و جفا و کاوشِ خونِ جگر کو میں
میرا طریقِ عشق جدا ہے جہان سے — چلتا ہوں چھوڑ چھوڑ کے ہر رہ گزر کو میں

اے داغ صبحِ حشر تھی صبحِ شبِ وصال
جب یہ کہا کسی نے کہ جاتا ہوں گھر کو میں

کیوں قسم کھاتے ہو ہم جور سے باز آتے ہیں — ان فریبوں میں کہیں واقفِ راز آتے ہیں

وفورِ یاس نے یاں کام ہی تمام کیا — زبانِ یار سے نکلی تھی نا تمام نہیں
سوائے جور و جفا ماورائے بغض و دغا — بتوں کے واسطے دنیا میں کوئی کام نہیں

بنے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورتِ تصویر — ہر ایک کو یہ گماں ہے ادھر کو دیکھتے ہیں
مقامِ رشک ہوا عرصۂ قیامت بھی — کسی کو دیکھتا ہے جس نظر کو دیکھتے ہیں

خدا کرے سرِ محشر وہ بت ہو بے پردہ
کہ ہم بھی دیکھتے ہیں سب کدھر کو دیکھتے ہیں

سکندر آئینہ اے داغ جامِ جم دیکھے
ہم اپنے خسروِ والا گہر کو دیکھتے ہیں

شرابِ ناب ہے ہر رنگ کی اپنے پیالے میں
وہ قطرہ کون سا گل میں ہے کیا ہے شاخِ لالے میں

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں
سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

کھلا جاتا ہے زاہد آرزو میں حوضِ کوثر کی
کوئی تصویر اُس کی کھینچ دے میرے پیالے میں

تمہارا اُٹھ کے آنا اور مریضِ غم کا مر جانا
مری جاں فرق ہوتا ہے سنبھلنے میں سنبھالے میں

ملے جو مجھ سے تو فرمایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں
تمہیں ہو ماہِ کامل میں کھٹکتے جو اجالے میں

کسی کی نرگسِ مخمور کچھ کہتی ہے اشاروں میں
مزا ہے رات دن چلتی رہے پرہیزگاروں میں

خفا ہوتے ہو کیوں عہدِ وفا کے ذکر پر بیچ
نہ تم وعدہ خلافوں میں نہ ہم بے اعتباروں میں

کہاں ہے دخترِ رز تجھ بن ہم بادہ خواروں میں
تجھے ڈر ہے وہ کافر جا چھپی پرہیزگاروں میں

فرشتوں سے سرِ روزِ جزا تکرار ہوتی ہے
شمار رکھا ہے تم کو بھی کسی نے جاں نثاروں میں

خوشیِ مرگِ عدو کی لاکھ غم سے ہو گئی بدتر
مری آنکھوں نے دیکھا تم کسی کو سوگواروں میں

پڑا رویا کرے وہ داغ بیکس اس طرح تنہا
کہ جس کی رات دن ہنس بول کر گزری ہو یاروں میں

حضرتِ داغ [illegible]
[illegible]

تیرے ہی در پہ حشر کا [illegible]
[illegible]

مرنا شبِ فراق میں [illegible]
[illegible]

کیوں چھوڑتی ہے جان [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

دل کو جلا کے داغ [illegible]
[illegible]

میں صبر دے بھی لوں گا دلِ بے قرار کو — ٹھہرے جو ایک پل وہ تمھاری نظر نہیں
رہتا ہے کوئی جوشِ جنوں بے اثر کئے — وحشت کی جو نہ ہے وہ مرا چارہ گر نہیں

ہمارے آنسوؤں کی آب داری اور ہی کچھ ہے — کہ یوں ہونے کو روشن گوہرِ شبنم بھی کچھ ہیں
طبیعت کی کجی ہرگز مٹانے سے نہیں مٹتی — کبھی سیدھے تمھارے گیسوئے پُرخم بھی ہوتے ہیں

کسی کا وعدۂ دیدار تو اے داغ برحق ہے
مگر یہ دیکھئے دل شاد اُس دن ہم بھی ہوتے ہیں

روح کو چین ہجومِ غمِ دلبر میں نہیں — صاحبِ خانہ کو آرام بھرے گھر میں نہیں
اے غمِ عشق نہ جانا مرے دل سے باہر — ایسے مہمان کی توقیر کسی گھر میں نہیں
دل کے ٹکڑوں کا مزا حلق کی تڑپش میں کہاں — نگہِ ناز کی تیزی دمِ خنجر میں نہیں
تیسرا ایک جہان اور بنا دے یا رب — ہے لبِ عہد شکن پہ ابھی محشر میں نہیں

جب سرِ رہ گزار پھرتے ہیں — وہ بہت ہوشیار پھرتے ہیں
دن مرے ہائے دیکھئے کس دن — اے شبِ انتظار پھرتے ہیں
ہائے ان کا خرامِ مستانہ — پی کے جب بادہ خوار پھرتے ہیں
عشق خانہ خراب کے ہاتھوں — در بدر شہر یار پھرتے ہیں

نہ ہو دل تو کیا لطفِ آزار و راحت — برابر خوشی ناخوشی جانتے ہیں
پڑا ہوں سرِ بزم میں دم چُرائے — مگر وہ اسے بے خودی جانتے ہیں
کہوں حالِ دل تو کہیں اس سے حاصل — سبھی کو خبر ہے سبھی جانتے ہیں

ضعیفِ دل ہی کی خوبی ہے ترا احسان سمجھے — کبھی ہوا تو ہوا اضطراب برسوں میں
نگاہِ مست سے اس کی ہوا یہ حال مرا — کہ جیسے پی ہو کسی نے شراب برسوں میں

یہ فتنۂ آتشِ الفت کا پہنچے گا نہ محشر میں — لگی ہے آپ کے گھر سے بجھے گی آپ کے گھر میں
مذمت کر رہا ہے بادۂ انگور کی واعظ — مزا جب ہے کہ پھر ایسی ہی پانی آبِ کوثر میں
مزا جاتا رہا چوری چھپے بھی دیکھ لینے کا — لگا دی غیر کی تصویر اس نے اپنے دل تر میں

چاک ہو پردۂ وحشت مجھے منظور نہیں — ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں

رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہوں گے — صاف کہہ دیجئے ملنا ہمیں منظور نہیں

آفتاب

شب وصل بھی لب پر آئے گئے ہیں — یہ نالے بہت منہ لگائے گئے ہیں
رہے چپ نہ ہم بھی دم عرض مطلب — وہ اک اک کی سو سو سنائے گئے ہیں

چلو حضرت داغ کی سیر دیکھیں
وہاں آج وہ بھی بلائے گئے ہیں

کچھ تمھارے لب اعجاز نما کہتے ہیں — پر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا کہتے ہیں
بزم احباب و مئے ناب و وصال معشوق — اب کسی شئے میں نہیں جسکو مزا کہتے ہیں
ہیں گنہگار اگر عشق مجازی ہے گناہ — ہیں خطاوار اگر اس کو خطا کہتے ہیں
کوئی خوبی نظر آتی نہیں تجھ میں ظالم — اے فلک پیری و صد عیب بجا کہتے ہیں
چوٹ کھانے سے جو دل ٹوٹ گیا ہے اپنا — لوگ اس کو بھی ترا عہد وفا کہتے ہیں
کیا سناتے ہو کہ ہم قتل کریں گے تجھ کو — اس کو ہم مژدۂ امید وہ ربا کہتے ہیں
اس کے ہاتوں سے ہی ذلت و خواری ہوگی — غیر اپنی تو خبر لیں مجھے کیا کہتے ہیں
شکوۂ ہجر پر اس شوخ نے لکھا مجھ کو — جو رہے دل میں کہیں اسکو جدا کہتے ہیں

اندوہ و درد و یاس و غم و رنج اپنے پاس — جو کچھ ہے وہ تمھاری عنایت سے کم نہیں
کیا ماجرا کہوں دل امیدوار کا — اک آرزو ہزار مصیبت سے کم نہیں
وہ اپنے دل میں خوش ہوں یہ ہے بات ہی کچھ اور — شکر جفا وگرنہ شکایت سے کم نہیں
خون نگار کبھی نہ کرے گا تمام عمر — جو زوق مل گیا مری قسمت سے کم نہیں

انھیں نہ کیوں عذر درد سر ہو جب اس طرح کا پیام پہنچے
غضب کیا تم نے پھر کہی اس نے تمام کہیں ایک بار باتیں
مزا تو اس وقت صحبت شب کا کھلے کہ جب کوئی آن اٹھتی ہے
خدا کے آگے مری گنہگاری اگر ہوں روز شمار باتیں
فسانۂ درد و غم سنایا تو بولے وہ یہ تو جھوٹ بولتا ہے

سنی ہوئی ہے بہت کہانی نہ ہم سے ایسی بگھار باتیں

بڑی بلا ہے یہ داغ پر فن تم اس کو ہرگز نہ منہ لگانا
وگرنہ ڈھب پر لگا ہی لے گا سنیں اگر اس کی چار باتیں

بتانِ ماہ وش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں — کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں
محبت میں مزا ہے چھیڑ کا لیکن مزے کی ہو — ہزاروں لطف ہر اک شکوۂ باطل میں رہتے ہیں
خدا رکھے سلامت جن کو انکو موت کب آئے — تڑپتے لوٹتے ہم کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں
محیطِ عشق کی ہر موج طوفاں خیز ایسی ہے — وہ ہیں گرداب میں جو دامنِ ساحل میں رہتے ہیں
بتوں کو محرمِ اسرار تو نے کیوں کیا یا رب — کہ یہ کافر ہر اک خلوت سرائے دل میں رہتے ہیں

کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغ ہے وہ عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں

کیا کہوں تجھ کو جو بے مہر و فسوں گر نہ کہوں — جس کو دنیا کہے اس بات کو کیونکر نہ کہوں
مہربانی سے کسی شخص نے پوچھا ہے مزاج — سخت مشکل ہے کہ حالِ دلِ مضطر نہ کہوں
چھیڑ کر حالِ عدو چھیڑ سے چپ ہو جاؤں — وہ کہیں پھر کہو میں اس کو مکرر نہ کہوں
فائدہ کیا جو کہوں تم سے مصیبت اپنی — سامنے داورِ محشر کے یہ دفتر نہ کہوں
دل کی تاکید ہے ہر حال میں ہو پاسِ وفا — کیا ستم ہے کہ ستمگر کو ستمگر نہ کہوں

غیر کے واسطے دیدار بھی ہے داد بھی ہے
کس طرح گھر کو ترے عرصۂ محشر نہ کہوں

ابرِ رحمت ہی برستا نظر آیا زاہد — خاک اڑتے کبھی دیکھی نہ خراباتوں میں
دوڑ کر دستِ دعا ساتھ دعا کے جاتے — ہائے پیدا نہ ہوئے پاؤں مرے ہاتھوں میں
ایسی تقریر سنی تھی نہ کبھی شوخ و شریر — تیری آنکھوں کے بھی فتنے ہیں تری باتوں میں
بھیج دیتا ہے انہیں عشق متاعِ دل و جاں — ایک سرکار لٹی جاتی ہے سوغاتوں میں

گستاخی چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دلِ ناداں — ابھی وہ روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں
اثر ہے جذبِ الفت میں تو کھنچ کر آ ہی جائیں گے — ہمیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں

سبک ہو جائیں گے گر جائیں گے وہ بزم دشمن میں — کہ جب تک گھر میں بیٹھے ہیں وہ لاکھوں من کے بیٹھے ہیں
تلاشِ منزلِ مقصد کی گردش اٹھ نہیں سکتی — مگر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہ شوخ و چشم شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوں نذیر طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی — جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہیں

محبت میں آرام سب چاہتے ہیں — ق — مگر حضرت داغ کیا چاہتے ہیں
نرالی تمنا ہے اہلِ کرم سے — ستم چاہتے ہیں غضب چاہتے ہیں
نہ ہو کوئی آگاہ رازِ نہاں سے — خموشی کو یہ مُہرِ لب چاہتے ہیں

غمِ ہجر سے داغ مجبور ہو کر
کبھی جو نہ چاہا وہ اب چاہتے ہیں

نگاہ پھیر کے عذرِ وصال کرتے ہیں — مجھے وہ الٹی چھری سے حلال کرتے ہیں
ادھر تو کوئی نہیں جس سے آپ ہیں مصروف — ادھر کو دیکھئے ہم عرضِ حال کرتے ہیں

دردِ دل کا کوئی پہلو جو نکالوں تو کہوں — اپنے روٹھے ہوئے دلبر کو منالوں تو کہوں
میں نے جو پائی ہے اس تیغِ ادا میں لذت — سامنے خضر و مسیحا کو بٹھالوں تو کہوں
شبِ ہجراں میں جو کچھ اس سے ہوئی ہیں باتیں — تیری تصویر کو سینے سے لگالوں تو کہوں
جو گذرتی ہے مرے دم پہ نہ پوچھو مجھ سے — گالیاں عشق و محبت کو سنالوں تو کہوں

داغ پابندِ قفس ہوں نہیں کچھ کر سکتا
دامِ صیاد سے میں چھوٹ کے جالوں تو کہوں

دل نے سیکھا شیوۂ بیگانگی — ایسے نامحرم کو محرم کیا کریں
معرکہ ہے آج حسن و عشق کا — دیکھئے وہ کیا کریں ہم کیا کریں

کہتے ہیں اہلِ سفارش مجھ سے داغ
تیری قسمت ہے بری ہم کیا کریں

کچھ آنے لگا جب سے اثر آہِ رسا میں — دل اور ہوا میں ہے جگر اور ہوا میں

اے نامہ بر اس بت کی وہی راہ گزر ہے	سجدے کا نشاں جس کے ہو نقشِ کفِ پا میں
اللہ بکفیں تو نظرِ بد سے بچانا	بن ٹھن کے وہ بیٹھے ہیں مرے اہلِ عزا میں

دیتے ہو مجھے گریۂ بے صرفہ کے طعنے	تم ڈوب نہ جانا عرقِ شرم و حیا میں
سنتے ہیں وہ عشاق کی آہیں پسِ دیوار	پھر بھی یہ شکایت ہے کہ گرمی ہے ہوا میں

کب یہ دلِ وابستہ ہوا بازِ نزاکت	ہاں ایک گرہ اور بڑھی زلفِ دوتا میں
ہے بعد فنا بھی وہ تباہی کہ مری خاک	تھوڑی سی زمیں پہ ہے بہت سی ہے ہوا میں

افسوس گلا کاٹ کے مر بھی نہ سکے ہم	مصروف رہے ہاتھ شبِ ہجر دعا میں

تھے اس بتِ مہوش کے بہت چاہنے والے
انگشت نما داغ ہوا ساری سبا میں

مرے جگر پہ ہیں داغِ فراق روزِ فراق	دکھا رہا ہے چمکتے ہوئے ستارے دن
لڑیں جو غیر کی عشرت سے اپنے لیل و نہار	تو رات رات سے ہو مات دن سے ہارے دن

ہمیشہ تم کو مبارک ہو داغ روزِ نشاط
پھریں ہمارے بھی جیسے پھرے تمھارے دن

یادگار

دھمکیاں وہ تو ہمیں روزِ جزا دیتے ہیں	ہم دہائی تری یا بارِ خدا دیتے ہیں
لب سے دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں	گھول کر زہر مجھے آبِ بقا دیتے ہیں
ایسے پامالوں کے مرمٹنے پہ رشک آتا ہے	جن کو مٹی ترے نقشِ کفِ پا دیتے ہیں
پاسبانوں کو ترے طالعِ خفتہ دے دوں	جانتا ہوں کہ وہ سوتوں کو جگا دیتے ہیں
لے چلے مجھ کو وہ یہ کہہ کے سوئے گورستاں	چل تجھے آج ٹھکانے سے لگا دیتے ہیں
دیکھ اے چشمِ گہربار ذرا اپنی طرف	دینے والے کہیں کیا گھر کو لٹا دیتے ہیں
آ کے بازارِ محبت میں ذرا سیر کرو	لوگ کیا کرتے ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

کعبے والوں نے تو اے داغ دیا صاف جواب
اہلِ بت خانہ ہمیں دیکھیے کیا دیتے ہیں

ہم شہرتِ جمال سے کس جا کہاں نہیں — ہیں اضطرابِ دل سے جہاں ہوں وہاں نہیں
محشر میں ہوگا داورِ محشر سا داد گر — اندھیر جو یہاں ہے وہ ہرگز وہاں نہیں
اب شکوۂ فراق کا موقع ہے وصل میں — اس وقت پر رکے تو ہماری زباں نہیں

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغؔ
اردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

عالمِ بےخودی میں کیا معلوم — کچھ کہا اس سے مدعا کہ نہیں
منتظر روزِ حشر کے ہیں بہت — کبھی وہ دن بھی آئیگا کہ نہیں
بزمِ اعدا میں دیکھئے کوئی — آنکھ ہم سے ملائے گا کہ نہیں
جیتے جی یہ بتا دلِ ناکام — تو کسی کام آئے گا کہ نہیں

رشکِ دشمن کا کیا گلا ہے داغؔ
جلنے والا جلائے گا کہ نہیں

سیکڑوں گرچہ ستم پر وہ ستم کرتے ہیں — لذتِ جور یہی کہتی ہے کم کرتے ہیں
کو بکو حشر میں بھی مجکو دکھا کر آنکھیں — شوخیاں مجھ سے ترے نقشِ قدم کرتے ہیں

حضرتِ داغؔ کی بھی بات ہے دنیا سے نئی
آپ ہی دیتے ہیں دل آپ ہی غم کرتے ہیں

یہ سوگوارِ روزِ جدائی تمام بھی کہ نہیں — دکھائی دے گی کبھی اس کی شام بھی کہ نہیں
نہیں ہے کھیل زمانے کی پائمالی کچھ — بڑھائی آپ نے مشقِ خرام بھی کہ نہیں

شبِ غم کچھ نہ ہو تاثیر یہ ممکن ہی نہیں — کہ مصیبت میں تو نالے بھی رسا ہوتے ہیں
قتلِ عاشق پہ جہاں حیف منا کرتی تھی — اب وہاں ماتمِ اربابِ وفا ہوتے ہیں
ناجنونی کو بھی مری جانتے ہیں دامِ فریب — التجا کرنے سے وہ اور خفا ہوتے ہیں

یہی ہوتے ہیں دلِ آزار و ستم گرِ معشوق
یہی بیمارِ محبت کی دوا ہوتے ہیں

مٹ جائے راہِ دوست میں کس طرح داغِ دل — تمغائے عشق یار ہے یہ نقشِ پا نہیں

قاتل سے کہہ رہا ہے مرا ہر دہانِ زخم — اے بندۂ خدا تجھے خوفِ خدا نہیں
اک داغ رہ گیا ہے سو وہ بھی مٹا مٹا — دل میں بہارِ عشق کی اب وہ فضا نہیں

وہ دور بھی ہیں جب بھی تصور میں قریں ہیں — ہم بے خود و وارفتہ جو ہیں بھی تو نہیں ہیں
آئے بھی ہیں بیٹھے بھی ہیں جاتے بھی نہیں ہیں — مجھ پہ یہ کرم اُن کے دمِ بازپسیں ہیں
پہلے تو سمجھتا ہوں کہ ہیں درپئے آزار — پھر دل میں یہ آتا ہے وہ ایسے تو نہیں ہیں
رضواں سے یہ پوچھیں گے درِ خلد میں جا کر — ہم جن کے لئے آئے یہاں وہ بھی کہیں ہیں
اے بے خودیِ شوق ہماری ہے یہ ہستی — دنیا میں ہیں اس طرح کہ دنیا میں نہیں ہیں

تکلیفِ محبت کی چھپائے نہیں چھپتی
صدمے ترے دل پہ بہت اے داغؔ حزیں ہیں

وقتِ دعا یہ حال ہے خوفِ گناہ سے — دل کانپتا ہے ہاتھ بھی تھرائے جاتے ہیں
شوخی کا بھی لگاؤ ہے شرم و حیا کے ساتھ — آنکھیں ملا ملا کے وہ شرمائے جاتے ہیں

اے آہِ رسا جا کے مسافر کی خبر لے — نالے نے بہت دیر لگائی ہے اثر میں
یہ شوخیِ رفتار نہیں بیٹھنے دیتی — فتنے بھی ہیں بے چین تری راہ گزر میں
بے پردہ اگر جلوہ نما وہ نہیں گھر میں — بجلی سی چمک جاتی ہے کیوں روزنِ در میں
ٹھہرا ہوں گنہگار جو دو اشک بہا کر — کیا دامنِ تر کا ہے اثر دیدۂ تر میں
اتنا تو بتا دے ہمیں اے گردشِ گردوں — کوئی بھی گھڑی چین کی ہے آٹھ پہر میں

اب داغؔ کا یہ حال ہے دم جیسے ہو باقی
خورشید لبِ بام ہے یا شمعِ سحر میں

غصے کے طور ہیں نگہِ شرمسار میں — کیا جانے کہہ دیا اُنہیں کیا ہم نے پیار میں
وحشت یہ ہے کہ دامنِ محشر کے واسطے — کرتا ہوں امتحانِ جنوں خارزار میں
مے خوار کی نگاہ نے ہنگامِ مے کشی — نشتر چبھو دیا رگِ ابرِ بہار میں

بدل بدل کے رقیبوں کے نام لیتے ہیں
وہ اپنے آپ ہی لطفِ کلام لیتے ہیں
وہ گھر کہ خانہ خرابی کی ہے بنا جن سے
جنابِ عشق ہمارے ہی نام لیتے ہیں

سیرِ فصلِ بہار کرتے ہیں
[illegible] بادہ خوار کرتے ہیں
کر گزرتے ہیں عاشقِ جانباز
کام جو اختیار کرتے ہیں

زاہد خدا سے ملے گا نہ مجھکو یہاں کہیں
کون و مکاں کہیں ہے تو ہے لامکاں کہیں
جتنے تھے راہِ شوق میں ارمان مٹ گئے
منزل کہیں ہے دل ہے کہیں کارواں کہیں

مانندِ سروِ باغ ہم آزاد جب سے ہیں
سب کی قطار میں ہیں مگر دور سب سے ہیں
تکلیفِ ہجر کی اسے برداشت ہی نہیں
ہم تنگ کس قدر دلِ راحت طلب سے ہیں

میری کشتی کو کیا بادِ مخالف نے تباہ
منتظر ہوں کہ بدلتی ہے ہوا کون سے دن
بعد مدت کے جو ٹوکا تو کہا ظالم نے
آپ سے ہم نے کیا عہدِ وفا کون سے دن
برسوں گزرے ہیں کہ بیمارِ محبت میں ہوں
ہوگی اے چارہ گرو مجھکو شفا کون سے دن

آمیزشِ ثواب ہے میرے گناہ میں
دل بت کدے میں اور قدم خانقاہ میں
پہنچے نہ ہائے منزلِ مقصود تک کبھی
ہم پاؤں پیٹتے ہی رہے اس کی راہ میں
دشوار ہیں طریقِ طریقت کی منزلیں
دوزخ بھی ساتھ ساتھ ہے جنت کی راہ میں

"مہتاب"

آپ جن کو حقیر نظر کرتے ہیں
رات دن ہائے وہ جگر کرتے ہیں
تھک گئے نامۂ اعمال کو لکھتے لکھتے
کیا وہ خوش ہیں کہ برا اعمال بشر کرتے ہیں

[illegible]

نہ کرو امتحانِ مہر و وفا ۔۔۔ آئے اس جھوٹ پر یقیں نہ کہیں
موت اسی آستاں پر آجائے ۔۔۔ صرف سجدہ ہو پھر جبیں نہ کہیں
قتل جس کا تمھیں ہے مدنظر ۔۔۔ وہ گنہگار ہوں ہمیں نہ کہیں
تیرے عاشق ہیں کافر و دیں دار ۔۔۔ ایک ہو جائے کفر و دیں نہ کہیں

اے فلک موردِ عتاب ہوں میں ۔۔۔ وصل سے خاک کامیاب ہوں میں
جب ملا رہ نما تو یہ جانا ۔۔۔ رہبرِ وراہِ ناصواب ہوں میں
کیوں کسی زلف کی بلا میں پھنسوں ۔۔۔ کیوں گرفتارِ پیچ و تاب ہوں میں
کیوں کسی چشمِ مست کو دیکھوں ۔۔۔ مفت آلودۂ شراب ہوں میں

یا خدا پرسشِ اعمال کا دیتا ہوں جواب ۔۔۔ بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہشیار تو ہوں
گو مرے پاس نہیں غیر متاعِ کاسد ۔۔۔ میں تماشائی اندازِ خریدار تو ہوں
ابھی کیا جانے کوئی مجھکو تمھارا شیدا ۔۔۔ کوئی دن اور کبھی رسوا سرِ بازار تو ہوں
تابِ نظارۂ انوارِ تجلی نہ سہی ۔۔۔ میری ہمت ہے کہ میں طالبِ دیدار تو ہوں

ہم تو فریاد و فغاں آہ و بکا کرتے ہیں ۔۔۔ جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ دعا کرتے ہیں
کچھ تعلق تو رہے شکوۂ بے جا ہی سہی ۔۔۔ نہ کیا تم نے گلا ہم کا گلا کرتے ہیں
پرسشِ داورِ محشر سے ڈریں کیوں عاشق ۔۔۔ یہ خطا وار بندے کی خطا کرتے ہیں
ہم کو بیزار محبت سے بھی عار آتی ہے ۔۔۔ ہم تو اچھوں کے لئے روز دعا کرتے ہیں
سچ کہا تذکرۂ غیر سے کیا حاصل ہے ۔۔۔ اک تماشے کے لئے چھیڑ دیا کرتے ہیں

ہم دل کی بات داورِ محشر سے کیا کہیں ۔۔۔ یہ راز کہہ کے اس بتِ کافر سے کیا کہیں
آشوبِ حشر اس بتِ خودسر سے کیا کہیں ۔۔۔ محشر کا حال فتنۂ محشر سے کیا کہیں
گو اپنی ضد کے ایک ہو تم مان جاؤ گے ۔۔۔ یہ مانتا نہیں دلِ مضطر سے کیا کہیں
ناداں رہنمائے رہِ شوق ہو گیا ۔۔۔ منزل میں جو بلا ہے وہ رہبر سے کیا کہیں

بے وجہ ان بتوں کی خموشی نہیں ہے داغ
کیا جانے کل یہ داورِ محشر سے کیا کہیں

بڑی کشمکش میں ہے عہدِ وفا — کبھی ہے کبھی اُن کی نیت نہیں
وہ کیوں وعدۂ وصل پورا کریں — پہ اقرار ہے کوئی منت نہیں
وہ کیوں سوزِ داغِ جگر سے ڈریں — کہ یہ آفتابِ قیامت نہیں
وہ کیوں چشمِ پُرخوں کی دیکھیں بہا — یہ رونا ہے بارانِ رحمت نہیں
وہ کیوں شکوۂ رنجِ فرقت سنیں — شکایت ہے یہ کچھ حکایت نہیں
غمِ دو جہاں بھی ہے کافی مجھے — مگر آدمی کو قناعت نہیں

حالِ دل تجھ سے دل آزار کہوں یا نہ کہوں — خوف ہے مانعِ اظہار کہوں یا نہ کہوں
آخر انسان ہوں میں صبر و تحمل کب تک — سیکڑوں سُن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں

مقتضائے وقت کا پابند ہر حالت میں ہوں — میں زمیں پستی میں ہوں تو آسماں رفعت میں ہوں
کیوں ہوا جاتا ہے دل پر ان بتوں کا اختیار — میں تو یا اللہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہوں
جلوۂ دیدار کو ہے خود نمائی سے غرض — اور میں کم بخت بے خودِ شوق کی حالت میں ہوں
پند گو تیری سنوں کیا اس ہجومِ شوق میں — چھیڑنا یہ تذکرہ اُس وقت جب فرصت میں ہوں
خار دامن گیر ہیں اہلِ وطن سے بھی سوا — میں عزیزِ اہلِ وحشت وادیِ غربت میں ہوں

وجہِ تسکیں ہو گیا فرقت میں آخر اضطراب
اب تڑپنے کی نہیں طاقت بڑی راحت میں ہوں

دیکھو پڑا ہو دلِ گم گشتہ راہ میں — میری نگاہ میں نہ تمھاری نگاہ میں
اُمیدوارِ رحمتِ باری ہوں اس قدر — ہوتا ہوں میں شریک پرائے گناہ میں
کس فتنہ گر کی چال نے بیتاب کر دیا — نقشِ قدم بھی دوڑتے پھرتے ہیں راہ میں
تقدیر کو جب آگ لگاتا ہے سوزِ عشق — ہوتی ہے روشنی مرے بختِ سیاہ میں
ہنگامِ شکوہ خوف جتانے سے فائدہ — تم خود ہی بیٹھ جاؤ دلِ دادخواہ میں

خوابِ راحت سے وہ بیدار ہوئے ہیں کہ نہیں — فتنۂ حشر کے آثار ہوئے ہیں کہ نہیں
شاہدِ حال ترے دیدہ و دل ہیں میرے — ان گواہوں سے بھی اظہار ہوئے ہیں کہ نہیں
وعدۂ مہر و وفا پر تو ہے ٹالی بات — ہم سے کچھ اور بھی اقرار ہوئے ہیں کہ نہیں

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں
کچھ اشارے سرِ دیوار ہوا کرتے ہیں

دو دل سلسلۂ عشق بنا بھی تو کیا
تمھیں معشوق گرفتار ہوا کرتے ہیں

داغ نے خطِ غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

چھین کر دل بتِ خودکام لئے جاتے ہیں
لوٹ کر راحت و آرام لئے جاتے ہیں

شکوۂ مہر و وفا کس نے کہا کس سے سنا
پھر وہی آپ مرا نام لئے جاتے ہیں

تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں
تجھے ہر بہانے سے ہم دیکھتے ہیں

پھرے بت کدے سے تو اے اہلِ کعبہ
پھر آ کر تمھارے قدم دیکھتے ہیں

نہ ایمائے خواہش نہ اظہارِ مطلب
مرے منہ کو اہلِ کرم دیکھتے ہیں

کبھی توڑتے ہیں وہ خنجر کو اپنے
کبھی نبضِ بسمل میں دم دیکھتے ہیں

ہمیں داغ کیا کم ہے یہ سرفرازی
کہ شاہِ دکن کے قدم ہم دیکھتے ہیں

ناداں ہے دوست کچھ خبرِ نیک و بد نہیں
مجھ بے گناہ پر یہ ستم جس کی حد نہیں

کیا فرض ہے کہ ہو بنی آدم ہی میں رقیب
شیطان رو سیاہ بھی تو لاولد نہیں

اپنے ہی غم سے نہیں ملتی نجات
اس بنا پر فکرِ عالم کیا کریں

آدمی ہونا بہت دشوار ہے
پھر فرشتے حرصِ آدم کیا کریں

ہزار رنج و مصیبت کے دن گزارے ہیں
کبھی جو [illegible] قسمت تو وارے نیارے ہیں

خدا کی شانِ کریمی کا پوچھنا کیا ہے
غضب تو یہ ہے گنہگار ہم تمھارے ہیں

وہ ہیں اس بزمِ ہستی میں عزیزِ اہلِ محفل ہو
ہزاروں جان کی اک جان لاکھوں دل کا اک دل ہو

برابر کا نہ ہو کوئی تو لطفِ خودنمائی کیا
وہ کہتا ہے کہ کیوں کر آپ اپنے ہی مقابل ہو

نگاہِ شوق نے کی عرضِ حاجت وہ بھی ڈر ڈر کر
کبھی مانگا نہیں اپنی زباں سے میں وہ سائل ہوں

مجھے ساری بلائیں ہجر کی شب دیکھنی ہوں گی
جگا دے سونے کے پہلے درد دل [illegible] غافل ہو

کھٹکتا ہوں ہر اک کو کیا شریکِ اہلِ محفل ہوں
کہاں بیٹھوں کہاں اٹھوں الٰہی کس کے قابل ہوں

جیسے میں راہ پر لاؤں مجھے وہ راہ پہ لائے
کہیں میں ہادیِ منزل کہیں گم کردہ منزل ہوں

کیا اقرارِ جرمِ عشق اُن کے شاد کرنے کو
اب آفت آئی اپنی زبان سے آپ قائل ہوں

جتنی باتیں کام کی تھیں کر گئے سب اہلِ عشق
تو گرفتارِ محبت میں کروں تو کیا کروں

التجا میں جس قدر تھیں اُس بتِ کافر سے کیں
اب خدا سے عرضِ حاجت میں کروں تو کیا کروں

پا برہنہ دشت ویراں دور منزل راہ سخت
تو بتا اے شامِ غربت میں کروں تو کیا کروں

مجھ سے فرماتے ہیں وہ یہ تو خدا کا کام ہے
تیری تسکینِ طبیعت میں کروں تو کیا کروں

ضبطِ غم بھی ناصحِ مشفق کیا دو چار دن
اور اے حضرت سلامت میں کروں تو کیا کروں

اُن کو کہاں ہے صبر و تحمل عتاب میں
دم بھر کے بعد اور خط آیا جواب میں

یا رب نہ پوچھ عرصۂ محشر میں رازِ دل
کرتا ہوں میں حجاب کی باتیں حجاب میں

آؤ نہ اتنی دیر ہمیں تم کریں کلام
روزِ جزا ابھی ہے توقف حساب میں

پوچھے تو کوئی حضرتِ واعظ سے اتنی بات
ایسے ہی تھے جناب بھی عہدِ شباب میں

کچھ ہوش ہو تو داغ کو سمجھائیں نیک و بد
ڈوبا ہوا ہے نشۂ جامِ شراب میں

بعد شوخی کے تری طرزِ حیا کچھ بھی نہیں
وہ ادائے دل ربا بھی جز ادا کچھ بھی نہیں

اس ستم پر صبر کرنا یہ ہمارا کام ہے
آپ کے نزدیک تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں

تم اگر بیداد گر ہو تو خدا ہے داد گر
یہ نہ سمجھو پرسشِ روزِ جزا کچھ بھی نہیں

تو نے قسامِ ازل غیروں کو کیا کیا کچھ دیا
داغ ہے محروم اس کے نام کا کچھ بھی نہیں

جو ہو اجازتِ صیاد و طاقتِ پرواز
قفس کو لے کے چلا جاؤں آشیانے میں

سرِ نیاز کے جھکتے ہی آنکھ سے دیکھا
بھرا ہے جلوہ عجب تیرے آستانے میں

مآلِ کار خدا جانے داغ کیا ہوگا
خدا سے کام پڑا آخری زمانے میں

نصیبوں سے ملتا ہے دردِ محبت — یہاں مرنے والے ہی اچھے رہے ہیں
یوں ہی روزِ محشر بھی انکار ہوگا — کبھی میری سن کر وہ چپکے رہے ہیں
جنھیں اُس نے لکھا ہے حرفِ تسلی — وہ کم بخت برسوں تڑپتے رہے ہیں
گئی دل غم کے ساتھ مہر و محبت
فقط اب تو دعوے ہی دعوے رہے ہیں

تابِ نظارہ کسے دیکھے جو اُن کے جلوؤں کو — بجلیاں کوندتی ہیں جب لبِ بام آتے ہیں
رہروِ راہِ محبت کا خدا حافظ ہے — اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں
صبر کرتا ہے کبھی اور تڑپتا ہے کبھی — دلِ ناکام کو اپنے ہی کام آتے ہیں
رسمِ تحریر بھی مٹ جائے یہی مطلب ہے — اُن کے خط میں مجھے غیروں کے سلام آتے ہیں

ہوا رشکِ عدو کبھی عاشقی میں — لگا دی اور قسمت نے لگی میں
نہ اترا اے دلِ ناداں شبِ وصل — کبھی غم ہو ہی جاتا ہے خوشی میں
ہو راحت نصیبِ اہلِ زمیں کو — ہمیشہ ہے فلک اس بیہودی میں
دلِ ویراں کے ظاہر پہ نہ جاؤ — نہ ہونے پر بھی ہے سب کچھ اسی میں

پیے تھے اشک جو عشقِ نہاں میں — وہ چھالے بن کے پھوٹے ہیں زباں میں
کھلے گر بال و پر اب بھی تو صیاد — قفس رکھا ہوا ہے آشیاں میں
مقدر نے دکھایا میں نے دیکھا — نہ تھا جو کچھ مرے وہم و گماں میں
اُدھر وحشت اُدھر ہے خوفِ صحرا — کبھی تنہا کبھی ہیں کارواں میں

ایسے ویرانے میں وہ کیوں آئیں — خانۂ دل ہے خانۂ باغ نہیں
مست کر دے نگاہ سے ساقی — حاجتِ ساغر و ایاغ نہیں
فصلِ گل جوش پہ ہے ابکی برس — دلِ افسردہ باغ باغ نہیں
کھوج ملتا ہے ہر مسافر کو — عمرِ رفتہ کا کچھ سراغ نہیں

کس بھروسے پہ دکھاؤں تجھے یار کو دل — چور کا سارے جہاں میں کوئی ضامن ہی نہیں
کون گردابِ محبت سے نکالے مجھکو — آشنا کوئی مددگار و معاون ہی نہیں

ادھر محفل میں ہیں پروانہ و شمع — ادھر وہ شمع رو ہے اور میں ہوں
شبِ وصل عدو ہے اور تو ہے — دلِ پُر آرزو ہے اور میں ہوں
مئے و ساغر کہاں روزِ جدائی — مرے دل کا لہو ہے اور میں ہوں
کہیں جمتی نہیں اپنی طبیعت — خیالِ چار سو ہے اور میں ہوں

صبح تک دل کو دلاسے شبِ غم دیتے ہیں — جس کو تم دے نہیں سکتے اُسے ہم دیتے ہیں
طعنۂ الفتِ دشمن پہ کہا ظالم نے — ایک سے لیتے ہیں دل ایک کو ہم دیتے ہیں
تو وفا کرتی جو اے عمرِ رواں کیا ہوتا — بے وفائی پہ تری سیکڑوں دم دیتے ہیں

کوئی تو نکل آئے گا سر بازِ محبت — دل دیکھ رہے ہیں وہ جگر دیکھ رہے ہیں
ہے مجمعِ اغیار کہ ہنگامۂ محشر — کیا سیر مرے دیدۂ تر دیکھ رہے ہیں
کچھ دیکھ رہے ہیں دلِ بسمل کا تڑپنا — کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں
کیوں کفر ہے دیدارِ صنم حضرتِ واعظ
اللہ دکھاتا ہے بشر دیکھ رہے ہیں

کھینچ لائے گا جذبۂ دل ان کو — ہمہ تن انتظار ہم بھی ہیں
بزمِ دشمن میں لے چلا ہے دل — کیسے بے اختیار ہم بھی ہیں
ادھر آ کر بھی فاتحہ پڑھ لو — آج زیرِ مزار ہم بھی ہیں

چاند سورج کو فلک اپنے لئے رہنے دو — ہم کو کیا رخِ پُر نور نظر آتے ہیں
مر کے بھی داغِ محبت کے نشاں کچھ نہ مٹے
داغ کے دل میں بدستور نظر آتے ہیں

اسیرِ دامِ بلا اور کون ہے میں ہوں — شکارِ تیرِ جفا اور کون ہے میں ہوں
کہاں سے آئی شبِ غم صدا انا الحق کی — یہاں تو بارِ خدا اور کون ہے میں ہوں
مجھے تو رنج نہ دے تو کہ اے دلِ ناداں — جہاں میں دوست ترا اور کون ہے میں ہوں
ستم شریکِ فلک اور کون ہے تم ہو — شریکِ اہلِ وفا اور کون ہے میں ہوں
وہ داغ جس کو گلِ باغِ عشق کہتے ہیں — بہارِ رنگِ وفا اور کون ہے میں ہوں

ردیف (و)

"گلزار"

ہمیں صیاد گلشن میں بھی تھا شوقِ گرفتاری
بنایا بارہا شکلِ قفس اپنے نشیمن کو
دمِ بسمل ہوئی کیوں دیر اتنی دم نکلنے میں
قضا کیا مژدہ پہنچانے لگی ہے میرے دشمن کو
ملیں روزِ ازل ہم غم زدوں کو نعمتیں کیا کیا
دلِ بے تاب ماتم کو لبِ فریاد شیون کو

رکھنا ہماری خاک سے کچھ راہ اے صبا
مرقد میں بند سوزِ جگر کا دھواں نہ ہو
اٹھوں گا خاک ہو کے تری رہ گزر سے میں
تا بعدِ مرگ میرا جنازہ گراں نہ ہو
تم کو مزا نہ دے گی کبھی داستانِ عشق
جب تک ہمارے منہ سے یہ قصہ بیاں نہ ہو
مارا نگاہِ ناز سے پہلے جگر پہ تیر
پھر اُس پہ حکم یہ ہے کہ لب پر فغاں نہ ہو

بندۂ زر خریدہ ہوں ہر دم
رکھیے آنکھوں کے روبرو مجھکو
اے حیاتِ دو روزہ لے آئی
کن گرفتاریوں میں تو مجھکو
نکہتِ گل ہے ناگوارِ دماغ
کیا سمائی ہوئی ہے تو مجھکو

ایک سے ہے ایک الفت میں گراں بارِ الم
دل ہے مجھ پر بار تو ہے دل پہ بھاری آرزو
لطفِ حسن و عشق تو جب ہے کہ دل ہو دل لیے
کچھ ہماری آرزو ہو کچھ تمھاری آرزو

تجکو ہے قسم دردِ محبت مرے دل کی
تو چین نہ دینا کسی عنوان مرے دل کو
پھر حسرت و ارمان و تمنا کبھی نہ ہوں گے
اے یاس نہ کر بے سر و ساماں مرے دل کو
یا اُس بتِ گمراہ کو لا راہِ وفا پر
یا پھیر دے اے گردشِ دوراں مرے دل کو
کچھ دور نہیں بت کدہ و کعبہ سمجھ لیں
کافر تری آنکھوں کو مسلماں مرے دل کو

غیر کو کیوں چھوڑتے ہو قتل گاہِ عام میں
امتحاں کی جبکہ ٹھہری امتحاں ہو کوئی ہو
میرے قصے میں برائی کیا ہے سن تو لیجیے
خوابِ راحت سے غرض ہے داستاں ہو کوئی ہو
بزمِ دشمن میں ہے اذنِ عام یارب کھینچ دے
حشر ہو طوفاں ہو مرگِ ناگہاں ہو کوئی ہو
بعدِ مجنوں داغ سے آباد ہے دشتِ جنوں
اس خرابی کیلئے بے خانماں ہو کوئی ہو

جب مجھے اُن سے ہوے اور زیادہ مضطر
مرضِ عشق کے پرہیز نے مارا ہم کو

ہم کسی زلفِ پریشاں کی طرح اے تقدیر
خوب بگڑے تھے مگر خوب سنوارا ہم کو

چل تو اے دل رہِ الفت میں کہیں ادنا
مل رہے گا کوئی اللہ کا پیارا ہم کو

روز تکرار کرے کون ستم ایجادوں سے
دل کی اس گرمیِ بازار نے مارا ہم کو

آپ سے آپ نہ بنے گا کوئی سودا اپنا
پھیر دیجئے دلِ بے تاب ہمارا ہم کو

عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجھ کو
اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھ کو

ساقیا اس میں کھنچی کیا کسی مجذوب کی روح
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے سوئے خم مجھ کو

ضعف نے نام کو تھوڑا سا نشاں رکھا تھا
تو نے اے بے خودیِ شوق کیا گم مجھ کو

دیکھنا پیرِ مغاں حضرتِ زاہد تو نہیں
کوئی بیٹھا نظر آتا ہے پسِ خم مجھ کو

کچھ سوچ سمجھ کر دلِ مضطر پہ جفا ہو
ایسا نہ ہو اس میں کوئی تیری بھی ادا ہو

فریادِ جگر نغمہ ہے نالۂ بلبل
دل کش ہو کسی طرح کی ہو کوئی صدا ہو

گھر اپنے گئے ہیں وہ مٹائے ہوئے کس کو
یہ تو نہ ہو، وہ غیر کا نقشِ کفِ پا ہو

کیا توبہ کروں عشق سے اے حضرتِ ناصح
ڈرتا ہوں کہ یہ بھی نہ شبِ غم کی دعا ہو

اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تمہیں ہو
تم شانِ وفا کانِ وفا جانِ وفا ہو

کر لیا وعدہ اُنھوں نے ہو گئی تدبیرِ وصل
اور اس پر بھی اگر تقدیر الٹی ہو تو ہو

کچھ خیالِ وصل سے اے دل نہیں ہوتا بحال
ہاں مگر اس خواب کی تعبیر الٹی ہو تو ہو

ہم نے جو نالہ کیا تدبیر اپنی ہے درست
عقل تیری آسمانِ پیر الٹی ہو تو ہو

میں اور کروں دعویِ خوں مجھ سے نہ ہوگا
تم چھوڑ بھی دو ہاتھ کوئی سوچتے کیا ہو

بنا روزِ جزا جس کی سزا کو
مری قدرِ گنہگاری تو دیکھو

مٹا نقشِ وفا اُس بت کے دل سے
ہماری گریہ و زاری تو دیکھو

پھنسایا اُس بتِ بے گانہ وش کو
محبت کی گرفتاری تو دیکھو

جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو
خلش کیوں ہو تپش کیوں ہو قلق کیوں ہو فغاں کیوں ہو

مزا آتا نہیں تھم تھم کے ہم کو رنج و راحت کا
خوشی ہو غم ہو جو کچھ ہو الٰہی ناگہاں کیوں ہو

یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوحِ تربت پہ
جو ہو فرقت کی بیتابی تو یوں خوابِ گراں کیوں ہو

بہت نکلیں گے روزِ حشر تیرے جور کے خواہاں
ستم کا حوصلہ دنیا میں صرفِ امتحاں کیوں ہو

انھیں گو رنجش بے جا ہے لیکن ہے تو ہم سے ہے
محبت گر نہ ہو باہم شکایت درمیاں کیوں ہو

جگہ سے کم نہیں ملے چارہ گر داغِ جگر مجکو
جو پیدا کی ہو مر مر کر وہ دولت رائیگاں کیوں ہو

نئی تاکید ہے ضبطِ محبت کی وہ کہتے ہیں
جگر ہو تو فغاں کیوں ہو وہاں تیغ تو زباں کیوں ہو

شریکِ دورے بزمِ عدو میں خاک ہونے تم
کسی نے رات بھر اتنا نہ پوچھا تم یہاں کیوں ہو

آفتاب

دل داد خواہِ ظلم جو اے کینہ جو نہ ہو
کل عرصہ گاہِ حشر میں پھر تو ہی تو نہ ہو

کھٹکا ہوا ہوں خارِ تمنا سے اس قدر
ڈرتا ہوں یاس سے بھی کہیں آرزو نہ ہو

اے دردِ عشق خانۂ دل گھر ترا سہی
آباد یہ مکان تو جب ہو کہ تو نہ ہو

لے تو چلا ہے ناصحِ ناداں پیامِ وصل
ہیں شرط باندھتا ہوں جو بے آبرو نہ ہو

دل کو مسل مسل کے ذرا ہاتھ سونگھئے
ممکن نہیں کہ خونِ تمنا کی بو نہ ہو

کیا رشک ہے کہ طالبِ ہجراں ہوں اس لئے
جو مجکو ہے رقیب کو وہ آرزو نہ ہو

موت اس دن کو جو تجھ سے ستم ایجاد نہ ہو
میں تو مر جاؤں اگر لذتِ بیداد نہ ہو

جو کیے بعد ہے اب حرفِ تسلی کیسا
اس سے فرمائیے جس کو وہ گھڑی یاد نہ ہو

محوِ آرائشِ زینت ہی رہے آٹھ پہر
تجکو اللہ کرے فرصتِ بیداد نہ ہو

اے وہ دشنام سہی خلعت و عزت سہی
جو عطا غیر کو ہو وہ مجھے امداد نہ ہو

میری شامت کہ پڑھا قصۂ شیریں میں نے
مجھ سے وہ کہتے ہیں صاحب انھیں فرہاد نہ ہو

کیوں میری آہِ سرد انھیں ناگوار ہو
یہ وہ ہوا نہیں جو کلیجے کے پار ہو

یوں دفن میرے ساتھ دلِ بے قرار ہو
چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

آسودگانِ خاک سے قاتل کو لاگ ہے
اے سونے والو جاگ اٹھو ہوشیار ہو

جھپکی جو آنکھ ہجر کی شب آئی یہ ندا
اے ننگِ عشق مر نہ گیا ہوشیار ہو

ہاتھ باندھے ہوئے اغیار کے ساتھ آئیں گے — ہم دکھا دیں گے مزا روزِ جزا ہونے دو
ہم بھی دیکھیں تو کہاں تک نہ توجہ ہوگی — کوئی دن تذکرۂ اہلِ وفا ہونے دو
کیا نہ آئے گا اُسے خوف مرے قتل کے بعد — دستِ قاتل کو ذرا دستِ دعا ہونے دو

آتا ہے بعدِ ظلم تمھیں کو تو رحم بھی — اپنے کئے سے دل میں پشیماں تمھیں تو ہو
دلدار و دل فریب، دل آزار و دل ستاں — لاکھوں میں ہم کہیں گے کہ ہاں تم تمھیں تو ہو

ہے قیس کا تو شوق زمانے میں آشکار — کیا جانے کوئی صاحبِ محمل کی آرزو
یہ نا اُمیدِ زیست وہ مشتاقِ رقص ہے — بسمل کی یاس دیکھئے قاتل کی آرزو
آئینہ دیکھ کر تمھیں مشتاق کیا ہوئے — تم سے سوا ہے مدِ مقابل کی آرزو
دنیا سرائے تنگ ہے محشر ہے جائے تنگ — عاشق کہاں نکال سکے دل کی آرزو
دل ہر طرف رہا نگراں بحرِ عشق میں — اس ڈوبتے کو رہ گئی ساحل کی آرزو

رتبہ کمالِ عشق کا حاصل نہیں ہوا
اب داغ کو ہے مرشدِ کامل کی آرزو

"یادگار"

بہت سے لکھ کے خط اپنے سرھانے رکھ لئے میں نے — کبھی تو خوفِ جاں ہو کوئی پیغامبر کیا ہو
نہیں سود و زیاں سے کچھ غرض عاشق کو اے ناصح — نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر نفع و ضرر کیا ہو
مرض کی ہو گئی تشخیص بیمارِ محبت کو — مگر مشکل تو یہ ہے امتحانِ چارہ گر کیا ہو

متاعِ دل کا ہے بازار غور کے قابل — بُرے بھلے پہ نظر بھی تو ڈالتے جاؤ
اُدھر کو بھولے سے مدت میں اب تو آ نکلے — مریضِ عشق کی حالت سنبھالتے جاؤ

علاج کرتے ہو اب دردِ عشق کا اے داغ
کہا تھا کس نے کہ یہ روگ پالتے جاؤ

رگِ جاں سے نزدیک ہے میری جاں تو — مگر پھر جو دیکھا کہاں میں کہاں تو
کہاں چشمِ بینا ہے ایسی جو دیکھے — کہاں ہے عیاں تو کہاں ہے نہاں تو
نکلتے ہی کہتا ہے غنچہ زباں سے — کہ اس باغِ عالم کا ہے باغباں تو

"مہتاب

واعظ بڑا مزا ہو اگر یوں عذاب ہو
دوزخ میں پاؤں ہاتھ میں جامِ شراب ہو

دو بار تو نے ذکر کیا رشکِ حور کا
ناصح خدا کرے تجھے دونا ثواب ہو

یہ مدعا ہے کہہ نہ سکوں حرفِ مدعا
کیوں کر نہ عرضِ حال سے پہلے عتاب ہو

بھیجا ہی خطِ شوق اُسے دل نے نہ مانا
اب فکر ہے یہ آنکھ پھر دیکھئے کیا ہو

اب کے تو بہ مشکل دلِ مضطر کو سنبھالا
اندیشہ ہے یہ بارِ دگر دیکھئے کیا ہو

وہ بیٹھے بٹھائے تو اُٹھاتے ہیں قیامت
جائیں جو سرِ راہ گزر دیکھئے کیا ہو

اندیشۂ فردا میں عبث جان گھلائیں
ہے آج سے کل کی خبر دیکھئے کیا ہو

کیوں وعدۂ وصال سے دل بدگماں نہ ہو
دیجے خط اُس کو جس کے دہن ہو زباں نہ ہو

گھلتی ہے جان ایک ہی دشمن کی فکر میں
یارب شریکِ حالِ عدو آسماں نہ ہو

اندازِ جاں وہی نہیں آتا ابھی مجھے
مٹی مری خراب دمِ امتحاں نہ ہو

یارب پسِ فنا بھی رہے شرمِ بےکسی
یہ مشتِ خاک گردِ رہِ کارواں نہ ہو

مجھکو ملا یہ شکوۂ دشنام پر جواب
آپ اُس سے عشق کیجیے جس کی زباں نہ ہو

اب اُس نگاہِ شرم میں وہ شوخیاں کہاں
وہ تیغ کیا چلے گی جو برسوں رواں نہ ہو

آج مجھ سے حضرتِ ناصح یہ جل کر کہہ گئے
آسماں سے اب فرشتے آئیں گے تعلیم کو

اپنے دل کا حال ہے دم بھر میں کچھ دم بھر میں کچھ
آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

خمارِ مے سے یوں وقتِ سحر بگڑا مزاج اپنا
کسی نے رات بھر جیسے پریشاں خواب دیکھا ہو

کلیجے سے لگا لیتا ہوں برگِ لالہ و گل کو
عجب کیا ہے اگر یہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہو

ہوئی یہ انتظارِ یار میں ہر اشک کی صورت
جو تھم جائے تو پتھر ہو جو بہ جائے تو دریا ہو

عشق تاثیر کرے اور وہ تسخیر بھی ہو
یہ تو سب کچھ ہو مگر خواہشِ تقدیر بھی ہو

کاش وہ محفلِ اغیار میں اے جذبۂ دل
میری تعظیم بھی دے مجھ سے بغل گیر بھی ہو

تیری بزمِ طرب و عیش کو لگتی ہے نظر
ہیں جہاں اور وہاں عاشقِ دلگیر بھی ہو

طمعِ زر ہی سے انساں کی مٹی ہے خراب
خاک میں ہم تو ملا دیں اگر اکسیر بھی ہو

بہارِ عمر میں باغِ جہاں کی سیر کرو — کھلا ہوا ہے یہ گلزار دیکھتے جاؤ
یہی تو چشمِ حقیقت نگر کا سرمہ ہے — زراعِ کلاہِ فریدوں وار دیکھتے جاؤ
اُٹھاؤ آنکھ نہ شرماؤ یہ تو محفل ہے — غضب سے جانبِ اغیار دیکھتے جاؤ
نہ جاؤ بند کئے آنکھ رہروانِ عدم — اِدھر اُدھر بھی خبردار دیکھتے جاؤ

ردیف (ھ)

"گلزار"

لڑ گئی یارِ گل عذار سے آنکھ — اب نہیں جھپکتی ہزار سے آنکھ
تو وہ ناوکِ نظر کیجیے — کیوں چرائی مرے مزار سے آنکھ
کیا بچے ناوکِ نظر سے دل — چوکتی ہی نہیں شکار سے آنکھ
بولے وہ شکوۂ تغافل پر — لے کس کس اُمیدوار سے آنکھ

کبھی لگتی ہی نہیں نرگسِ بیمار کی آنکھ — اُس نے دیکھی ہے چمن میں کسی ہشیار کی آنکھ
نیند آئی ہے سرِ شام شبِ وصل انہیں — کیا بُرے وقت لگی طالعِ بیدار کی آنکھ
کیوں نہ پُرخوں ہو ازل سے کہ ملا ہے مجھ کو — شیشۂ بادہ کا دل، ساغرِ سرشار کی آنکھ

یاں تو نبھائے جاتے ہیں عشقِ بتاں کے ساتھ — زاہد بندھے رہیں گے وہاں کی دہاں کے ساتھ
آجائے خوب ناز و نزاکت کی تم کو چال — تم دو قدم چلو اگر اس ناتواں کے ساتھ
اے عشق باز آئے رفاقت سے تیری ہم — تو بھی کہیں روانہ ہو عمرِ رواں کے ساتھ
زاہد کو ایک قطرۂ زمزم پہ ناز ہے — یاں خم کے خم اڑائے ہیں پیرِ مغاں کے ساتھ

یارب ہمیں دے عشقِ صنم اور زیادہ — کچھ تجھ سے نہیں مانگتے ہم اور زیادہ
یارب ہیں مرے ساتھ بہت حسرت و ارماں — ہو وسعتِ صحرائے عدم اور زیادہ
ہے دل میں کسی عالمِ تصویر کی تصویر — بس چھیڑ نہ کرنا حق صنم اور زیادہ

قطعہ

خط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی — اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ
قاصد مگر اغیار کا لکھتا ہے جہاں نام — پاتا ہوں وہاں زورِ قلم اور زیادہ

گھر بیٹھے کرے دل سے طواف اسکی گلی کا　　جھگڑا ہے بس اے اہل حرم اور زیادہ

"یادگار"

نہ ہوا یوں گنہ ثواب کے ساتھ　　آب زمزم نہ تھا شراب کے ساتھ
غیر اٹھ جائے کاش دنیا سے　　سر محفل ترے حجاب کے ساتھ
وعدۂ وصل پر پلائی مجھے　　خوب چھینٹا دیا شراب کے ساتھ

کیا کہیں ہم جناب داغ کو وہ
یاد کرتے ہیں کس خطاب کے ساتھ

ہے رخ پر نور گویا اس کا اک دریائے نور　　پانی پانی شرم سے ہوتا ہے اکثر آئینہ
دل کے یوں ٹکڑے ہوئے اسکے خرام ناز سے　　چور ہو جس طرح کھا کر کوئی ٹھوکر آئینہ
کام آجائے گی اس دل کی صفائی ایک دن　　یہ دکھائیں گے تمھیں ہم روز محشر آئینہ
جس سے جو کچھ بن پڑا ہے نام اسکا اس کے ساتھ　　جام با جمشید نازد و با سکندر آئینہ

"مہتاب"

کیوں کرنہ کروں شورِ مناجات سے توبہ　　آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ
زاہد نے چھپایا ہے اُسے گوشۂ دل میں　　بھاگی تھی کسی رند خرابات سے توبہ
کیوں کر وہ اُدھر آئے کہا اسکے حضرت زاہد　　بچتی ہی نہیں قبلۂ حاجات سے توبہ
اُمید ہے مجکو یہ ندا آئے دم مرگ　　مقبول ہوئی اس کی خطایات سے توبہ

یہ داغ قدح خوار کے کیا دل میں سمائی
سنتے ہیں کئے بیٹھے ہیں وہ رات سے توبہ

کیوں در سر عتاب ہو کیا اس سے فائدہ　　کوئی اگر خراب ہو کیا اس سے فائدہ
کیا لطف وصل ہے جو دو بار اگر ہو نصیب　　دونا جو اضطراب ہو کیا اس سے فائدہ
گر دل ملے تو آنکھ ملانے کا لطف ہے　　کیوں شکوۂ حجاب ہو کیا اس سے فائدہ

سچ ہے مقام دوست کے طالب کو کیا غرض　　جنت سے واسطہ نہ جہنم سے واسطہ
الفت میں دونوں لازم و ملزوم ہو گئے　　غم کو غرض ہے دل سے اُسے غم سے واسطہ

پیغامبر رقیب کو آخر بنا لیا
پیدا کیا یہ کوشش بیہم سے واسطہ

آخر بغیر تر ہوئے دامن نہ بچ سکا
اُس کو پڑا ہے دیدۂ پرنم سے واسطہ

دل کی ہے پرورش خلش و درد و داغ سے
کٹنے لگے پڑے ہیں یہاں ایک دم کے ساتھ

لکھتا ہوا چلا ہوں خطِ شوق راہ میں
چلتے ہیں میرے پاؤں برابر قلم کے ساتھ

افسوس اس زمانے میں وہ چیز ہی نہیں
دل کو ملا کے دیکھتے ہم جام جم کے ساتھ

ردیف (ی)

(آفتاب)

مجھے آتا ہے کیا کیا رشک تیغ اس کی
گلا جس دم لپٹ کر خنجر قاتل سے ملتا ہے

بظاہر با ادب یوں حضرت ناصح سے ملتا ہوں
مرید خاص جیسے مرشد کامل سے ملتا ہے

مثالِ گنج قاروں اہلِ حاجت سے نہیں چھپتا
جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈ کر سائل سے ملتا ہے

عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھو اہلِ ہستی سے
مسافر کو تو منزل کا پتا منزل سے ملتا ہے

غضب ہے داغ کے دل سے تمھارا دل نہیں ملتا
تمھارا چاند سا چہرہ مہ کامل سے ملتا ہے

تاک میں ہے نگہ شوق خدا خیر کرے
سامنے سے مرے بچتا ہوا جائے کوئی

ترکِ بے دادی تم داد نہ چاہو مجھ سے
کرکے احسان نہ احسان جتائے کوئی

یوں شب وصل ہو بالیدگی عیش و نشاط
آپ اپنے میں خوشی سے نہ سمائے کوئی

پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں
عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے

کہاں لے چارہ گر دل میں حرارت
یہ گرمی ہے فقط ضبطِ فغاں کی

نہیں کچھ ہرزہ گو دیوانۂ عشق
سمجھ کر کہہ رہا ہے یہ کہاں کی

شبِ غم آئے خوابِ مرگ کیوں کر
یہاں دیکھی ہیں آنکھیں پاسباں کی

بگڑا مزاج اُن کا تو محفل بگڑ گئی
سامانِ عیش اُڑ گئے مرے ہوش ہو گئے

حسنِ معشوق سے بھی حسنِ سخن ہے کمیاب
ایک ہوتی ہے ہزاروں میں طبیعت اچھی

عیب بھی اپنے بیاں کرنے لگے آخرکار / ہو گئی اُن کو بُرا کہنے کی عادت اچھی
ہے سرِ ناز فروشی تو خریدار بہت / بیچ ڈالو اسے مل جائے گی قیمت اچھی

مل گئی بےخودیِ شوق سے رخصت کیسی / ہو گئی دونوں جہاں سے مجھے فرصت کیسی
نگہِ یار کو میں دل میں جگہ دوں لیکن / چور ہو جب کوئی مہماں تو عزت کیسی
اب تو دو چار ہی نالوں کا رہا تھا جھگڑا / ہار دی حضرتِ دل آپ نے ہمت کیسی
مجھے کہتے کہ نکل جائے ذرا جانِ حزیں / میں تو رخصت نہ ہوا آپ کی رخصت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبۂ دل کی اے داغ
بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

آرام طلب ہوں کرمِ عام کے طالب / یوں مفت میں لٹتی نہیں بیداد کسی کی
دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں سب گبر و مسلماں / کیا یاد وہ ہے کیا یاد کسی کی
اس حسنِ جہاں سوز سے برپا ہے قیامت / ایسے میں کرے کیا کوئی امداد کسی کی

میسر کہیں خوابِ راحت کہاں / ذرا آنکھ جھپکی سحر ہو گئی
نگاہِ ستم میں کچھ ایجاد ہو / کہ یہ تو پرانی نظر ہو گئی
شبِ وصل ایسی کھلی چاندنی / وہ گھبرا کے بولے سحر ہو گئی

غمِ ہجر سے داغ مجھکو نجات
یقیں تھا نہ ہو گی مگر ہو گئی

اے لبِ یار تجھکو میری قسم / کبھی سچی قسم بھی کھائی ہے

لبِ یار خنداں ہوا چاہتا ہے / کوئی عہد و پیماں ہوا چاہتا ہے
نگاہِ تغافل نے تلوار کھینچی / یہاں خونِ ارماں ہوا چاہتا ہے

اخفائے رازِ عشق کی عادت بھی ہے بری / ہم نے ہمیشہ حال چھپایا طبیب سے
ایسی غمِ فراق میں صورت بگڑ گئی / جھک جھک کے دیکھتے ہیں وہ مجھکو قریب سے
اے ناصحِ شفیق رہے کچھ تو چھیڑ چھاڑ / ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے
مانندِ برق مثل ہوا صورتِ نگاہ / اکثر نکل گئے ہیں وہ میرے قریب سے

در دِ بن کر دل میں آنا کوئی تم سے سیکھ جائے
جانِ عاشق ہو کے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے

وصل کی شب چشمِ خواب آلودہ کو ملتے اٹھے
سوتے فتنے کو جگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

اک نگاہِ لطف پر لاکھوں دعائیں مل گئیں
عمر کا اپنی بڑھانا کوئی تم سے سیکھ جائے

کیا سکھائے گا زمانے کو فلک طرزِ جفا
اب تمھارا ہے زمانہ کوئی تم سے سیکھ جائے

وہ کیا وعدہ کہ میں فرطِ خوشی سے رو دیا
ایسے ہنستے کو رلانا کوئی تم سے سیکھ جائے

محو ایسے خود ہو نہیں کچھ دین و دنیا کی خبر
داغ ایسا دل لگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھا تو شہرِ حسن میں چرچا ہی اور ہے
اس کی ہوا ہی اور وہ دنیا ہی اور ہے

جب اہلِ حشر سے نہ ملی میری واردات
سب نے کہا سنو تو یہ جھگڑا ہی اور ہے

قاتل کو زیرِ قبر بھی دیتے رہے دعا
مر جا کے بھی نہ جائے یہ سودا ہی اور ہے

مرادیں مان رہا ہوں قضا کے آنے کی
بری گھڑی تھی دلِ مبتلا کے آنے کی

شگافِ چرخ سے اے آہ کیا ہوا حاصل
کہ او راہ کھلی ہر بلا کے آنے کی

وہ سادہ دل ہوں کہ تا وقتِ واپسیں مجھ کو
رہی ہوئی ہے بت بے وفا کی آنے کی

بنا ہوں میں نفسِ واپسیں نقاہت سے
نہ آکے جانے کی طاقت نہ جا کے آنے کی

لذت کو عشق کے غم جاوید چاہیے
تھوڑی سی زندگی ہے کہاں تک وفا کرے

روزِ جزا کہیں نہ سوال و جواب میں
کچھ گفتگو ہماری تمھاری ہوا کرے

اس التجا کے ساتھ کہا ہم نے حالِ دل
جیسے اخیر وقت میں کوئی دعا کرے

منظور کس کو ہے جو اٹھائے بلائے عشق
جب سر پہ آ پڑے تو کہو کوئی کیا کرے

میرے رونے پہ جو رو یا آدمی فہمیدہ ہے
ناصح غافل برا ناگرگِ باراں دیدہ ہے

خوب آتا ہے لگانا نگہِ یار کو
ایک سے ان بن ہوئی تو دوسرا گرویدہ ہے

پھر نظارہ چلا ہے کوچۂ قاتل میں داغ
کس بلا کا ہے کلیجا کس غضب کا دیدہ ہے

بعدِ مردن بھی خیالِ رخِ قاتل ہے وہی
جس سے ہم آنکھ چراتے تھے مقابل وہی

عشق کا کوئی نتیجہ نہیں جز درد و الم | لاکھ تدبیر کیا کیجئے حاصل ہے وہی
مر گئے خسرو و جمشید سے مے کش لاکھوں | رونق ساغر تو آرائش محفل ہے وہی
شور اٹھا بن ہر موسے انا لیلیٰ کا | قیس گر دل کو سمجھتا کہ یہ محمل ہے وہی
دیکھ کر مجمع اغیار یہ ان سے پوچھا | ہم جہاں رہتے تھے دن رات یہ محفل ہے وہی
انتظار نفس بازپسیں ہے ہر دم | سر منزل ہوں مگر دوری منزل ہے وہی

جو کچھ داغ سیہ مست وہ لکھ لوں دل پر
اس خرابات میں اک مرشد کامل ہے وہی

کیوں سنے وہ شکایت بیداد | صفت خنجر ادا نہ سنے
دیدہ و دل میں اس لئے ہے فرق | ایک کا ایک ماجرا نہ سنے
کیوں نہ بنتا وہ صورت تصویر | مدعا تھا کہ مدعا نہ سنے

گر بعد مرگ وسعت دل ہو نصیب میں | کنج لحد بھی کم نہ ہو کنج فراغ سے
فریاد عندلیب کی سمجھے مری فغاں | گھبرا کے منہ بنائے وہ آتے ہیں باغ سے
دل بجھ گیا ہے اس کی تجلی کے سامنے | خورشید و ماہ و اختر و شمع و چراغ سے

حشر کے دن بھی ہو شرح غم تمھارے سامنے | سب خدا کے سامنے ہوں ہم تمھارے سامنے
آئی ہے کیا میری شامت آئی ہے کیا میری موت | میں کروں اظہار درد و غم تمھارے سامنے
قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو | لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمھارے سامنے
حال دل میں کچھ نہ ہوتا تاثیر یہ ممکن نہیں | کوئی اتنا ہو کہے ہر دم تمھارے سامنے

مجکو اس سر کی قسم اب تک وہی ہے اضطراب
داغ مضطر کا جو تھا عالم تمھارے سامنے

کیا ہمارا جرم ٹھہرا کیا سنا عذر گناہ | وائے حسرت ایک ہی دن میں قیامت ہو چکی
کیوں ہوئے غمگیں نہ تھا کچھ مرثیہ ذکر رقیب | آؤ مل جاؤ گلے بس اب ندامت ہو چکی
کثرت ناز و ادا نے صبر کی فرصت نہ دی | دوسری برپا ہوئی جب اک قیامت ہو چکی
کیا مزا ہے ان کو اپنی شوخی تقریر کا | جھک پڑے غیر دل پہ جب مجھ پر عنایت ہو چکی

تاک کر دل کو وہ فرماتے ہیں مال اچھا ہے — یہ خدا کی قسم انداز سوال اچھا ہے
یہ تری چشم فسوں گر ایں کمال اچھا ہے — ایک کا حال برا ایک کا حال اچھا ہے
تنگ ہمت ہے اگر دولت کونین ملے — جو نہ پورا ہو کسی سے وہ سوال اچھا ہے
یہی کہتے ہو کہ بے چین کیا کس نے تجھے — یہ بھی کہدو کہ مرا حسن و جمال اچھا ہے
وہ عیادت کو مری آتے ہیں لو اور سنو — آج ہی خوبی تقدیر سے حال اچھا ہے
دیکھنے والوں کی حالت نہیں دیکھی جاتی — جو نہ دیکھے وہی مشتاق جمال اچھا ہے
گریۂ شب سے جو تاثیر کی امید بندھی — ہنس کے تقدیر پکاری کہ خیال اچھا ہے

یوں چلئے راہ شوق میں جیسے ہوا چلے — ہم بیٹھ بیٹھ کر جو چلے بھی تو کیا چلے
موسیٰ کی طرح راہ میں پوچھے نہ راز دوست — خاموش خضر ساتھ ہمارے چلا چلے
افسانۂ رقیب بھی لو بے اثر ہوا — بگڑے جو سچ کہے سے وہاں جھوٹ کیا چلے
رکھا دل و دماغ کو تو روک تھام کر — اس عمر بے وفا پہ مرا زور کیا چلے

بیٹھا ہے اعتکاف میں کیا داغ روزہ دار
اے کاش مے کدے کو یہ مرد خدا چلے

کچھ وہ سرگرم سخن نام خدا ہونے لگے — اب خدا چاہے تو مطلب بھی ادا ہونے لگے
میں ہی چوکا میں نے ظاہر کر دئے انداز عشق — اس روش سے سیکڑوں ان پر فدا ہونے لگے
سلب کر لے یا الٰہی آسماں کا اختیار — جب کسی معشوق سے عہد وفا ہونے لگے
شکوۂ نا آشنائی نے بڑھایا اور رشک — میری ضد سے وہ تو سب سے آشنا ہونے لگے
شکوۂ آزردگی سن کر کہا تو یہ کہا — کیا غرض کیا واسطہ ہم کیوں خفا ہونے لگے
ہائے اس کی فکر اس کی بیقراری اسکی یاس — خلق کے سبب نامۂ اعمال وا ہونے لگے

باغ عالم میں ہیں سب پھولنے پھلنے کیلئے — ورنہ کیا داغ تری طرح سے جلنے کے لئے
چارہ گر زندہ رہے گا تو کرے گا تدبیر — چاہیے عمر خضر میرے سنبھلنے کے لئے
چھیڑ کر تذکرۂ غیر کہیں کیا تجھ سے — جو مزے ہم نے تری آنکھ بدلنے کے لئے
شوخی و شرم و ادا ہیں تری دو چھریاں ہیں — ایک چلنے کے لئے ایک نہ چلنے کے لئے

تو مری لاش کو ٹھکرا کے چل اے مست شباب ٹھوکریں کھاتے ہیں انسان سنبھلنے کیلئے
جنبش لب کہے دیتی ہے وہ اب ہنستے ہیں موجزن چشمۂ حیواں ہے ابلنے کے لئے

بزم اغیار میں تم چھپ کے نہ بیٹھو اے داغ
چاند چھپنے کے لئے ہے کہ نکلنے کے لئے

عشق میں اے ہمت مردانہ ایسا چاہیے یہ کہے اپنا ہوا بیگانہ ایسا چاہیے
ایک قطرہ بھی نہ اے ساقی ملے کم ظرف کو انتظام بادہ و پیمانہ ایسا چاہیے
دیکھ کر چاہت مری کہتے ہیں سب اہل نظر گل کو بلبل شمع کو پروانہ ایسا چاہیے
اس ادا سے قتل کر تجھ کو مرے سر کی قسم سب کہیں انداز معشوقانہ ایسا چاہیے
جبر پر ہو صبر الفت میں جفا پر ہو وفا تجھ کو لوا ے ہمت مردانہ ایسا چاہیے
دل مرا اہل وطن سے ہے بہت کھٹکا ہوا خار تک جس میں نہ ہو ویرانہ ایسا چاہیے

چال ان کی دیکھنا گویا بڑے مظلوم ہیں سب سے پہلے عرصۂ محشر میں حاضر ہو گئے
داغ تم آئے تھے بزم عیش میں خوش خوش ابھی کیا ہوا کس واسطے افسردہ خاطر ہو گئے

جب مئے لالہ فام ہوتی ہے مجھکو توبہ حرام ہوتی ہے
یہ بھی طرز خرام ہوتی ہے ساری دنیا تمام ہوتی ہے
حرف مطلب کہا نہیں جاتا بات ان سے مدام ہوتی ہے
دم آخر تو کچھ مری سن لو آج حجت تمام ہوتی ہے
تیرا وعدہ ہے کس قیامت کا رات دن صبح و شام ہوتی ہے

شبنم سے شب ہجر کی ظلمت نہیں جاتی سو شوب پڑیں تو بھی یہ رنگت نہیں جاتی
اے عمر رواں اس کو بھی ہم راہ لئے جا تو جاتی ہے دل سے مری حسرت نہیں جاتی
ہر چند بلا ہے مگر اس میں بھی وفا ہے گھر غیر کے میری شب فرقت نہیں جاتی
کیا دیکھ لیا عہد سکندر میں الٰہی آئینے کے منہ سے کبھی حیرت نہیں جاتی
بیٹھے ہیں عجب شان سے وہ بزم عدو میں ڈرتی ہے مرے ساتھ قیامت نہیں جاتی
رونے سے بھی مٹتا ہے کہیں شوق نظارہ آنکھیں بھی گئیں تو بھی تو حسرت نہیں جاتی

کہتے ہیں مجھے دیکھ کے سب اہلِ محبت
اس طرح تو قالب سے طبیعت نہیں جاتی

آہ ہر دم سفر میں پھرتی ہے
یہ تلاشِ اثر میں پھرتی ہے

نہ ملے گا وہ جستجو سے کہیں
خلق کس دردِ سر میں پھرتی ہے

اس کے آگے زبان مشکل سے
دہنِ نامہ بر میں پھرتی ہے

کیا نظارہ بزمِ غیر میں اس حور طلعت کا
یہ کیا معلوم تھا دوزخ میں جنت ایسی ہوتی ہے

نہ نکلے عالمِ بالا تک ایسا چاند سا چہرہ
انھیں کا فرشتوں میں ایک صورت ایسی ہوتی ہے

ذکرِ مہر و وفا تو ہم کرتے
پر تمھیں شرمسار کون کرے

جو ہوا اس چشمِ مست سے بے خود
پھر اسے ہوشیار کون کرے

آفتِ روزگار جب تم ہو
شکوۂ روزگار کون کرے

تجھ کو بد عہد و بے وفا کہئے
ایسے جھوٹے کو اور کیا کہئے

دل میں رکھنے کی بات ہے غمِ عشق
اس کو ہرگز نہ برملا کہئے

وہ بھی سن لیں گے یہ کبھی نہ کبھی
حالِ دل سب سے جابجا کہئے

انتہا عشق کی خدا جانے
دمِ آخر کو ابتدا کہئے

جو تیرا جذبِ دل کامل ہے اے قیس
تو پھر لیلیٰ کہاں محمل میں ہوگی

سوالِ وصل پر وہ چھین لیں گے
جو نقدی کیسۂ سائل میں ہوگی

نہیں شوخی سے خالی شرم اس کی
قیامت پردۂ حائل میں ہوگی

مجھے دیکھیں تہِ خنجر تو ہٹ جائیں تماشائی
بلا ہے وہ جو حسرت سینۂ بسمل سے نکلے گی

بڑی سختی سے میری جان نکلی ہے کئی دن میں
یکایک لاش کیونکر کوچۂ قاتل سے نکلے گی

رموزِ عاشقی کو عاشقو تم داغ سے پوچھو
کہ باریکی ہیں باریکی اسی کامل سے نکلے گی

کوئی نہیں تو دل ہی سے باتیں ہیں رات بھر
اللہ رے شوقِ حرف و حکایات کا مجھے

وہ دن سے اپنے گھر گئے آئی شبِ فراق
کھٹکا لگا ہوا تھا اسی رات کا مجھے

تدبیر سے تو موت نہ آئی شبِ فراق
ہے انتظار مرگِ مفاجات کا مجھے

تری رنجش کھلی طرزِ بیاں سے — نہ تھی دل میں تو کیوں نکلی زباں سے
مرے تنکوں میں ہے کیا خارِ حسرت — الگ گرتی ہے بجلی آشیاں سے
شکایت راہِ الفت کی سنے کون — الگ چلتا ہوں پیچھے کارواں سے
ڈرے گا شورِ محشر سے وہ کیا خاک — تسلی جس کو ہو میری فغاں سے
شبِ غم ہر بلا کا منتظر ہوں — نگاہیں لڑ رہی ہیں آسماں سے
خوشی کیا زندگی کی جب خضر تک
مرے جاتے ہیں عمرِ جاوداں سے

گدازِ غم سے میری ہڈیاں گھلتی ہیں گھل جائیں — ترا ارمان تو اے دیدۂ پرنم نکلتا ہے
نقابِ روئے روشن سے رخِ پر نور کا جلوہ
جو چھن چھن کر نکلتا ہے تو یہ کیا کم نکلتا ہے

سنوں کیا خبر جشنِ عشرت کی قاصد — جہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے
وہ حالِ طبیعت جو برسوں چھپایا — ہر اک شخص سے اب بیاں ہو رہا ہے
یہ بے ہوشیاں داغ یہ خوابِ غفلت
خبر بھی ہے جو کچھ وہاں ہو رہا ہے

محفلِ دشمن سے میری پیشوائی کے لئے — جھوم کر آنا وہ تیرا ہائے متوالے مرے
خارِ صحرائے جنوں نے تیز کی کیا کیا زباں — پھوٹے منہ بھی کچھ نہ بولے پاؤں کے چھالے مرے
عشق و وحشت کی کریگا کون ایسی پرورش — ان کو چھوڑوں کس طرح یہ پڑ گئے پالے مرے

جنت میں جو حوروں کو مری یاد نہ آئی — ہچکی بھی تہِ خنجرِ بیداد نہ آئی
اے شعبدہ گر تجکو ہزاروں ستم آئے — اک طرزِ دل آزاریِ جلاد نہ آئی
اس وحشتِ دل نے مجھے دیوانہ بنایا — ورنہ کبھی تم تک مری فریاد نہ آئی
اک عمر سے ہوں نغمہ سرا کنجِ قفس میں — اب بھی مجھے دلداریِ صیاد نہ آئی

ہوں گے حورانِ بہشتی کے پرانے انداز — آپ کی بات نئی گھات نئی گات نئی
رنگ سے دیکھ کے ہم صاف بتا دیتے ہیں — یہ پرانی ہے یہ لے پیرِ خرابات نئی

غیر نے کی جو برائی تو بھلائی ٹھہری　　یہ ملی ہے عملِ بد کی مکافات نئی

آنکھیں پھوٹیں جو کچھ بھی دیکھا ہو　　ابھی آتا ہوں دشتِ ایمن سے
دلِ ناداں سے ہیں نہایت تنگ　　اور تم اپنی چشمِ پرفن سے
ساعتِ وصل کے لئے ہم داغ
پوچھتے رہتے ہیں برہمن سے

کس دلِ بے تاب کی یارب تماشائی ہوئی　　وہ نگاہِ شوخ کچھ پھرتی ہے گھبرائی ہوئی
ہائے وہ دنیا کہاں وہ عیب پوشی اب کہاں　　عرصۂ محشر میں رسوائی سی رسوائی ہوئی
مجلسِ اہلِ عزا میں وہ مجھے روتے ہیں خوش　　دو گھڑی کو یہ بھی ان کی محفل آرائی ہوئی
بھولے بن کر ان کے منہ سے سن لیا حالِ رقیب　　عمر بھر میں ایک ہی تو ہم سے دانائی ہوئی
اے ہجومِ ناامیدی رکھ لے شرمِ آرزو　　گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہے شرمائی ہوئی
پہلا ذکرِ قیامت پر قیامت کا جواب　　کیا اٹھے گی وہ ہماری ٹھوکریں کھائی ہوئی
ہے عجب اندھیر کوئی داغ کا پرساں نہیں
صبحِ محشر بھی الٰہی شامِ تنہائی ہوئی

"گلزار"

اس برے حال پہ وہ کہتے ہیں　　رنج و غم کی یہی صورت ہو گی
تیرے ہاتھوں مجھے اے رنجِ فراق　　کبھی مرنے کی بھی فرصت ہو گی
کوچۂ یار کہیں چھٹتا ہے　　میں نہ ہوں گا مری تربت ہو گی

جب وہ بت ہم کلام ہوتا ہے　　دل و دیں کا پیام ہوتا ہے
آپ ہیں اور مجمعِ اغیار　　روز دربارِ عام ہوتا ہے

اللہ اللہ رے پریشانی مری　　زلفِ جاناں بھی ہے دیوانی مری
روبرو اس بدگماں کے ذکرِ عشق　　میرے آگے آئی نادانی مری
روسیاہی کام آئی روزِ حشر　　شکل زاہد نے نہ پہچانی مری
ہائے دل لے کر ترا ناز و غرور　　وائے دل دے کر پشیمانی مری

جب تم نہ ملے تو دردِ دل نے — اٹھ اٹھ کے اجل کی جستجو کی
پھر وحشتِ دل ہے اور صحرا — لیں خار نے دھجیاں رفو کی

دل ہیر اسرا ہو کہ تہ تیغ نہ اُف کی — اک پھانس کی تکلیف اٹھائی نہیں جاتی
آنسو نہ پئے جائیں گے اے ناصح ناداں — ہیرے کی کنی جان کے کھائی نہیں جاتی
ہر چند ہے افشائے محبت میں خرابی — یاروں سے مگر آنکھ چرائی نہیں جاتی

اے داغ کہا حال دل اس دشمن جاں سے
ناداں ترے دل کی صفائی نہیں جاتی

صورتِ وصل نہ تھی کوئی بجز رنجشِ غیر — وہ جو بگڑے ہوئے آئے ہیں تو بن آئی ہے
اور کیا خاک ملے گی دلِ بسمل کی مراد — جو تماشا ہے جہاں کا وہ تماشائی ہے
شکوۂ ظلم پر اول تو وہ خاموش رہے — پھر یہ جھنجھلا کے کہا کیا مری رسوائی ہے
مژدہ اس کو ہے جو ناکام ازل ہے تجھ سے — حسرت اس پر ہے جو کمبخت تماشائی ہے

اشکِ خوں رنگ لائے جاتا ہے — داغ اپنے جمائے جاتا ہے
آتشِ شوق کیا بجھے ناصح — تو تو تلنگے لگائے جاتا ہے

ہزاروں دفن ہوئے مجھ سے مضطرب یارب — یہ کس طرح سے زمیں زیر آسماں ٹھہری
پڑھا دے جو اسے چند حرف بے تابی — پیام بر کے دہن میں نہ پھر زباں ٹھہری

ہزار رنگ دکھائے گا داغ داغ جگر
مری بہار نہ ٹھہری کوئی خزاں ٹھہری

اے قیس گر صبا نے اڑایا تو لطف کیا — اٹھا نہ پردہ صاحب محمل کے ہاتھ سے
اے اضطرابِ شوق یہ کیسا اثر کیا — تلوار چھوٹی پڑتی ہے قاتل کے ہاتھ سے

بجھا لے میرے سرشکِ رواں میں اے قاتل — کہ خوب تیغ تری آبدار ہو کے چلے
ٹھہر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا — اگر چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے
نہیں ہے بادہ و ساغر تو اتنے اے ساقی — نگاہ مست سے خوش گوار ہو کے چلے
کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے رہے — کسی کے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے

رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں — یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی
کہوں گو نہ میں حشر کو تیرے ظلم — یہ خلق خدا کیا کر جائے گی
نہ گزری شب ہجر سمجھے تھے ہم — تڑپتے پھڑکتے گزر جائے گی
رہے گا ترا جلوہ مد نظر — جہاں تک ہماری نظر جائے گی

اس تغافل اس حیا سے کب چھپا راز نہاں — اب نرالی کوئی طرز پردہ داری چاہیے
دیکھ ہنس ہنس کر نہ کھو اپنی وفا کا اعتبار — مرگ عاشق پر ستمگر اشکباری چاہیے

وہ گئے گور غریباں پہ تو آئی یہ صدا — تھم ذرا او روش ناز سے چلنے والے
دل بے تاب وہ آتے ہیں خبر آئی ہے — صبر کر صبر ذرا میرے مچلنے والے
بزم صحبت اغیار کے شکوے پہ کہا
آپ اے داغ ہمیشہ کے ہیں جلنے والے

یہ خانۂ دل جیسا سنسان نظر آیا — بستی کوئی کم ایسی ویران نکلتی ہے
آبادی دل کا ہے اس درجہ خیال ان کو — حسرت بھی نکلتی ہے تو جان نکلتی ہے
اس طرح دشمن جاں سے نہیں ملتا کوئی — کیا لپٹ کر ترے خنجر سے گلو ملتا ہے
چرخ کم مایہ سے کچھ ہم کو ملے یا نہ ملے — یہ بڑی دولت دنیا ہے کہ تو ملتا ہے
ارمغاں دیتے ہیں ہم پیر مغاں کو جا کر
کوئی اچھا جو ہمیں ظرف وضو ملتا ہے

کہدی ہے ان سے نشے میں سب دل کی آرزو — اک ساغر شراب نے رسوا کیا مجھے
یاروں پہ کھل گیا اثر الفت نہاں — اس بت کے اضطراب نے رسوا کیا مجھے
س بدگماں سے پوچھ کے تعبیر ہوں خجل — میرے بیان خواب نے رسوا کیا مجھے
محشر میں حال دل دم پرسش کہے بنا — کیا کیا مرے جواب نے رسوا کیا مجھے
س زلف خم بہ خم نے کیا شہرہ آپ کا — اس دل کے پیچ و تاب نے رسوا کیا مجھے
اے داغ خوب یہ حضرت دل کے سلوک ہیں
جو کچھ کیا جناب نے رسوا کیا مجھے

چل چکی خوب ستم گر ترے خنجر کی زباں — دہنِ زخم کی سن تو کہ یہ کیا کہتا ہے
ہے ترے شربتِ دیدار کی تاثیر عجیب — زہر کھاتا ہے کوئی کوئی دوا کھاتا ہے

پریشاں کردیا دل نے الجھ کر — کھلے جاتے ہیں بل زلفِ دوتا کے
وہ روئے دیکھ کر میت کو میری — بچھے آنسو ذرا اہلِ عزا کے

الجھنا زلف سے لڑنا نگہ سے
بنے ہیں حضرتِ دل بھی بلا کے

ابھی نزاکتِ رفتارِ یار باقی ہے — ابھی زمانۂ ناپائیدار باقی ہے
وہ چشمِ زار کا سنتے ہی ماجرا گھبرائے — ابھی تو شرحِ دلِ بے قرار باقی ہے
جنوں کے ہاتھ سے تارِ نفس بجائے خدا — رہا سہا بھی لے دے کے تار باقی ہے
نہ دیکھی عیشِ گزشتہ کی پھر کبھی صورت — غلط کہ گردشِ لیل و نہار باقی ہے

دیکھ کر تیرگی گور کو میں چونک پڑا — میں نے جانا کہ ابھی ہے شبِ یلدا باقی
عاقبت کثرتِ عصیاں سے مری گھبرا کر — رہ گیا کاتبِ اعمال کو لکھنا باقی
صبح ان مست نگاہوں کا نہ پوچھو عالم — جن میں خمارات کا کچھ نشۂ صہبا باقی

جیتے جی عشق و محبت کو مٹا دو لے **داغ**
کیوں رہے بعدِ فنا مفت کا جھگڑا باقی

دل اپنا چین سے رہتا نہیں اک آن پہلو میں — مگر دل میں تمہارا ناوکِ دلدوز رہتا ہے
رقیبِ روسیہ بھی رات بھر پھرتا ہے سرگرداں — خدا جانے کہاں وہ شمعِ شب افروز رہتا ہے
تصور میں کسی کے **داغ** نیند آتی نہیں مجھکو
عجب بیدار اپنا طالعِ فیروز رہتا ہے

کیا صبا کوچۂ دلدار سے تو آتی ہے — مجھکو اپنے دلِ گم گشتہ کی بو آتی ہے
شجرِ خشک تو ہر سال ہرے ہوتے ہیں — جا کے لے عمرِ جوانی کہیں تو آتی ہے
دل اگر صاف نہ ہو پاک نہ ہوگا انساں — یوں تو ابلیس کو بھی شرطِ وضو آتی ہے
جانتا ہوں کہ یہی دشمنِ جاں ہے میرا — اس کے خنجر سے مجھے خون کی بو آتی ہے

محفلِ یار میں اے داغ سوا حسرت کے
کیا ہمیں کیفیتِ جام و سبو آتی ہے

نئی شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی / تغافل یوں کیا گویا حیا کی
شبِ اندوہ و غم کا پوچھنا کیا / بنا کی جو مرے دم پر بنا کی
جوابِ قتل کیا قاتل نے سوچا / کہ اس کو عید ہے روزِ جزا کی
مٹاؤں داغِ ہجراں دل سے کیونکر / وہ پوچھیں گے نشانی میری کیا کی

پھر اس بت پر فدا ہیں حضرت داغ
قسم کھائی تھی کعبے میں خدا کی

وائے دشمن ہو گیا سارا جہاں / ہائے رسمِ دوستداری اُٹھ گئی
عشق نے بے باک آخر کر دیا / اب وہ شرمِ آہ و زاری اُٹھ گئی
دور میں اس چشمِ مستِ ناز کے / لذتِ پرہیزگاری اُٹھ گئی

کس سے رکھے داغ چشمِ دوستی
اٹھ گئی یاروں سے یاری اٹھ گئی

غنچۂ دل کے عوض تازہ ہوئے داغِ جنوں / کیا بہار آئی تھی دیوانہ بنانے کے لئے
چار حرفِ آرزو ہے دل میں یوں تو مختصر / گر بڑھاؤں میں تو قصہ ہی بڑھانے کے لئے
کثرتِ غم سے مرے دل میں جگہ ملتی نہیں / عیش رستا ڈھونڈھتا پھرتا ہے آنے کے لئے

بے مثل کیا اس بت کافر کو خدا نے / سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی مانے کہ نہ مانے
مرتے ہیں ترے کوچہ میں پامالِ محبت / گھر دیکھ لیا گلشنِ جنت میں قضا نے

مے خانہ ہے اور داغ ہے اور نشہ مے ہے
سوتا ہے رکھے خشتِ خمِ بادہ سرہانے

کہا تجھ کو سودائے زلفِ پری ہے / یہ اُٹھتی نہیں ایسی تہمت دھری ہے
ملا داغ سے آج وہ ماہ پیکر / مبارک قرانِ مہ و مشتری ہے

دل کو تھاموں کہ تری بزم میں آنسو پونچھوں / ہاتھ جب دل سے اٹھے دیدۂ تر تک پہنچے

اُس کے ہمراہ گیا ہے دلِ پر رنج و ملال　　یا الٰہی وہ سلامت کہیں گھر تک پہنچے
پسِ دیوارِ چمن رکھ دے قفس اے صیاد　　میں نہ پہنچوں مرا نالہ گُلِ تر تک پہنچے
کس طرح لے گا بلائیں کوئی آسودۂ خاک　　کچھ نہ پہنچے ترے گیسو جو کمر تک پہنچے

شوق ہے دادِ خدا ذوق ہے امدادِ خدا
داغؔ کیوں کر نہ شہِ جن و بشر تک پہنچے

جانا تھا کہ ہے موت ہی آرامِ جدائی　　واں تیرگیِ گور ہوئی شامِ جدائی
مل جائے کوئی عاشقِ دیرینہ تو پوچھوں　　کس طرح بسر کرتے ہیں ایامِ جدائی

قطعہ

کل داغؔ سے پوچھا یہ کسی نے کہ بتا تو　　کیا حال ہے اے بسملِ صمصامِ جدائی
سرشار ہے کیوں بادۂ اندوہ میں غافل　　گردوں نے پلایا تجھے کیا جامِ جدائی
آنکھوں سے برستے ہیں دُرِ اشکِ تمنا　　سینہ ہے ترا مخزنِ آلامِ جدائی
کیوں دل پہ ترا ہاتھ ہے کیوں چشم ہے پُرنم　　ہے تجھ سے جدا کون سا آرامِ جدائی
آغازِ جدائی کو جدائی نہ سمجھ تو　　ہوتا ہے وصال ایک دن انجامِ جدائی
ہاں صبر ہے درکار کہ اس عربدہ جو پر　　حسرت نہ نکلے وصل کی ہنگامِ جدائی
یہ سن کے کہا ہائے نہ پوچھو یہ نہ پوچھو　　کچھ اور کرو ذکر نہ لو نامِ جدائی
کیا صدمہ، قلق کیا ہے، کہاں کا غمِ ہجراں　　ہے رنج کا مذکور نہ یاں نامِ جدائی
احباب کہ تھے واقفِ اسرارِ محبت　　جھنجھلائے کہ او موردِ الزامِ جدائی
ہم پوچھ کے احوال خطاوار ہی ٹھہرے　　گویا کہ دیا ہم نے یہ پیغامِ جدائی
اک نالہ کیا مرغِ گرفتار کی صورت　　مطلع یہ پڑھا اس نے تہِ دامِ جدائی

اللہ نہ دے گردشِ ایامِ جدائی
کم صبحِ قیامت سے نہیں شامِ جدائی

قطعِ امید سے امید مگر بڑھتی ہے　　کہ ادھر گھٹتی ہے الفت تو ادھر بڑھتی ہے
گھٹ کے یوں خواہشِ دل شام و سحر بڑھتی ہے　　جس طرح ہو کے قلم شاخِ شجر بڑھتی ہے

تول میزانِ نظر میں نظرِ دشمن و دوست ــــ کس طرف کم ہے تری چاہ کدھر بڑھتی ہے

ہجر ہے آفت اگر وصل بلائے دل ہے ــــ آدمی کے لئے ہر طرح غرض مشکل ہے
ہم نے جو راز کہ خلوت میں کہا تھا اس سے ــــ آج افشا وہ رقیبوں میں سرِ محفل ہے
جمع ہیں کس قدر آشفتہ خدا خیر کرے ــــ اس کی ہر ہر شکنِ زلف میں اک اک دل ہے
اے غمِ یار کوئی اپنا ٹھکانا کر لے ــــ دل تو پُر درد ہے تو درد کے کیوں شامل ہے
شمع چپ آئینہ حیران ہے عاشق ششدر ــــ واہ کیا عالمِ تصویر تیری محفل ہے

ہم کو قسمت نے دیا داغِ تمنائے داغؔ
وہی ملتا ہے جس انعام کے جو قابل ہے

ہوں تو دیوانہ مگر خالی نہیں تدبیر سے ــــ میں نے باندھا ہے جنوں کو حلقۂ زنجیر سے
ظلم ہے آزادیِ پابندی مقصود بھی ــــ کتنا پیچ کر گیا نالہ مرا تاثیر سے
جب لڑی ہیں وہ نگاہیں عاشقِ دلگیر سے ــــ چھد گئی ہیں برچھیاں سی کھب گئے ہیں تیر سے
کچھ توقع کچھ یقیں کچھ یاس کچھ وہم و گماں ــــ انتظارِ یار کی ہے کیفیت تاخیر سے
ہے کلامِ لطف میں بھی اک طرح کی نوک جھوک ــــ میٹھی چھریاں چلتی ہیں شیرینیِ تقریر سے
تو نے رکھا ہے کہاں کا ہم کو اے جوشِ جنوں ــــ جائیں گے کس گھر نکل کر خانۂ زنجیر سے

چھوڑا ہے ساتھیوں نے پسِ کارواں مجھے ــــ لیجائے دیکھئے مری وحشت کہاں مجھے
شب کو نہ آئے تم تو ہوا بدگماں مجھے ــــ واں لے گیا کہ موت سے جانا جہاں مجھے
کیا دردِ دل کہوں کہ سراپا ہوں دردمند ــــ آتی نہیں ہے بات سوائے فغاں مجھے
پڑتی ہے اُن کی آنکھ سرِ بزم جب کہیں ــــ جاتے ہیں اک نگاہ پہ سو سو گماں مجھے

اے داغؔ اس کے ہاتھ سے گر ہوں شہید میں
وہ موت بھی ہو زندگیِ جاوداں مجھے

کبھی اقرار ہے مجھکو کبھی انکارِ وصال ــــ بات تیری نہ اٹھائی نہ دھری جاتی ہے
چارہ گر رکھ نہ مرے زخمِ جگر پر مرہم ــــ کہ مری لذتِ ایذا طلبی جاتی ہے

یہ کس کی لو ہے اے دلِ مضطر لگی ہوئی ــــ اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

کیا بھیڑ ہے کدے کے ہے در پر لگی ہوئی — پیاسو سبیل ہے سر کوثر لگی ہوئی
جب میں نے آہ کی ہے قیامت اٹھائی ہے — آواز پر ہے شورشِ محشر لگی ہوئی

میں آشنا نہیں بت نا آشنا سے داغ
تہمت یہ مفت کی ہے مرے سر لگی ہوئی

وائے بربادیٔ قسمت کہ گلی میں تیری — خاک ہو کر بھی رہے ہم تو ہوا تیز رہی

کوئی کمی نہ کی تھی دلِ بے قرار نے — مجکو بچا لیا مرے پروردگار نے
وہ اور مجھ کو خط میں لکھے شکوۂ رقیب — پٹی پڑھائی ہے یہ کسی ہوشیار نے

اے داغ ہائے داغ ہے عہدِ شباب کا
کیا داغ کھائے تیرے دلِ داغدار نے

محبت کا اثر جاتا کہاں ہے — ہمارا دردِ سر جاتا کہاں ہے
دلِ بے تاب سینے سے نکل کر — چلا ہے تو کدھر جاتا کہاں ہے

مرے شوقِ شہادت نے تھکایا بازوئے قاتل — دہانِ زخم سے یہ شور تھا اک ہاتھ ہاں پھر بھی
تجھے ہے داغ کیا ارمانِ ایامِ گذشتہ کا — دوبارہ جا کے آتی ہے کہیں عمرِ رواں پھر بھی

اب ترا اے دلِ بے تاب خدا حافظ ہے — کر چکے ہم تو محبت میں حفاظت تیری
دیکھئے کرتی ہے رسوائے زمانہ کیا کیا — مجکو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری

دیکھئے کیا فساد قاصد پر — میری طرزِ رقم سے اٹھتا ہے
اس کی کافر نگہ کے اٹھتے ہی — شور دیر و حرم سے اٹھتا ہے
کس سے اٹھتا ہے صدمۂ الفت — یہ ہمارے ہی دم سے اٹھتا ہے

گر نہ ٹھکرائے وہ تو پھر اے داغ
کون خوابِ عدم سے اٹھتا ہے

گمانِ تند خو کیا جانے کیا ہے — ہماری آرزو کیا جانے کیا ہے
ابھروں کیا اس کے آگے میں دمِ سرد — اسے وہ شعلہ خو کیا جانے کیا ہے
رواں آنکھوں سے یہ خونِ جگر ہے — کہ ہے دل کا لہو کیا جانے کیا ہے

کہوں کیا تجھ سے ناصح لذت عشق ۔ اسے کم بخت تو کیا جانے کیا ہے

نکال اب تیر سینے سے کہ جانِ پر الم نکلے ۔ جو یہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے
مرے دل سے کوئی پوچھے شب فرقت کی بیتابی ۔ یہی فریاد تھی لب پر کہ یا رب جلد دم نکلے
رہِ الفت کو اک سیدھا سا رستہ ہم نے جانا تھا ۔ مگر دیکھا تو اس رستے میں صد ہا پیچ و خم نکلے
دم پرسش جو دیکھا اس بت سفاک کو مضطر ۔ صفِ محشر سے دل پکڑے ہوئے گھبرا کے ہم نکلے

گئے ہیں رنج و غم اے داغ بعد مرگ ساتھ اپنے
اگر نکلے تو یہ اپنے رفیقان عدم نکلے

دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں اغیار مجھے ۔ لے چلی ہائے کہاں حسرتِ دیدار مجھے
رحم آتا ہے دلِ زار تری حالت پر ۔ کاش ہو جائے تری جان کا آزار مجھے
اپنے قاتل پہ نہیں خون کا دعویٰ مجھ کو ۔ بلکہ خود جرم محبت پہ ہے اقرار مجھے

دل مرا لے کے وہ چھپاتے ہیں ولیں اے داغ
نظر آتی ہے بھری چشم خریدار مجھے

برائیاں نہ تری یاد آئیں اس باعث ۔ ہم اپنے حالِ زبوں پر نظر نہیں رکھتے

اٹھائیں اُن کے ستم کس طرح سے ہم اے داغ
کہ دل میں تاب و تواں اس قدر نہیں رکھتے

جُست جو زہر ہے گر حاصلِ مطلوب نہ ہو ۔ آبِ حیواں نے کئے تلخ سکندر کے مزے
جن کو ہے جان عزیز ان کو نہیں لذت عشق ۔ خضر کیا جانے تری بُرشِ خنجر کے مزے

داغ اس چاٹ پہ ہے تشنہ لب و تشنہ دہن
کہ ملیں ساقیِ کوثر مئے کوثر کے مزے

مجرم عشق کے ارمان نرالے دیکھے ۔ جرم کا حوصلہ بڑھتا ہے سزا پانے سے
دل برباد میں آباد ہوئے عشق و جنوں ۔ کوئی بستی نہیں بہتر مرے ویرانے سے
گر پڑا ہوں نگہ مست سے چکر کھا کر ۔ ساقیا پہلے اٹھا تو مجھے پیمانے سے
نگہ مست تری گر ہی پڑی دل پہ مرے ۔ لغزش پا نہ سنبھالی گئی مستانے سے

آتشِ شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے — اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے
دیکھ لینے کو ترے سانس لگا رکھا ہے — ورنہ بیمارِ غمِ ہجر میں کیا رکھا ہے
کھائی ہے وعدۂ فردا پہ قسم کیا جھٹ پٹ — آج اس حرفِ تسلی نے لٹا رکھا ہے
اس قدر تو ہے ترا پردہ نشیں پاسِ حجاب — کہ ترے درد کو بھی دل میں چھپا رکھا ہے

پ

رنج و قلق کہ صدمہ و ایذا اٹھائیے — دل کو بھٹا کے سینے میں کیا کیا اٹھائیے
ہم بھی جگر کو تھام لیں دل کو سنبھال لیں — تھم تھم کے رخ سے زلفِ چلیپا اٹھائیے
دامِ بلائے زلف سے باندھا ہے سلسلہ — دل چاہتا ہے پھر کوئی جھٹکا اٹھائیے
یوں خاک میں ملائیے اس شوقِ چشم کو — پلکوں سے اس کا نقشِ کفِ پا اٹھائیے
اے ناتوانیٔ دلِ بیمار الاماں — طاقت نہیں کہ دل سے تمنا اٹھائیے
ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق — ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھائیے

وہ داغؔ دردمند جو کل تک مریض تھا
آج آپ آ کے اس کا جنازا اٹھائیے

میری خاموشی کا باعث پوچھئے مجھ سے نہ کچھ — یہ حقیقت اپنی چشمِ سرمہ گیں سے پوچھئے
داد کوئی دے سکے کیا اس خرامِ ناز کی — کیا زمیں کے دم پہ بنتی ہے زمیں سے پوچھئے

جانتا ہے دل ہی داغِ عشق کا اے داغؔ لطف
یہ فروغِ روسیاہی اس نگیں سے پوچھئے

رنجِ صحت سے جو واقف دلِ شیدا ہو جائے — داغ ارمان بنے دردِ تمنا ہو جائے
قابلِ رحم ہے اس شخص کی رسوائی بھی — پردے پردے ہی میں کمبخت جو رسوا ہو جائے
ہائے کہتا وہ کسی بت کا دمِ نظارہ — آنکھ پھر کر ہمیں دیکھے تو بس اندھا ہو جائے

دشمنِ جاں نہ سہی آپ مسیحا ہی سہی
داغؔ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

نشتر ہے رگِ جاں کا تو کانٹا ہے جگر کا — کیا دکھ کے تجھے اے دلِ ناشاد کریں گے
بیٹھیں گے نہ خاموش ہم اے چرخِ ستمگار — تھک جائیں گے نالوں سے تو فریاد کریں گے

کچھ عجب طور کٹی بے خودیٔ شوق میں راہ — دو قدم ٹھیک چلے چار قدم بھول گئے
بر تیغ فنا میں بھی عجب لذت ہے — زندگانی کے مزے اہل عدم بھول گئے

کل تک تو دام زلف میں سو دل رہا کئے — بھول آئے پھینک اٹھے کہیں آج کیا کئے
پہنچے کسی طرح سے نہ تا منزل مراد — بازو میں پر لگا کے ہم اکثر اڑا کئے
بگڑے جو ذکر غیر پہ ہم اس نے دھر لیا — کوئی جواب جب نہ بن آیا بنا کئے

کوچۂ یار ہی میں بیٹھ رہی — اے قیامت ادھر نہیں آتی
کیا رکے اس نگاہِ شوخ کی چوٹ — آتے جاتے نظر نہیں آتی
مرگ عاشق ہے کس قدر آساں — نوبتِ چارہ گر نہیں آتی

جنبش میں یوں ہیں وہ لبِ نازک نفس کیساتھ — جیسے ہلے نسیم سے پتی گلاب کی
گو چپ ہے پر یہ جنبشِ لب کہہ رہی ہے صاف — قاصد کے منہ میں پھرتی ہے شوخی جواب کی
تم اور آرزو مرے ملنے کی روزِ حشر — میں اور گفتگو ستمِ بے حساب کی
اے دل کمی کرے نہ کہیں طولِ مدعا — لینی ہے کل خبر مجھے روزِ حساب کی

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لائی ہے — اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لائی ہے
نہیں معلوم کہ ہے منزلِ مقصود کہاں — عرش تک کی تو خبر آہِ رسا لائی ہے
ہم گرفتار ہیں خود شوقِ گرفتاری میں — ہم کو کیا پیچ میں وہ زلفِ دوتا لائی ہے

تجھ سے جو عرض حال کرتا ہے — سچ تو یہ ہے کمال کرتا ہے
نہیں گھٹتا یہ داغِ دل یا رب — بدر کو تو ہلال کرتا ہے
درِ دلدار تک نہیں جاتا — نامہ بر انتقال کرتا ہے

ہمیں مر گئے صدمۂ رشک سے — بڑی خیر اے فتنہ گر ہو گئی
مٹے ٹھوکروں ہی میں اہلِ نیاز — ہماری جبیں سنگِ در ہو گئی
ستم ہو گیا راز دل کھل گیا — چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی
دکھا دیں گے اے دل تجھے روزِ حشر — کہ ساری خدائی ادھر ہو گئی
یہاں صبح پیری سے پہلے ہی داغ — ہوا ئی چراغِ سحر ہو گئی

اے فلک ساماں محشر ہی سہی — اپنی آنکھوں کو تماشا چاہیئے
کیجئے تیغ تبسم سے ہلاک — جو کبھی اچھوں کو اچھا چاہیئے
وعدۂ فردا پہ کبھی جمتے نہیں — کہتے ہیں وہ وقت دیکھا چاہیئے

نگہ شوق بے اثر نہ ہوئی — تم کو پردے ہیں کیا نظر نہ ہوئی
ہم نے تقلید خضر کی لیکن — چلتے پھرتے کبھی تو بسر نہ ہوئی
تارے گنتے ہو شام سے شب وصل — کیا کروگے اگر سحر نہ ہوئی
دل ویراں میں غم رہا قائم — کبھی یہ شئے ادھر ادھر نہ ہوئی
ماتم غیر میں تمھیں دیکھا — ورنہ یہ عید کس کے گھر نہ ہوئی
شب فرقت کے جاگنے والے — ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی
کبھی ان سے امید الفت ہے — کبھی یہ فکر ہے اگر نہ ہوئی
خاک سے مے خانہ تھی اسی قابل — یہ زمیں آسماں پر نہ ہوئی
دل سے باتیں بہت رہیں شب غم — بات کرنے میں بھی سحر نہ ہوئی

مجھے اے اہل کعبہ یاد کیا بت خانہ آتا ہے — ادھر دیوانہ جاتا ہے ادھر مستانہ آتا ہے
رخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں — ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے
دم تقریر نالے حلق میں چھریاں چبھوتے ہیں — زباں تک ٹکڑے ہو ہو کر مرا افسانہ آتا ہے

دعوت مژگاں کروں مہمانی پیکاں کروں — آہ میں کیا کیا کروں اک قطرۂ خوں دل میں ہے
کس مصیبت میں پڑا ہوں میں دم تحریر شوق — وہ سما سکتا نہیں خط میں جو مضموں دل میں ہے

ہاں مدد اے جوش وحشت کل پہ کیا کچھ منحصر ہے
خار صحرا پاؤں میں ہے شوق ہاموں دل میں ہے

کون غم خوار الٰہی شب غم ہوتا ہے — اب تو پہلو میں مرے درد بھی کم ہوتا ہے
رشک ہے اپنے خط شوق پہ مجھکو کہ وہاں — وہی مضموں مرے دشمن کو رقم ہوتا ہے
رہ گیا چھیڑ کے میں قصۂ غم جب یہ سنا
داغ اس سر کی قسم تجکو الم ہوتا ہے

گلا جور و ستم کا حشر میں پھر عشق کا دعویٰ
مرا ذمہ ترے آگے جو کوئی بے خطا ٹھہرے

یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد رہے
نالہ رکتا ہوا گھٹتی ہوئی فریاد رہے

کے گھڑی چین سے تو لے ستم ایجاد رہے
تیرے سینے میں جو میرا دلِ ناشاد رہے

وعدۂ حشر پہ کیا صبر ہو تم کہہ دو گے
ایسے ہنگامۂ جاں کاہ میں کیا یاد رہے

دیکھ لی سیرِ حرم حضرتِ زاہد رخصت
آپ کا کعبہ مرا بت کدہ آباد رہے

اس دلِ تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یارب
غم رہے دم رہے فریاد رہے یاد رہے

بھلا ہو پیرِ مغاں کا ادھر نگاہ ملے
فقیر ہیں کوئی چلو خدا کی راہ ملے

وہ روزِ حشر ہے دنیا نہیں کہ راہ ملے
کہاں چھپو گے جو دو چار داد خواہ ملے

ہوا ہے دردِ جگر سے یہ گھر مرا تاریک
کہ موت ڈھونڈتی پھرتی ہے کوئی راہ ملے

اثر کہاں سے ملے جب یہ پھوٹ ہو باہم
الگ الگ رہے دونوں نہ حرفِ آہ ملے

نویدِ بخشش عصیاں اسے سنا دینا
جو شرمسار کہیں داغ روسیاہ ملے

آتا نہ شبِ وصال اسے [illegible]
نہاں ہے عمر رات بھر کی

رہتی ہے بہ رنگِ شمع مردہ
وہ آہ کہ جان تھی اثر کی

انسان و ملک ہیں سب دعاگو
پھر بھی تو کہیں نہیں اثر کی

دل میں مضمون یاس [illegible] کے
بن گئے نقشِ لوحِ تربت کے

کس نے کس کو سامنے [illegible] دیا
ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں خلقت کے

وہ قیامت تو ٹلے ہیں پوچھ کیا حال ہے
پرسشِ دل بھی الٰہی پرسشِ اعمال ہے

تنگ آئے ہیں دل ہی [illegible]
مجھ سے بدتر پوچھنے والوں کا میرے حال ہے

پس گئے ہیں یوں تو لاکھوں گردشِ افلاک سے
جس پہ عاشق ہے قیامت وہ ترا پامال ہے

بولتے ہو موت کے معنی پہ تم لفظِ وصال
اور بھی تو اک محل پر اس کا استعمال ہے

کیا تھا جرم وفا لذتِ سزا کے لئے
ستم کے لطف اٹھائے مرے جفا کے لئے

جو یہ لباس ہو تجھ سا ہی جامہ زیب بھی ہو — بنا نہ دامنِ محشر تری قبا کے لئے
اثر تو لوٹ لیا بات بات نے تیری — رہا نہ کچھ بھی مری عرضِ مدعا کے لئے
کسی زمانے میں گستاخ ہم بھی تھے اب تو — زباں ہے بہرِ ستائش دلِ التجا کے لئے
رقیب سے بھی تو برسوں میں بات کرتے ہیں — یہ فکر ہے انھیں افزائشِ بلا کے لئے
ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی — عجیب چیز ہے یہ طولِ مدعا کے لئے

روزِ جزا کا خوف دلایا تو یہ کہا — ان دھمکیوں سے آپ کی ہم مان جائیں گے
ہیں لاکھ پہلوؤں سے کروں عرضِ مدعا — پہچاننے کی بات وہ پہچان جائیں گے

قلزمِ عشق سے لے خضر ہمیں خوف نہیں — بیٹھ کر تہ میں ابھرتے ہیں ابھرنے والے
ہو کے لبریز نہ چھلکے گا مرا ساغرِ دل — مے کدے سو ہوں اگر لاکھ ہوں بھرنے والے
کشتیِ نوح سے بھی کود پڑوں طوفاں میں — دیں سہارا جو مجھے پار اترنے والے
ہے وہی قہر وہی جبر وہی کبر و غرور — بت خدا ہیں مگر انصاف نہ کرنے والے

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

کس طرح چین مجکو دلِ بے قرار دے — گر اختیار دو نہ خدا اختیار دے
دل اس نگاہِ ناز سے ہم نے لڑا دیا — آگے نصیب جیت دے پروردگار دے
جز بے کسی نہیں ہے شبِ ہجر ہم نشیں — کس سے کہوں کہ کوئی اجل کو پکار دے

کیوں ناز اٹھاؤں داغ کسی پُر جفا کے میں
مجکو اگر خدا ستمِ روزگار دے

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری — غیر کی ہو کے رہے یا شبِ فرقت میری
کیا کہوں گا اگر اس بت نے کہا محشر میں — داورِ حشر ترے ہاتھ ہے عزت میری
کیا جدائی کا اثر ہے کہ شبِ تنہائی — میری تصویر سے ملتی نہیں صورت میری
بخشے جائیں گے سیہ کار بہت روزِ جزا — کہیں جنت میں نہ پہنچے شبِ فرقت میری
دھوم ہے زیرِ زمیں کشتۂ ناز آیا ہے — ہو گئی عید شہیدوں کو زیارت میری

شوق کہتا ہے ابھی عرض تمنا کیجے دل یہ کہتا ہے کہ پڑتی نہیں ہمت میری
کیا فلک ٹوٹ پڑا بعد فنا بھی مجھ پر بیٹھی جاتی ہے دبی جاتی ہے تربت میری

ساقی نہ ہم سے ترک ہو شرب مدام کی پہلے چھڑک زمیں پہ قاضی کے نام کی
آب بقا نے گرچہ بہت روک تھام کی پیری چلی نہ خضر علیہ السلام کی
افسانۂ فراق میں گزری شب وصال جب صبح ہو گئی تو کہانی تمام کی
یہ چھیڑ دیکھنا کہ دم شکوۂ فراق تائید ہو رہی ہے ہمارے کلام کی
ہو گرچہ بادشاہ رقیب سیاہ رو خالق مگر بنائے نہ صورت غلام کی

وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے تبسم ہے عیاں جبیں سے
پڑا ہوں میکدے میں منہ لپیٹے حجاب آتا ہے مجھکو اہل دیں سے
شب وعدہ مدد کر لے نزاکت قسم ٹوٹے نہ میرے نازنیں سے
اسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے
وہ آئے کیوں کہ طرز بے وفائی اڑا کر لے گئے جان حزیں سے
نہیں آتا تجھے گر اے تمنا نکلنا سیکھ لے جان حزیں سے

جب اُن کی آنکھوں میں بھولے سے شرم آتی ہے پکارتے ہیں یہ ناز و غرور ہم آئے
یہ خوف اہل وطن تھا کہ دشت غربت تک وطن سے بچتے ہوئے دور دور ہم آئے

مرض عشق ہی آفت ہے وگرنہ ہم نے کی دوا اس کی سنا جس کو طبیب اچھا ہے
اے دہن تیرے لئے حرف دعا ہے بہتر اے زباں تیرے لئے ذکر حبیب اچھا ہے

لوگ سمجھانے لگے یہ دل نہیں تکرار کا گفتگو ان سے مری روز شمار آنے کو تھی
صبر و تسکین و تحمل یہ تو سب جانے کو تھے [illegible] تیری دل میں لے غفلت تھا آنیکو تھی

جوش وحشت سے [illegible] گور میں کافر کا مردہ ہے کہ یہ دل گھر میں ہے
ہر در و دیوار سے سر پھوڑ [illegible] وہ بیاباں میں نہیں جو مجکو حاصل گھر میں ہے
[illegible] آرزو [illegible] وطن
[illegible] دل گھر میں ہے

جھڑکی ہوئی کہیں سے نکالی ہوئی نہ ہو
پاتا ہوں آج اے شبِ غم مہرباں تجھے

اے بے وفا نہ آئی دوبارہ کسی طرح
کس نے سکھائی چال یہ عمرِ رواں تجھے

جب اس کے مقابل مرے داغِ جگر آئے
خورشیدِ قیامت کو بھی تارے نظر آئے

حسن آئینۂ عشق ہو عشق آئینۂ حسن
میں تجکو نظر آؤں مجھے تو نظر آئے

وہ کہتے ہیں فرصت نہیں ہم کو شبِ وعدہ
تم صبر کو اپنے ہی بلا لو اگر آئے

آرزو ہے حشر کے دن کان رکھ کر وہ سنیں
نامۂ اعمال میرا شوق کا دفتر بنے

دشمنوں کی جان پر کیوں کر گرے یہ برقِ آہ
کس طرح سے آسماں میرا دلِ مضطر بنے

پڑا ہوں سنگِ رہِ دوست بنکر کوئے دشمن میں
سنا ہے آدمی کچھ ٹھوکریں کھا کر سنبھلتا ہے

جو اندازِ جفا کل تھا نہ دیکھا آج وہ یارب
نیا روز اک فلک میرے ستانے کو بدلتا ہے

نہ سمجھا عمر گزری اس بتِ خودسر کو سمجھاتے
پگھل کر موم ہو جاتا اگر پتھر کو سمجھاتے

تری رفتار کا انداز جس میں ہو دبے کیونکر
دبا کر کس طرح ہنگامۂ محشر کو سمجھاتے

خدا جانے کہاں سے راہِ الفت میں کہاں پہنچے
جو ہوتا ہوش کچھ ہم کو تو ہم رہبر کو سمجھاتے

شبِ فرقت تڑپنا داغ کا دیکھا نہیں جاتا
گزر جاتی ہے ساری رات سارے گھر کو سمجھاتے

لائے گی پیچ زلفِ پریشاں نئے نئے
یہ سادگی دکھائے گی ساماں نئے نئے

یہ چاہتا ہے شوقِ خلش دل میں دمبدم
رہ جائیں ٹوٹ ٹوٹ کے پیکاں نئے نئے

لاؤں کہاں سے میں تجھے اے عالمِ شباب
آتے ہیں یاد ہائے وہ ارماں نئے نئے

کیا طرزِ کلام ہو گئی ہے
ہر بات پیام ہو گئی ہے

اب دیکھئے مشقِ پائمالی
تعریفِ خرام ہو گئی ہے

عالم کو ہے دعویِ محبت
یہ خاص بھی عام ہو گئی ہے

ہوا جو ان کی خموشی سے کچھ ملال مجھے
جواب دینے لگی طاقتِ سوال مجھے

غمِ عدو میں نہ گھبرا دے یہ دورِ فلک
کبھی ملال تمہیں ہو کبھی ملال مجھے

صدائے نالۂ شبِ وصل بھی نہ دل سے گئی
پکارتی تھی یہ حسرت مری نکال مجھے

پلادے بزم میں ساقی اسے شراب اتنی — وہ مست ناز کہے مجھ سے تو سنبھال مجھے
اسیر حلقۂ کاکل نہیں ہوا اے داغ
مرے خدا نے بچایا ہے بال بال مجھے

تڑپنے سے دل بیتاب کوئی غم نکلتا ہے — ٹھہر جا صبر کر مضطر نہ ہو کیوں دم نکلتا ہے
ہزاروں حسرتیں سر پیٹتی ہیں خانۂ دل میں — الٰہی دیکھئے اس گھر سے کب ماتم نکلتا ہے
کبھی ان گیسوؤں کی دست شانہ کیا نکالیگا — کہیں یہ پڑھ جاتی ہے کہیں یہ خم نکلتا ہے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے — دل بے مدعا دیا تو نے
عمر جاوید خضر کو بخشی — آب حیواں پلا دیا تو نے
نار نمرود کو کیا گلزار — دوست کو یوں بچا دیا تو نے
مٹ گئے دل سے نقش باطل سب — نقش ایسا جما دیا تو نے

اے داور حشر کل کہوں گا — دن کم ہے یہ داستاں بہت ہے

نہ کہنا تم کہ قاتل ہم نہیں ہیں — ہوا خون حنا مجھ سے کہ تم سے
رقیبوں سے یہ کہتا ہوں سر بزم — وہ بیٹھے ہیں خفا مجھ سے کہ تم سے
چھپا کیوں چاند بدلی میں شب وصل — اسے آئی حیا مجھ سے کہ تم سے
خدا جانے محبت کو سر حشر — پڑے گا واسطا مجھ سے کہ تم سے

کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے — مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے
کچھ تازگی ہو لذت آزار کے لئے — ہر دم مجھے تلاش نئے آسماں کی ہے
وقت خرام ناز دکھا دو جدا جدا — یہ چال حشر کی یہ روش آسماں کی ہے
جور رقیب و ظلم فلک کا نہیں خیال — تشویش ایک خاطر نامہرباں کی ہے
تقدیر سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ عشق میں — تدبیر کوئی بھی ستم ناگہاں کی ہے
سن کر مرا فسانۂ غم اس نے یہ کہا — ہو جائے جھوٹ سچ یہی خوبی بیاں کی ہے

مہتاب

نفرت ہے حرف وصل سے اچھا نہیں سہی — لو آؤ اور بات سنو وہ نہیں سہی

مشقِ جفا کے واسطے کس کی تلاش ہے — کوئی اگر نہیں ہے تو یہ کمتریں سہی
آرام کچھ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا — زیرِ فلک نہیں ہے تو زیرِ زمیں سہی

ایک طوفاں ہے غمِ عشق میں رونا کیا ہے — نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے
ابرِ رحمت ہے اُدھر دیدۂ پرنم ہے ادھر — مشکل اس نامۂ اعمال کو دھونا کیا ہے
آشنا بحرِ محبت سے نکالیں نہ مجھے — ڈوبنے والے کو دشوار ڈبونا کیا ہے

یہ تلی داور رنج فرقت کی — اور دل کا کہا کرے کوئی
تم سراپا ہو صورتِ تصویر — تم سے پھر بات کیا کرے کوئی

خوب ہی چلتی ہوئی وہ نرگسِ مستانہ ہے — آشنا سے آشنا بیگانہ سے بیگانہ ہے
پائے ساقی پہ گرایا جب گرایا ہے مجھے — چال سے خالی کہاں یہ لغزشِ مستانہ ہے

داغ یہ ہے کوئے قاتل مان کہنا ضد نہ کر
اُٹھ یہاں سے آ ادھر گھر بیٹھ کچھ دیوانہ ہے

رہِ عشق میں راہ زن کیا نہ ہوگا — مجھے خوفِ منزل بہ منزل یہی ہے
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی — اگر آپ کا رنگ محفل یہی ہے
ترا جلوہ ٹھہرا ہے مقصودِ عالم — کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے
ہماری شبِ غم گذر جائے یارب — کہ آسان کرنے کی مشکل یہی ہے

یہ ہے امید جسمِ ناتواں سے — کروں میں اڑکے باتیں آسماں سے
ہدف دل کو کرے گا اک دن — یہ تیر اکھیلنا ابرو کماں سے
چلے بے راہ اکثر رہروِ شوق — بچی جاتی ہے منزل کارواں سے

تاثیرِ محبت نے کیوں دیر لگائی ہے — یارب مری قسمت نے کیوں دیر لگائی ہے
مظلومِ جفا آخر کب داد کو پہنچیں گے — کیا جانے قیامت نے کیوں دیر لگائی ہے
دشوار نہیں میرے لکھے کا بدل دینا — پر کاتبِ قدرت نے کیوں دیر لگائی ہے

اے راہ نما راہ لے تو اور طرف کی — کچھ اور ہمارہ رہِ منزل کو لگی ہے
مجبور ہوا شکرِ جفا سے بھی تو کمبخت — کیا موت کی ہچکی ترے بسمل کو لگی ہے

کچھ روتے ہیں کچھ مرتے ہیں کچھ لوٹتے ہیں   کس کی نظرِ بد تری محفل کو لگی ہے

تارے گن گن کے گزاری شبِ دیجورِ فراق   کیا مصیبت تھی جو گنتی کے ستارے ہوتے
کیوں مرے پاس تڑپنے کو رہے پہلو میں   آپ بھی حضرتِ دل ساتھ سدھارے ہوتے

مٹ جائے کوئی حسن سے شہرت ہو کسی کی   ماتم ہو کسی کا شبِ عشرت ہو کسی کی
اے نامہ بر انداز سخن سیکھ لے ہم سے   تعریف کے پہلو میں شکایت ہو کسی کی
آتا ہے مجھے نرگسِ حیراں سے یہی وہم   کم بخت کی آنکھوں میں نہ حسرت ہو کسی کی
اے داورِ محشر نظرِ رحم کسی پر   مجھکو نہیں منظور کہ ذلت ہو کسی کی

فراق یار میں تسکین دلِ بے تاب کو ہوتی   جو اپنے عیش سے فرصت کے احباب کو ہوتی
نئی سیریں نرالے رنگ کیونکر دیکھتا کوئی   ہمیشہ کیوں نہ گردش عالمِ اسباب کو ہوتی

پسند آئی انھیں خود طرزِ رفتار   نظر اٹھتی نہیں اپنے قدم سے
کہا یہ شکوۂ روزِ جزا پر   تجھے پالا پڑے گا پھر بھی ہم سے
دمِ تحریر خط یہ ہیں دعائیں   چلے قاصد سوا میرے قلم سے

اجل روزِ جدائی کیوں نہ آئی   کسی کی مجھکو آئی کیوں نہ آئی
بہت عاشق تھے خواہانِ قیامت   بلائے سے نہ آئی کیوں نہ آئی
مسیحائی اگر آتی ہے تم کو   ادائے جاں فزائی کیوں نہ آئی

یاس کلی وجہ استغنا ہوئی   جب نہ ہو کچھ احتیاج اچھا تو ہے

داغِ حسرت جو پس مرگ عیاں رہتا ہے   یہ نشانِ قدمِ عمرِ رواں رہتا ہے
گرچہ وہ کوستے ہیں فخر ہے اس کا مجھ کو   نام میرا ہی انھیں وردِ زباں رہتا ہے
لامکاں تک کی خبر حضرت واعظ نے کہی   یہ تو فرمائیں کہ اللہ کہاں رہتا ہے

مسکراتے ہوئے وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ   آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے
کعبہ و دیر میں پتھرا گئیں دونوں آنکھیں   ایسے جلوے نظر آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

داغ وارفتہ کو ہم آج ترے کوچے سے
اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

دل سے دشمن کا اعتبار کسے
ہم بنائیں صلاح کار کسے

واہ کیا شان بے نیازی ہے
دے دیا دل پہ اختیار کسے

موت سے پیشتر ہی مرجاؤں
اس قدر تاب انتظار کسے

ذکر دشمن تو خوب تھا کہئے
اب گزرتا ہے ناگوار کسے

ہیں خون دل سے دیدۂ گریاں بھرے ہوئے
دونوں چراغ ہیں شب ہجراں بھرے ہوئے

منکر ہے قتل غیر سے کیوں دیکھ تو ذرا
آیا ہے کون خون سے داماں بھرے ہوئے

کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی
خود بخود غیب سے ہو جائیگا ساماں کوئی

برسوں امید شہادت میں جئے ہم اے خضر
تیغ سے بڑھ کے نہیں دم کا نگہباں کوئی

نظر آتا نہیں محفل میں کہیں پروانہ
بن کے بیٹھا ہے کہاں شمع شبستاں کوئی

ان اچھتی ہوئی باتوں کے نہیں ہم قائل
کرے انکار بہ اندازۂ پیماں کوئی

شکوۂ رنجش و بے داد بھی کرنا تھا ضرور
مگر اتنا کہ نہ ہو جائے پشیماں کوئی

منفعل روز قیامت ہو وہ ظالم توبہ
دادخواہی سے نہ ہو جائے پشیماں کوئی

مٹ چکی ہے خلش دل مگر اب بھی اے داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارماں کوئی

مٹی کیا آبروئے عشق افسوس
کہ اس ذلت میں بھی عزت کبھی تھی

نہ تم بھی تھے ہم پہ کبھی تھا
تسلی بھی دم رخصت کبھی تھی

کریں کیا اب زمانے کی شکایت
کہ دنیا منزل راحت کبھی تھی

تمھاری سادگی یہ کہہ رہی ہے
نگاہ ناز اک آفت کبھی تھی

ہجوم غم سے اب تک مر نہ جاتا
مجھے مرنے کی بھی فرصت کبھی تھی

ہم تیرے کام کے لئے دل مضطر بنائیں گے
اب کے بگڑ گئے تو نکمہ رہنمائیں گے

جنت کے بدلے دل میں ترے گھر بنائیں گے
یہ یادگار ہم سر محشر بنائیں گے

بیکار جائے گا نہ کوئی فتنۂ خرام
وہ رفتہ رفتہ شہر کو محشر بنائیں گے

گر میرے اشک سرخ سے رنگ حنا ملے
جو چور کی سزا ہو وہ مجھکو سزا ملے

پس ماندگانِ قافلہ کا انتظار تھا
جو رہ گئے تھے راہ میں بارے وہ آملے

اس کے ہجوم ناز میں کھویا گیا ہے دل
جو اس طرح کی بھیڑ میں گم ہو وہ کیا ملے

شوق وصال خاک ہیں سب کو ملائیگا
تم کیوں لو کسی سے تمھاری بلا ملے

ساقیا دے بھی مے روح فزا تھوڑی سی
بے وفا عمر کرے اور وفا تھوڑی سی

وعدۂ غیر پہ کیا ہوتی ہے جلدی ان کو
ہاتھ دھو ڈالتے ہیں ملکے حنا تھوڑی سی

وائے تقدیر گرے ٹوٹ کے ناخن اپنے
رہ گئی تھی گرہِ بندِ قبا تھوڑی سی

بعد مردن مرے مرقد میں بنادیں روزن
آتی جاتی رہے دنیا کی ہوا تھوڑی سی

داغ یہ مے ہے یہ ساغر ہے کہاں کی توبہ
پی خدا کے لئے اے مرد خدا تھوڑی سی

جان سے چھوڑدے تو اے ستم ایجاد مجھے
کہ ملے روز نئی لذت بیداد مجھے

اہل محشر سے یہ پوچھوں گا خدا لگتی بات
تم نے دیکھا بھی ہے دنیا میں کبھی شاد مجھے

خانۂ دل سے یہ ماتم کی صدا آتی ہے
غم سے آباد کیا جان سے برباد مجھے

ہچکیاں داغ دم نزع چلی آتی ہیں
شاید اس بھولنے والے نے کیا یاد مجھے

کچھ تذکرۂ رنجش معشوق جو آیا
دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

دیکھے تو کوئی قاصدِ جاناں کی دلیری
واپس مرے خط لاکے جلائے مرے آگے

ترک بیداد کی تم داد نہ چاہو مجھ سے
کرکے احسان نہ احسان جتائے کوئی

داد الفت کے مزے لیتے ہیں قسمت والے
خون دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی

یوں شب وصل ہو بالیدگی عیش نشاط
آپ اپنے میں خوشی سے نہ سمائے کوئی

تاک میں ہے نگہ شوق خدا خیر کرے
سامنے سے مرے بچتا ہوا جائے کوئی

کیا وہ مے داخل دعوت ہی نہیں اے واعظ
مہربانی سے بلاکر جو پلائے کوئی

وہ کھینچتے ہیں خنجر برّاں کبھی کبھی
مشکل ہماری ہوتی ہے آساں کبھی کبھی

دل رفتہ رفتہ خوگر غم ہو تو خوب ہے
آیا کرے مری شب ہجراں کبھی کبھی

میری مجال ہے جو کروں عرضِ مدّعا　　نظروں میں بات ہوتی ہے تنہا کبھی کبھی
شکرِ خدا کہ عشق نے کچھ کچھ اثر کیا
وہ دیکھتے ہیں داغ کا دیوان کبھی کبھی

گلشن میں ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی　　اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا تو ادھر بھی
عاشق ہیں ترے حور و ملک جن و بشر بھی　　دیتا ہے خدا حسن تو پڑتی ہے نظر بھی
کیا تیز رَوِ راہِ محبت ہے الٰہی　　پیچھے رہی جاتی ہے مرے دل سی نظر بھی
اے داغ دمِ نزع ہیں وہ منتظر اس کے
کیوں دیر لگا رکھی ہے جلدی کہیں مر بھی
اک چیز ہے اس عالمِ ہستی میں بشر بھی　　دنیا کا طلب گار بھی دنیا سے حذر بھی
دیکھوں کسی محبوب کو میں سامنے تیرے　　منت سے کہے تو نگہِ لطف ادھر بھی
جب جرمِ محبت کی سزا مل گئی اک بار　　تقصیر وہی ہم سے ہوئی بارِ دگر بھی
وہ صبح کو اٹھتے ہی لگا لیتے ہیں صورت　　آئینہ بھی رہتا ہے برابر گلِ تر بھی
بتخانے میں کیوں رہنے لگے حضرتِ واعظ　　ایسوں کا ٹھکانا نہیں اللہ کے گھر بھی

ہم سے برگشتہ کسی کی نظر ایسی تو نہ تھی　　گرچہ تھی چشمِ تغافل مگر ایسی تو نہ تھی
وہی دل ہے وہی لب ہیں وہی اندازِ نیاز　　جیسی اب ہے یہ دعائے اثر ایسی تو نہ تھی
وصل کے ساتھ ہی جاتے رہے کیا لیل و نہار　　شام ایسی تو نہ تھی وہ سحر ایسی تو نہ تھی

شکستِ عہد سے ہوتا ہی کیا ہے　　انھیں اس بات کی پروا ہی کیا ہے
سمجھتا ہی نہیں قاصد مری بات　　زبانِ نامہ بر پہ کیا ہی کیا ہے
رہی کیوں اس دلِ ویراں میں حسرت　　نہ ہو وحشت تو وہ صحرا ہی کیا ہے
ادا ہے ابتدا مشقِ جفا کی　　بہت ہوگا ستم اتنا ہی کیا ہے
اگر سن لیں وہ حالِ زار اے داغ
ترے کہنے کا پھر کہنا ہی کیا ہے
نشیب و فراز ان کو سمجھائے کیا کیا　　ملائے زمیں آسماں کیسے کیسے

نہ آثارِ عشرت نہ سامانِ راحت   نشاں سے ہوئے بے نشاں کیسے کیسے
گئے دیدہ و دل بھی ہم راہِ قاصد   روانہ ہوئے ارمغاں کیسے کیسے
کوئی پارسا ہو تو بھر بھر کے ساغر   پلاتا ہے پیرِ مغاں کیسے کیسے
ملے زاہدِ پیر کو حور توبہ   وہاں ہوں گے رعنا جواں کیسے کیسے

تمنا اور وہ بھی امتحاں کی   خبر تھی کس کو مرگِ ناگہاں کی
کہاں اے چارہ گر دل میں حرارت   یہ گرمی ہے فقط ضبطِ فغاں کی
نہیں کچھ ہرزہ گو دیوانۂ عشق   سنو تو کہہ رہا ہے یہ کہاں کی
شبِ غم آئے خوابِ مرگ کیونکر   یہاں دیکھی ہیں آنکھیں پاسباں کی
درِ جاناں پہ ہنگامہ نہ دیکھا   کہاں اتری ہوئی ہے پاسباں کی
رگِ بسمل میں باقی ہے ابھی دم   لگا دے آد بھی اک امتحاں کی

وہ چشمِ فتنہ زا سے دیکھ کر آئینہ کہتے ہیں   بہت اے شوخ تجھ میں بے حیائی ہوتی جاتی ہے
خدا سے طالبِ دیدار محشر کوئی رہ جائے   بہت مشہور تیری خود نمائی ہوتی جاتی ہے

پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں   عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے
شکوے کے بدلے کیا شکرِ ستم   پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے
ضعف سے اٹھتے نہیں دستِ دعا   اب ہماری شرم اس کے ہات ہے

خیالِ غیر ہوگا دل ہمارا پاسباں ہوگا   رہیں خلوت سرا میں آپ تنہا ہم نہ مانیں گے
گواہی کون دے میرا ثبوتِ عشق کیونکر ہو   وہ کہتے ہیں قیامت تک یہ دعویٰ ہم نہ مانیں گے
بہت بدرو یگانِ جان و وفا سب ہم نے دیکھے ہیں   نہیں ہے کوئی دنیا میں کسی کا ہم نہ مانیں گے
وہ کہتے ہیں ہم آہ و اشکِ سوزاں کے نہیں قائل   بہم ہوں آب و آتش دونوں یکجا ہم نہ مانیں گے

تمھیں خطِ غلامی داغ لکھ دے کیا سند اسکی
کہ ایسا شخص ہو بندہ کسی کا ہم نہ مانیں گے

انساں کو ہے خانۂ ہستی میں لطف کیا   مہمان آئے تو پشیمان جائے
گو وعدۂ وصال ہو جھوٹا مزا تو ہے   کیونکر نہ ایسے جھوٹ کے قربان جائیے

یہ مختصر جواب ملا عرضِ وصل پر
دل مانتا نہیں کہ تری مان جائیے

تو وہ ہے سب بُتِ کافر ترے قربان گئے
جو خدا کو بھی نہ مانیں وہ تجھے مان گئے

دعویِ مہر و وفا پر وہ برا مان گئے
الٹے نادم ہوئے احسان کے احسان گئے

یا الٰہی کہیں لٹتی تو نہیں راہِ عدم
جانے والے جو یہاں چھوڑ کے سامان گئے

آج کل نالۂ بلبل میں بھی تاثیر نہیں
کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے کان گئے

خانۂ دل ہے الٰہی کہ مسافر خانہ
کتنے ہی آئے یہاں کتنے ہی ارمان گئے

بندۂ عشق ہوا ایسے کہ الٰہی توبہ
تم تو معشوق کو اے داغ خدا جان گئے

بگڑا مزاج ان کا تو محفل بگڑ گئی
سامانِ عیش اڑ کے مرے ہوش ہو گئے

اے داغ سب زمانۂ ماضی کے ذوق و شوق
یک بار دل سے محو و فراموش ہو گئے

سچ بتا تو نے بھی شبِ فرقت
کبھی روزِ سیاہ دیکھا ہے

ساتھ اس بت کے اہلِ تقویٰ کو
صورتِ گمرہِ راہ دیکھا ہے

آئینہ دیکھ دیکھ کر تم نے
کیا سفید و سیاہ دیکھا ہے

عشق میں ہے متاعِ درد کی قدر
یہ گراں بھی ہے انتخاب بھی ہے

دل ہمارا ہے تشنۂ مقصود
دشت میں بحر بھی سراب بھی ہے

ہوش میں ہو تو کچھ کہیں تم سے
نشہ بھی ہے خمارِ خواب بھی ہے

کلیجا مرے منہ کو آئے گا اک دن
یہ نہیں لب پہ آہ و فغاں آتے آتے

بنا ہے ہمیشہ یہ دل باغ و صحرا
بہار آتے آتے خزاں آتے آتے

کس کی ٹھوکر کا ہے مشتاق مزارِ عاشق
بے نشاں ہو کے ابھر آئی ہے تربت کیسی

کھینچتا ہے مجھے کانٹوں میں جنونِ وقتِ علاج
اور شرماتی ہے وحشت کہ یہ وحشت کیسی

خار خارِ سرِ بستر سے نہ چھوٹا دامن
رہی کانٹوں میں الجھ کر شبِ فرقت کیسی

جورِ معشوق کی پرسش ہی نہیں دنیا میں
اپنے بندے سے خدا کو ہے محبت کیسی

خواریِ عشق کا رتبہ کوئی ہم سے پوچھے
ایسی ذلت کی کیا کرتے ہیں عزت کیسی

دھمکیاں دیتے ہو تم جذبۂ دل کی اے داغؔ
بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

عشق نے دی ہیں دعائیں دمِ رحلت کیسی مجھ سے مل مل کے گلے روئی ہے حسرت کیسی
سحر و سفاکی و بیباکی و شوخی و عتاب جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی
اب تو دو چار ہی نالوں کا رہا تھا جھگڑا ہار دی حضرت دل آپ نے ہمت کیسی
کوئی دنیا میں نہیں تیری طرح ہرجائی اے اجل تجکو بھی ہے گردش قسمت کیسی
تھمئے تھمئے کہ نکل جائے مری جان حزیں میں تو رخصت نہ ہوا آپ کی رخصت کیسی
نگہ یار کو میں دل میں جگہ دوں لیکن چور ہو جب کوئی مہمان تو عزت کیسی
بخش دے پرسشِ اعمال سے پہلے یارب پوچھ کر کوئی اگر دے تو سخاوت کیسی
نظر آتا ہے پری رو جو کوئی شوخ و شریر
گدگداتی ہے بھلا اے داغؔ طبیعت کیسی

آرام طلب ہوں کرم عام کے طالب یوں مفت میں لٹتی نہیں بیداد کسی کی
دل تھامے ہوئے پھرتے ہیں سب گبر و مسلماں کیا یاد ہے کیا یاد ہے کیا یاد کسی کی
اس حسنِ جہاں سوز سے برپا ہے قیامت ایسے میں کرے کیا کوئی امداد کسی کی
پڑتی ہی نہیں کل کسی کروٹ کسی پہلو آئے تجھے آئی دل ناشاد کسی کی
ہے الفتِ دشمن میں برا حال کسی کا اے حضرت دل کیجئے امداد کسی کی

پرسش جوان سے ظلم کی روزِ جزا ہوئی اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ خطا ہوئی
جلوہ دکھا کے دیکھ لیا بزم ناز میں وہ مرگیا وہ روح کسی کی ہوا ہوئی
جاتے ہیں بزم غیر میں ہم بھی کبھی کبھی دو ٹوک ان سے یا نہ ہوئی آج یا ہوئی
جیتا ہے دیکھ دیکھ کے تجکو ہر اک بشر کیا بند تیرے عہد میں راہِ فنا ہوئی
بند قبا شکستہ ہیں دامن ہے چاک چاک کس کی طرف سے یہ تو کہو ابتدا ہوئی
اتنا اثر تو نالۂ پُر درد نے کیا چاروں طرف سے حق میں ہمارے دعا ہوئی
کہتے ہیں وہ ہماری اطاعت کرے گا کیا جس بندہ خدا سے نہ طاعت ادا ہوئی

واعظ مئے طہور کی قیمت گراں سہی
میں دام پھیر لوں گا اگر بدمزا ہوئی

یا پی پلا کے حضرتِ واعظ بھی رنگ لائے
یا یہ ہوا کہ دخترِ رز پارسا ہوئی

قاتل نے بعد قتل پڑھی عید کی نماز
میری قضا کے ساتھ یہ اچھی ادا ہوئی

جب ان سے پوچھتا ہوں دلِ گم شدہ کو میں
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میری کیا ہوئی

عالم ہے شب و روز ترے وصل کا خواہاں
کرتا ہے کوئی رات کے ارماں کوئی دن کے

ڈرتی ہے بلا بھی تو مرے روزِ سیہ سے
ہو سکتی ہے روکش شبِ ہجراں کوئی دن کے

لے جائے کہاں دیکھئے اب گردشِ قسمت
دلّی میں ہم اے داغؔ ہیں مہماں کوئی دن کے

خدمتِ پیرِ مغاں کر زاہد
تو اب انسان ہوا جاتا ہے

لذتِ عشقِ الٰہی مٹ جائے
درد ارمان ہوا جاتا ہے

عرصۂ حشر میں وہ آ پہنچے
صاف میدان ہوا جاتا ہے

مددِ ہمت دشوار پسند
کام آسان ہوا جاتا ہے

آتشِ شوق بجھی جاتی ہے
خاک ارمان ہوا جاتا ہے

اے فلک چین سے دم بھر تو پڑا رہنے دے
ہم بھی بستے ہیں جہاں خلقِ خدا بستی ہے

ہے ہمیشہ رخِ رنگیں کی بہار اے گلِ تر
روکشی اس سے کرے تو تری کیا ہستی ہے

ہات سے دامنِ امیدِ کرم چھوٹ گیا
ہم یہ سمجھے کہ یہی وجہ تہی دستی ہے

دل کے سو ٹکڑے اڑے تن کو خبر تک نہ ہوئی
چشمِ بد دور یہ قاتل کی سبک دستی ہے

عرضِ مطلب پہ زباں قطع ہوئی
بات کرنے کی گنہگاری ہے

چشمِ فتاں میں کہاں شرم و حیا
مردمک مردمِ بازاری ہے

غمزۂ ناز نے کھینچی تلوار
کس سے یہ جنگ کی تیاری ہے

آئے چکر میں جنابِ زاہد
دخترِ رز کا قدم بھاری ہے

کیا کریں شورِ لبِ زخمِ جگر
آپ کا پاس نمک خواری ہے

سنگِ اسود نہ ٹلا کعبے سے
پتھر اپنی ہی جگہ بھاری ہے

دستِ معشوق سہی پنجۂ وحشت نہ سہی
ثابت اپنا تو گریبان رہا ہے نہ رہے

دلِ بیتاب کو کیوں زلف میں الجھاتے ہو
کوئی باندھے سے تو مہمان رہا ہے نہ رہے

راہ میں تیرِ نگہ دور سے لیتا ہے خبر
ان کے ہم راہ نگہبان رہا ہے نہ رہے

سخنِ عشق کی تاثیر سے وہ ڈرتے ہیں
سامنے داغؔ کا دیوان رہا ہے نہ رہے

چاٹ جنت کی قیامت ہے دلِ خلق حریص
عمر بھر شوق میں انسان رہے یا نہ رہے

جلوۂ یار قیامت ہے جنابِ ناصح
کہئے حضرت کے بھی اوسان رہے یا نہ رہے

جذبِ دل کی نہ خبر تھی تو لگایا کیوں تھا
آپ کے تیر میں پیکان رہے یا نہ رہے

زمانے میں رہیں یادگار زمانہ
وفائیں ہماری جفائیں تمہاری

ہمیں دو گے انعام کیا روزِ محشر
جو ہم بات بگڑی بنائیں تمہاری

وہ گھبرا گئے آخر اے حضرتِ دل
کہاں تک سنیں التجائیں تمہاری

شبِ غم وہاں سے یہ پیغام آیا
اثر کر چکیں بس دعائیں تمہاری

نگہ نکلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

دعائے بے اثر کی جب ہوئی کچھ سرد بازاری
کلیجے سے ہمارے جل کے آہِ آتشیں نکلی

اٹھے دستِ دعا کیا ضعف نے ایسا گھلایا ہے
جسے ہم ہاتھ سمجھے تھے وہ خالی آستیں نکلی

بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں اس کی چشمِ پرفن پر
ہماری تاک میں جو تھی وہ خود زیرِ کمیں نکلی

بجا ہے حضرتِ واعظ کہاں دنیا کہاں جنت
نرالی آن بانکی وضع جب نکلی یہیں نکلی

رسائی ضعف سے مشکل تھی اسکے شوخ زیبا تک
ہماری آہ سے لے کر نگاہِ واپسیں نکلی

ہمارا حال دنیا میں سا کوئی کب دیکھ سکتا ہے
توقع چشمِ جاناں سے تھی وہ بھی شرمگیں نکلی

زمانے کو تو پروا ان کی کیا اس کا رونا ہے
وہ تھی کیا بے وفا حسرت جو وقتِ واپسیں نکلی

لگا کانا نہ دیوانِ محبت کا کہاں ہوتا
[illegible] ان کی [illegible] قابلِ رشک نکلی

عرضِ احوال کو گلا سمجھے
کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے

ان اشاروں کو کون کیا سمجھے
نگہِ ناز [illegible]

سچ تو یہ ہے کہ وہ بت مغرور   اپنے آگے کسی کو کیا سمجھے
تو پرائی سمجھ پہ کام نہ کر   رمز الفت کو غیر کیا سمجھے

کہہ دیا میں نے راز دل اپنا   اس کو تم جانو یا خدا جانے
کیا غرض کیوں ادھر توجّہ ہو   حال دل آپ کی بلا جانے
نہیں کوتاہ دامن امید   آگے اب دست نارسا جانے
اس سے اٹھے گی کیا مصیبت عشق   ابتدا کو جو انتہا جانے

تجھے ابروئے یار سیدھا نہ دیکھا   عجب بانکپن ہے ترا بانکپن بھی
بہت خوب رو دل میں بیٹھے ہوئے ہیں   مگر بزم جنّت ہے یہ انجمن بھی
طریق محبت میں رہبر ہو اچھا   یہی راہ آسان بھی ہے کٹھن بھی

وعدۂ وصل پہ یہ پختگی و استحکام   آفریں اے طمع خام کے دینے والے
اب مرے سامنے خاموش ہے کیوں کیا باعث   لب گستاخ سے دشنام کے دینے والے
وہی تو وعدۂ دیدار کریں گے پورا   مجکو دھوکے سحر و شام کے دینے والے

بچانا آفت تیر نظر سے   الٰہی یہ بلا آئی کدھر سے
نہ روکا شام فرقت کو کسی نے   دہائی دے رہا تھا میں سحر سے
کیا ہے ضبط جب درد محبت   گرے ہیں ٹپ ٹپ آنسو چشم تر سے
نہیں فرصت کہ اس کا سر اُتارا   ہمیں فرصت کہ چھوٹے درد سر سے
ملی سوز و گداز ہجر کی داد   پچھے آنسو مرے شمع سحر سے
شب فرقت تمہیں اتنے تو نالے   کہ میں باتیں کروں دیوار و در سے
دغا ہم سے کرو گے آخر کار   یہ ہم سمجھے ہوئے تھے پیشتر سے

رقیب روسیہ کیوں سر چڑھا ہے
اُسے صدقے کرو تم داغ پر سے

لذت سیر وگر چشم تمنّا لے گی   ایک بار اور بھی دنیا ابھی پلٹا لے گی
شکوۂ دہر نہ بیداد فلک کی فریاد   حشر میں خلق خدا نام تمھارا لے گی

نہ کریں میرے لئے حضرتِ ناصح تکلیف
خود طبیعت دلِ بے تاب کو سمجھا لے گی
لٹ چکے جان و دل و صبر و خرد روزِ وصال
کیا دھرا ہے شبِ غم آ کے یہاں کیا لے گی
چین سے آپ رہیں کچھ مری پروا نہ کریں
کیا شبِ ہجر بلا ہے کہ مجھے کھا لے گی
درد و غم رنج و الم مول لئے کیا کیا کچھ
اور کیا کیا نہ مری خواہشِ بے جا لے گی
گرم بازاریِ دل دیکھ کے وہ کہتے ہیں
ہم نہ لیں گے اسے جس چیز کو دنیا لے گی
دلِ سودا زدہ آزارِ محبت لے گا
عقل دیوانی نہیں ہے جو یہ سودا لے گی

شاہِ دیں دار کا وہ فیض ہے جاری اے داغ
حشر تک جس سے مزے دین کے دنیا لے گی

آسودگانِ خاک کی آہیں لگی نہ ہوں
دامن دمِ خرام ترا کس ہوا میں ہے
پہلو میں دیکھ کر مرے دل کو مچل گئے
ان کو گمان تھا مری زلفِ دوتا میں ہے
ہنگامِ سجدہ سر پہ قیامت بپا ہوئی
ہر ذرہ ایک فتنہ ترے نقشِ پا میں ہے
یارب شبِ وصال نہ ہوں مانگ کر خجل
اس کی ادا کا ڈھنگ بھی کوئی قضا میں ہے
یہ وحشت مزاج نہ اس وقت رنگ لائے
دامنِ قبول کا مرے دستِ دعا میں ہے

اب دیکھئے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

وہ وقتِ نزع نہ آئیں عدو کے کہنے سے
ہم اور غیر کا احسان لے کے جائیں گے
چڑھی نہ تربتِ مجنوں پہ آج تک چادر
ہم اپنا چاک گریبان لے کے جائیں گے
بھرے ہیں کعبۂ دل میں جو حسرت و ارمان
مراد اپنی یہ مہمان لے کے جائیں گے
پھنسا رہے گا دلِ مبتلا تو دنیا میں
گناہ کس نہیں پھر انسان لے کے جائیں گے
نہیں ہے تشنگیِ حشر کا کچھ اندیشہ
ہم اشکِ شرم کا طوفان لے کے جائیں گے
کریں گے روزِ جزا اہلِ حشر میں تقسیم
بہت سے ہم ترے ارمان لے کے جائیں گے

تم دل سے مہربان ہو اس کا یقیں نہیں
یہ طرزِ التفات اڑائی ہوئی سی ہے
ہے چشمِ نیم باز پہ دھوکا خمار کا
یہ تو لڑی ہوئی سی لڑائی ہوئی سی ہے

میرا نشاں جو کوچۂ جاناں میں دیکھئے
اک مشتِ خاک وہ بھی اڑائی ہوئی سی ہے

دستِ فلک سے ہائے مری سرنوشت بھی
موہوم سی لکیر مٹائی ہوئی سی ہے

چشمک زنی نہ کی ہو کسی چشمِ مست نے
نرگس کی آنکھ آج جو آئی ہوئی سی ہے

پ

لو دو ہی دن کے بعد یہ ان کا خیال ہے
چھوڑو بھی رسم و راہ کہاں کا وبال ہے

میں کیا کہوں کہ جو مجھے شوقِ وصال ہے
تم دیکھ لو فقیر کی صورت سوال ہے

لیل و نہار اپنے گزرتے ہیں ایک شکل
جو شب کو خواب تھا وہی دن کو خیال ہے

جینا ہے ننگ عشق تو مرنا خلاف عقل
یہ بھی محال ہے مجھے وہ بھی محال ہے

اے داغ ان کی رنجشِ بےجا کا کیا علاج
اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

گھر پھونک دئے آتشِ الفت نے ہزاروں
یہ آگ قیامت کی لگی دل کی لگی سے

ہوں محوِ تصور مری باتوں پہ نہ جاؤ
کچھ بےخودیِ شوق میں کہتا ہوں کسی سے

وانستہ بھی رو لیتے ہیں اس بزم میں جا کر
اندیشہ ہے مر جائیں نہ ہم فرطِ خوشی سے

پہچانو تو کس نقشِ کفِ پا کی ہے یہ خاک
اکسیر اٹھا لائے ہیں دشمن کی گلی سے

شہرہ تھا کہ ہے خنجرِ قاتل میں بہت آب
دم سوکھ گیا اس کا مری تشنہ لبی سے

وہ شام شبِ وصل سے برہم ہیں الٰہی
آثار قیامت ہیں نمودار ابھی سے

پ

اس چشمِ فسوں گر کی حیا کو کوئی دیکھے
اس ظالم مظلوم نما کو کوئی دیکھے

میرے نفسِ سرد پہ ہیں طعنہ زن احباب
اس وقت زمانے کی ہوا کو کوئی دیکھے

کھل کھیلئے کھل جائیے دل کھول کے ملئے
کب تک گرہ بندِ قبا کو کوئی دیکھے

کہتا ہے کہ مر جاؤ تو کچھ ہم کو یقیں ہو
بیدرد کی اس شرطِ وفا کو کوئی دیکھے

جو دیکھتے ہیں چشمِ تحیر سے ترا حسن
اُن دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے

اے داغ سُنے ہیں بہت اگلے تو فسانے
کیا حال ہے اب اہلِ وفا کو کوئی دیکھے

دل جگر سب آبلوں سے بھر چلے
مر چلے اے سوزِ فرقت مر چلے

حضرتِ دل تھی یہی شرطِ وفا
آپ میرے حق میں یہ کیا کر چلے

کربلا ہے کوئے قاتل کی زمیں
شام کو پہونچے وہیں دن بھر چلے

مار ڈالے گی قفس میں بوئے گل
ہم اسیروں سے ہوا بچ کر چلے

موجِ طوفانی و گردابِ محیط
اپنی کشتی کس طرف بچ کر چلے

منزلِ مقصود کے خواہاں ہیں سب
ساتھ کس کس کو کوئی لے کر چلے

اب کیوں نہ کروں نالہ مجھے ڈر تو نہیں ہے
یہ عرصۂ محشر ہے ترا گھر تو نہیں ہے

کیوں موردِ بیداد ہوں کچھ وجہ بھی اسکی
لکھا ہوا عاشق مرے منہ پر تو نہیں ہے

فرمائیے اب شوق سے جو مدِ نظر ہو
دل آپ کے فرمانے سے باہر تو نہیں ہے

پھر قصدِ صنم خانہ کیا داغ جو تو نے
کمبخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے

تازہ ہنگامہ دکھاتا ہے ہمیں وہ فتنہ گر
روز ہوتا ہے نیا سامانِ محشر سامنے

وہم ہے اس کو کہیں دامِ وفا میں آ نہ جاؤں
اس لئے رکھ لی برائی سب کی لکھ کر سامنے

دیدۂ دل کی تجھیں تسکین ہونی چاہئے
ایک دل بر ہو بغل میں ایک دلبر سامنے

اے نگاہِ شوق بس اتنی نہ تیزی چاہئے
ہے یہی صورت تو ہوں گے وہ مکدر سامنے

دیکھئے لے داغ کیا ہوتی ہے پاداشِ عمل
دیکھنے والا ہو تو ہے روزِ محشر سامنے

نگاہِ شوخ جب اس سے لڑی ہے
تو بجلی تھرتھرا کر گر پڑی ہے

قیامت میں قیامت کر گیا کون
کہ دل تھامے صفِ محشر کھڑی ہے

کیا ہے میں نے ضبطِ آہ جس دم
انی برچھی کی سینے میں گڑی ہے

یہ کہتا ہے مرا شوقِ شہادت
تری تلوار پھولوں کی چھڑی ہے

الٰہی کب سحر ہوگی شبِ ہجر
قیامت کی گھڑی ہے جو گھڑی ہے

زباں تک آ سکے کیا حرفِ مطلب
ہماری آہ سینے میں اڑی ہے

نہ بیٹھی تیغِ دل اس سنگِ دل پر — اچٹ کر چوٹ مجھ پہ ہی پڑی ہے
ہمارا دم ہے خنجر میں دمِ ذبح — ہماری جان قاتل میں پڑی ہے
امانت رکھ تو لوں داغِ محبت — مگر ڈرتا ہوں یہ جوکھوں بڑی ہے
ڈبونا چاہتا ہے قلزمِ عشق — کنارے پر مری کشتی اڑی ہے

شامِ شبِ وصال میں پھولی نہیں شفق — تلووں سے تیرے آگ یہ اے آسماں لگی
آتا ہے تم کو تلخیِ دشنام میں مزا — اس چاٹ پر لگی تو تمہاری زباں لگی

ہوتا نہیں ہے سیر غمِ دو جہاں سے بھی — اے دل یہ کس بلا کی تری بھوک ہو گئی
مدت سے رسمِ مہر و وفا میں کمی تو تھی — آخر ترے زمانے میں متروک ہو گئی
سب کچھ ہمارے دل کو ملا کیا نہیں ملا — تیری نگاہِ لطف جو مسلوک ہو گئی

اے داغ اب نہیں ورمِ داغ بھی نصیب
دنیا فلک کے ہاتھ سے مفلوک ہو گئی

ابروئے یار کیوں نہ کھچے اس مثال سے — اس کے تو ناخنوں میں پڑے ہیں ہلال سے
کیا شکوۂ فراق کروں اس کی فکر ہے — بے لطفیاں بڑھیں گی ترے انفعال سے
احسان مانتا ہوں ترا اے دلِ حزیں — وہ شاد شاد ہیں مرے حزن و ملال سے
بے جا ہے رشکِ غیر بجا ہے یہ روٹھنا — جانے بھی دو ملال بڑھے گا ملال سے
تھک تھک کے بند ہوتی ہے یہ چشمِ انتظار — آتا ہے شب کو خواب تمہارے خیال سے
ہوتا ہے خشک دامنِ تر کیا طلسم ہے — طوفانِ گریہ و عرقِ انفعال سے

اے داغ ہے دکن سے بہت دور لکھنؤ
ملتے امیر احمد و سید جلال سے

مٹ گئے جب ہم تو جانو مٹ گئی ساری بہا — ہم ہیں دنیا میں تو یہ گلزارِ دنیا ہم سے ہے
دل یہ کہتا ہے ہمارے دم سے ہیں آثارِ عشق — درد ہم سے ہے تپش ہم سے ہے سودا ہم سے ہے
جا چکی تھی رسمِ الفت مٹ چکا تھا نامِ عشق — اب زمانے میں کچھ ان باتوں کا چرچا ہم سے ہے
واہ کیا کہنا ہے کیا اچھا دیا تم نے جواب — شکوۂ بے جا کو سن کر نازِ بے جا ہم سے ہے

وعدۂ دیدار کیسا اور کیسا پیمانِ وصل　　کیا کہیں کیونکر کہیں جو قول انکا ہم سے ہے

ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ایک عالم میں شیدائی تجھے　　لگ گئی کس کی نظر اے حسنِ زیبائی تجھے
شکوۂ بیداد کیسا کیسی فریادِ ستم　　رنج ہے جیرا قیامت کیوں اٹھالائی تجھے
اک طرف اہلِ ہوس ہیں اک طرف ہیں اہلِ عشق　　بزم آرائی میں آتی ہے صف آرائی تجھے
جاتے ہی سینے میں آیا باہر اے پیکانِ یار　　ہوگئی اتنے میں کس کس سے شناسائی تجھے
گرہی جھگڑے رہے باہم تو ملنا ہوچکا　　رنج تنہائی مجھے ہے فکرِ رسوائی تجھے

برق پھونکے اڑائے بادِ خزاں　　چار تنکے ہیں آشیانے کے
شبِ وعدہ امیدِ وصل کسے　　ہم تو ہیں منتظر بہانے کے
کعبہ و دیر میں دھرا کیا ہے　　گرد ہیں تیرے آستانے کے
شبِ فرقت ترے تصور سے　　مشورے ہوتے ہیں زمانے کے

اہلِ جنت کے بھی دلوں پر داغؔ
نقش ہیں اس نگارخانے کے

دل خون ہوگا توبہ سے عہدِ شباب میں　　واعظ یہی تو عمر ہے جوش و خروش کی
دیکھا جمالِ عشق سنی داستانِ عشق　　دعوت یہ ساری عمر رہی چشم و گوش کی
پایاب ہے شناورِ دریائے عشق کو　　لے بحر اصل کیا ترے جوش و خروش کی

اس بہانے سے بہائے سرِ محفل آنسو　　کہہ دیا ان سے کہ آنکھوں میں کھٹک ہوتی ہے
دردِ فرقت بھی الٰہی نہ دغا دے جائے　　آج یہ کیا ہے کہ تھم تھم کے کسک ہوتی ہے
پست ہمت کبھی پاتے نہیں عالم میں عروج　　قاعدہ ہے کہ زمیں زیرِ فلک ہوتی ہے
کوئی تو غم ہے جو کی آپ نے آرائش ترک　　سادگی اور مجھے باعثِ شک ہوتی ہے
وہ برائی سے بھی گو غیر کا مذکور کریں　　بدگمانی مجھے بے شبہ و شک ہوتی ہے

اچھی کہی کہ عشق میں بیمار کیوں ہوئے　　اچھوں سے آپ درپئے آزار کیوں ہوئے
ہم ذمہ دار ہوگئے اخفائے راز کے　　عاشق ہوئے تو محرمِ اسرار کیوں ہوئے
کہتے ہیں تم نے مجھ کو بنایا ستم شعار　　الزام ہے کہ طالبِ آزار کیوں ہوئے

دل کہہ رہا ہے اس سے کہو ماجرائے عشق ۔۔۔ میں کہہ رہا ہوں کہہ کے گنہگار کیوں ہوئے
اٹھتا ہے ترے کوچے سے کب شور قیامت ۔۔۔ لاکھوں ہیں یہاں گوش بر آواز ہمیں سے

ہم نے ہی تو پالا دل مفسد کو بغل میں ۔۔۔ کرتا ہے دغا پھر یہ دغا باز ہمیں سے
ہنگامۂ محشر میں بھی اللہ کرے داغؔ
راضی ہو تو ہو وہ بت طناز ہمیں سے

یہ ٹپکتا ہے رنگ بسمل سے ۔۔۔ ہولی کھیلے گا آج قاتل سے
ناز اعدا اٹھے گا مشکل سے ۔۔۔ دل بدل لیجئے مرے دل سے
ہو گئی یاس عہد باطل سے ۔۔۔ ہم کو جینا پڑے مرے دل سے
صبر کرنا پڑا ہمیں کو مگر ۔۔۔ وہ نہ شرمائے عہد باطل سے
جاذب دل کھینچ لائے گا اس کو ۔۔۔ ایک کیا ہے ہزار منزل سے
آتش عشق میں مزا کیا ہے
پوچھئے اس کو داغؔ کے دل سے

ملتا ہے محبت کا مزا زہر فنا سے ۔۔۔ کلّی بھی کریں ہم نہ کبھی آب بقا سے
کیا وجہ بگڑنے کی مری آہ رسا سے ۔۔۔ یہ خوب ہوئی آپ تو لڑتے ہیں ہوا سے
اب قامت زیبا نے اٹھائی ہے قیامت ۔۔۔ فتنے بھی ذرا سے تھے کبھی تم بھی ذرا سے
اللہ رے کیا فتنہ گری ہے دم رفتار ۔۔۔ بچتی ہے قیامت ترے دامن کی ہوا سے
دل میں بھی اسی طرح گرہ پڑ گئی ہو گی ۔۔۔ یہ عقدہ کھلا ہم کو ترے بند قبا سے
ناوک ہے نہ برچھی ہے نہ خنجر ہے نہ تلوار ۔۔۔ یہ دیدہ و دل ہی ہیں مرے خون کے پیاسے

مرض عشق کی دوا بھی ہے ۔۔۔ مجھ میں دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
رمز الفت بتائیے نہ مجھے ۔۔۔ آپ سے کوئی پوچھتا بھی ہے
سب کو ملتی ہے دولت دیدار ۔۔۔ اس میں حصہ فقیر کا بھی ہے

مٹے داغ دل آرزو رہ گئی ۔۔۔ چمن اڑ گیا اور بو رہ گئی
شب وصل کی کیا کہوں داستاں ۔۔۔ زباں تھک گئی گفتگو رہ گئی

بہت اے شب غم بلائیں ٹلیں | خدا جانے کس طرح تو رہ گئی
چلے ہم تری بزم سے تشنہ کام | تمنائے جام و سبو رہ گئی

آئینے سے وہ کہتے ہیں تیری نظر ہوئی | اے چشم شوق اس کی تجھے بھی خبر ہوئی
جو مجھ پہ چشم لطف تھی اب غیر پر ہوئی | دنیا کی طرح یہ بھی ادھر کی اُدھر ہوئی
محشر میں رازِ عشق خدا سے بھی یوں کہا | جس کی نہ کانوں کان کسی کو خبر ہوئی
میری بلا سے ٹوٹ کے پیکان رہ گیا | حاصل مجھے تو لذتِ زخم جگر ہوئی
رکھا نگاہ میں جو دلِ بے قرار کو | اس دن سے اور شوخ تمہاری نظر ہوئی
گو عرضِ مدعا پہ زبان قطع کیوں نہ ہو | اب کیا چھٹے گی وہ جو خطا عمر بھر ہوئی
کہتے ہیں بار بار وہ مجھ سے شبِ وصال | ہے ہے اگر نہ تیری دعا سے سحر ہوئی

زاہد کو روز حشر پڑی امتحان کی | پیر مغاں نے خلد میں جا کر دکان کی
کس کو گلہ نہیں تری بے داد و جور کا | کیونکر زبان بند ہو سارے جہان کی
یہ شکوۂ رقیب پہ مجھکو ملا جواب | لوگوں سے تو نے کیوں مری خوبی بیان کی
روکا اسی بہانے سے اظہارِ شوق پر | معلوم ہے ہمیں نہیں حاجت بیان کی

کب تک بنا بنا کے کہوں ماجرائے دل
فرمائشیں ہیں روز نئی داستان کی

کشتہ کیا ہے اس کے تیر نگہ نے مجھ کو | میرے مزار پر بھی تیر افگنی رہے گی
ہر بندۂ خدا پر کب تک ستم رہے گا | بے تیرے دل میں کافر کب تک ٹھنی رہے گی
ہم سے نظر ملا کر بے تاب دل کو دیکھو | برقِ جہاں سے کب تک چشمک زنی رہے گی
لوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کاروان دل کو | جب تک چلے گا رستہ یہ رہزنی رہے گی

آتے جاتے مری بالیں پہ قضا بار گئی | آئی سو بار شب وعدہ تو سو بار گئی
تانک جھانک ہی نگہ کو رہی اس کوچے میں | روزنِ در سے ہٹی تو سرِ دیوار گئی
میرے گھر خوف سے تھم تھم کے قدم رکھتے ہو | کیا ہوا اب وہ کہاں شوخیِ رفتار گئی
اس قدر پاس ہوا عشق کی رسوائی کا | خاک بھی میری نہ اڑ کر سوئے بازار گئی

داغِ خورشیدِ قیامت نے قیامت کی ہے
آج کیا جانے کہاں اپنی شبِ تار گئی

جو رشکِ لقمان بھی چارہ گر ہو مسیحِ ثانی بھی وہ اگر ہو
کسی سے اچھے ہوئے نہ ہوں گے ہم آپ اپنی دوا کریں گے

ہوئے ہیں وہ خوگرِ جفا ہم یہ کہتے پھرتے ہیں جا بجا ہم
جو کوئی ہم پہ ستم کرے گا ہم اس کے حق میں دعا کریں گے

مرے جذبِ دل پر نہ الزام آئے — وہ آتے ہیں آنکھیں بدلتے ہوئے

وہ لیتے ہیں چٹکی دمِ گفتار ذرا سی — کیا دل کو مزا دیتی ہے تکرار ذرا سی
آتے تو چلے ہیں وہ مری راہ پہ لیکن — باقی ہے ابھی منزلِ دشوار ذرا سی
اُس فتنۂ عالم سے یہ کہتی ہے قیامت — دے ڈال مجھے شوخیٔ رفتار ذرا سی
اس شانِ رحیمی نے بہت رنگ دکھایا — جس وقت جھکی چشمِ گنہ گار ذرا سی

دیے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے — شبِ فراق نے مارا لٹا لٹا کے مجھے
نہ کی شکایتِ معشوق شرمِ عصیاں سے — کہا ورجھینپ چڑھی سامنے خدا کے مجھے
ہجومِ ناز میں گھر کر دہائی دی دل نے — یہ لوٹے لیتے ہیں تنہا غریب پا کے مجھے
کدورتِ اہلِ فلک میری مشتِ خاک سے ہیں — بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے
طریقِ مہر و وفا میں کمی کئے ہی بنی — خیال تھا وہ نہ پچھتائے آزما کے مجھے
بلائے عشق تو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو — مرا رقیب بھی روئے گلے لگا کے مجھے
کہا یہ دل نے چلو آج کوئے قاتل میں
اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے

یادگار

اے شوخ اگر یہی ہیں تلوّن مزاجیاں — پوری تجھے تو طرزِ جفا بھی نہ آئے گی
گر یوں ہی ضعفِ قلب دکھائیگا اپنا زور — لب تک اخیر وقت دعا بھی نہ آئے گی
زاہد سے کہدو رنج و مصیبت کی کر دعا — اس کے بغیر یادِ خدا بھی نہ آئے گی

تم جاؤ گے اگر نہ عیادت کے واسطے
بیمارِ غم کو راس دوا بھی نہ آئے گی

عاشق تمہیں سکھاتے ہیں اندازِ دلبری
گر دل نہ آئے گا تو ادا بھی نہ آئے گی

کیا جانیں کیا کریں گی تری شوخ چتونیں
تجھ کو تو شرمِ روزِ جزا بھی نہ آئے گی

بے تابیِ فراق گئی ہے نہ جائے گی
مجھ کو عدم میں نیند ذرا بھی نہ آئے گی

تم جانتے ہو آئے گی پھر یہ شبِ وصال
اے داغ مان جاؤ کہا بھی نہ آئے گی

قلق سبھی نے کیا دردمند پا کے مجھے
خیالِ یار بھی اب رو گیا ہے آ کے مجھے

کہاں ندیم شبِ ہجر میں رفیق کہاں
سدھارے اپنے گھروں کو وہ رو رلا کے مجھے

نہ کوہسار نہ صحرا نہ آسماں نہ زمیں
ہوائے شوق کہاں لے گئی اڑا کے مجھے

نگاہِ شوق بھی گردش میں ہے فلک بھی ہے
ستانے والے نہیں چین سے ستا کے مجھے

لاگ اے چارہ گر نہ ہو جائے
تیرے سر دردِ سر نہ ہو جائے

عرضِ مطلب پہ لگ گئی ہچکی
قصہ ہی مختصر نہ ہو جائے

سب ہے سامانِ وصل عیش و نشاط
آسماں رخنہ گر نہ ہو جائے

دل ہے خواہانِ لذتِ بیداد
کیوں وہ بیداد گر نہ ہو جائے

مرگِ دشمن کی کیا دعا مانگوں
کہیں الٹا اثر نہ ہو جائے

ہے پسِ مرگ مجھ کو خوفِ عذاب
قبر دشمن کا گھر نہ ہو جائے

اس کو تعلیمِ ناز خوب نہیں
بے خبر باخبر نہ ہو جائے

کیوں جگہ دیں وہ اپنے پہلو میں
داغ داغِ جگر نہ ہو جائے

بدلتا نہیں حالِ بیمارِ غم کا
بدل کر دوا پر دوا آ رہی ہے

بہت منزلِ عشق میں راہزن ہیں
خبر جن کو یہ جا بجا مل رہی ہے

علاج اور بیمارِ الفت کا کیا ہو
دوا مل رہی ہے دعا مل رہی ہے

رخِ صاف آئینے سے مل رہا ہے
پھر اس پر ادا لے ادا مل رہی ہے

عدو کا ہے نام اس لب جاں فزا پر ۔۔۔ مسیحا سے گویا قضا مل رہی ہے
وصال دل و جاں پہ حیرت ہے مجکو ۔۔۔ وفادار سے بے وفا مل رہی ہے
خبر آئی کہیا غیر کی وقت زینت ۔۔۔ یہ مٹی میں کیسی حنا مل رہی ہے
الگ شور محشر سے سنئے گا نالے ۔۔۔ ابھی تو صدا سے صدا مل رہی ہے

ملو داغ سے تم بھی ہے عید کا دن
گلے آج خلق خدا مل رہی ہے

ستم ہو کے عذر جفا ہو رہا ہے ۔۔۔ وہ کیا ہو رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے
وہ مصروف ناز و ادا ہو رہا ہے ۔۔۔ بڑی دیر سے یہ مزا ہو رہا ہے
اگر قطع ہوتا تو بہتر تھا اس سے ۔۔۔ کہ دست ہوس نارسا ہو رہا ہے
مداوا ترے کشتگان ستم کا ۔۔۔ خدا جانے عقبیٰ میں کیا ہو رہا ہے
مری بدگمانی کا اب کیا ٹھکانا ۔۔۔ قسم کھا کے عہد وفا ہو رہا ہے
خدا شرم رکھے مری عاشقی کی ۔۔۔ وہاں امتحان وفا ہو رہا ہے
یہ پیشتر زمیں سے ہے یا آسماں سے ہے ۔۔۔ کیا جانے ابتدائے محبت کہاں سے ہے
قربان جاؤں صبر دل بے قرار کے ۔۔۔ پیغام جو یہاں سے نہ تھا وہ وہاں سے ہے
کیا لطف زندگی ہے کہ اس زندگی کا لطف ۔۔۔ آگے بڑھا ہوا مری عمر رواں سے ہے
جاتا ہے کون کوئی وہاں جا کے کیا کرے ۔۔۔ اک چھیڑ ہم کو نذر پاسباں سے ہے

پیری میں داغ جوش مضامیں ہے رنگ پر
اس باغ کی بہار ہماری خزاں سے ہے

شوخیٔ تقریر اس کی لے گئی دل لوٹ کر ۔۔۔ باتوں باتوں میں ہوا نقصان ہنستے بولتے
چپ کھڑی روتی ہے تو اے شمع محفل رات بھر ۔۔۔ کاش ہو مشکل تری آسان ہنستے بولتے
وہ بلاتے بزم دشمن میں تو چپ رہتے نہ ہم ۔۔۔ اور بری دل سے ہی تا امکان ہنستے بولتے
قہقہوں کا چہچہوں کا لطف ہے گل گشت میں ۔۔۔ کچھ گل و بلبل سے بھی اک آن ہنستے بولتے
انقلاب دہر سے باقی نہیں ایسا مقام ۔۔۔ چار مل کر جس جگہ انسان ہنستے بولتے

عشق کے ہیں جدا نشیب و فراز　　یہ زمین آسمان اور ہی ہے
سیر جس کی نہیں ہے مدِ نظر　　تیسرا وہ جہان اور ہی ہے

حلقۂ آغوش ہے یہ حلقۂ گیسو نہیں　　کس طرح ہو جائے گی رہائی آپ کی
بزمِ دشمن میں مجھے وہ دیکھ کر کہنے لگے　　آپ کیوں آئے یہاں کیا موت آئی آپ کی
پاسباں سب سو گئے کیا سارے درباں مر گئے　　حضرتِ ناصح ہوئی کیوں کر رسائی آپ کی
رات بھر بے وجہ ہم سے وہ مکدر ہی رہے　　وقتِ رخصت ہار کر ہم نے صفائی آپ کی

ہم نے پہچانا گئے تھے رات کو چھپ کر جہاں
بس جنابِ داغ دیکھی پارسائی آپ کی

نکالوں کس طرح خارِ تمنا سخت مشکل ہے　　وہ اس ڈر سے نہیں چھوتے کہ یہ کانٹوں بھرا دل ہے
جب ان کا امتحاں کیجئے تو مٹھی میں پیا دل ہے　　الٰہی کیا حسینوں کو بھی دستِ غیب حاصل ہے
وہ کافر مجھکو سمجھے باوفا یہ زعم باطل ہے　　خدا کا جو نہیں قائل وہ کب بندے کا قائل ہے
گریزاں ہے مقامِ امن سائے سے مرے کوسوں　　کہ پیچھے پیچھے میں ہوں میرے آگے آگے منزل ہے
بڑھا رتبہ ہے کیا کیا طالبِ دیدار ہو ہو کر　　مرے پائے نگہ پر بھی گمانِ دستِ سائل ہے
کیا ہے غم نے ایسا ناتواں اے نازنیں دل کو　　ترا دستِ تسلی بھی مرے سینے پہ اک سل ہے

نہ گھبرا عقدۂ دشوار سے اے داغ تو ہرگز
قسم مشکل کشا کی یہ کوئی مشکل میں مشکل ہے

زہے تقدیر کس آرام و راحت سے وہ بسمل ہے　　کہ جس کے سر کا تکیہ تیرے زانوئے قاتل ہے
عدم میں لے چلا ہے رہنمائے عشق کیا مجھکو　　یہی کہتا ہے آ پہنچے ہیں تھوڑی دور منزل ہے
انھیں جب مہرباں پا کر سوالِ وصل کر بیٹھا　　دبی آواز سے شرما کے وہ بولے یہ مشکل ہے

شمار اس کی جفاؤں کا سرِ روزِ حشر مشکل ہے　　حسابِ صدمۂ عشاق کس گنتی میں داخل ہے
شناور ہو تو کیا اندیشۂ گردابِ محبت میں　　لگائے ہاتھ جب دو چار پھر بالائے ساحل ہے
تری صورت مری الفت تری نگاہیں مری باتیں　　یہ مشہورِ زمانہ ہیں زمانہ ان کا قائل ہے
مرے شوقِ شہادت پر ذرا تو رحم کر قاتل　　تری تلوار میں دم ہے ترے پیکان میں دل ہے

ہمیں پاسِ محبت سے طرح دیجاتے ہیں اکثر   وگرنہ کیا تمھارے ہتھکنڈوں سے کوئی غافل ہے
الٰہی آتشِ رخسارِ جاناں ہی بھڑک اٹھے   الٰہی آگ لگ جائے اسے جو پردہ حائل ہے

مٹا دیتے ہیں لفظِ داغ میں سے بھی وہ نقطے کو
سمجھتے ہیں کہ کسی مشتاق کی یہ آنکھ کا تل ہے

وار پورا ہی پڑا اس کا دلِ عاشق پر   چوٹ تیغِ نگہِ یار کی خالی نہ گئی
کام اے چرخ ہزاروں کے نکالے تو نے   ایک حسرت دلِ عاشق کی نکالی نہ گئی
یاد آتے رہے دنیا کے حسیں شوخ و شریر   خلد میں بھی مری آشفتہ خیالی نہ گئی
ایسے عاشق کو نہیں دردِ محبت کا مزا   جس سے بیماریِ غمِ عشق میں پالی نہ گئی
خاک کیا ڈالتے وہ تذکرۂ دشمن پر   نیچی گردن بھی کبھی شرم سے ڈالی نہ گئی
شکر کو شکوۂ بے داد سمجھ کر بگڑے   میں نے دی تم کو دعا تم سے دعا لی نہ گئی
صورتِ آئینہ تھا سامنے وہ آئینہ رو   آنکھ میں آنکھ مگر خوف سے ڈالی نہ گئی
فیض کیا پیرِ مغاں کا ہے کہ اس کے در پر   جتنی مخلوق خدا آئی وہ خالی نہ گئی
خاک بھی اپنی رہی دوشِ ہوا پر ہی سوار   کبھی پستی کی طرف ہمت عالی نہ گئی

تا دمِ مرگ ہے بے مہر سے امیدِ وفا
داغ افسوس تری خام خیالی نہ گئی

یدِ بیضا جو چمکا کر دکھائیں حضرتِ موسیٰ   نہ دیکھیں ہم ترا دستِ حنائی دیکھنے والے
بلائیں شاخِ گل کی باغ میں جا جا کے لیتے ہیں   تصور میں تری نازک کلائی دیکھنے والے
ملی تھی آنکھ میری روزنِ در سے کہ وہ بولے   بھلا دیکھا ہے تیری شامت آئی دیکھنے والے

یہ مظہر ہے اسی کا داغ جو کچھ تو نے دیکھا ہے
خدا پر رکھ نظر شانِ خدائی دیکھنے والے

اس ادا سے دمِ رفتار قیامت آئی   ایسے ہم کیوں نہ ہوئے ان کو یہ حسرت آئی
روزِ محشر جو مری داد کی نوبت آئی   یہ گئی وہ گئی کب ہاتھ قیامت آئی
روزِ محشر جو گھٹا در و جگر میں سمجھا   دن دہاڑے مرے آگے شبِ فرقت آئی

ہجر میں جان نکلتی نہیں کیا آفت ہے | مار کر آج اجل کو شب فرقت آئی

ستمگر کو ہمیشہ پیار آتا ہے ستمگر پر | بلائیں بخت بد کیا کیا شب فرقت کی لیتا ہے

شراب ناب ہو ہر قسم کی اے پیر مے خانہ | پلا کر مجھکو پھر یہ پوچھ کس قیمت کی لیتا ہے

سرور مجھکو ہے روز عید تک ساقی | پلا دے اتنی تو ماہ صیام سے پہلے

یہی زبان ہے کیا وہ یہی ہے طرز سخن | لیا تھا آپ نے دل جس کلام سے پہلے

اک وار جگر پر نگہ یار سے ہو جائے | تلوار کا جو کام ہے تلوار سے ہو جائے

پھر کون سی امید رہی لطف و کرم کی | جب فیصلہ ہی آپ کے انکار سے ہو جائے

منہ غیر کا دیکھے نہ تری نرگس بیمار | اچھا ہے یہ پرہیز جو بیمار سے ہو جائے

یہ پاؤں چلیں میں جو قدم طور پہ رکھوں | نظارہ جو اس روزن دیوار سے ہو جائے

پھر دیکھے کوئی آئینۂ دل کی صفائی | یہ صاف جو عکس رخ دلدار سے ہو جائے

کوثر کو بھی دیکھوں نہ کبھی آنکھ اٹھا کر | سیری جو ترے شربت دیدار سے ہو جائے

اے داغ اسے لطف عنایت کا مزا کیا
جس دل کو محبت ستم یار سے ہو جائے

تاثیر مے ناب کی کیا روح فزا ہے | کچھ اس سے طبیعت پہ گرانی نہیں آتی

جلوں شب ہجر اس سے نہ گھبرا دل بے تاب | اللہ کو پیا رات گھٹانی نہیں آتی

گریے پہ مرے برق تبسم بھی تو چمکے | پانی میں تمھیں آگ لگانی نہیں آتی

اٹھ سکتی نہیں نرگس بیمار تمھاری | بیمار کی کر تو نگرانی نہیں آتی

قاصد نے کہا حسن کے مرا حال پریشاں | بندے کو تو یہ مرثیہ خوانی نہیں آتی

اے داغ ذرا اس لب اعجاز نما سے
کچھ کام وہاں سحر بیانی نہیں آتی

گھونٹ پی کر بادۂ گلفام کے | بوسے لیتا ہوں میں خالی جام کے

رات دن پھرتا ہے کیوں لے چرخ پیر | تیرے دن ہیں راحت و آرام کے

اس نزاکت کا برا ہو بزم سے | اٹھتے ہیں وہ دست دشمن تھام کے

چشمِ مستِ یار کی اک دھوم ہے
آج کل ہیں دور دورے جام کے

وہ کریں عذرِ جفا اچھی کہی
مجھ پہ بردے رکھتے ہیں الزام کے

جب قدم کعبے سے رکھا سوئے دیر
تار الجھے جامۂ احرام کے

خوش ہیں وہ دورِ فلک سے آج کل
دن پھرے ہیں گردشِ ایام کے

نالہ و فریاد کی طاقت کہاں
بات کرتا ہوں کلیجا تھام کے

خوگرِ بیداد کو راحت ہے موت
بھاگتا ہوں نام سے آرام کے

ہجرِ جاناں میں گئی جان بڑی مشکل سے
میری مشکل ہوئی آسان بڑی مشکل سے

ضعف تھا مانعِ آرائشِ وحشت کیا کیا
ہاتھ آیا ہے گریبان بڑی مشکل سے

کیا کرے دیکھئے کل وہ نگہِ غارت گر
بچ گیا آج تو ایمان بڑی مشکل سے

خونِ دل دیدۂ گریاں نے بہایا سیروں
یہ بھرا جائے گا نقصان بڑی مشکل سے

جب کسی زلفِ پریشاں کا خیال آتا ہے
جمع پھر ہوتے ہیں اوسان بڑی مشکل سے

وشتِ الفت نہیں بازی گہِ طفلانِ دل
ہاتھ آتا ہے یہ میدان بڑی مشکل سے

کیا ہر اک مرحلۂ عشق ہے دشوار گزار
طے ہوا آسان سا آسان بڑی مشکل سے

بے نیازی کی کچھ آخر حد بھی ہے
گردنِ تسلیم کب تک خم رہے

چاہتا ہے شوقِ بسمل وقتِ ذبح
دم رہے خنجر میں جب تک دم رہے

دل رہا آگے نگاہِ شوق سے
اور کوسوں دل سے آگے ہم رہے

اس کی راہِ شوق میں ثابت قدم
کوئی رہ سکتا ہے جیسے ہم رہے

جب ہے کیفیت ہوں مل کے ساتھ
نشہ وے جس طرح تو ام رہے

اشکِ حسرت ہو کہ ہو اشکِ طرب
آنکھ میں عاشق کے کچھ کچھ نم رہے

دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو جہنم ہو کہ جنت
دلوائے خدا اک بتِ طناز کہیں سے

یہ رشک ہے مجھکو کہ تری راہ گزر میں
نقشِ قدم اپنا بھی مٹاتا ہوں زمیں سے

ہوتا ہے مجھے نشۂ صہبا میں عجب وصل
گرتا ہوں زمیں پر وہ اٹھاتے ہیں زمیں سے

تاثیر خدا دے تو مری آہ میں آئے
کیا کھینچ کے لے آؤں اسے عرش بریں سے

سر کاٹ کے رکھ دو نگارہ دوست میں اپنا — سجدہ مجھے کرنا نہیں آتا ہے جبیں سے
کھل جائے ابھی عالمِ بالا کی حقیقت — اس راز کو پوچھو جو کسی خاک نشیں سے

گر نام سے ہے داغ کے نفرت تو مٹا دو
عاشق کے دلِ گرم سے زاہد کی جبیں سے

یہ پوچھو دل سے شرمیلی نگاہِ یار کیسی ہے — کرے جو میان ہی میں کام وہ تلوار کیسی ہے
نگاہ تیز ہیں اس کی چمک جاتی ہے بجلی سی — الٰہی خیر یہ تلوار میں تلوار کیسی ہے
مقابل ہوں نگاہ و آہ تو اُس دم کھلیں جوہر — تری تلوار کیسی ہے مری تلوار کیسی ہے
ترستی تھیں کسی دیدار کو یہ ایک مدت سے — اب ان آنکھوں سے پوچھو لذتِ دیدار کیسی ہے
دکھا کر تیغِ ابرو ناز سے کہتے ہیں وہ دیکھو — یہ کیسی ہے یہ کیسی ہے مری تلوار کیسی ہے
دکھایا ہی نہیں تو نے تو اے پردہ نشیں جلوہ — دہائی پردہائی پھر یہ دیوار کیسی ہے
لیے جاتے ہیں بارِ عشق ہم مجبور دنیا سے — ارے یارو زبردستی کی یہ بیگار کیسی ہے
الٰہی کیوں نہ چاہوں دولتِ دارین میں تجھ سے — بڑی فیاض یہ لکھ لٹ تری سرکار کیسی ہے
رہا جاتا ہے دل سے حرفِ مطلب لب تک آ کر — ذرا سی بات ہے لیکن مجھے دشوار کیسی ہے
سماتے ہی نظر میں صاف اتری ہے مرے دل میں — تری تصویر کی بھی شوخیِ رفتار کیسی ہے

رسا ہوئی مری آہِ شررفشاں کیسی — لگی ہے اب ترے تلووں سے آسماں کیسی
تمہارے گھر سے کوئی شخص کیا بگڑ کے گیا — لٹی لٹی ہے یہ آرائشِ مکاں کیسی
وہ دیکھنا دلِ بے تاب کے مقابل میں — تڑپ رہی ہیں نگاہوں کی بجلیاں کیسی

کبھی کعبے میں نظر شانِ خدائی آئی — کبھی بت خانے میں اللہ کی قدرت دیکھی
پڑ گئے تیر کلیجے پہ تہِ مرقد بھی — کن نگاہوں سے کسی نے مری تربت دیکھی

نفع کیا نقصان کیا ہے چاہ سے — اس کو پوچھو بندۂ درگاہ سے
پہنچے کیا منزل پہ ایسا ناتواں — جو دبا جاتا ہے گردِ راہ سے

دل رکھ تو دیا ہے نگہِ یار کے آگے — اُف کر نہیں سکتا ہوں خبردار کے آگے
اس ضعف میں بھی راہِ محبت میں ہے یہ حال — دو چار کے پیچھے ہوں تو دو چار کے آگے

ہیں موسیٰ عمراں نہ خدا تو بت کافر — باتیں نہ بنا طالب دیدار کے آگے
یا کھانے دے گلشن کی ہوا تو اُسے صیاد — یا زہر ہی رکھ مرغ گرفتار کے آگے
خورشید قیامت کی بہت دھوم سنی ہے — آئے تو سہی میری شب تار کے آگے
کعبے میں ٹھکانا ہے نہ بت خانے میں اپنا — مر جائیں گے جا کر در دلدار کے آگے
گھر میں تو رسائی نہیں لیکن مری تصویر — دیوار پہ چسپاں رہے دربار کے آگے

فرقت میں بیاں کس سے کروں اپنی مصیبت
کیا حال کہوں میں در و دیوار کے آگے

خوشی میں ہم نے یہ شوخی کبھی نہیں دیکھی — دم عتاب جو رنگت تری نکلتی ہے
محیط عشق میں ہے کیا اُمید و بیم مجھے — کہ ڈوب ڈوب کے کشتی مری نکلتی ہے
شب فراق جو کھولے ہیں ہم نے زخم جگر — یہ انتظار ہے کب چاندنی نکلتی ہے
دم اخیر تصور ہے کس پری وش کا — کہ میری روح بھی بن کر پری نکلتی ہے

غم فراق میں ہو **داغ** اس قدر بے تاب
ذرا سے رنج میں جان آپ کی نکلتی ہے

لپٹی ہوئی ہے خاک در یار جسم پر — خاکی یہ پیرہن بھی ہمارے کفن میں ہے
اب بھی تو آفتاب قیامت سے کم نہیں — ہر چند تیرگی مرے داغ کہن میں ہے
پھرتا ہوں پھول پھول کو گلشن میں سونگھتا — یارب گل مراد مرا کس چمن میں ہے
جس طرح دل میں رہ کے ستاتے رہے ہو تم — اب درد اس طرح مرے ہر عضو تن میں ہے
ہر اختر فلک کو یہ جانا شب فراق — سوراخ تیر آہ سے سقف کہن میں ہے
دیکھو تو میرے عقدۂ تقدیر کو ذرا — ایسی گرہ بھی زلف شکن در شکن میں ہے

کہاں اب مرے حال پر رونے والے — کہ خود مٹ گئے داغ دل دھونے والے
شریک غم و عیش ہیں دیدہ و دل — یہی ہنسنے والے یہی رونے والے
محبت کی سرکار میں ہم نے دیکھا — سزا پاتے ہیں جان و دل کھونے والے
تمہارا ہی تخم محبت ہے دل میں — تمہیں اُس کے پیدا ہوئے بونے والے

خدا جانے کیا پیش ہو روزِ محشر — کسی سے وہ قائل نہیں ہونے والے
وہ کیا جانے بے تاب کی بے قراری — شبِ وصل میں شام سے سونے والے

کہا عرضِ مطلب پہ اُس نے بگڑ کر — بڑے آئے یہ مدعا کہنے والے
مرے دیدہ و دل بھی لے جائے قاصد — کہ اچھے ہیں یہ مدعا کہنے والے

دلِ بیتاب نے باندھی تو ہے شرط — بہت چلتی ہوئی ہے وہ نظر بھی

یہ اک باغِ عالم کی فضا کچھ اور کہتی ہے — خوشی سے عندلیبِ خوش نوا کچھ اور کہتی ہے
زمانے میں ترقی ہے نشاط و عیش و عشرت کی — مغنی کی صدائے جاں فزا کچھ اور کہتی ہے
سرود و نغمۂ مطرب کی آوازیں تو دلکش ہیں — مگر میری زباں اس کے سوا کچھ اور کہتی ہے
نسیمِ صبح دیتی ہے مبارکباد گلشن کو — گلوں کے کان میں بادِ صبا کچھ اور کہتی ہے
بُرا کیوں کر کہیں اُس کو جسے ہم کہہ چکے اچھا — مگر سن لو تمہیں خلقِ خدا کچھ اور کہتی ہے
لبِ معجز بیاں سے چشمِ جادوگر کی ہے چشمک — یہ اپنی کہتے ہیں وہ فتنہ زا کچھ اور کہتی ہے

دھمکی ہمارے واسطے روزِ جزا کی ہے — کوئی نہ کوئی اس میں بھی حکمت خدا کی ہے
حیرت سے دیکھتا ہوں جو میں سوئے آسماں — کہتے ہیں وہ تلاش کسی مہ لقا کی ہے
جب تک ہے دم میں دم یہ نباہیں گے ہر طرح — مٹی خراب عشق میں اہلِ وفا کی ہے
شوخی سمائی جاتی ہے عہدِ شباب میں — دشوار روک تھام اب اُن کو حیا کی ہے
کرتا یہ کارخانۂ دنیا میں کچھ کا کچھ — انسان کو پڑی ہوئی روزِ جزا کی ہے
ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ — خصلت مزاجِ یار میں رنگِ حنا کی ہے

اے داغ بزمِ اہلِ سخن گرم ہو گئی
گرمی ترے کلام میں بھی انتہا کی ہے

خبرِ دل ربا نہیں آتی — اُس طرف کی ہوا نہیں آتی
وہ جھکے ہیں سنبھالنے کے لئے — ہاتھ زلفِ رسا نہیں آتی
وہ یہ کہتے ہیں تم سکھاؤ ہمیں — ہم کو طرزِ وفا نہیں آتی
اُن سے کرنا پڑا سوال جنہیں — بات نامِ خدا نہیں آتی

ہم نہیں سونگھتے کبھی وہ پھول ... جس میں بوئے وفا نہیں آتی

کس نے تسخیر کی دمِ آخر ... میرے لب پر دعا نہیں آتی

قصدِ بت خانہ کیوں کیا اے داغ

شرم مردِ خدا نہیں آتی

پردے پردے میں محبت دشمنِ جانی ہوئی ... یہ خدا کی مار کیا اے شوقِ پنہانی ہوئی

ترکِ رسم و راہ پر افسوس ہے دونوں طرف ... ہم سے نادانی ہوئی یا تم سے نادانی ہوئی

دعویِ تسخیر پر یہ اُس پری وش نے کہا ... آپ کا دل کیا ہوا اُٹھہر سلیمانی ہوئی

دل کی قلبِ ماہیت کا ہو اُسے کیونکر یقین ... کب ہوا مٹی ہوئی ہے آگ کب پانی ہوئی

دیکھکر قاتل کا خالی ہاتھ بھی جی ڈر گیا ... اُس کی چین آستیں بھی چینِ پیشانی ہوئی

بے کسی پر میری اپنی تیغ کی حسرت تو دیکھ

چشمِ جوہر بھی بہ شکلِ چشمِ حیرانی ہوئی

الٰہی کیوں فلک مجکو غمِ فرقت کھلاتا ہے ... کہ میں نے ہجرِ جاناں میں قسم کھانے کی کھالی ہے

دلِ مضطر کو تھامے پھر رہا ہوں میں شبِ فرقت ... نہ میرے پاؤں خالی ہیں نہ میرا ہاتھ خالی ہے

کہاں قسمت کہاں ہمت کہاں طاقت جو میں پہنچوں ... کہ منزل عشق کی کچھ عرشِ اعلیٰ سے بھی عالی ہے

بھری ہیں حسرتیں سی حسرتیں میرے خانۂ دل میں ... مگر دیکھو تو پھر یہ گھر کا گھر خالی کا خالی ہے

بچا تھا برق و صرصر سے بہ مشکل آشیاں اپنا ... نظر صیاد کی اب پتے پتے ڈالی ڈالی ہے

مری شاخِ تمنا کس طرح سرسبز رہ جاتی ... تری تیغِ تغافل نے وہ ڈالی کاٹ ڈالی ہے

نگاہِ شرم آگیں میں ہیں کچھ آثار شوخی کے ... یہ ناوک چلنے والا ہے یہ برچھی چلنے والی ہے

ہوئے قتلِ عشاق پر مستعد تم ... محبت میں چنگیز خانی نہیں ہے

بہ ظاہر مٹائے بہت داغ دل کے ... مداوائے دردِ نہانی نہیں ہے

ہوئیں خشک جذبِ محبت سے آنکھیں ... یہ دریا وہ ہیں جن میں پانی نہیں ہے

سمجھ سوچ کر دل دیا ہم نے ان کو ... کوئی آفتِ ناگہانی نہیں ہے

سرِ بام جلوہ دکھاتے ہو سب کو ... عجب بات ہے لن ترانی نہیں ہے

اے بے خودیِ عشق یہ احسان ہو تیرا
وہ جان کے غش میں ۔ مجھے دامن کی ہوا دے

اقرار کیا ہے لبِ شیریں سے کسی نے
جو بات مزے کی ہو وہ کیوں کر نہ مزا دے

تھم تھم کے جلاتا ہے مجھے سوزِ محبت
گر آگ لگائی ہے تو اک بار لگا دے

ملتا ہی نہیں جس کا پتا اے دلِ بیتاب
میں تجھکو بتا دوں تو بتا تو مجھے کیا دے

دل سے مہ کامل کے یہ کاہش کوئی پوچھے
اللہ کسی کو بھی بڑھا کر نہ گھٹا دے

اللہ کی کیا شان کریمی ہے کہ لے داغ
جو اُس سے طلب کیجئے وہ اُس سے سوا دے

جو تڑپے دل تری محفل میں تھام لوں دل کو
مگر چھپانے سے چشمِ تر نہیں چھپتی

چھپانے سے نہ دامن چھپے چراغ کی لو
لگی ہوئی مرے دل کی مگر نہیں چھپتی

یہ صبح ہجر قیامت کی صبح ہے یارب
کہ میرے بخت سیہ سے سحر نہیں چھپتی

نگاہِ شوخ ہے بجلی کی طرح زیرِ نقاب
ہزار اُس کو چھپاؤ مگر نہیں چھپتی

تری طبیعتِ روشن اک آفتاب ہے داغ
کبھی چھپانے سے جلوہ گر نہیں چھپتی

ہیں داد طلب اور خدا منصف و عادل
تیری نہ سنے گا یہ کسی اور سے کہئے

نالہ پسِ دیوار کسی رات کسی دن
میں نے نہ سنا تھا کبھی اور سے کہئے

اک زمانہ ہو گیا ہم سے خلاف
چرخِ ناہنجار جو چاہے کرے

اب دل آزاری کرو دل داری مری
وہ بتِ عیار جو چاہے کرے

ہم کو کیا مطلب کریں کیوں آرزو
حسرتِ دیدار جو چاہے کرے

شوخیِ رفتار نے پیسا ہے دل
خوبیِ گفتار جو چاہے کرے

عرش پر ہے اب رقیبوں کا دماغ
طالعِ بیدار جو چاہے کرے

کیا صفِ محشر نہ ہو جائے گی صاف
آپ کی تلوار جو چاہے کرے

عیب بیں سے پردہ رکھے آدمی
یوں پسِ دیوار جو چاہے کرے

مزے فرقت میں تھے خونِ جگر کے ... پیا ہم نے خدا کا شکر کر کے
جمی ہے خاکِ کوئے یار اُن پر ... پیوں گا پاؤں دھو کر نامہ بر کے
شبِ غم ہائے مجبوری ہماری ... بہت روئے خدا کو یاد کر کے
پڑا ہو گا تھکا ماندا سرِ راہ ... بنیں گے نامہ بر ہم نامہ بر کر کے

جنابِ داغؔ اب سنبھلیں گے کیا خاک
کہ یہ بگڑے ہوئے ہیں عمر بھر کے

وہ چشمِ مست سامنے میرے مدام ہے ... ایسے شراب خوار کو توبہ حرام ہے
کیا و للہی کے ساتھ جوابِ پیام ہے ... اے نامہ بر سمجھے تو ہمارا سلام ہے
محشر میں کامیاب ہوں اس میں کلام ہے ... یہ طولِ مدعا ہے تو بس دن تمام ہے
صیاد نے رہا نہ کیا اب کے سال بھی ... اب ہم کو آب و دانہ قفس میں حرام ہے
پروانہ ہو کہ شمع بُرا ہے مآلِ کار ... اس کی حرام موت وہ صورت حرام ہے

داغِ تمنائے محبت بن گیا ... چشمِ تر مہرِ شہادت ہو گئی
میرے حق میں تیری چشمِ قہر و لطف ... ایک دوزخ ایک جنت ہو گئی
میری توبہ اس ہوا و ابر میں ... باعثِ کفرانِ نعمت ہو گئی
طالبِ بخشش ابھی سے کیوں ہے دل ... کیا گنہ کرنے سے فرصت ہو گئی
صبحِ فرقت ایک دم میں کچھ نہ تھا ... زندگی کیا بے مروّت ہو گئی

جلوۂ دیدار نے بے خود کیا ... حسرتِ دیدار باقی رہ گئی
اس کو بھی اچھا کر اے رشکِ مسیح ... نرگسِ بیمار باقی رہ گئی
مرحلے طے عشق کے اکثر ہوئے ... منزلِ دشوار باقی رہ گئی
شوقِ نظارہ وہاں تو لے گیا ... پھاندنی دیوار باقی رہ گئی
حلق میں تھا نالۂ آہن گداز ... کیا تری تلوار باقی رہ گئی
عشق کے زیرِ حکومت سب رہے ... کون سی سرکار باقی رہ گئی
داغؔ کا دل ہو گیا دنیا سے سرد ... گرمیِ اشعار باقی رہ گئی

گر چلے آہِ سحر بھی نالۂ شب گیر بھی — ہم نے دیکھا جو گئے یہ تیر بھی وہ تیر بھی
اُس نگاہِ شوخ و ابرو کے اشارے دیکھنا — تیر بھی اُڑتا ہوا چلتی ہوئی شمشیر بھی
اس لئے وحشت میں ہم نے کر دیا ترکِ لباس — ہوگا جب دامن تو ہوگا کوئی دامن گیر بھی
بادۂ غفلت سے اک عالم کو بےخود کر دیا — میرے خانہ ہے گویا آسمانِ پیر بھی
ڈھونڈھ لے پہلو میں یا سینے میں اے ناوک فگن — کھا گیا زخمِ جگر کے ساتھ کیا میں تیر بھی

غمزہ سفاک بلا ناز قیامت انداز — چشمِ مشتاق ادائیں تری کیا کیا دیکھے
اُسکی خلوت میں گزر بادِ صبا کا بھی نہیں — شامت آجائے گی جاتے ہی کوئی جا دیکھے
پرتوِ حسن سے ہو جائیں منور آنکھیں — جلوۂ یار اگر آنکھوں کا اندھا دیکھے
اک جھلک بھی جو دکھا دے تو غنیمت جانو — کیا یہ ممکن ہے کوئی حسبِ تمنا دیکھے

تیرے عاشق ہیں دونوں دیدہ و دل — دیکھیں دونوں میں نام کون کرے
اِس لئے وعدہ وہ نہیں کرتے — رات دن صبح و شام کون کرے
غم گزا جان فزا ہے بادۂ ناب — ترکِ شرب مدام کون کرے

جنوں میں جب مرے دل سے فغاں نکلتی ہے — زبانِ خار سے بھی الاماں نکلتی ہے
یہ دیکھتا ہوں انھیں دے کے میں پیامِ وصال — نہیں نکلتی ہے یا منھ سے ہاں نکلتی ہے
پسِ فنا بھی اثر ہے یہ بےقراری کا — کہ میری قبر سے ریگِ رواں نکلتی ہے
نکالے نشترِ جراح پھانس یا کانٹا — گڑی ہے دل میں جو برچھی کہاں نکلتی ہے
اُنھوں نے گیسوئے پرخم کو کر دیا سیدھا — تری کجی بھی اب اے آسماں نکلتی ہے
جگر کے پار جو ہوتا ہے خنجرِ قاتل — دہانِ زخم سے گویا زباں نکلتی ہے
رقیب آپ کی محفل سے یوں نکلتے ہیں — کہ جیسے باغ سے فصلِ خزاں نکلتی ہے
جگر کے ٹکڑے کئے ضبطِ عشق نے شاید — کہ تیغِ آہ مری خوں چکاں نکلتی ہے
نشانِ داغِ سخن گو کی قبر کا ہے یہی
بجائے سبزہ زمیں سے زباں نکلتی ہے

دلِ شہید کا ماتم ضرور ہوتا ہے — یہ ہاتھ اب کوئی سینے سے دور ہوتا ہے

اداے خاص ہے معشوق کیلئے نخوت
بُری بھی شکل ہو جب بھی غرور ہوتا ہے
غرور سے نہیں ملتا جو وقتِ آرائش
ترا مزاج بھی کیا مجھ سے دور ہوتا ہے
اُمیدِ عفوِ خطا ہے وگرنہ عاشق سے
قصور کیا نہیں ہوتا ضرور ہوتا ہے
کسی کا کوئی بھی ہوتا نہیں ہے بعد فنا
غبار تک مری تربت کا دور ہوتا ہے
اثر پزیر ہے دل گرم و سردِ عالم سے
گھڑی میں نار گھڑی میں یہ نور ہوتا ہے

جو ایک آن بھی پڑتا ہے عکسِ رخ تیرا
تو برسوں آئنے کے رخ پہ نور رہتا ہے
یہ بزم وعظ ہے یا کوئی پاک مے خانہ
مدام ذکرِ شرابِ طہور رہتا ہے
نہ ٹھہرے وہ مرے پہلو میں رکھ کے یہ الزام
تری بغل میں دلِ ناصبور رہتا ہے

وہ عید کو خود آئے ہیں ملنے کے بہانے
یہ دن تو دکھایا شبِ فرقت کی دعا نے
لوٹے دل زدیں اُس صنمِ ہوش ربا نے
اللہ کے جو بھید ہیں اللہ ہی جانے
یہ شیخ نے بوئے ہیں یہاں تخمِ ثواب آج
بکھرے ہیں جو مے خانے میں تسبیح کے دانے
سنبھلا تو ہے کچھ آپ کا بیمارِ محبت
سب کہتے ہیں مُردے کو جلایا ہے خدا نے
میت پہ ترے عاشقِ بے کس کی کیا ہے
ماتم ملک الموت نے افسوس قضا نے

دینے کا ہاتھ کم نہیں لینے کے ہاتھ سے
بڑھتا ہے دستِ جود ہی سائل کے سامنے
چلتے ہی راہِ عشق میں تقدیر نے کہا
اس میں بہت سے ہوتے ہیں مشکل کے سامنے
اُس زلف کی گرہ ہو کہ بندِ قبا کی ہو
کیا اصل میرے عقدۂ مشکل کے سامنے

وہ اثر بادِ خزاں کا باغِ عالم میں ہوا
بلبلِ تصویر بھی آمادۂ پرواز ہے
کیا رہیں دل کے صحیفے میں نہاں اسرارِ حق
رونگٹا جو سینے پر ہے حرفِ شرحِ راز ہے
غیر بھی کیا چارہ گر ہے کیوں گئے بہرِ علاج
کچھ طبیعت کیا نصیبِ دشمنان ناساز ہے

بگڑی ہوئی کچھ ایسی زمانے کی ہوا ہے
دل زلفِ پریشاں سے پریشان سوا ہے
تقصیرِ محبت پہ یہ ارشاد ہوا ہے
بخشے جو اسے بخشنے والے کی خطا ہے
کس بات پہ ہم رشکِ مسیحا تمہیں جانیں
دم باز تمہارا لبِ اعجاز نما ہے
کیوں درد کو دل کے نہ کلیجے سے لگاؤں
اس نے ہی پسِ مرگ مرا ساتھ دیا ہے

یہ مجھ سے کہا شکوۂ بیداد پہ اُس نے   مجھ کو کسی معشوق سے پالا بھی پڑا ہے
نسبت ترے ابرو سے ہو کیوں کر مہِ نو کو   یہ حسن میں مشہور وہ انگشت نما ہے

گرچہ بحرِ عشق اک ذخار ہے   ڈوبنے والے کا بیڑا پار ہے
نشے میں وہ بیخود و سرشار ہے   ہر نگہ کو فرصتِ دیدار ہے
وصل کی مانع نگاہِ یار ہے   مہرے اُس کے بیچ میں تلوار ہے
لطف بھی کرتا ہے یہ بیداد بھی   آسماں گویا مزاجِ یار ہے

بیقراری دم تحریر چھپے مشکل ہے   میرے خط میں خطِ مسطر بھی رگِ بسمل ہے
اُس نے بازارِ محبت میں جو رکھا ہے قدم   یہی آواز چلی آتی ہے دل ہے دل ہے
دھوکے دیتی ہیں سرِ بزم نگاہیں کیا کیا   کس طرف تیری توجہ ہے کدھر مائل ہے
وادیِ عشق میں رکھتا ہوں قدم ڈر ڈر کر   راہ زن کا وہیں کھٹکا ہے جہاں منزل ہے
وصفِ جنت جو کیا اُن سے بگڑ کے بولے   کبھی مجھ پر ہے کبھی حور پر اچھا دل ہے
حضرتِ داغؔ کا اقبال بہت چمکے گا
ہم دکھا دیں گے اگر فضلِ خدا شامل ہے

نہیں تھمتے مرے آنسو شدتِ دردِ جدائی سے   الٰہی ڈوب مرنا بہتر ایسی آشنائی سے
کبھی ہوتا ہے دشمن آپ اپنا جو ہر ذاتی   گرفتارِ قفس بلبل نہ کیوں ہو خوش نوائی سے
یہ بزمِ غیر ہے یا رزم گہ ہے کیا اسے سمجھوں   کہ تیری آنکھ کو فرصت نہیں ملتی لڑائی سے
ہمارا دل ہے جیسا شاد دامِ عشق میں پھنس کر   کوئی مرغِ قفس ایسا نہ ہوگا خوش رہائی سے
الٰہی کچھ نہ کچھ آرام مجھ کو مل ہی جائے گا   بدل دے صبحِ محشر کو مری شامِ جدائی سے

روز سن کر حالِ دل کہتے ہیں وہ   ہم نہ سمجھے پھر کہو آغاز سے
چشم و لب میں لاگ تھی انجامِ کار   سحر باطل ہو گیا اعجاز سے
پہلے ہی آنکھیں تری بیمار ہیں   اور پھر سازش دلِ ناساز سے
ناتواں ہوں کہہ سکوں کیا حالِ دل   چارہ گر پہچان لے آواز سے
کہہ دیا تیری ادا نے دل کا راز   کھل گیا سب غمزۂ غماز سے

میرے دل پر تیر برساتے وہ کیا — خود ہی گھبرائے ہجومِ ناز سے
اتنے خط بھیجے کہ عاجز ہو گئے — میرے مرغِ نامہ بر پرواز سے
دل میں بلبل کے جو ہوتا سوزِ عشق — پھول جھڑتے شعلۂ آواز سے
اب تو وہ چپ ہیں مگر پھر دیکھئے — کیا ہو ظاہر پردۂ آواز سے

نغمۂ بلبل ہو گر مطرب نہ ہو
داغ کو ہے عشق خوش آواز سے

وہ کیا ڈرے غریب کی فریاد و آہ سے — جو چاہتا ہو دادِ ستم دادخواہ سے
کیوں کر چھپاؤں دل ترے دُزدِ نگاہ سے — آتا نہیں ہے چور کبھی شاہ راہ سے
پہلو میں میرے دیکھ جگر بھی ہے دل کے ساتھ — ہاں ایک وار اور بھی تیغِ نگاہ سے
آنکھیں دکھا رہا ہے ہر اک نقشِ پا مجھے — کیا اس طرف تم آئے ہو دشمن کی راہ سے
اب نقشِ پائے غیر کی ہے پیروی مجھے — جاتا ہوں کوئے دوست میں دشمن کی راہ سے
باہم رہا یہ رشک کہ اُس بزمِ ناز میں — ہم اور راہ سے گئے دل اور راہ سے

دیکھو یہ ضبطِ سوزِ محبت بُرا ہے داغ
تم جل نہ جاؤ آپ کہیں اپنی آہ سے

کیا لذتِ وصال ادا ہو بیان سے — سب حرف چپکے جاتے ہیں میری زبان سے
مشہور رازِ عشق ہے کس کے بیان سے — میری زبان سے کہ تمھاری زبان سے
گزری ہے آزمائشِ مہر و وفا میں عمر — فرصت مجھے ملی نہ کبھی امتحان سے
دل بھی بچا، جگر بھی بچا، خیر ہو گئی — تیرِ نگاہ پار ہوا درمیان سے
مہر و وفا کا نام ہے اب بات بات پر — یہ سن لیا ہے آپ نے کس کی زبان سے

خطائے عشق سے توبہ نہ جیتے جی ہو گی — ہزار بار ہوئی اور پھر وہی ہو گی
جفائے تازہ کی دھمکی نہ دیجئے ہم کو — ہمیشہ ہوتی ہے کیا آج ہی نئی ہو گی
غمِ فراق ہمیں کھا نہ جائے گا ظالم — ہزار سال جئیں گے جو زندگی ہو گی
غمِ فراق میں آثار ہیں بُرے اپنے — جو بچ گئے تو نئے سر سے زندگی ہو گی

وہاں بھی وعدۂ فردا کروگے کیا مجھ سے
قیامت ایک کے بعد اور دوسری ہوگی

یہ مدعا دل بے مدعا سے ہے ہم کو
نہ دوستی کبھی ہوگی نہ دشمنی ہوگی

نصیب لذتِ آزارِ عشق ہو تو سہی
یہ جانتا ہوں کہ مر مر کے زندگی ہوگی

نگاہِ شوخ ہی کچھ دے جواب چل پھر کر
تمہاری چال کی کس سے برابری ہوگی

رہیں گے کیا نہیں اے نامہ بر پیام و سلام
ہماری اُن کی ملاقات بھی کبھی ہوگی

ترے ہاتھوں غبارِ کشتگاں سے
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے

پریشاں وہ اُٹھے خوابِ گراں سے
مری فریاد ہے آہ و فغاں سے

لگا ہے سنگِ مقناطیس گویا
جبیں اٹھتی نہیں اُس آستاں سے

دمِ آخر جو دوں دم توڑ کر جاں
نہ ہوگا یہ کبھی مجھ ناتواں سے

ہجومِ آرزو نے دل کو چھوڑا
جدا ہے میر منزل کارواں سے

ازل میں شرح لکھ کر میرے غم کی
بری حالت ہوئی لوح و قلم کی

شبِ وعدہ رہا یہ شغل اپنا
گنی گنتی ترے قول و قسم کی

ترے کوچے سے روتا کون گزرا
کہ مٹی جم گئی نقشِ قدم کی

حیا آمیز ہے طرزِ تغافل
ستم میں بھی ادا ہے کس ستم کی

وہ بادو خاک میں مجھکو کہ مجھ پر
نشانی ہو کسی نقشِ قدم کی

تمہیں اپنی جفا پر غور کرلو
مجھے حاجت نہیں اظہارِ غم کی

کیا کیوں سجدہ اُس کی رہگزر میں
لکیریں مٹ گئیں نقشِ قدم کی

یہی ہے مختصر حالِ شبِ وصل
خدا نے دن بڑھایا رات کم کی

مرے ہر لفظِ خط میں دو ہیں پہلو
نہ کیوں ہوں دو زبانیں ہیں قلم کی

تمنا نے دل کی انتہا کیا
بہت کچھ آرزو کی پھر بھی کم کی

جناب داغ چپ عاشق ہو بیٹھیں
سنا ہے خیر حضرت اُسنے دم کی

بیانِ حالِ دل کہنے کو تھا رات [illegible]
گرہ [illegible] لکھی تقدیر میں تھی [illegible]

تم آ گئے دادِ محشر کے سنا داستاں میری
وہاں کب چوکتا ہوں پیش چلتی ہے جہاں میری

پکڑتی ہے زمیں میرے قدم کیوں کوئے قاتل میں
الٰہی خیر ہو تربت بنے گی کیا یہاں میری

بھلا ایذا طلب مجھ سے کہیں پیدا ابھی ہوتے ہیں
بجا ہے کربلا میں لے بلائے آسماں میری

قدم رکھا تھا کس نے کہ ہر شیخ و برہمن کو
تبرک ہو گئی اُس دن سے خاکِ آستاں میری

غنیمت ہے گرفتاری میں تھوڑی سی بھی آزادی
کہ پھر کر دیکھتی مجکو نہیں عمرِ رواں میری

یہ صدمہ ہے کہیں صدمہ نہ پہنچے دستِ قاتل کو
بُری حالت ہوئی جاتی ہے وقتِ امتحاں میری

لگا کر آگ وحشت سے نہ ٹھیرا باغباں دم بھر
کہ بجلی بن گئی تھی جل کے شکلِ آشیاں میری

لگاوٹ کی یہ باتیں کرتی ہے کیا کیا اشارو نکیلے
تری چشمِ سخن گو میں بھی ہے گویا زباں میری

بیاں کرتا ہوں جب کیفیتِ رفتارِ مستانہ
تو متوالوں کی صورت لڑکھڑاتی ہے زباں میری

لحاظ و پاس کیسا گفتگو جب روبرو ٹھہری
نہ رکتی ہے زباں اُن کی نہ تھمتی ہے زباں میری

تابِ نظارہ کسے کیا شکل دیکھوں یار کی
کوندتی رہتی ہے بجلی آتشِ رخسار کی

کان سننے کے لئے ہوں دل سمجھنے کے لئے
قلقلِ مینا میں ہے آوازِ استغفار کی

آ پڑی ہے بحث میرے قطرہائے اشک سے
آج بوندیں گن رہا ہوں ابرِ گوہر بار کی

جو نگاہِ سرمگیں تھی ہو گئی وہ سرمگیں
باڑ چڑھ کر آب اُتری ہے تری تلوار کی

تم نے کچھ جانا بھی ہے اپنی نگاہِ ناز کو
تم کو بھی پہچان ہے اچھی بُری تلوار کی

اُس کی ناکامی کو یا میں جانتا ہوں یا خدا
وہ دعائے وصل جو میں نے ہزاروں بار کی

دو قدم چل چل کے گرتے ہیں طریقِ عشق میں
ٹھوکریں ہیں منزلیں اس راہِ ناہموار کی

کیوں نہ جاتی آسماں پر آسماں سے عرش پر
کیا مری آہِ رسا بھی آہ تھی بیمار کی

چین جب دل کو نہیں آتا تو کب آتی ہے نیند
کب پلک جھپکی ہمارے دیدۂ بیدار کی

کیا مرض اپنا مریضِ عشق ہو کر چھپ سکے
وہ بتا دیتے ہیں صورت دیکھ کر بیمار کی

دو چار بہے اشک تو کیا دیدۂ تر سے
بارش کا مزا یہ ہے کہ وہ ٹوٹ کے برسے

[illegible] نے گھیرا ہے شبِ غم مجھے آ کر
لو شمع کی اُٹھتی ہے مرے داغِ جگر سے

کیوں خون برستا ہے تری آنکھ سے ظالم
کیا رنگ اُڑایا ہے مرے دیدۂ تر سے

معشوق پہ ہر حال میں عشاق ہیں قرباں پروانوں کی الفت نہ گئی شمع سحر سے
راہیں بقیں سبھی بند مرے دودِ جگر سے کیا جانے اجل آئی شبِ ہجر کدھر سے
اس انجمنِ ناز سے آیا ہوں بہت خوش اللہ بچائے مجھے اپنی بھی نظر سے
یہ عاشق و معشوق کی رخصت بھی غضب ہے پروانے گلے مل کے چلے شمع سحر سے
بھولا نہ کبھی قافلۂ ملکِ عدم راہ جاتا ہے اُدھر ہی کو یہ آتا ہے جدھر سے

اے داغ مصیبت ہی حیاتِ ابدی تھی
اس رنج کو پوچھے کوئی الیاس و خضر سے

پھنسا دیا ہے مجھے دل نے ورطۂ غم میں یہ ناخدا مری کشتی کو خود ڈبوتا ہے
شبِ فراق کی تکلیف سے یقیں آیا مقابل اس کے جہنم میں عیش ہوتا ہے
کسی کو نفع ہے اس سے کسی کو ہے نقصاں متاعِ دل کوئی پاتا ہے کوئی کھوتا ہے

عاشق متحمل نہ ہوئے قہر و غضب کے بیٹھے رہو اب صبر سمیٹے ہوئے سب کے
نقشے ہیں یہ اب دیدۂ دیدار طلب کے رہ جاتی ہے پلکوں میں نگہ ضعف سے دب کے

گلزار کی صورت ہے مگر رنگ نہ خوشبو
ہمراہِ خزاں داغ بہار آئی ہے اب کے

وہ ابتدائے عشق میں حاصل ہوئی مجھے جو بات انتہائے محبت میں چاہیے
آئیں گے بے شمار فرشتے عذاب کے میدانِ حشر غیر کی تربت میں چاہیے
کچھ تو پڑے دباؤ دلِ بے قرار پر یارا بھرا ہوا مری تربت میں چاہیے

آنے دے کچھ تو ہوش جہانِ خراب میں اے بے خودی ہم آئے ہیں کس کام کے لیے
جانے وہ اہلِ کعبہ کہ ہے اس میں مصلحت جاتا ہوں بت کدے کو بُرے کام کے لیے
کس طرح آگئی شبِ دیجورِ ہجر میں یہ تیرگی تھی زلفِ سیہ فام کے لیے
مجھکو پلا دی بزم میں اس چشمِ مست نے ترسے مری بلا مئے گلفام کے لیے
آیا وہاں سے بے خود و بے ہوش بن کے تو بھیجا تھا ہم نشیں تجھے کس کام کے لیے
[illegible] غفلت بڑی ہے داغ دنیا نہیں ہے راحت و آرام کے لیے

وہ شاد شاد دمِ صبح مسکرا کے چلے ستم تو یہ ہے کہ مجکو گلے لگا کے چلے
یہ چال ہے کہ قیامت ہے اے بتِ کافر خدا کرے کہ نہیں سامنے خدا کے چلے
ہوئے ہیں شادی و غم اختیار میں اُن کے کبھی ہنسا کے چلے وہ کبھی رُلا کے چلے
طریقِ عشق میں سوجھا کسے نشیب و فراز وہ کیا چلے جو سہارے پہ رہنما کے چلے
نہیں ہے دل کو مرے صرصرِ فنا سے خطر یہ کشتی ایسی ہے جو سامنے ہوا کے چلے

کھلے وہ کھل گیا جب بھید اُن پر اُنھیں کھولا مرے رازِ نہاں نے
وہ جب تربت پہ آئے ہیں نہ اُٹھا سبک مجکو کیا خوابِ گراں نے
رہی جن سے بہارِ باغِ عالم اُنھیں پھولوں کو توڑا باغباں نے

فتنہ گر آنکھ تھی وہ زلفِ دوتا اور ہوئی یہ وبالِ دل و جاں ایک بلا اور ہوئی
وہ یہ کہتے ہیں نئی بات نہیں رسمِ جفا ہوتی آئی ہے ہمیشہ سے یہ کیا اور ہوئی
عاشقوں کا بھی وہ اندازِ طبیعت نہ رہا پہلے کچھ اور تھی اب رسمِ وفا اور ہوئی
دل میں کچھ خارِ محبت کی ابھی سے ہے خلش ہم کہاں اس کی اگر نشو و نما اور ہوئی
داغ مے خانے سے بت خانے کو تو جا پہنچا
تیری تعریف یہ اے مردِ خدا اور ہوئی

گئے کیوں توبہ کرکے اُس طرف ہم کہ شرمانا پڑا پیرِ مغاں سے
سگِ لیلیٰ بھی تھا مجنوں کو پیارا لگاوٹ کر رہا ہوں پاسباں سے
پھرے وحشت میں مثلِ گردِ صحرا نہ بیٹھے ہم وہاں اُٹھے جہاں سے
وہ کوہِ طور تھا موسیٰ کا حصہ الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے
دلِ بیتاب سے ہے ناک میں دم الٰہی صبر میں لاؤں کہاں سے

ایذائے درد و غم تری فرقت میں مل گئی ملنی تھی جو سزا وہ محبت میں مل گئی
دل آتشِ فراقِ صنم نے جلا دیا دوزخ سے جو بچی مجھے جنت میں مل گئی
آرام بعدِ مرگ ملا دردِ عشق سے خاکِ شفا نصیب سے تربت میں مل گئی
دل کو ہے اضطراب نہ وحشت مزاج میں آسائش ایسی کنجِ قناعت میں مل گئی

اے داغ شکر کر کہ شرف یابِ حج ہوا
دل کی مراد حج و زیارت میں مل گئی

سب متاعِ دین و دنیا چاہیے — اے ہوس تجکو بھی کیا کیا چاہیے
عقل کہتی ہے نہ ہو آزارِ عشق — شوق کہتا ہے کہ ہونا چاہیے
دل مقابل اُس صفِ مژگاں کے ہے — لڑنے مرنے کو کلیجا چاہیے
اُڑ گیا بادِ خزاں سے آشیاں — مجکو تنکے کا سہارا چاہیے

داغ کو حور و پری سے کیا غرض
آدمی اچھے سے اچھا چاہیے

پیشوائی تری گلشن میں — نکہتِ گل بھی اُڑی جاتی ہے

مجرمِ عشق ہوئے تم اے داغ
اب وہاں سے طلبی آتی ہے

ہماری بات کیا سمجھے گا تو اے ناصحِ ناداں — سمجھ میں تیری اے ناکردہ کار آئے تو کیا آئے
ہوا بھی تیری خلوت گاہ میں آنے نہیں پاتی — ترے در تک مرا مشتِ غبار آئے تو کیا آئے
سوالِ عشق کرنا تھا کہ عاشق کو مزا آتا — فرشتے پوچھنے زیرِ مزار آئے تو کیا آئے
قدم رکھا تھا بازی گاہِ الفت میں کہ دل کھویا — گئے تھے جیتنے کیا جیتِ بار آئے تو کیا آئے

ہے یہی افسردہ دل کو لطفِ باغ — ہم نے چمن کی جو کلی مرجھائی تھی
رحمتِ باری نہ تھی گر زاہدو — پھر گھٹا مے خانے پر کیوں چھائی تھی

گریۂ عاشق بیتاب پہ ہنسکر بولے — اب تو بے فصل بھی برسات ہوا کرتی ہے
خاکساروں کو بھی آرام نہیں زیرِ فلک — کہ زمیں موردِ آفات ہوا کرتی ہے

سنبھلکے سیجئے انکار بزمِ دشمن کا — نشے میں کیا لغزشِ قدم کیا ہے
ہم اور دفترِ غم اُن کو کیا نہ لکھ سکتے — جب انگلیوں میں نہیں دم تو پھر قلم کیا ہے
غمِ فراق میں جو روز مرتے جیتے ہیں — وہ جانتے ہی نہیں ہستی و عدم کیا ہے
غنیمت اپنے لئے ہجر میں ہے خونِ جگر — جو رزق کھانے کو یہ بھی ملے تو کم کیا ہے

سر نیاز سلامت رہے پئے تسلیم | نہیں تمیز ہمیں دیر کیا حرام ہے
شمار کثرت عصیاں کا ہو نہیں سکتا | کسے خبر ہے کہ اندازۂ کرم ہے
تیزی تیغ نظر کو آپ پہلے دیکھ کر | پھر مرا دل دیکھئے میرا کلیجا دیکھئے
مجکو راہ عشق میں سوجھا نہ اپنا نیک و بد | رہنما کہتا رہا رستہ ہے ٹیڑھا دیکھئے

دو دل ساتھ آہ لیتی ہے | ہم سفر کو نباہ لیتی ہے
تو ستم بھی کرے تو خلق خدا | اپنے ذمے گناہ لیتی ہے
شب فرقت سے کون لے بدلا | جان یہ روسیاہ لیتی ہے
کیوں ستاتی ہے گردش گردوں | کیوں غریبوں کی آہ لیتی ہے
دل کو لیتی ہے یوں صف مژگاں | قلعہ جیسے سپاہ لیتی ہے
آرزو تیغ یاس سے ڈر کر | میرے دل میں پناہ لیتی ہے

تغیر حال زار کی تاثیر دیکھنا | میری شبیہ کی بھی وہ صورت نہیں رہی
جس روز سے ہمیں دل بے مدعا ملا | دنیا میں کوئی ہم کو ضرورت نہیں رہی
ایسا ہوا محو لذت دیدار یار اب | میرے خیال میں مری صورت نہیں رہی

مجکو عشق زلف عنبر فام ہے | صبح محشر بھی نظر میں شام ہے
دیدہ و دل دونوں ہیں مصروف عشق | کام والوں کو ہمیشہ کام ہے
مٹ گیا درد محبت کا مزا | خلد میں آرام ہی آرام ہے
وہ دم آخر نہ آئے میرے پاس | دشمنوں نے کہہ دیا آرام ہے
کوئی سسکتے ہیں ہے کوئی مضطرب | اک تماشا اُن کے زیر بام ہے

دل سے نکل گئی تھی شب ہجر ایک آہ | اُس دن سے آسمان پئے انتقام ہے
ہر وقت سوز عشق سے روشن ہے داغ دل | ایسے چراغ کو نہ سحر ہے نہ شام ہے
کرتا ہے ہجر یار میں کیا خون آرزو | تلوار کا جو کام ہے وہ دل کا کام ہے
وہ فاتحے کے واسطے ہر روز آئیں گے | لوح مزار پر مرے دشمن کا نام ہے
اُس کا ستم شریک زمانہ بھی چرخ بھی | کیسا جفائے یار کا اب اہتمام ہے

وہ چشم مست سامنے میرے مدام ہے ایسے شراب خوار کو توبہ حرام ہے
ہر اہل درد کو درم داغ ہے نصیب سرکار عشق کا بھی عجب فیض عام ہے
ملنے کو آئے ہیں تو ترے اجتناب سے مجکو تو روز عید بھی ماہ صیام ہے

سرمہ ضرور ہے نگہ یار کے لئے یہ باڑھ چاہئے اسی تلوار کے لئے
کیا حال دل کہوں کہ تری چشم خشمگیں ہے مہر خامشی لب اظہار کے لئے
حلقے ہیں ہے مژہ کے تری چشم نرگسی تیمار دار جمع ہیں بیمار کے لئے
تر دامنی میں اشک ندامت بھی ہیں شریک رحمت کا ہے نچوڑ گنہگار کے لئے
بیٹھے ہیں راہ دوست میں ہم پانوں توڑ کر اب فکر کیا ہے منزل دشوار کے لئے
تیرے تبسم نمکیں میں ہے اک مزا لیکن جگر فگار و دل افگار کے لئے
تو دل کو ایک بار نہ کھا اے غم فراق
رکھا ہے اس کو ہم نے کئی بار کے لئے

جل کے دل خاک ہو گیا شاید بوئے سوز نہاں نہیں آتی
کام کر جائے گی یہ خاموشی ہم کو آہ و فغاں نہیں آتی
دل لگاتے ہی ہم تو مرتے ہیں نوبت امتحاں نہیں آتی
روز محشر بھی تیرے کشتے کے تن میں روح رواں نہیں آتی
داغ ہی جانتا ہے طرز وفا
تم کو اے مہرباں نہیں آتی

حسن ادا بھی خوبی صورت میں چاہئے یہ بڑھتی دولت ایسی ہی دولت میں چاہئے
طوبیٰ ہو یا ہو سرو ترا بانکپن کہاں انداز بھی تو کچھ قد و قامت میں چاہئے
کیا لطف دشمنی جو تعلق ہی اٹھ گیا کچھ چھیڑ چھاڑ بھی تو عداوت میں چاہئے
آیا ہے کیا پسند خم زلف پر شکن کہتا ہوں میں یہ بل مری قسمت میں چاہئے
کہتا ہے رشک دیدہ و دل بھی نہ ہوں شریک غیرت بھی انتہا کی محبت میں چاہئے
پاس ادب سے نام نہ لوں گا کہوں گا میں کوئی کبھی انتہا کی محبت میں چاہئے

جینا ہجومِ یاس میں دشوار ہو گیا
مرنا بھی ان بلاؤں سے فرصت میں چاہیے

حاتم کا دل ہو دولتِ قاروں ہو عمرِ خضر
اے داغ یہ کسی کی محبت میں چاہیے

اک اضطرابِ شوق طبیعت میں چاہیے
جو کچھ نہ چاہیے وہ محبت میں چاہیے

صبحِ شبِ فراق نہ ہو جائے شمعِ گل
کوئی شریکِ حال مصیبت میں چاہیے

عمرِ دراز خضر کو کیوں ہو گئی عطا
یہ تو مجھے کسی کی محبت میں چاہیے

یہ کیا کہ دونوں صورتِ تصویر بن گئے
تھوڑی سی چھیڑ چھاڑ بھی صحبت میں چاہیے

شعلے دلِ پرسوز سے اُٹھتے ہیں غضب کے
یہ آگ نہیں وہ جو رہے خاک میں دب کے

ہوتا ہے شریک آپ یہ دُکھ درد میں سب کے
کیا حوصلے ہیں یہ دلِ آزار طلب کے

بے وجہ کسی پہ کوئی عاشق نہیں ہوتا
ہم عالمِ اسباب میں قائل ہیں سبب کے

مانندِ نظر جاتے ہیں منزل پہ سبک رو
دیکھے نہ کبھی نقشِ قدم پائے طلب کے

اب عاقبتِ کار کی تم خیر مناؤ
بس داغ مزے لوٹ چکے عیش و طرب کے

دلِ بیمار میں چٹکی لے لو
ابھی آرام ہوا جاتا ہے

رنگ لائے گا ترا رنگِ عتاب
چہرہ گلفام ہوا جاتا ہے

آج کل کثرتِ عشاق سے عشق
شیوۂ عام ہوا جاتا ہے

گلۂ مہر و وفا مجھ سے نہ کر
شکوہ دشنام ہوا جاتا ہے

کیوں کیا ذکرِ محبت اُن سے
یہ بھی پیغام ہوا جاتا ہے

طرزِ دیوانگی نہیں جاتی
ہوش کی یوں تو لی نہیں جاتی

خلشِ عاشقی نہیں جاتی
نہیں جاتی کبھی نہیں جاتی

دیکھ اُس چشمِ مست کو زاہد
تجھ سے اتنی بھی پی نہیں جاتی

جلوۂ یار سامنے ہے مگر
شوق کی بے خودی نہیں جاتی

دعویٔ عشق پر وہ کہتے ہیں
یہ تعلّی سنی نہیں جاتی

وقتِ آخر ہوا مگر اے داغ
ہوسِ زندگی نہیں جاتی

ذرکا بزمِ غیر میں آنسو
آنے والا تو آ ہی جاتا ہے

وصفِ اغیار بزم میں اُن سے
کیا کریں ہم سُنا ہی جاتا ہے

رازِ دل سُن کے کیوں ہوئے برہم
جو ہے کہنا کہا ہی جاتا ہے

ذکرِ واعظ سے میں نے یہ جانا
حشر برپا ہوا ہی جاتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ بت کدے سے ہمیں
لے کے خوفِ خدا ہی جاتا ہے

وقتِ شگافِ سینہ مکدر جو تھا یہ دل
اُس کی چھُری بھی خاک میں نکلی بھری ہوئی

سچ ہے رفیق وہ ہے جو دے آخرت کا ساتھ
بعد فنا نہ مجھ سے جدا بے کسی ہوئی

چکر میں بحرِ غم کے یہ حسرت بھرا ہے دل
گرداب میں پھنسی مری کشتی بھری ہوئی

صبحِ شبِ وصال نہ تھا کوئی میرے پاس
اک شمع ساری رات کی وہ بھی جلی ہوئی

دل بھی جگر بھی آتشِ غم سے جھُلس گئے
مانندِ ابر اُن پہ نہ آنسو برس گئے

دل تنگ تر ہجومِ غم و رنج بے شمار
اس گھر میں جتنے آئے تھے بارے وہ بس گئے

رہ رو سے فرطِ شوق میں چھوٹا ہے قافلہ
ہم آگے آگے مثلِ صدائے جرس گئے

میدانِ امتحاں میں نہ ٹھہرا ذرا کوئی
گو کر کے حوصلہ بہت اہلِ ہوس گئے

جلتے ہیں جو پروانے تو اُف بھی نہیں کرتے
یہ صبر و تحمل تو عنا دل میں نہیں ہے

رگ رگ مری گردن کی پھڑکتی ہے الٰہی
افسوس کہ خنجر کفِ قاتل میں نہیں ہے

ظالم وہ ترے خوف سے لب پر نہیں آتا
ہونے کو تو کیا دل بسمل میں نہیں ہے

رکھنے دے مجھے ہاتھ کہیں سوزِ محبت
دیکھوں تو سہی ہے کہ ترے دل میں نہیں ہے

خاموش اُٹھاتا ہے یہ طوفان کے صدمے
گویا ہو یہ قدرت لبِ ساحل میں نہیں ہے

اک رندنے صوفی سے کہا دل نہیں لگتا
رقصِ مئے و مطرب تری محفل میں نہیں ہے

چھپا بھی ہوں کہنا بھی ہو ذرا صبح سے یہ ہر بار
پھر ایسی خفت قبلۂ حاجات نہ ہوگی

اُس مست کو ذرا دیکھ ہی لیں حضرتِ صوفی
دیکھے سے تو کچھ مطلب کرامات نہ ہوگی

عاشق کو بھی واعظ تو بناتا ہے نمازی   دیوانے سے پابندیِ اوقات نہ ہوگی

ساقی کا دل نہ توڑیں گے ترکِ شراب سے   حاصل کسی طرح ہو غرض ہی ثواب سے
آتی ہے کیا ہنسی مجھے تیرے حجاب سے   میری نگاہِ شوق رُکے گی نقاب سے

داورِ حشر کا انصاف جو میں سنتا ہوں   یاد مجھ کو تری بیدادگری آتی ہے
تمھیں چہرے سے نقاب اپنے اُٹھا دو ورنہ   نگہِ شوق کو بھی رخنہ گری آتی ہے
داغ رہتا ہے اسی فکر میں غمگیں و حزیں
مجکو کیا بات بجز بے ہنری آتی ہے